

مَنْ أَرَادَ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فَلْيَتَدَبَّرِ الْقُرْآنَ
(ابن مسعود)
جو شخص اگلوں اور پھلوں کا علم حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ قرآن میں غور کرے

لشہرہ آں چیز کہ خاطر می خواست : آمد آخر ز پس پرودہ تقدیر پدید

الرحض للنعير

شرح اردو

الفوز الكبير

مصنفہ - مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی ندولہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

میر محمد کتر خانہ آرام باغ کراچی

مَنْ أَرَادَ عَلَّمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فَلْيَتَدَبَّرِ الْقُرْآنَ
(ابن مسعودؓ)
جو شخص اگلوں او پھلوں کا علم حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ قرآن میں غور کرے

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست : آمد آخر ز پس پردہ تقدیر پدید

الرَّحْضُ لِلتَّضِيرِ

شرح اردو

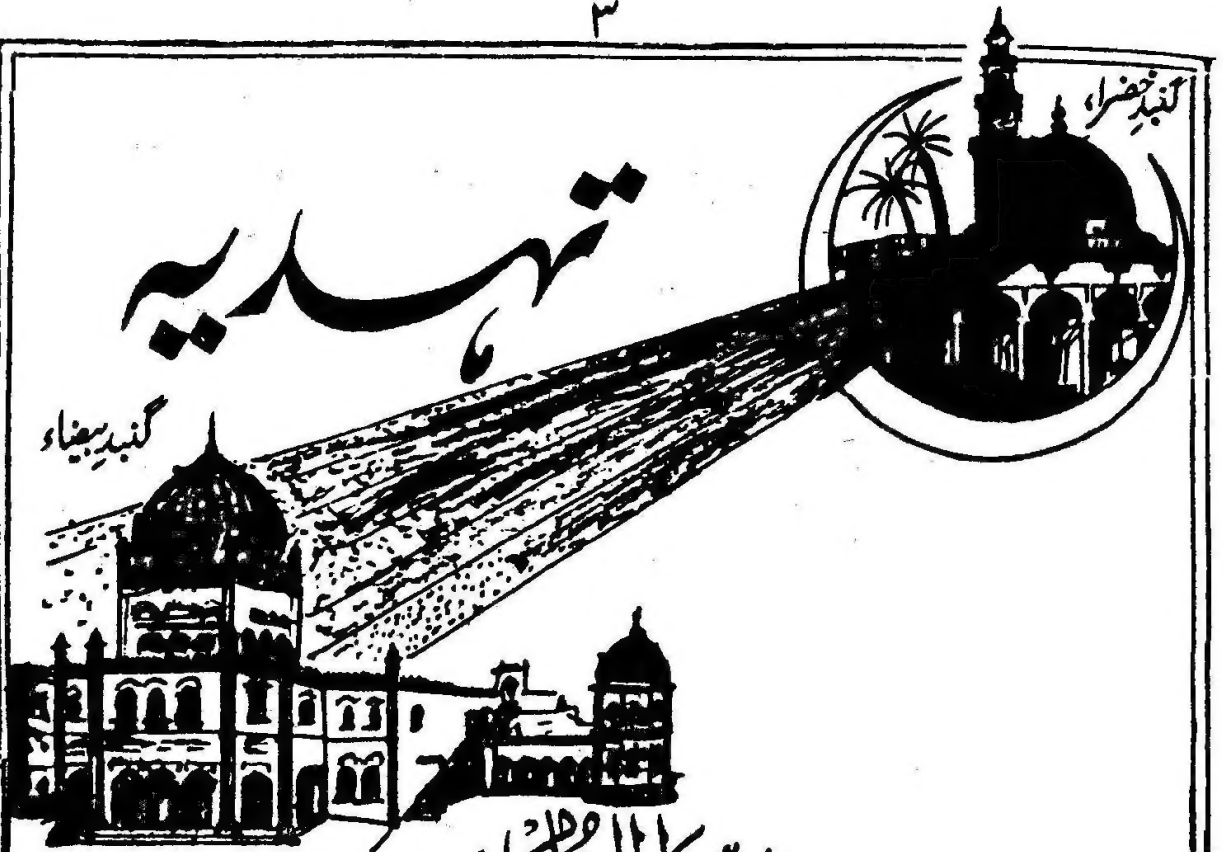
الْفَوْزُ الْكَبِيرُ

مصنفہ - مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی ندولہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

میر محمد کتر خانہ آرام باغ کراچی





مادرِ علمیؒ کا اہلِ عجمیؒ دیوبند کی خدمت میں

جس کے گنبد بیضاء نے گنبد خضراء (علی صاحبہا التھیات الغراء)

کی ضیا پاش شعاعوں سے فیضیاب ہو کر علومِ قرآنیہ و اسرارِ نبوت

نبویہ کی صحیح روشنی کے ذریعہ کروڑوں انسانی نفوس کے

قلوب کو ہر طرح کی باطل آلائشوں سے پاک صاف

کر کے یہ بتا دیا ہے کہ ۵

ترے ضمیر پہ جب تک ہوں نزولِ کتاب گروہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

محمد حنیف غفرلہ گلوہی

فہرست کتب جن سے بوقت شرح استفادہ کیا گیا

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنف	سند وفات
۱	الاتقان فی علوم القرآن (عربی)	شیخ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱ھ
۲	” ” (اردو)	مولانا عبدالحمید چشتی	۱۱۶۶ھ
۳	حجۃ اللہ البالغہ (عربی)	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلوی	۱۱۶۶ھ
۴	نعمۃ اللہ البالغہ (اردو)	علامہ عبدالحق حقانی	۱۱۶۶ھ
۵	العون الکبیر	مولانا سعید احمد پالن پوری	۱۱۶۶ھ
۶	البيان فی علوم القرآن (اردو)	علامہ عبدالحق حقانی	۱۱۶۶ھ
۷	روح البیان (عربی)	شیخ اسماعیل حق آفندی	۱۱۶۶ھ
۸	نصب الراية	علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف التزیلی	۱۱۶۶ھ
۹	احکام القرآن	حجۃ الاسلام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی	۱۱۶۶ھ
۱۰	فوائد عثمانیہ	علامہ شبیر احمد عثمانی	۱۱۶۶ھ
۱۱	الفوائد الکبیر	مولوی رشید احمد انصاری	۱۱۶۶ھ
۱۲	مصباح اللغات	ابوالفضل عبدالغنیظ بلیاوی	۱۱۶۶ھ
۱۳	المعجم العکمی (عربی)	شیخ الادب مولانا محمد اعجاز علی	۱۳۴۴ھ
۱۴	الانصاح علی عروض المفتاح	قاضی ابوالصفا میر احمد شاہ پشاور	۱۳۴۴ھ
۱۵	التفہیم فی العروض	پنڈت کنہیا لال دہلوی	۱۳۴۴ھ
۱۶	سبح العروض (اردو)	مولانا سعید احمد اکبر آبادی	۱۳۴۴ھ
۱۷	وحی الہی	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلوی	۱۳۴۴ھ
۱۸	فیوض الحرمین (عربی)	مولانا رحمت اللہ کیرانوی	۱۳۴۴ھ
۱۹	اظهار الحق (عربی)	مولانا اکبر علی صاحب	۱۳۴۴ھ
۲۰	بائیکل سے قرآن تک (اردو)	مولانا اکبر علی صاحب	۱۳۴۴ھ

فہرست مضامین کتاب الفوز البکیر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲	یہود اور ان کی گمراہی	۹	دیسباچہ کتاب الفوز البکیر
۵۳	تحریر لفظی	۱۰	وجہ تالیف کتاب
۵۵	تحریر معنوی	۱۱	باب اول ان علوم پیچگانہ کے بیان میں جنکو قرآن عظیم نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے
۵۸	یہود کا اپنے لئے دعویٰ محبوبیت	۱۲	علم احکام
۶۰	کتاب آیات	۱۳	علم الحفصہ
۶۱	آیات بشارت میں تاویلات	۱۴	علم التذکیر بالآلاء اللہ علم التذکیر بالموت والبعث
۶۳	افتراء اور اس کا سبب	۱۸	ان علوم کا بیان قدیم عربوں کی روٹ پر ہوا ہے
۶۴	استحسان	۱۹	مناسبت آیات اور علوم خمسہ کے درمیان ربط
۶۶	احکام تورات کی تعمیل میں تساہل	۲۲	قصص کا اسباب نزول ہونا
۶۸	استبعاد رسالت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	۲۵	پہلی فصل علم مخاصمہ کے بیان میں
۷۰	نصاری کا بیان	۲۶	مشرکین کا بیان
۷۳	عقیدہ تثلیث	۲۷	فضائل الفطرۃ
۷۵	نصوص انجیل سے تمسک	۳۲	مشرکین اور ان کی گمراہی
۷۷	اناجیل اربعہ کی تشریح	۳۵	تشبیہ اور اس کے معنی
۷۹	اشکال اول کا جواب	۳۷	بیان تحریر
۸۱	اشکال ثانی کا جواب	۳۹	حشر و نشر
۸۵	نمونہ نصاریٰ آج کے دور میں	۴۰	انکار معاد
۸۶	عقیدہ قتل مسیح علیہ السلام	۴۱	مشرکین کا نمونہ آج کے دور میں
۸۸	فار قلیط کی بابت نصاریٰ کی گمراہی	۴۳	جواب اشراک
۹۰	فار قلیط والی بشارت مرنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی منطبق ہوتی ہے	۴۴	جواب تشبیہ
۹۱	منافقین کا بیان۔ نفاق اعتقاد	۴۶	جواب استبعاد حشر و نشر
۹۲	نفاق عمل و نفاق اخلاق	۴۷	جواب استبعاد رسالت
۹۶	نفاق کی پہلی صورت کا علم ممکن نہیں	۵۱	یہود کا بیان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۹	فن التوجیہ	۹۸	منا فقین کا نمونہ آج کے دور میں
۱۸۱	توجیہ کی مختلف صورتیں	۹۹	فصل دوم باقی علوم پنجگانہ کے مباحث میں
۱۸۳	ابن اسحاق، واقدی، کلبی وغیرہ کی	"	تذکیر بالا، اللہ
	اضراط کا حکم	۱۰۰	صفات الہیہ کا اثبات بطریق تحقیق حقائق محال
۱۸۴	فصل چہارم۔ باب کے باقی مباحث کے برائیں	۱۰۱	صفات الہیہ توفیقی ہیں
۱۸۵	حذف اداس کے اقسام	۱۰۲	تذکیر با پیام اللہ
۱۸۵	ابدال	۱۰۸	قصص مکررہ کی تفصیل
۱۹۶	قلب (یعنی التفات) کا بیان	۱۰۹	ایک دو جگہ مذکور ہونے والے قصے
۱۹۸	تقدیم و تاخیر	۱۱۲	تذکیر بالموت و بالعبدہ
۲۰۰	تعلق بالعبیدہ	۱۱۶	مباحث احکام کا قاعدہ کلیہ
۲۰۱	زیادہ	۱۳۰	باب ۴م۔ وجہ خفاء معانی نظم قرآن کے بیان میں
۲۰۶	نکتہ	۱۳۳	وہ وجہ جن کی وجہ سے ہم مراد تک رسائی نہیں جوتی
۲۰۸	دیگر موجب خفاء امور کا بیان	۱۳۴	فصل اول۔ قرآن کے الفاظ نادرہ کی
۲۱۱	فصل پنجم۔ محکم کا بیان		مشرح کے بیان میں
۲۱۲	متشابه کا بیان	۱۳۶	طریق منہاک
۲۱۳	کنایہ کا بیان	۱۳۸	صحابہ و تابعین کبھی لفظ کی تفسیر اس کے لازمی
۲۱۷	تعریض کا بیان		معنی سے کرتے ہیں
۲۱۹	مجاز عقلی	۱۳۹	فصل دوم۔ معرفت ناسخ و منسوخ میں
۲۲۱	باب سوم۔ قرآن کے اسلوب بدیع کے بیان میں	۱۴۱	صحابہ و تابعین کے ہاں نسخ کا استعمال
۲۲۴	قرآنی سورتوں کی چار قسمیں	۱۴۵	آیات منسوخہ کی تعداد
۲۲۷	فوائد السور	۱۴۷	منسوخ و غیر منسوخ آیات کی تفصیل
۲۲۹	خواتیم السور	۱۶۷	فصل سوم۔ معرفت اسباب نزول کے بیان میں
۲۳۱	فصل دوم	"	معرفت اسباب نزول کے فوائد
"	آیات کی طرف سورتوں کی تقسیم	۱۶۸	اسباب نزول کے بیان میں صحابہ و تابعین کا
۲۳۳	عرض و قافیہ سے متعلق ایک اہم بحث		" نزولت فی کذا " استعمال کرنا
۲۳۶	اوزان اشعار کا مدار حروف پر	۱۷۱	تنبیہات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۹	تدارک بالقرآن	۲۳۹	اکثر سورتوں میں امتداد صوت کا اعتبار ہے
۲۹۲	اشارات صوفیہ تفسیر نہیں		نکۃ طویل و مدید بحروں کا
۲۹۵	فن اعتبار	۲۴۳	الہام کلام اور اس کی روانی
۲۹۷	فصل سوم طرائب قرآن کے بیان میں	۲۴۷	فوائد مختلفہ
۳۰۱	قرآن کا ظہر و بطن	۲۴۷	مطالب فنون خمسہ کے تکرار کی وجہ
۳۰۲	فصل چہارم تاویل قصص	۲۴۹	مطالب فنون خمسہ کے انتشار کی وجہ
۳۰۵	علم خواص قرآن	۲۵۰	وزن و قافیہ اختیار نہ کرنے کی وجہ
۳۰۶	فصل پنجم۔ مقطعات قرآنیہ	۲۵۱	اعجاز قرآن کی بحث
۳۰۸	معانی مقطعات کی بابت علماء کے اقوال	۲۵۳	اعجاز قرآن کی وجہ اسکا نرالا اسلوب ہے
۳۱۱	حروف ہجا کے مقابل حقائق بسیطہ ہیں	۲۵۴	اخبار بالقصص ہے
	مقطعات قرآنیہ کے سلسلہ میں شاہ صاحب	۲۵۵	اسکی پیشین گوئیاں ہیں
	کا نظریہ	۲۵۶	بلاغت کا اعلیٰ درجہ ہے
۳۱۲	آئم کے معنی	۲۶۲	اسرار شراعی ہے
۳۱۳	الز، التز، طز، لظسم کے معنی	۲۶۲	قرآن کی کتنی مقدار معجزہ ہے
۳۱۴	لحم، عسق، یس، ص کے معنی	۲۶۴	باب چہارم فنون تفسیر کے بیان میں
۳۱۵	قی، کتبغص کے معنی۔	۲۶۵	طبقات مفسرین
		۲۶۹	فصل۔ ان آثار کے بیان میں جو کتب تفسیر
			اہل حدیث میں مروی ہیں
		۲۷۳	دوام کہتے
		۲۷۴	اسرائیلی روایات کا نقل کرنا ایک کجیہ ہے
		۲۷۶	ایک لطیف ترین نکتہ
		۲۷۸	شرح طریب قرآن
		۲۸۲	بیان تاسخ و منسوخ
		۲۸۴	فصل دوم۔ باب کے باقی لطائف کے بیان میں
		۲۸۶	توجیہ کی تشریح
		۲۸۸	متکلمین کا تاویل متشابہات میں غلو

دیساکہ

الحمد لله الذي لا يبلغ مدحة القائلون، ولا يُحصى نعمة العادون، العالم بما تُكُنُّ الصدور وما تخون العين، القادر الذي إذا أَرَادَ شَيْئًا ان يقول له كُنْ فيكون، والصلوة والسلام على مَنْ أَرْسَلَهُ بكتابٍ هو بالعلوم مشتمون، كما وردَ عن ابن عباسٍ قال: "القرآن ذو شجُونٍ وفُتُونٍ وظُهُورٍ وبُطُونٍ"، أظهره من مقام الجمع والتنزيه والنون، فالنَمَ حجة لاهل الظواهر والبُطُونِ وعلى آله واصحابه الذين بَدَأُوا جَهْدَهُمْ في اشاعة قرآن كريم في كتاب مكنون، ففازوا ببراق من جثت الماوي هم فيها خلدون ۝

خسف القبر بجماله ۝ لطق المحجوب بجلاله ۝ عجز البشر بكماله ۝ صلوا عليه وآله
اما بعد - قرآن پاک ایک مکمل ضابطہ حیات، کامل قانون ہدایت، جامع اصول و کلیات اور صد ہا علوم و فنون کا سرچشمہ ہے

جہم العلم فی القرآن لکن ۝ تهاصر عنه افهام الرجال
چنانچہ علمائے اسلام نے عین سو گریہ علوم و فنون مَدُون کئے ہیں اور ہر ایک فن پرستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے ابن الجوزی کی "فتوح الافان فی علوم القرآن"، شہاب الدین البوشامہ کی "المفتاح الوجیز فی علوم القرآن"، العزیز: "بدایہ الدین زرکشی کی "البرہان فی علوم القرآن"، حافظ سیوطی کی "الاتقان فی علوم القرآن"، جلال الدین بلقیسی کی "مواقع العلوم من مواقع العلوم"، عبد الوہاب شعرانی کی "الجوہر المصنوع والسر المرقوم فیما تلجأ مخلوق من الاسرار والعلوم" وغیرہ۔ لیکن قرآن نہیں کے اصول پر حضرت شاہ صاحب کی کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" کا جو مقام ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں جس میں قرآن پاک کی تفسیر کے تمام بنیادی اصول پر مفصل اور بصیرت افروز بحث ہے۔ مگر اصل کتاب فارسی میں ہے اور اس کا داخل دس ترجمہ عربی میں ہے، اردو میں اس کا کوئی حاشیہ ہے نہ شرح، اس لئے ضرورت تھی کہ اردو زبان میں اس کے مضامین عالیہ کی وضاحت کر دی جائے، سو "الروح النضییر شرح اردو الفوز الکبیر" ہدیہ ناظرین ہے حق تعالیٰ مقبول عام بنا کر راقم سطور کے لئے ذخیرہ اخروی بنائے۔ (آمین)

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْأَعْلَى اللَّهُ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ الضَّعِيفِ لَا تَعْدُ وَلَا تَحْصَى وَأَجَلُهَا التَّوْفِيقُ لِفَهْمِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَمِنْ صَاحِبِ النُّبُوَّةِ وَالرَّسَالَةِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَحَقِّ لَامَةٍ كَثِيرَةٍ وَأَعْظَمِهَا تَبْلِغُ الْفَرَقَانِ الْكَرِيمِ، لَقَدْ نَبَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ الْقَرْنَ الْأَوَّلَ وَهُمْ أَبْلَغُوهُ لِلْقَرْنِ الثَّانِي وَهَكَذَا حَتَّى بَلَغَ حَقُّهُ هَذَا الْفَقِيرَ كَذَلِكَ مِنْ رِوَايَتِهِ وَدَرَايَتِهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى هَذَا النَّبِيِّ الْكَرِيمِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِّعْنَا أَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ وَأَيِّمَنَّ بِرُكَائِكَ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَعُلَمَائِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ.

لغات :- 'الاجمع' ہے، 'الای'، 'الای'، 'الای'، 'الای' بمعنی نعمت، 'لا تعد' (نہ گننا)، 'تعداؤ' شمار کرنا، 'لا تحصى' احصاء شمار کرنا، 'اجل عظیم المرتبہ' جس میں جمع منہ بمعنی احسان، 'الفرقان' ہر وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق ہو مراد قرآن پاک، 'القرن'۔ 'الکلام' بالمشافہ سمجھنا، 'القرن' سیرال، 'ایک زمانہ کے لوگ'، 'ایک گروہ کے بعد ایک گروہ'، 'جمع قرون'، 'حفظ حصہ'، 'دولت مند'، 'نیک نیتی'، 'جمع مخلوط'، 'حفاظ'، 'الحفظ'، 'ایمن' بابرکت۔

ترجمہ :- حق تعالیٰ نعمتیں اس بندہ ضعیف پر بے شمار ہیں جن میں سب سے زیادہ عظیم الشان نعمت قرآن عظیم سمجھنے کی توفیق ہے اور حضرت رسالت پناہ کے احسانات اس کمترین امت پر بہت ہیں جن میں سب سے بڑا احسان قرآن پاک کی تبلیغ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تلقین قرن اول کو فرمائی اور انھوں نے اس کو قرن ثانی تک پہنچایا اور اس طرح مدبر مدبر ہو کر اس خاکسار کو بھی اسکی روایت و درایت سے حصہ ملا بخدا یا! ہمارے آقا و مولیٰ اور ہمارے شفیع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے تمام اہل بیت و اصحاب اور علماء امت پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما، یا ارحم الراحمین۔

تشریح :- ۱۔ قولہ بسم اللہ الخ شاہ صاحب نے اپنی کتاب کو بسم اللہ کے ساتھ شروع کیا۔ کیونکہ حدیث میں ہے "کل امری بال ابو کہ جس ہتم ہاشان امر کی ابتدا بسم اللہ کے ساتھ نہ ہو وہ دم بریدہ (ناقص و بے برکت) ہوتا ہے" معنی ابن مسعود، ربہ دی، نسائی، ابوداؤد اور خطیب بخاری نے روایت کی تخریج اور ابن ماجہ، ابن حبان، ابن صلاح اور ابوعوانہ وغیرہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اسی لئے علماء کے نزدیک یہ معمول بہا ہے۔

(تنبیہ) صحیح ابوعوانہ کے شروع میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کے الفاظ مروی ہیں، "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل امری بال ابو" یہاں سید انبیاء بالحمد فہو قطع۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس قابل اہتمام کام کا آغاز بغیر حمد و ثنا کے ہو اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی بلکہ اوصور اور بیکار ہوتا ہے، اسی لئے مصنفین عموماً تسبیح و تحمید ہر دو کے ساتھ شروع کرتے ہیں۔

معنی الاصل بکرا کلمۃ "ہكذا" و ہذا لاینب و معناه "هكذا جرت"۔ ۱۲ عون

أَمَّا بَعْدُ فَيَقُولُ الْفَقِيرُ وَلِيُّ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحِيمِ عَامِلُهُمَا اللَّهُ تَعَالَى بِلُطْفِهِ الْعَظِيمِ لِمَا فَتَحَ
 اللَّهُ عَلَيَّ بَابًا مِنْ فَهُوَ كِتَابُهُ الْمَجِيدِ أَرَدْتُ أَنْ أَجْمَعَ وَأَضْبَطَ بَعْضَ النِّكَاتِ النَّافِعَةِ الَّتِي
 تَلَفَعُ الْأَصْحَابُ فِي رِسَالَةٍ مُخْتَصَرَةٍ وَالْمَرْهُومِ لُطْفِ اللَّهِ الَّذِي لَا انْتِهَاءَ لَهُ أَنْ يُعَالِمَ لُطْفَةَ
 الْعِلْمِ بِجَرْدٍ فِيهِ هَذِهِ الْقَوَاعِدُ شَارِعًا وَاسْتَعَانِي فِيهِمْ مَعَ كِتَابِ اللَّهِ وَأَنْ كَانُوا يُصَوِّرُونَ
 عَمْرَهُ فِي مِطَالَعَةِ التَّفَاسِيرِ وَيَقْرَأُونَ عَلَى الْمُفَسِّرِينَ وَعَلَى أَنْهُمْ أَقْلُ قَلِيلٍ فِي هَذَا الزَّمَانِ
 فَلَمْ يَتَعَمَّلْ لِهَذَا هَذَا الضَّبْطَ وَالرِّبْطَ وَسَكَّنِيهَا بِالْفَوْزِ الْكَبِيرِ فِي أَصُولِ التَّفْسِيرِ وَمَا تَوَفَّقِي
 إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ حَسْبِي وَلَعَمْرُ الْوَكِيلُ، وَمَقَاصِدُ الرِّسَالَةِ مَمْنَعَةٌ فِي خَمْسَةِ أَبْوَابٍ
 تَرْجُمُهُ،

حمد و صلوة کے بعد فقیر ولی اللہ بن عبد الرحیم خدا ان دونوں سے اپنی ہر بانی کے ساتھ معاملہ کرے عرض گزار ہے کہ جب
 حق تعالیٰ نے مجھ پر اپنی کتاب کے سمجھنے کا دروازہ کھول دیا تو میں نے چاہا کہ بعض مفید نکات جو دوستوں کو کارآمد
 ہو سکتے ہیں ایک مختصر رسالہ میں جمع اور منضبط کروں، خداوند تعالیٰ کی عنایت بے غایت سے امید ہے کہ ملاحظہ
 کے لئے صرف ان قواعد کے سمجھ لینے سے ایک وسیع شاہراہ کتاب اللہ کے سمجھنے میں کھل جائے گی کہ اگر وہ ایک عمر
 کتب تفاسیر کا مطالعہ کرنے یا ان کو مفسروں سے جن کی تعداد اس زمانہ میں بہت ہی کم ہو گئی ہے پڑھنے میں صرف کریں
 تو اس قدر ضبط کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتی، اور میں نے اس رسالہ کا نام "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" رکھ دیا
 اور نہیں ہے توفیق مگر اللہ کی مدد سے اسی پر میرا بھروسہ ہے وہی مجھ کو کافی ہے اور کیا خوب کار ساز ہے اور اس
 رسالہ کے مقاصد پانچ بابوں میں مختصر ہیں۔
 تشریح

قوله "ولی اللہ الخ" ولی اللہ او قطب الدین آپ کا لقب ہے اور نام نامی احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین بن معظم بن
 منصور۔ سنہ پیدائش ۴۴۴ھ شوال ۱۰۳۳ھ ہے آپ ہندوستان کے مائے ناز جاناہاز، مشہور و معروف محدث جلیل، فقیہ ثقیل
 اور جامع معقول و منقول تھے اور آپ کے والد ماجد شاہ عالمگیر کے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔
 سنہ وفات ۱۱۵۹ھ مطابق ۱۷۴۳ھ ہے اور مادہ تاریخ "ابو دہام" اکظم دیں ہے، مزید حالات کے لئے دیکھیے
 ہماری کتاب "ظہر المصلین باحوال المصنفین" جس میں پورے عربی کورس کے مصنفین کے حالات پوری تفصیل تحقیق
 کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔

قوله بالفوز الکبیر الخ شاہ صاحب کی یہ کتاب قرآن فہمی کے اصول پر نہایت مختصر مگر بہت مفید اور اہم کتاب ہے (باقی جہد)

عہ الترجمة الصیحة مقام ہذا الجملہ کذا، بحیث لو صرفوا عمرهم فی مطالعة التفسیر والقراءة علی المفسرین علی انہم اقل
 قلیل فی هذا الزمان لم تحصل (ای النکات النافعة) بهذا الضبط والربط، لان النص الفارسی کذا، کہ اگر
 عمرے در مطالعة تفاسیر یا گذرانیدن آنها بر مفسران علی انہم اقل قلیل فی هذا الزمان بسر برمد بآں
 ضبط و ربط بدست نیارند" (عون) ۱۲

الباب الاول فی العلوم الخمسة التي بيّنها القرآن العظيم بطريق التخصيص

ترجمہ و باب اول ان علوم پنجگانہ کے بیان میں جن کو قرآن عظیم نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔
تشریح۔ قولہ بینہا القرآن الخ ابن ابی الفضل مری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن نے علوم اولین اور علوم آخرین
سب کو جمع کر لیا ہے مگر اس طرح سے کہ کوئی شخص حقیقتاً اذوئے علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ بجز خدا تعالیٰ اور اس کے رسول
کے (ان امور کے ماسوا جن کا علم اللہ نے اپنی ذات کے ساتھ مخصوص رکھا ہے)

خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "ما فرطنا فی الکتب من شیء" اہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز "و نزلنا علیک
الکتاب بتبیینا لکل شیء" (امداد تاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا) حضرت ابن مسعود رضی سے روایت ہے کہ جس
شخص کا ارادہ علم حاصل کرنے کا ہو اسے چاہیے کہ قرآن کو مضبوط پکڑ لے کیونکہ اس میں اہل گلوں اور کھپلوں سب کا علم موجود ہے (رواہ البیہقی
فی المدخل) احفاظہ بیہقی فرماتے ہیں کہ یہاں ابن مسعود نے لفظ علم سے اصول علم کو مراد لیا ہے ولقد ابدع من قال
بجمع العلم فی القرآن لکن + تقاصر عن افہام الرجال۔ ہر کیف قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت، اصول دین اور
فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے، لیکن وہ علوم جن کو ائم علوم القرآن کا
دورہ حاصل ہے کہتے ہیں؟ قاضی ابوبکر بن العربی نے اپنی کتاب "قانون التاویل" میں کہا ہے کہ قرآن کی اہل علوم میں
باتیں ہیں (۱) توحید (۲) تذکیر یعنی یاد دہانی (۳) احکام، اسی وجہ سے سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں کیونکہ
اس میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں، ابن جریر کا قول ہے کہ قرآن میں چیزوں پر مشتمل ہے (۱) توحید (۲)
اخبار (۳) مذاہب، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اخلاص کی بابت ارشاد فرمایا: قل ہو اللہ احد تعدل ثلث
القرآن "کہ سورہ اخلاص ثلث قرآن ہے کیونکہ وہ پوری توحید پر مشتمل ہے، علی بن عیسیٰ وغیرہ نے تیس چیزوں پر ہادی بتایا
جن کو درستی نے برائی میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اٹھان میں ذکر کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے علوم قرآن
کی تفصیل پانچ چیزوں کے ساتھ کی ہے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

(القیض) جس میں قرآن پاک کی تفسیر کے تمام بنیادی اصول پر مفصل اور بصیرت افروز بحث کی گئی ہے
فتح الجبیر بحالہ بدین حفظہ فی علم التفسیر "اسی اللوز الکبیر کا محکمہ ہے جس میں شاہ صاحب مشکل الفاظ کی
نہایت معنی خیز تشریح آثار ابن عباس سے اور اسباب نزول بخاری و ترمذی اور حاکم سے نقل فرماتے ہیں
زیہ مطالعہ کتاب کے باب دوم کی فصل اول میں شاہ صاحب نے اسکی تصریح کی ہے فرماتے ہیں "ومن المتحسن
عندی ان اجمع فی الباب الخامس من الرسالة جملة صالحة من شرح غریب القرآن مع اسباب النزول
فاجعلها رسالة مستقلة فمن شاء ادخلها فی ہذہ الرسالة ومن شاء افردها علی حدة" شاہ صاحب کی
یہ اصل تصنیف فارسی میں ہے، علامہ منیر الدین دمشقی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے اور آج کل مدارس
میں یہی پڑھائی جاتی ہے۔ (محمد حنیف غفرہ گنگوہی)

لِيُعْلَمَ أَنَّ مَعَانِيَ الْقُرْآنِ الْمَنْطُوقَةُ لَا تُخْرِجُ عَنْ خَمْسَةِ عُلُومٍ عِلْمُ الْأَحْكَامِ مِنْ الْوَاجِبِ وَالْمَنْهُوِّ
وَالْمَبَاحِ وَالْمَكْرُوهِ وَالْحَرَامِ مِنْ قِسْمِ الْعِبَادَاتِ أَوْ مِنْ قِسْمِ الْمَعَامَلَاتِ.

ترجمہ :- جاننا چاہیے کہ قرآن پاک کے معانی منطوقہ پانچ علوموں سے باہر نہیں ہیں۔ اول علم احکام از قسم
واجب، مستحب، مباح، مکروہ اور حرام، خواہ یہ احکام عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے۔
شرح اسے۔ قولہ من قسم العبادات الا مثلاً نفس نماز، زکوٰۃ، روزہ اور منع کی فرضیت کا بیان قال اللہ تعالیٰ
”اَقِمِ الصَّلَاةَ وَآتِ الزَّكَاةَ“ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، وقال اللہ تعالیٰ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ“ اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر رعنا جسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر، یعنی روزہ کا
حکم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اب تک برابر جاری رہا ہے گو تعین ایام میں اختلاف ہو۔ وقال اللہ تعالیٰ
”وَاللَّهُ عَلَى النَّاسِ حَجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا“ اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت
رکھتا ہو اس کی طرف نہ چلنے کی، اسی طرح نمازیں بھیجیہ تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع اور سجود کا ضروری ہونا
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَتَبَيَّنَ الْفَكْرُ“ اور اپنے رب کی بڑائی بول، یہاں باجماع مفسرین بھیجیہ سے مراد بھیجیہ افتتاح
ہے، وقال تعالیٰ ”وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ“ اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے، باجماع مفسرین اس سے مراد قیام
فی الصلوٰۃ ہے، وقال تعالیٰ ”فَاقرءوا ما تيسر من القرآن“ پڑھو جس قدر آسان ہو قرآن سے، پس قرأت
فرض مقایر اس قدر ہے کہ جتنا آسان ہو جس کی مقدار بقول اصح ایک آیت سے مگر ”مُدًا مَتَانًا“ جیسا ایک
کلمہ ہو ورنہ بقول اصح جائز نہیں، وقال تعالیٰ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا“ اے ایمان والو
رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور امت کے حق میں نماز تہجد کا مستحب ہونا قال اللہ تعالیٰ ”يَعْلَمُ ان لَنْ تَجِدُوا
فَاقرءوا ما تيسر من القرآن“ اس نے جانا کہ تم اسکو پورا نہ کر سکو گے سو تم پر معافی بھیجی اب پڑھو جتنا آسان
ہو قرآن سے، اور لشہ و ناپاک کی حالت میں نماز کا حرام ہونا قال اللہ تعالیٰ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرءُوا الصَّلَاةَ
وَانتُمْ سَكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جَلْبَانًا“ اے ایمان والو نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یا خمار
کہ تم سمجھنے لگو جو کہتے ہو ورنہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو، اس طرح طلوع فجر سے لیکر غروب آفتاب تک منقطع موم
سے رکعتا قال اللہ تعالیٰ ”ثُمَّ اتَمَّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ“ پھر پورا کرو روزہ کو رات تک، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا
کہ کئی روزے متصل رکھنے اس طرح برکہ رات کو بھی افطار کی نوبت نہ آئے مکروہ ہے، اور باب حج میں طواف کا
فرض ہونا قال اللہ تعالیٰ ”وَلِيَطُوفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ“ اور چاہیے کہ طواف کریں اس قدیم گھر کا، محرم کے لئے خشکی
کے شکار کا حرام ہونا قال اللہ تعالیٰ ”وَحَرَّمَ عَلَيْكُمْ مَيْدَا بَرَاءُ مَتَمَّ حَرَامًا“ اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام
میں رہو، اور احرام سے حلال ہو جانے کے بعد شکار کا مباح ہونا قال تعالیٰ ”وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا“ اور جب احرام
سے نکلو تو شکار کرلو، وغیر ذلک من الاحکامات۔ قولہ اور من قسم المعاملات الخ یعنی مناکحات، منکاحات، بیوعات

امانات اور ترکات | عہدہ واجب جواز الفعل مع حرمة الترك والندب جوازہ مع رجحانہ والا باجہ جوازہ مع جواز الترك ۱۲

اور من تذبذبا المنزل اومن السياسة المدنية، وتفصيل هذا العلم منوط بذمة الفقيه، وعلم
المخاصمة والتردد على الفرق الضالة الا باج من اليهود والنصارى والمشرکين والمنافقين، وتبنيات
هذا العلم منوط بذمة المتكلم

لغات منوط اسم مفعول ہے کہا جاتا ہے، ہذا منوط بہ وہ اسکے ساتھ ملحق ہے، ناظر منوط لوطا و نيا طاً۔ لکنا نا، رزقنا نا، جواب
دینا، فرق فرقہ کی جمع ہے لوگوں کی ایک جماعت۔ ضالۃ گمراہ۔ تبیان مصدر ہے معنی بیان
ترجمہ ۱۔ عیبر منزل سے متعلق ہوں یا سیاست من سے، اس علم کی تفصیل فقہاء کے ذمہ ہے، دوم علم مناظرہ چاروں گمراہ فرقوں
کے ساتھ مثلاً یہود، نصاریٰ، مشرکین، منافقین۔ اس علم کی تفریع حکمین کا کام ہے۔
تشریح ۱۔ قولہ اومن تدبیر المنزل الخ خلافت اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قوتیں ایسی رکھی ہیں کہ اگر انکی اصلاح ہو جائے تو وہ نیک
اور سعادت مند ہے۔ ایک قوت نظریہ یعنی علم و ادراک حقیقی اور مطابق واقع، یہ اعلیٰ درجہ کی قوت ہے، دوسری قوت عملیہ اسکے
متعلق کار آمد و ضروری تین علم ہیں کیونکہ اگر وہ شخص واحد کی اصلاح و فلاح کا علم ہے تو اسکو تہذیب النفس کہتے ہیں جسکی بہت سی
شاخیں ہیں، طہارت ظاہری، شفا بدن، لباس اور ناکل و مشارب پاک صاف ہونا اسکا تعلق علم الطہارۃ سے ہے جسکو قرآن نے خوب شرح
بیان فرمایا ہے اور غیر علیہ السلام نے قولاً و فعلاً ہر طرح سے اسکی توضیح کی ہے، پیشاب پاخانہ سے فراغت کے بعد ڈھیلے اور پانی سے مغسل
کی ترغیب میں ارشاد ہے: فیہ رجال یحبون ان تطہروا واللہ یحب المتطہرین، اس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک
رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو، حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے دریافت کیا کہ تم طہارت
و پاکیزگی کا کیا حال تمام کرتے ہو جو حق تعالیٰ نے تمہاری تطہیر کی مدح فرمائی، انھوں نے کہا کہ ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ مامولوی
کے زمانہ میں عورتوں کی بابت ارشاد ہے ”و یسلونک عن المحیض قل ہو اذی فاضلوا النساء فی المحیض ولا تقربوا من حیض ینظرن“ اور ترجمہ
پوچھتے ہیں تم حیض کا کھدے و گندگے سے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہو ان کے جب تک پاک نہ ہوویں
یہود اور مجوس حالت حیض میں عورت کے ساتھ کھانے اور ایک گھر میں رہے کو بھی جائز نہ سمجھتے تھے اور نصاریٰ جماعت
سے بھی پرہیز کرتے تھے پس آیت سے یہود کا افراط اور نصاریٰ کی تفریط دونوں مردود ہو گئیں۔ طہارت مغری یعنی وضوء کی بابت ارشاد
”یا ایہا الذین آمنوا اقاموا الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم یدیکم الی المرافق وامسوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین“ اسے ایمان والو جب تم ٹھو
ٹھا کر کودو وضوء اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور گل لہا اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک۔ اور طہارت کبریٰ یعنی غسل جنابت کے متعلق
ارشاد ہے ”وان کنتم جنباً فاطہروا“ اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو لو، کپڑے پاک رکھنے کی بابت ارشاد ہے۔
”وشابک فطہر“ اور اپنے کپڑے پاک رکھ۔ طہارت باطنی یعنی نجاست، بئ وغیرہ الہ باطلہ اور تصاور سے پاکی جن کو اہل عرب
اور دیگر اقوام خدا بنا کر پوجتے تھے قال اللہ تعالیٰ ”والرجزنا جہنم“ اور گندگی سے دور رہ، وقال تعالیٰ ”فاجتنبوا الرجس
من الاوثان“ سو بچتے رہو بتوں کی گندگی سے۔ طہارت اخلاق یعنی جو چیزیں اخلاق کو ناپاک کرتی ہیں اور ان سے روح
پر تاریکی پیدا ہوتی ہے جن کو شریعت میں شرک و معاصی کہتے ہیں، معاصی یا تو نفسانی بیجا خواہشیں ہیں یا طبع بیجا ہے
یا نیکر حق تلفی، قرآن نے تینوں قسموں کو حرام قرار دیا ہے قسم اول ذنا، لواطت اور ان کے دوائی یعنی وہ تمام باتیں جو

نفس کو سجان میں لائیں اور زمانہ میں مبتلا کر دیں۔ دنیا کی بابت ارشاد ہے ”ولا تقربوا الزنا ان کان فاحشۃ“ اور پاس نہ جاؤ ناکہ وہ ہے بخیالی، یعنی زنا کرنا تو بڑی سخت چیز ہے اس کے پاس بھی مت جاؤ گویا ”لا تقربوا“ میں مبلوی زنا سے بچنے کی ہدایت کر دی گئی ہے مثلاً اجنبی عورت کی طرف بدون عذر شرعی نظر کرنا یا بوسہ کنا وغیرہ، لو آفت کے متعلق تو بیجا ارشاد ہے۔
 ”انکم لتاقون الرجال شہوة من دون النساء“ کیا تم دوڑتے ہو مردوں پر لپکا کر عورتوں کو چھوڑ کر قسم دوم و سوم چوری، دیکھتی سو چوری، جلسازی، ددوغ کوئی، رشوت خوری اور نا انصافی وغیرہ اور کے لئے قرآن میں بہت کچھ بیان ہے مثلاً۔
 ”لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل“ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، اس میں چوری، دغا بازی، غصب، خیانت اور رشوت سب داخل ہیں۔ جو بڑے بولنے پر لعنت آئی ہے ”لعنة اللہ علی الکاذبین“ عدل و انصاف کی بابت ارشاد ہے ”واقطعوا ان اللہ یحب المقسطین“ اور انصاف کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو قرآن کریم نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی شریر ظالم اور بد معاشر کیوں نہ ہو مگر اس کے حق میں تمہارا دامن عدالت نا انصافی کے چھینٹوں سے داغدار نہ ہونے پائے، یہی وہ خصلت ہے جس کے سہارا زمین و آسمان کا نظام قائم رہ سکتا ہے، چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے
 ”یا ایہا الذین آمنوا کوذوقوا من اللہ شہداً و المقسط و لا یجر منکم شأن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ہوا قریب للتقوی“
 اے ایمان والو کھڑے ہو جلیا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑ
 عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ کے۔ یعنی دوست و دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا اور حق کے معاملہ میں جذبات محبت و عداوت سے قطعاً مغلوب نہ ہونا یہ خصلت حصول تقویٰ کے مؤثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔ غصہ کو پی جانے اور برداشت کر جانے کی بابت ارشاد ہے ”والکاملین الغیظ والعافین عن الناس“ اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو، الغرض ہر قسم کی بدکاری اور گناہ کی نجاست سے پاک رہنے کی اور تہذیب نفس و مکارم اخلاق اور حسن معاشرت کی قرآن پاک میں جا بجا تاکید موجود ہے ہم نے چند آیتوں پر اکتفا کیا ہے۔
 اور اگر ان عملی باتوں کا علم ہے جو باہمی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں تو اس کو تدبیر المنزل کہتے ہیں جیسے قانون معاملات خرید و فروخت، رہن، استعراض اور قانون میراث و قانون ترویج، باہمی معاہدات کی پابندی اور فریقین کے معاملات کا عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا اور وصیت، ولایت، ادائے امانت، سخاوت اور صداقت وغیرہ امور جو تہذیب اخلاق میں مذکور ہوئے یہ سب بھی اصول تمدن میں داخل اور قرآن میں مذکور ہیں، چند چیزوں کی مثالیں یہ ہیں، قرآن نے لغو اور بے ہودہ باتوں سے اعراض کرنے کی تعلیم دی قال تعالیٰ ”والذین ہم عن اللغو معرضون“ اور جو کچھ بات پردھیان نہیں کرتے، اس واسطے کہ جس قدر قوموں پر ادا بار آیا وہ اس لغو ہی کی بدولت آیا، کھیل، تماشے، ناچ، رنگ، بے ہودہ افسانے، خیالات کو خراب کرنے والی شاعری، کبوتر بازی، پتنگ بازی، بٹیر بازی، شطرنج بازی وغیرہ امور ہی انسان کو فضول خرچ اور کاہل دیتے ہیں بلکہ بے حیثیت و بے غیرت بنا دیتے ہیں جس سے تمدن میں غفل آجاتا ہے پس یہ تمام چیزیں لغو میں داخل ہیں اور مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کامیاب ہو گئے جو فضول و بیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہیں کرتے، کوئی دوسرا شخص لغو اور نکی بات کہے تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں، ان کو وظائف عبودیت سے اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ ایسے بے فائدہ جھگڑوں میں اپنے کو پھنسا لیں۔

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو ۛ چو بگشت بر عارف جنگ جو
گرای مدعی دوست بشناختے ۛ بہ پیکار دشمن نہ پردا سفتے

قار بازی اور شراب خوری سے بھی قرآن نے سخت الفاظ میں منع فرمایا ”انما الخمر والمیسر والالصاب و
الاذلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون“ بیشک شراب اور خزا اور جُت اور پانسے سب گندے
کام ہیں شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات
شراب پاگل ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں حتیٰ کہ نشہ اترنے کے بعد بھی بعض دفعہ لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے اور
باہمی عداوتیں قائم ہو جاتی ہیں، یہی حال بلکہ کچھ بڑھ کر جوئے کا ہے اس میں ہار جیت بر سخت جھگڑے اور
فساد برپا ہوتے ہیں، یہ تو ظاہری خرابی ہوئی اور باطنی نقصان یہ ہے کہ ان چیزوں میں مشغول ہو کر انسان خدا کی
یاد اور عبادت الہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے، جب یہ چیزیں اس قدر ظاہری و باطنی نقصانات پر مشتمل ہیں تو کیا
ان سے تمدن میں خلل پیدا نہ ہوگا؟

دفع مناقشات و مشاجرات اور اصلاح ذات البین کے متعلق ارشاد ہے ”انما المؤمنون اخوة فاصلو باہن
اخویم و اتقوا اللہ لعلکم ترحموا“ یا ایہا الذین آمنوا لا یخفر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منهم ولا النساء من
فسا و عسی ان یکن خیرا منہن ولا تملزوا انفسکم ولا تنابزوا باللقاب“ مومن بھائی ہیں سو ملاپ کر لو اپنے
دو بھائیوں میں اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر رحم ہو، اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک دوسروں سے شاید
وہ بہتر ہوں ان سے اور وہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے
کو اسد نام ڈالو جو چلنے کو ایک دوسرے کے۔

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہوا بس ایک دوسرے کا مسخر اور استہزار
کرنے لگتا ہے ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور ہنسی مذاق اڑانا شروع کر دیا، اس طریقہ سے نفرت و عداوت کی خلیج روز
بروز وسیع ہوتی رہتی ہے اور قلوب میں اس قدر بُد ہو جاتا ہے کہ صلح و استلاف کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔
خداوند قدوس نے اس آیت میں اسی قسم کی باتوں سے منع فرمایا ہے یعنی ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ
نہ مسخر اپن کرے نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں
اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی اور فتنہ و فساد
کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلیں ہے۔

اذا اگر ان چیزوں کا علم ہے جو انظام حکومت و سلطنت سے متعلق ہیں تو اسکو سیاست مدنیہ کہتے ہیں، اس کے
کے متعلق بھی قرآن پاک میں بہت سے احکام ہیں، چنانچہ ارشاد ہے ”وامر جم شوری بینہم“ اور کام کرتے ہیں معورہ آپس کے یعنی
مسلمانوں کے جملہ امور باہمی مشاورت پر مبنی ہونے چاہئیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی کی ہدایت کی گئی ہے ”و شاورہم
فی الامر“ کہ اصحاب سے مشورہ کر لیا کریں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہات امور میں ہر اہم باب سے مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ

آپس میں مشورہ کرتے تھے حرب و غیرہ کے متعلق بھی اور بعض مسائل احکام کی نسبت بھی بلکہ خلافت راشدہ کی بنیاد ہی شیعہ پر قائم تھی۔

”حکام کو“ و ادا حکم بین الناس ان محکموا بالعدل“ میں عدل کا حکم فرمایا کہ جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے، اسکے بعد قوم کو حکام کی متابعت کا حکم دیا ”یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم“ ایے ایمان والو حکم اللہ کا اور حکم رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پس حاکم اسلام بادشاہ یا اس کا صوبہ دار یا قاضی یا سردار لشکر اور جو کوئی کسی کام پر مقرر ہو ان کے حکم کا ماننا ضروری ہے جب تک کہ وہ خدا اور رسول کے خلاف حکم نہ دیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قومی وطن پرست و حکومت کے حق میں لوگوں کے نفاق سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے یہ قومی بربادی کا سبب ہوتا ہے، قرآن نے نفاق اور دوسرے بن کی سخت ممانعت فرمائی ہے اور ایسے لوگوں کو جو دشمنوں سے سارے بار اور قومی راز فاش کرتے ہیں منافق کا لقب دیکر جا بجا اس گروہ ناپاک پر سرزنش کی ہے کیونکہ یہ جماعت ان لوگوں سے جو کھلم کھلا مخالف ہوں زیادہ اندیشہ ناک ہے۔

قوم کو دشمنوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ کرنا، زامہ کے موافق عمدہ سے عمدہ سامان حرب تیار رکھنے کا حکم دینا بھی اصول سیاست میں سے ہے اس کے متعلق ارشاد ہے ”واعدوا لهم ما استطعتم من قوۃ و من رباط و اکیل ترہون بہ عدو اللہ و عدوکم“ اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پے پے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، خمیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامان جہاد تھا آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروفر وغیرہ تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنون حربیہ کا سیکھنا بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامان جہاد ہے۔ قوم کو ظاہر و باطن ہر حال میں انقیاد و یکجہتی جو انفرادی و جماعتی اور دشمن کے مقابلہ میں ثبات قدمی کا حکم دینا بھی اصول سیاست میں سے ہے اسکے متعلق ارشاد ہے۔

”یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم ذمۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون“ و اطیعوا اللہ و اطیعوا رسولہ و لا تنازعوا و فیہ اختلاف و تدبیر و حکم و امبروا“ اسے ایمان والو جب بھڑکسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم مراد پاؤ اور حکم اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور بچائی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو یعنی جو سختیاں اور شدائد جہاد کے وقت پیش آئیں ان کو صبر و استقامت سے برداشت کرو بہت نہ ہارو، مثل ہے کہ بہت کا حامی خراب ہے، اس آیت میں بتلادیا گیا کہ دولت لشکر اور یگیزین وغیرہ سے فتح و نصرت حاصل نہیں ہوتی، ثابت قدمی، صبر و استقلال، قوت و طمانینت قلب، یاد الہی، خدا و رسول اور ان کے قائم مقام سرداروں کی اطاعت و فرماں برداری اور باہمی اتفاق و اتحاد سے حاصل ہوتی ہے، تہذیب نفس، تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کے متعلق مفید ہدایات قرآن پاک میں جا بجا کثرت کے ساتھ مذکور ہیں لیکن بخوبی معلوم انہی چند چیزوں پر اکتفا کر رہا ہوں۔ ۱۲

وَعَلَّمَ التَّذْكِيرَ بِأَلَاءِ اللَّهِ مِنْ بَيَانِ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَيْنِ وَالْإِهَامِ الْعِبَادِ مَا يَنْبَغِي لَهُمْ
وَمِنْ بَيَانِ مِصْرَاتِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ الْكَامِلَةِ وَعَلَّمَ التَّذْكِيرَ بِأَيَّامِ اللَّهِ يَعْنِي بَيَانَ الْوَقَائِعِ الَّتِي
أَوْجَدَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مِنْ جَنْسِ تَعْلِيمِ الْمُطِيعِينَ وَتَعْدِيبِ الْهَاجِرِينَ وَعَلَّمَ التَّذْكِيرَ
بِالْمَوْتِ وَمَا بَعْدَهُ مِنَ الْخَشْيَةِ وَالنَّشْرِ وَالْحِسَابِ وَالْمِيزَانِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَحَفِظَ تَفَاصِيلَ هَذِهِ
الْعُلُومِ وَالْخَائِقِ الْإِحَادِيثِ وَالْآثَارِ الْمُنَاسِبَةِ لَهَا وَطِيفَةُ الْمَذْكَرِ وَالْوَاعِظُ

لغات :- التذکر یاد دلانا، وعظ و نصیحت کرنا۔ اَلَا و دیکھو۔ اَلْاَرْضَین ارض کی جمع ہے (حالت جری میں ہے) اس کی جمع
اَرُوض، اَرَامِس، اَرَامِس بھی آتی ہے۔ اَلْاِہَام حق تعالیٰ کا انسان کے دل میں ایسا داعیہ پیدا کرنا جو کسی نفل کے کرنے یا چھوڑنے
پر آمادہ کرے، الْوَقَائِع واقعہ کی جمع ہے۔ واقعات، تنعیم مومند رہے آسودہ حال کر دینا و طیفۃ عمل میں منصب خدمت میں
توجہ دینا۔ سو علم تذکر بالاء اللہ مثلاً زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور بندوں کو ان کی ضروریات کا اہام کرنے اور نیز خداوند تعالیٰ کی
صفات کا تذکر بیان، چہ آدم علم تذکر بایام اللہ یعنی ان واقعات کا بیان جنکو خداوند تعالیٰ نے ایجاد فرمایا ہے مثلاً احاطت کرنے والو کو
انعام و جزا و مجرموں کے لئے تعذیب سزا۔ چہ علم تذکر موت اور اس کے بعد کے واقعات کا بیان مثلاً حشر و نشر، حساب و کتاب، میزان
جنت، دوزخ، ان علوم کی تفصیل کو محفوظ رکھنا اور ان کے مناسب احادیث و آثار ملحق کرنا و اعظوں اور مذکوروں کا کام ہے
تشریح :- قولہ من بیان خلق السموات والارض الخ مثلاً حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَخِلَافِ الْاٰیَاتِ
لَاٰیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ، بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو، یعنی عقلمند آدمی
جب آسمان و زمین کی پیدائش اور ان کے عجیب و غریب احوال و روابط اور دن رات کے مضبوط حکم نظام میں غور کرتا ہے تو
اسکو یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا مرتبہ منظم سلسلہ ضرور کسی ایک متنازل اور قادر مطلق فرماں روا کے ہاتھ میں ہے اگر اس عظیم الشان
مشین کا ایک پرزہ یا اس کارخانہ کا ایک مزدور بھی مالک علی الاطلاق کی قدرت و اختیار سے باہر ہوتا تو مجموعہ عالم کا یہ مکمل
و محکم نظام سرگزر قائم نہ رہ سکتا۔ و قال تعالیٰ الم تر و ان اللہ یخترکم مافی السموات و مافی الارض و ما یسبح علیکم نعمہ ظاہرہ و باطنہ
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کام میں لگائے تمہارے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی

۵ ابرو بادومہ و خورشید و فلک در کارند : تا توانی بکفت آری و بغفلت نہ خوری

ہمرازمہر تو سرگشتہ و فسر ماں بردار شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

قولہ و اہام العباد الخ جیسے قال ربنا للذی علی کل شیء خلقہ ثم ہدیٰ، کہا رب ہمارا وہ ہے جس نے دی ہر چیز کو اسکی
صورت پھر راہ بھجائی، یعنی ہر چیز کو اسکی استعداد کے موافق شکل و صورت، قوی، خواص و غیرہ عنایت فرمائے پھر مخلوقات میں سے
ہر چیز کے وجود و بقا کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی مہیا کئے اور ہر چیز کو اپنی مادی ساخت اور روحانی قوتوں اور خارجی
سامانوں سے کام لینے کی راہ بھجائی۔

قولہ بایام اللہ الخ جیسے ارشاد ہے و ذکر ہم بایام اللہ ان فی ذلک لآیات لکل مبہر فکور اور یاد دلانا انکو دل اللہ کے البتہ
اس میں نشانیاں ہیں اسکو جو مہر کرنے والا ہے شکر گزار یعنی ان دونوں کے واقعات یاد دلانا و جبلت پر شد اللہ و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے پھر
اندر نے ان سے نجات دی۔ (باقی برصلا)

وانما وقع بيان هذه العلوم على أسلوب تقرير العرب الأول لا على أسلوب تقرير المتأخرين
فلم يلتزم في آيات الاحكام اختصاصا يختاراه اهل المتن ولا تنقيح القواعد من قيود غير ضرورية
كما هو صناعة الاصوليين واختار سبحانه وتعالى في آيات الخصوصية الزام المحقق بالمشهورات
المسلمة والخطابيات النافعة لاتنقيح البراهين على طرائق المنطقيين

لغات، اسلوب طريق، روش، القرب، یہاں یہ لفظ بتاویل طائفہ مؤنث ہے، الاول اولیٰ مؤنث اول کی جمع ہے مناتہ
پیشہ، طریقہ، تحکم مقابل، خطابیات خطابہ وہ قیاس جو کسی شخص معتقد فیہ کی جانب سے مقبول یا منظور مقدمات سے مرکب
ہو، تنقیح درست کرنا، براہین جمع برہان، دلیل وہ قیاس جو یقینیات سے مرکب ہو بدیہی ہوں یا نظری اگر قیاس پر استلا
ملت سے محلول ہو تو اسکو برہان ہی کہتے ہیں اور اگر محلول سے علت ہو تو اسکو برہان الی کہتے ہیں۔

توضیح کہ اس۔ ان علوم کا بیان قدیم عربوں کی روش پر ہوا ہے نہ کہ متاخرین کے اسلوب پر پس آیات احکام میں اختصار
کا التزام نہیں کیا جیسا کہ متن نویس کرتے ہیں اور نہ غیر ضروری قیود کی تنقیح جیسا کہ اصول والوں کا قاعدہ ہے اور آیات خاصہ
میں مقابل پر اقوال مشہورہ سلمہ اور خطابیات نافعہ کے ذریعہ حجت قائم کرنے کا التزام کیا ہے نہ کہ بطریق منطقیین ترتیب برامین کا۔

لشئ یجی قولہ الزام الختم الوقرآن کریم نے آیات خاصہ میں منطقیین کے طریقوں اور ان کی باتوں کا لحاظ رکھے بغیر
محض سادہ انداز میں مقابل پر اقوال مشہورہ سلمہ اور خطابیات نافعہ کے ذریعہ حجت قائم کرنے کا التزام کیا ہے جس کی دو

وجہیں ہیں اول یہ کہ خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ یسین لهم“ (اور کوئی رسول
نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی تا کہ ان کو سمجھائے) دوم یہ کہ حجت پیش کرنے کے باریک طریقہ کی طرف

دی شخص مائل ہوگا جو ایسے واضح ترین کلام کے ساتھ جس کو اکثر لوگ سمجھ سکتے ہیں حجت قائم کرنے سے عاجز ہو دین
وہ کسی اس طرح کے غامض کلام کی طرف مائل نہ ہوگا جس کو بہت تھوڑے آدمی سمجھ پاتے ہوں پس حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق

کے سامنے دلائل بیان فرمانے کی صورت میں اپنے پاکیزہ اور اخرف خطاب کا وہ ڈھنگ رکھا جو نہایت واضح اور صاف
ہے تاکہ عام لوگ اس خطاب کے صاف اور واضح معانی سے اپنی تسلی کر لیں اور دلیل لزوم سے مناسب حال حصہ پالیں اور

خاص آدمی اس خطاب کی خبروں سے ایسے مطالب بھی سمجھ سکیں جو خطیبوں کی فہمیدہ باتوں پر فائق ہیں (القان)
قولہ بالمشہورات الخ جیسے اہل کتاب کے دعوے کو رد کرتے ہوئے ارشاد ہے ”وقالت یہود والنصارى نحن

ابناء اللہ و اجدادہ قل لکم لحدکم بذلکم“ (اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے
تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر۔

(البقیہ مکا) وقال تع ”قد ظلت من قبلکم سنن نسیر وانی الارض فالظروا کیف کان عاقبہ المکذبین“ جو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات
سو پھر زمین میں اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلنے والوں کا، یعنی تم سے پہلے بہت قومیں گزر چکیں، بڑے بڑے واقعات

پیش آچکے خدا تعالیٰ کی عادت بھی بار بار معلوم کرادی گئی کہ ان میں سے جنہوں نے انبیاء کو صداوت اور حق کی تکذ پر کر
باندھی ان کا کیسا برا انجام ہوا یقیناً وہ تو زمین میں چل پھر کر ان کی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی موجود ہیں۔ ۱۲

ولم يُراعِ مناسبةً في الانتقال من مطلب إلى مطلب كما هو قاعدة الأدباء المتأخرين بل تشرك ما أهدى القائل على العباد نقذّم أو تأخّر لغات

لم يُراعِ مراعاة رعایت کرنا، نگاہ رکھنا، ادباً جمع ادیب۔ (نثر دمن، ن) نُشراً پھیلاتا۔ القاء ڈالنا ترجمہ ۱۔ ایک مضمون کے بعد دوسرے مضمون کے شروع کرنے میں مناسبت کی رعایت نہیں کی جیسا کہ ادباء متاخرین کا قاعدہ ہے بلکہ جس حکم کو بندوں کے لئے ہم بالشان سمجھا اسی کو بیان کیا مقدم ہو یا مؤخر۔
تشریح۔ قولہ ولم يُراعِ الخ یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں ایک تو علوم خمسہ کے درمیان ربط و مناسبت کا نہ ہونا بایں طور کہ ایک علم کے بعد اس کے مناسب دوسرے علم کو لانا اسی طرح ان علوم میں سے ہر ایک کی تفصیل میں مناسبت کا نہ ہونا کہ مثلاً پہلے طہارت کے مسائل بیان ہوں پھر نماز کے مسائل یہاں یہی چیز بھوٹا غائب ہے جس کے متعلق شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے ان میں مناسبت کی رعایت نہیں کی بلکہ جس کو اہم سمجھا اسی کو ذکر کیا مقدم ہو یا مؤخر، دوم آیات قرآنیہ کے درمیان ارتباط و مناسبت کا ہونا سو اس سے شاہ صاحب کو اذکار نہیں، بلکہ خود موصوف نے اپنے ترجمہ قرآن ”فتح الرحمن“ میں جاہا آیات کے درمیان مناسبت کو بیان کیا ہے، ہم یہاں مناسبت آیات کے مسئلہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

عام مفسرین کی رائے ہے کہ قرآن پاک میں انیک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف مثلاً مضمون توحید سے احکام کی طرف، قصص سے توحید و دار آخرت کے مضمون کی طرف اور انکام سے آئندہ قدرت وغیرہ کی طرف انتقال بڑی خوبی اور مناسبت کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن آیات کی باہمی مناسبت کہیں تو بالکل رافع ہوتی ہے کہ نبی اور مذکی ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور کہیں نہایت لطیف و عبق کہ اسکو بخیر فکی اور صاحب ذوق سلیم اور کوئی نہیں سمجھ پاتا اسی لئے علماء کی ایک جماعت نے مناسبت آیات و سور کے موضوع پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی ہیں سب سے پہلے اس موضوع پر شیخ ابو بکر نیشاپوری نے قلم اٹھایا اس کے بعد بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جیسے شیخ ابو حیان کے استاد علامہ ابو جعفر بن الزبیر کی کتاب ”البرہان فی مناسبت ترتیب سور القرآن“ اور شیخ برہان الدین بقاعی کی کتاب ”نظم الدرر فی مناسبت الای والسور“ اور علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب ”تناسق الدرر فی تناسب السور“ وغیرہ۔

شیخ ولی الدین کا قول ہے کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ آیات کریمہ کے لئے کسی مناسبت کا تلاش کرنا درست نہیں وہ وہم میں مبتلا ہے کیونکہ اس نے اس عدم ضرورت اور نادستی کی وجہ آیات قرآنی کا متفرق واقعات کی نسبت نازل ہونا قرار دیا ہے اور اس میں قول فیصل یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں کا نزول علی حسب الاوقات ہوا ہے اور حکمت کے لحاظ سے باہم ترتیب دی گئی ہیں۔

امام رازی سورہ بقرہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس سورت کے لطائف نظم و بدائع ترتیب میں غور کریگا

اس پر یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ جس طرح قرآن پاک فصاحت الفاظ و بلاغت معانی کے سبب سے مجزہ ہے اسی طرح وہ اپنی ترتیب اور نظم آیات کے اعتبار سے بھی مجزہ ہے، مگر افسوس کہ میں نے عبور مفسرین کو ان لطافت سے گریز کنندہ پایا ہے جو اس شعر کا مصداق ہے ۷

والنجم كستخفیر الابصار صورة ۛ والذنب للطرف لا للنجم فی البصر

لگا ہیں ہر درخشاں کی صورت کو چھوٹ دیکھتی ہیں حالانکہ کہ آفتاب کو چھوٹا دیکھنے میں قصور نگاہیں کہنے نہ کہ آفتاب کا مناسبت کے لغوی معنی ہم شکل اور باہم قریب قریب ہونے کے ہیں اور آیات یا ان کے مثل چیزوں میں مناسبت کا مال و مزج آیات میں یا درجہوں میں ایک رابطہ کی طرف ہے جو کبھی عام ہوتا ہے کبھی خاص، کبھی حسی کبھی عقلی، کبھی خیالی کبھی تلازم دہی جیسا کہ سبب و مسبب، علت و معلول، نظیرین اور مدین وغیرہ علاقہ میں ہوتا ہے۔

مناسبت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اجزاء و کلام کے باہمی ارتباط سے کلام کے اجزاء باہم وابستہ و پیوستہ ہو جاتے ہیں اور مربوط کلام میں، ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ تمام مرکبات کا حال یہی ہے کہ ان کے اجزاء تالیف کے باہمی ارتباط سے قدرتا استحکام پیدا ہو جاتا ہے تو گو یا تالیف کلام کا حال اس عمارت کا سا ہے جو نہایت مستحکم اور متناسب الاجزاء بنیاد پر قائم ہو۔

فہم مناسبت کے لئے لہذا قواعد کلیہ یہ اصول ملحوظ رکھنا چاہیے کہ بعد والی آیت اگر پہلی آیت کا ملکہ و ترہ یا تاکید یا تفسیر و تشریح یا بدل یا بیان یا کسی سوالیہ مقدمہ کا جواب ہو تو ان دونوں کی مناسبت بالکل واضح ہوتی ہے جس کو ہر اہل زبان بشرط سلیقہ سمجھ سکتے ہیں اور اگر دونوں جملے بذات خود مستقل ہوں تو دیکھنا ہوگا کہ ایک آیت دوسری آیت پر کسی ایسے حرف عطف کے ساتھ معطوف ہے جو کہ حکم میں شریک کرنے والا نہ ہو یا نہیں اگر معطوف ہے تو ان دونوں میں علاقہ مذکورہ میں سے ضرور کوئی نہ کوئی علاقہ ہوگا جیسے آیت ”وعلما ما یسلج فی الارض وما یخرج منها وما ینزّل من السماء وما یرزق فیہا“ (جا تا ہے جو کچھ کہ داخل ہوتا ہے زمین میں اور جو کچھ کہ نکلتا ہے اس سے اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں) کہ اس میں ولوج و خروج، نزول و خروج کے مابین علاقہ تضاد اور سائرہ ارض کے مابین شبہ تضاد ہے۔ اسی طرح آیت ”واللہ یفیض ویبسط والیہ ترجیوں“ میں قبض و بسط (دبستگی و کشادگی) کے مابین تضاد ہے، اسی طرح عذاب کے اور ثواب کا رحمت کے بعد غضب کا ترغیب کے بعد ترہیب کا ذکر جو اکثر آیات میں ہوتا ہے وہاں بھی علاقہ تضاد ہوتا ہے، پھر کثرت اوقات قرآن پاک میں احکام کے بعد وعدہ و وعید اور کبھی گذشتہ واقعات مذکور ہوتے ہیں جن میں فرماں برداروں پر عنایت اور نافرمانوں پر عتاب مذکور ہوتا ہے تاکہ احکام مذکورہ کی تعمیل میں لوگ کوشش کریں، اور کبھی قیامت اور مرنے کے بعد ہولناک واقعات بھی بیان ہوتے ہیں تاکہ نتیجہ عمل سامع کے ذہن نشین ہو جائے اور کبھی آیات توحید اور آیات انعام کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ آخر و نایابی کی شان معلوم ہو جائے کہ یہ ایسے یکتا شہنشاہ اور منبع حقیقی کے احکام ہیں، سورہ بقرہ و نساء اور سورہ مائدہ کی آیات میں اگر غور کیا جائے تو یہی بات ملتی ہے اور اگر ان دونوں میں عطف نہ ہو تو ان میں روابط و بذیل

میں سے کسی رابطہ کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) تنظیر: کیونکہ ایک نظیر کو دوسری نظیر کے ساتھ ملحق کرنا عقلاء کے شایانِ شان ہے، جیسے آیت ”کما اخرجک ربک من بیتک بالحق“ سے پہلے یہ جملہ ہے ”اولئک ہم المؤمنون حقا“ اس جملہ سے اول یہ بیان تھا کہ اے نبی! آپ امور سیاست میں کسی کی مخالفت اور طعن کی پرداہ نہ کریں کیونکہ ان کے مصالح عوام کی سمجھ میں نہیں آتے مؤمن خالص بے چون و چرا آپ کی پیروی کرتے ہیں اور بعد میں سب کو ان کی مصلحت معلوم ہو جاتی ہے جیسا کہ آپ کا گھر سے نکلنا اس معاملہ میں طلباء عامہ مخالف نہیں مگر اس کی برکات کا بعد میں سب نے معائنہ کر لیا۔

(۲) مضادہ: یعنی باہم ایک دوسرے کی ضد ہونا کہ ایک چیز بیان کرنے کے بعد اس کی ضد بیان کرنے سے اسکی حالت اچھی طرح منکشف ہو جاتی ہے ص و بضد بالتین الاشیاء، جیسے سورہ بقرہ کے آغاز میں مؤمنین کے اوصاف اور ان کے نیک نتائج بیان کرنے کے بعد ”ان اللہ ینزل الیہم من السماء ماء ویرسوا وعلیہم ام“ میں کافروں کے حالات کا بیان (۳) استطراد: یعنی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات لازم آجائے، اس کی مثال حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”یا نبی! اذم قد انزلنا علیک لباسا یؤاری عواجم ویرثا لباس النعوی ذلک خیر ذلے اولاد آدم کی ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اُتارے آرائش کے کپڑے اور لباس پر ہرگز کا (سب سے بہتر ہے)“

و مخشری کا قول ہے کہ یہ آیت شرم کی جگہوں کے کھلنے اور ان پر تپوں کو رکھ کر پردہ کرنے کے ذکر کے بعد بہ سبیل استطراد وارد ہوئی ہے اور اس سے مخلوق کے لئے لباس کا پسندیدہ ہونا اور برہنگی کی برائی کا بتانا مقصود ہے اور یہ بھی بتانا ہے کہ ستر پوشی تقویٰ کے لوازم میں سے ایک اہم چیز ہے۔

(تنبیہ) بعض آیتیں اس طرح کی ہیں کہ ان کی مناسبت ان کے ماقبل کے ساتھ شکل نظر آتی ہے جیسے ”لا تخرک یرثا تک لتعجل بہ“ چنانچہ اس کی بابت بعض مفسرین نے یہ کہہ دیا ہے کہ اس سورۃ میں (معاذ اللہ) کوئی چہینہ ساقط ہو گئی ہے۔

ائمہ نے اس کی بہت سی مناسبتیں بیان کی ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ قرآن نے اپنی عادت کے مطابق جس جگہ قیامت میں بندوں کے اعمال تلے پیش ہونے کو بیان کیا اسی جگہ اس کے بعد ہی دنیا کی اس کتاب کا بھی ذکر کر دیا جو احکام دین پر مشتمل ہے اور جس پر عمل نہ کرنے سے باز پرس ہوتی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جس وقت سورۃ قیامہ کا اول حصہ ”و لولأ نلقی معاذیرہ“ تک اتر چکا اس وقت اتفاقی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں نازل شدہ وحی کو حفظ کرنے میں جلدی فرمائی کیونکہ آپ کو اس کے ذہن سے اتر جانے کا خوف تھا اس پر ”لا تخرک ام“ نازل ہوئی اس کے بعد کلام کا عود اس شے کے تکملہ کی طرف ہوا جس کے ساتھ اس کا آغاز ہوا تھا۔ (اتقان بحذف وتفسیر)

(محمد حنیف غفر لہ گنگوہی)

وعامة المفسرين يربطون كل آية من آيات المخاصمة وآيات الاحكام بقصة وينفون ان تلك القصة سبب نزولها والمحقق ان القصص الاصلی من نزول القرآن تهذيب النفوس البشرية وذم العقائد الباطلة ونفي الاعمال الفاسدة فوجود العقائد الباطلة في المكلفين سبب لنزول آيات المخاصمة ووجود الاعمال الفاسدة وحجریة المظالم فيما بينهم سبب لنزول آيات الاحكام وعدم تيقظهم بما عدا ذلك الا الله وایام الله ووقائع الموت وما بعد الموت سبب لنزول آيات التذکیر

لغات :- یربطون (ن، من) ربطا باندھنا، دستخ ناپید کرنا۔ جریان جاری ہونا۔ مظالم مظلمہ کی جمع ہے بمعنی ظلم تیعظ بیدار ہونا۔ وقائع جمع واقعہ گردھا جس میں پانی جمع ہو جائے۔ ہولناک واقعات۔

ترجمہ :- عام مفسرین آيات مخاصمت و احکام میں سے ہر ایک کو قصہ کے ساتھ ربط دیتے اور اس کو سبب نزول مانتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ نزول قرآن سے مقصود اصلی نفوس بشری کی تہذیب اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی تردید ہے پس مکلفین میں عقائد باطلہ کا وجود آيات مخاصمہ کے نزول کا اور ان میں اعمال فاسدہ اور مظالم کا شیوع آيات احکام کے نزول کا اور آلاء اللہ وایام اللہ اور موت و ما بعد الموت کے ہولناک واقعات کے ذکر کے بغیر ان کا بیدار نہ ہونا آيات تذکیر کے نزول کا سبب ہے۔

تشریح :- قولہ سبب نزولہا الخ اسباب نزول کی مفصل بحث تو باب دوم کی فصل سوم اور باب چہارم کی فصل اول میں آئے گی یہاں شاہ صاحب جس غامض مسئلہ کو ذکر کر رہے ہیں اس کی وضاحت حجۃ اللہ البالغہ میں اس طرح فرمائی

اعلم ان من اعظم النواع البر ان يعتقد الانسان بجماع قلبه بحيث لا يتخلل نقیض هذا المعتقد عنده ان العبادة حق الله تعالى على عباده وانهم مطالبون بالعبادة من الله تعالى بمنزلة سائر مطالبه ذوا الحقوق من حقوقهم قال النبي صلى الله عليه وسلم لمعاذ يا معاذ لم تدري ما حق الله على عباده ما حق العباد على الله؟ قال معاذ الله ورسوله اهل قال فان حق الله على عباده ان يعبدوه ولا يشركوا به شيئا وحق العباد على الله تعالى ان لا يعذب من لا يشرك به شيئا

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۴)

واضح ہو کہ نیکیوں کے تمام اقسام میں بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان خالص دل سے اس طرح یقین کرے جس میں اس کے خلاف کا احتمال بھی نہ ہو کہ عبادت اللہ کا حق ہے اس کے بندوں پر اور ان سے مطالبہ ہوگا عبادت کا اللہ کی طرف سے اسی طرح جیسے اور اہل حق اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں، آنحضرت ص نے معاذ رض سے فرمایا تھا معاذ! جانتے ہو اللہ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ معاذ رض نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، آپ نے فرمایا، اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کر دیں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق خدا پر یہ ہے کہ جو شرک نہ کرتا ہو اس کو عذاب نہ دے (باقی برص ۲۳)

وَمَا تَكَلَّفُوا مِنْ خُصُوصِيَّاتِ الْقِصَصِ الْجَنُومِيَّةِ لَمْ يَدْخُلْ لَهَا يُعْتَدَ بِهِ إِلَّا فِي بَعْضِ
الْآيَاتِ حَيْثُ وَقَعَ التَّعْرِيفُ فِيهَا لَوَاقِعَةٍ مِنْ وَقَائِكُمْ وَجَدْتُمْ فِي زَمَنِهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَبْلَ ذَلِكَ وَلَا يَزُولُ مَا يَعْزُضُ لِلْسَامِعِ مِنَ الْإِنْغَاسِ عِنْدَ سَمَاعِ ذَلِكَ
التَّعْرِيفِ إِلَّا بِبَسْطِ الْقِصَّةِ فَلَزِمَ أَنْ تُشْرَحَ هَذِهِ الْعُلُومُ بِوَجْهِ لَا يَسْتَلْزِمُ
مُؤَنَّةً إِيْرَادِ الْقِصَصِ الْجَنُومِيَّةِ

لغات۔ تکلفوا۔ الاثر دھوار کام برداشت کرنا۔ قصص جمع قصہ۔ مدخل بمعنی دخل۔ تعریف اشارہ
بسط پھیلا نا، مؤنث مشقت۔

ترجمہ

اور خاص خاص واقعات جن کو بیان کرنے کی انھوں نے زحمت اٹھائی ہے ان کا اسباب نزول میں چند
داخل نہیں ہے مگر صرف بعض آیات میں جہاں کسی ایسے واقعے کی جانب اشارہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانے میں یا اس سے پیشتر واقع ہوا ہے اور سننے والے کو اس اشارے سے جو انتظار پیدا ہوتا ہے
وہ قصہ کی تفصیل کے بغیر راض نہیں ہوتا، پس ہم پر لازم ہے کہ ان علوم کی تشریح اس طرح کریں کہ خاص خاص واقعات
بیان کرنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے۔

تشریح

قولہ وحدت فی زمنہ الخ اس کی ایک مثال سورہ نور کی یہ آیت ہے۔

وَلَا يَأْتِيَنَّكُمْ أُولَ الْأَقْطَابِ مِنْكُمْ وَالشَّعْبِ أَنْ
يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ
يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اور قسم نہ کھائیں بڑے درجہ والے تم میں سے اور کٹائیں
والے اس پر کہ دیں قربانیوں کو اور محتاجوں کو اور
وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کھانا
کریں اور رد گداز کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف
کرے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

(البقرہ ص ۲) ثم منكت الشرائع الالهية هذه المعرفة الغامضة من
نفسهم ثلاث مقامات مسلمة عند جميع مجري المشهورات النبوية
بينهم۔ احدا ان تعالیٰ منعم وشکر المنعم واجب والعبادة شكر
له على نعمه والثاني انه يجازى العزمين عنه التاركين لعبادته في
الدنيا اشتد الجزاء والثالث انه يجازى في الآخرة بالطبعين و
العاصين فان بسطت من هناك ثمة علم علم التذكير بالادب
وعلم التذكير بالامم اللد وعلم التذكير بالعاد فنزل القرآن العظيم
شرحاً لهذه العلوم
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۷)

پھر قدرت دی شریعت الہیہ نے اس معرفت غامضہ پر لوگوں
کو تین مقامات کی وجہ سے جو ان کے نزدیک مسلم اور منقولہ
امور مشہورہ بدیہیہ کے ہیں اول یہ کہ خدا منعم ہے اور منعم کا
شکر ادا کرنا واجب ہے اور عبادت اس کی نعمتوں کا شکر یہ ہے
دوم یہ کہ وہ اعراض کرنے والوں اور دنیا میں عبادت کرنے والوں
کو سخت سزا دے گا سوم یہ کہ وہ آخرت میں فرمانبرداروں اور نافرمانوں
کو جزا و سزا دے گا پس یہاں سے تین علوم کا اضافہ ہوا اول نعمات
الہی کے یا دلائل کا علم۔ دوم خدا الہی سے یا دلائل کا علم سوم عباد کی
باتوں کا سمجھنا یا علم پس قرآن مجید ان تینوں علوم کی تشریح کر کے نازل

اس آیت میں "اولوا الفضل" سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے، قصہ کی تشریح باب دوم کی فصل بیجم میں ص ۲۱۸ پر ملاحظہ ہو۔

اس کی دوسری مثال سورہ تحریم کی یہ آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ ائْتِ بِدَلِيلٍ ۚ إِنَّا نَحْنُ مُخَبِّرُونَ ۚ
قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ ذَاتِ الْفُرْجَاءِ عَلَيْهِمْ ۖ وَالْفُجْرَاءُ عَلَيْهِمْ ذُنُوبُهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ۚ
رَحِيمٌ ۝

اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے
تجھ پر جاتا ہے تو رضا مندی اپنی عورتوں کی اور
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس کا سبب نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے ہاں
تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے ایک روز حضرت زینبؓ کے ہاں کچھ دیر لگی معلوم ہوا کہ انھوں نے شہد پیش کیا
تھا اس کے نوش فرمانے میں وقفہ ہوا پھر کئی روز یہ معمول رہا، حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہؓ رضی اللہ عنہا نے مل کر تدبیر کی
کہ آپ وہاں شہد پیش فرمادیں، آپ نے چھوڑ دیا اور حفصہؓ نے فرمایا کہ میں نے زینبؓ کے ہاں شہد پیش کیا تھا مگر اب قسم کھاتا ہوں کہ پھر
نہ پوچھا، نیز یہ خیال فرما کر کہ زینبؓ کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ دیکر ہوگی حفصہؓ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی
کو نہ کرنا، اسی طرح کا ایک قصہ ماریہ قبطیہ کے متعلق پیش آیا اس میں آپ نے ازواج کی خاطر قسم کھالی کہ ماریہ کے
پاس نہ جاؤں گا یہ بات آپ نے حضرت حفصہؓ کے سامنے کہی تھی اور تاکید کر دی تھی کہ دوسروں کے سامنے اظہار نہ
ہو۔ حضرت حفصہؓ نے ان واقعات کی اطلاع چپکے سے حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا کو کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ
کہنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے مطلع فرمادیا آپ نے حفصہؓ کو جتلیا کہ تم نے فلاں بارت کی اطلاع عائشہؓ
کو کر دی حالانکہ منع کر دیا تھا وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کہ آپ سے کس نے کہا (شاید عائشہؓ کی طرف خیال گیا ہوگا)
حضور نے فرمایا کہ مجھے حق قائل نے اطلاع دی ہے، ان ہی واقعات کے سلسلے میں (یہ آیت اور اس کے بعد والی
چند آیات نازل ہوئیں) ایضاً ظاہر ہے کہ جب تک پورا قصہ سامنے نہ آئے سامع کو انتظار ہی رہے گا۔

قوله او قبل ذلك الا اس کی مثال سورہ بقرہ کی یہ آیت ہے

وَلَا تَقْتُلُوا نَفْسًا قَدْ دَارَتْ لَهَا ظَهْرًا ۖ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْوَالِدَيْنِ أَوْ الْوَالِدِ أَوْ الْأَقْرَبِينَ ۖ فَسَبَّحُوا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ تَكْرِيرًا ۚ
بَعْدَ دَعْوَىٰ لِمَنْ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ ذَلِكَ ۚ

اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے
پر دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے پھر
ہم نے کہا مارو اس مردہ پر اس گائے کا ایک ٹکڑا۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص علیل نامی مارا گیا تھا اور اس کا قاتل معلوم نہ ہوتا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا ایک ٹکڑا مردے پر مار دو تو وہ جی اٹھا اور آپ اپنے قاتل کو بتا دے، چنانچہ ایک
گائے اس شخص سے مول لی گئی جو اپنی مال کی بہت خدمت کرتا تھا اتنے مال میں جتنا اس گائے کی کھال میں سونا بھر سکیں پھر اس کو
کر کے ایک ٹکڑا مقتول کے مارا تو وہ حکم الہی زندہ ہو گیا اور ہوزخم سے بہنے لگا اور اپنے قاتل کا نام جا دیا جو اس مقتول کے
بھتیجے تھے بلع مال جی کو جھگ میں لیجا کر مار ڈالا تھا پھر وہ ان کا نام جا کر گر پڑا اور مر گیا۔

۱۱) فصل فی بیان علم المخاصمة

قد وقع في القرآن المجيد المخاصمة مع الفرق الأربع الضالّة المشركين و اليهود والنصارى والمنافقين وهذه المخاصمة على قسمين الاول ان تذكر العقيدة الباطلة مع التنصيص على شناعتهما ويذكر انكارها لا غير والثاني ان تذكر شبهاتكم ويذكر حملها بالادلة البرهانية او الخطابية

لغات ۱۔ المخاصمة بمعركه اكرنا، الفرق جمع فرقة۔ لوگوں کی ایک جماعت، الضالّة گمراہ لوگ۔ شناعۃ قباحت برائی، الادلۃ مجمع دلیں۔
ترجمہ

(پہلی) فصل علم مباحثہ کے بیان میں، قرآن مجید میں چاروں گمراہ فرقوں سے مباحثات واقع ہوئے ہیں یعنی مشرکین، یہودی نصاریٰ اور منافقین اور یہ مباحثے دو طرح پر ہیں ایک یہ کہ فقط باطل عقیدہ کو بیان کیا جائے اسکی قباحت کی تصریح کرنے کے ساتھ ساتھ اور اس سے نفرت ظاہر کی جائے، دوسرے یہ کہ ان گمراہوں کے شبہات کو بیان کیا جائے اعداد و قطعہ یا خطابیات سے ان کا حل ذکر کیا جائے۔

تشریح

قولہ علم المخاصمة المخاصمة لغۃً جگر کرنے کو کہتے ہیں اور اس کے اصطلاحی معنی وہ ہیں جو شاہ صاحب نے حجة الشراہ لغۃ میں ان الفاظ میں بیان کئے ہیں۔

علم المخاصمة اعنی ان النورس السیفیة اذ اولدت بینہا شبہات ثلث انہما الحق کیف یحکمت تلافی العقائد قولہ علی شناعتهما ان جیسے سورہ کہف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا مَا لَكُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا آيَاتٍ لَهُمْ اَكْبَرَتْ كُفْرُهُمْ فَتَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اَنْ يَقُولُوْنَ اَلَا كَذِبًا یعنی خداوند تعالیٰ کی شان قدوسیت و سبوحیت کی ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے خدا نہیں مٹاتے، دلائل و براہین کی جگہ انکے ذریعہ میں یہی بات رہ گئی ہے کہ رہاں سے ایک جھوٹی اور بڑے ہی البطلان بات کہتے ہیں۔
قولہ والثانی ان تقرر الا جیسے سورہ زخرف میں ہے۔

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ مَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَلَا آيَاتٍ لَهُمْ اَكْبَرَتْ كُفْرُهُمْ فَتَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اَنْ يَقُولُوْنَ اَلَا كَذِبًا

یعنی یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم کو دوسری چیزوں کی پرستش سے روک دیتا، جب ہم برا کرتے رہے اور نہ روکا تو ثابت ہوا کہ یہ کلم بہتر ہیں اور اسکو پسند میں جواب یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ بعد خدا کے چاہے کوئی چیز نہیں ہو سکتی لیکن اس چیز کا تمہارے حق میں بہتر ہونا اس سے نہیں نکلا، مشیت اور رضا میں لزوم ثابت کرنا کوئی علمی اصول نہیں محض اٹکل کے تیر ہیں۔

أَمَّا الْمُشْرِكُونَ فَكَانُوا يَسْمُونُ أَنْفُسَهُمْ حُنَفَاءَ وَكَانُوا يَدْعُونَ التَّدَمُّنَ بِالْمِلَّةِ الْإِبْرَاهِيمِيَّةِ
وَأَمَّا يُقَالُ الْحَنِيفُ لِمَنْ تَدَيَّنَ بِالْمِلَّةِ الْإِبْرَاهِيمِيَّةِ وَالتَّزَمَ شَعَارَهَا وَشَعَارَهَا حِمُّ الْبَيْتِ
الْحَرَامِ وَاسْتَقْبَالَهُ فِي الصَّلَاةِ وَالْفِطْرِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَالِاخْتِتَانِ وَسَاوَرُ حُمْبَالِ الْفَطْرِ
وَحَرِيمُ الْأَشْهُرِ الْحَرَامِ وَتَعْظِيمُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَتَحْرِيمُ الْمَحْرُومَاتِ النَّسَبِيَّةِ وَالرِّضَاعِيَّةِ وَالَّذِي
فِي الْحَلْقِ وَالنَّحْرِ فِي اللَّبَةِ وَالتَّقَرُّبُ بِالذَّبْحِ وَالنَّحْرِ خُصُوصًا فِي أَيَّامِ الْحَجِّ

لغات۔ حنفا، جمع حنیف ادیانِ باطلہ کو چھوڑ کر دینِ حق کو اختیار کرنے والا، التدين دين اختيار کرنا، ملکہ مذہب
شعار انعام و رسوم حج، اختان فتنہ کرنا، سائر چیز کا بغیرِ حق تعالیٰ سے قطعہ یعنی عادتِ فطرۃ طبعی حالت، دین، سنت طریقہ
پیدائش الا شہر جمع شہر مہینہ، اخر سینہ پر مارنا اللبۃ سینہ پر ہار پڑنے کی جگہ تقرب نزدیکی حاصل کرنا۔

ترجمہ۔ بہر حال شرکین سو وہ خود کو حنیف کہتے۔۔ اور ملتِ ابراہیمی کے پابند ہونے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ حنیف اس کو
کہا جاتا ہے جو ملتِ ابراہیمی کا متبع ہو اور اس کے علامات کو سختی کے ساتھ اختیار کرنے والا ہو اور ملتِ ابراہیمی کی علامات یہ ہیں
خانہ کعبہ کا حج نماز میں اس کا استقبال، غسل جنابت فتنہ کرنا باقی فطری فضائل، شہر حرم (شوال، ذیقعدہ ذی الحجہ)
کی حرمت، مسجد حرام کی تعظیم، نسبی اور رضاعی محرمات کو حرام ماننا اور عام جانوروں کا (ذبح حلق میں) اور اونٹ کا (نحر لہ میں)
اور ذبح وغیرہ خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی خصوصاً حج کے زمانہ میں۔

تشریح۔ قولہ حنفا، الحنیف (مردن فعل) کی جمع ہے جو حنَفٌ بمعنی میں سے مشتق ہے حنیف دراصل وہ ہے
جو ہر باطل سے بیزار ہو کر ایک مولیٰ حقیقی کا رخ کر چکا ہو، حضرت ابراہیم ؑ کی زندگی طفولیت سے لیکر آخر تک اس خصوصیت
کا مرقعہ تھی اسلئے انبیاء علیہم السلام میں یہ لقب ان ہی کا مشہور ہو گیا ہے درہ گروہ انبیاء سب حنفا تھے، اصطلاح میں
حنیف ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا متبع ہو چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ نے "فتح الرحمن" میں
لکھا ہے کہ حنفا وہ ہیں جو شریعتِ ابراہیمی یعنی مناسک، خان، غسل جنابت اور استقبال کعبہ کے پیرو ہوں۔
امام راعی نے مفرقات میں لکھا ہے کہ اہل عرب ہر اس شخص کو حنیف کہتے ہیں جو حج کرے اور فتنہ نہ کرے، یہ بتانے
کے لئے کہ وہ دینِ ابراہیمی پر ہے، کلیات میں ہے کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں لفظ حنیف کے ساتھ مسلم آیا ہے وہاں
حاجی مراد ہے جیسے "ولکن کان حنیفا مسلما" اور جہاں بغیر لفظ مسلم کے تنہا حنیف ہے وہاں مسلم مراد ہے جیسے "للتحنیفین"
قولہ وکانوا یزعمون الخ ابن ہشام نے سیرۃ میں ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ قریش کے کچھ لوگ عید کے دن ایک
بت کے پاس جمع ہوئے جس کی وہ غایت درجہ تعظیم و محترم کرتے اور اس کے نام پر قربانیاں کرتے تھے پس انہیں سے ہمارے
آدمی یعنی ورقہ بن نوفل، عبید اللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث اور زید بن عمرو بن نفیل علیہم السلام ہو کر آئے ہیں سرگوشی کرتے
ہوئے کہنے لگے بھلا تم اسی طرح کہہ لو کہ تم کسی راہ پر نہیں ہو، بھلا تم بھی کہیں مسیود ہو سکتا ہے جو نہ سن سکے نہ دیکھ سکے
نہ نقصان پہونے کے نہ کچھ نفع دے سکے، سو تم اپنے لئے صحیح دین تلاش کرو کیونکہ تم صحیح راہ پر نہیں ہو، پس وہ حنیف یعنی دین
ابراہیمی کی تلاش میں شہروں میں گھومنے لگے۔ ابو الصلت بن ربیعہ ثقفی دینِ ابراہیمی کو ذکر کرتا ہوا کہتا ہے:

۵۔ محل دین یوم القيمة عند اللہ الاولادین ابراہیم نور (دعوت)
 قولہ و شعاریہ الخ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں چالیس احکام شمار کر کے ایسے تحریر فرمائے
 ہیں جو ملت ابراہیمی اور ملت محمدیہ ہر دو میں تقریباً مشترک ہیں، ناظرین کے سامنے ان احکام کی مختصر فہرست
 پیش کرنا خالی از بصیرت نہ ہوگا۔ (۱) دشمنانِ خدا سے چہا ذکرنا (۲) بت شکنی (۳) غیر اللہ کی منت نہ ماننا
 (۴) غیر اللہ کے نام پر فح نہ کرنا (۵) رزق، شفا اور موت کو صرف سبب و اسباب کے قبضہ قدرت میں تصور کرنا (۶) اپنی
 جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا (۷) کہانت باطل سمجھنا (۸) بدقالی کا قائل نہ ہونا (۹) کسی ساعت کو منحوس نہ سمجھنا (۱۰)
 کو اکب پرستی کا انکار کرنا (۱۱) نبویوں سے مستقبل کے واقعات دریافت نہ کرنا (۱۲) آدابِ قربانی (۱۳) خصالِ فطرت
 (۱۴) جملہ افعالِ حج (۱۵) کعبہ کا قبلہ ہونا (۱۶) معصیت پر صبر کرنا (۱۷) قوس وغیرہ نہ کرنا (۱۸) تصویر کی حفاظت اور تصویر
 سے اجتناب کرنا (۱۹) ترکِ نکاح، ترکِ لذائذ، ترکِ لباسِ نفائس اور گوشہ نشینی جیسے افعال اختیار نہ کرنا (۲۰) عبادت
 میں اتنی افراط سے اجتناب کرنا جس سے حقوقِ العباد تلف ہوں (۲۱) کسبِ حاش (۲۲) بلا ضرورت سوال نہ کرنا
 (۲۳) لباسِ صاف تھما رکھنا (۲۴) لہو و لعب سے احتراز کرنا (۲۵) والد کو اولاد اور اولاد کو والد کے جرم میں گرفتار
 نہ کرنا (۲۶) حرمتِ زنا وغیرہ (۲۷) سترِ عورت (۲۸) ختنہ کرنا (۲۹) عقیقہ کرنا (۳۰) آدابِ ضیافت (۳۱)
 پوشش و لباس کے احکام (۳۲) عبادت کے وقت اچھی ہنیت کا خیال رکھنا (۳۳) اشہر حرم کا احترام کرنا (۳۴)
 حرمتِ نکاح (۳۵) نکاح میں شاہوں کا ہونا (۳۶) زکوٰۃ (۳۷) چاشت کی چار رکعتیں (۳۸) تحریمہ میں رفع یدین کرنا
 (۳۹) رکعت کا سجدہ پر مقدم ہونا (۴۰) نماز کی ہر فعل و حرکت میں مجتہد کرنا۔ (ترجمان السنہ)

قولہ والاختتان الخ علامہ ابن الجوزی نے "المجتبیٰ" میں ذکر کیا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 نے ختنہ کرائی اس وقت آپ کی عمر اسی سال کی تھی اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت ہاجرہ کی ختنہ ہوئی اور سولہ انبیاء
 کرام غلبی طور پر ختنوں پیدا ہوئے اور وہ یہ ہیں حضرت آدم ؑ، خیت ؑ، ادریس ؑ، نوح ؑ، ہود ؑ، صالح ؑ،
 لوط ؑ، اخیوت، یوسف ؑ، موسیٰ ؑ، سلیمان ؑ، زکریا ؑ، یحییٰ ؑ، عیسیٰ ؑ، حنظلہ ؑ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 قولہ خصال الفطرۃ الخ شاہ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ فرماتے ہیں:-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ
 قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک و
 الاستنشاق بالماء وقص الاظفار وغسل
 البواجم و تنف الابط وحلق العانة و
 التماس الماء یعنی الاستدجاء قال الراوی
 ونسبت العاشرة الا ان تكون المضمغہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس باتیں فطرت میں سے
 ہیں مونچھیں تراشنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناگ
 میں پانی دینا، ناخن کترانا، انگلیوں سے جھڑوا
 کو دھونا، بھسل کے بال اکھاڑنا، مونے زیرِ ناف
 کا مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا، راوی کہتا
 ہے کہ دسویں بات میں بھول گیا غالباً وہ کلی کرنا
 ہے۔

وقد كان في اصل الملة الوضوء والصلاة والصوم من طلوع الفجر الى غروب الشمس والصدقة على
اليتامى والمساكين والاعانة في نواجب الحق وصلة الاحكام مشروعة وكان القتل بهذه
الافعال شائعاً في ما بينهم ولكن جمهور المشركين كانوا يتركونها حتى صارت هذه الافعال
كأن لم تكن شيئاً وقد كان تحريم القتل والسرقة والزنا والربا والغصب ايضاً ثابتاً
في اصل الملة وكان انكار هذه الاشياء جاريّاً في الجملة واما جمهور المشركين
فيتركونها ويتبعون النفس الامارة فيها

لغلت اي تاتي جمع يقيم، اعانتهم مدكرنا، نواجب جمع نائبة حادثة، مضيت، ارحام جمع رحم قرابت، رشتہ داری،
تدرج فخر کرنا، خود بخود تعریف کرنا، شائع جاری پھیل ہوئی بات، سرقتہ چوری۔ ربا سود، الامارة سرکش۔
ترجمہ ۱۔ اور ملت ابراہیمی میں وضوء، نماز، طلوع فجر سے لیکر غروب آفتاب تک روزہ، یتیموں اور فقیروں کو صدقہ
دینا۔ مشکلات میں ان کی اعانت کرنا اور صلہ رحم مشروع تھا، اور ان افعال کے ذریعہ فخر و مدح سرائی ان میں جاری تھی
لیکن جمهور مشرکین نے ان امور کو ترک کر دیا تھا یہاں تک کہ یہ خفائیل ان میں کان لم یکن ہو گئے تھے اور قتل، چوری
زنا، سود اور غصب کی حرمت بھی اصل ملت میں ثابت تھی اور ان افعال پر ان کے ہاں کچھ نہ کچھ اظہار نفرت
بھی جاری تھا، لیکن جمهور مشرکین ان کو کرتے اور نفس امارہ کے اشاروں پر چلتے تھے۔

تشریح ۱۔ قوله الوضوء، الخ شاہ صاحب حجة اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

وهذا الوضوء يفعله الديوس واليهود وغيرهم وكانت تفعله حكماء العرب وكانت فيهم الصلاة وكان ابو ذر يصلي قبل ان يقدم على النبي صلى الله عليه وسلم بثلاث سنين وكان قس بن ساعدة الايادي يصلي والمحموظ من الصلاة في امم اليهود والديوس وبقية العرب افعال عظيمة لاسيما اليهود واقوال المذكورين
اولاد منية كوجوس، يهودا وكل من عذب کیا کرتے تھے اور ان میں نماز بھی مروج تھی، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر تین سال سے نماز پڑھتے تھے اور قس بن ساعدة الايادي بھی نماز پڑھتے تھے یہود و مجوس اور باقی عرب میں نماز کے تعظیمی افعال مروج تھے خاص کر سجود اور دعا و ذکر الہی سے متعلق اقوال۔

قوله وكان التمدح الخ شاہ صاحب حجة اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

وكانت فيهم الزكوة وكان الديوس عندهم منها قري الضيف وابن السبيل وحمل الكل والمدة على المساكين وصلة الاحكام والاعانة في نواجب الحق وكانوا يمدحون بها ويعرفون انها كمال الانسان ومعارضة قالت خديجة رضي الله
اور ان میں زکوٰۃ بھی تھی جس کا دستور ان کے ہاں مہمان کی ضیافت کرنا، مسافر کو کھانا کھلانا کسی کے اہل و عیال کا نفقہ بڑاشت کرنا، مساکین کو صدقہ دینا، صلہ رحمی کرنا، معائب حق میں مد کرنا تھا انہی امور سے انکی تعریف ہوتی تھی اور انہی امور کو وہ انسان کا کمال اور اسکی سعادت سمجھتے تھے چنانچہ حضرت خدیجہ نے عرض کیا تھا بخدا

اشد آپکو پس اندہ نہ کریگا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے مہالوگو
 کھانا کھلاتے، دوسروں کے خیال کے کفیل ہوتے اور حواش
 میں لوگوں کی اعانت کرتے ہیں، ایسا ہی ابنی غنہ نے صدیق اکبرؓ
 کہا تھا وہ لوگ صبح صادق سے غروب آفتاب تک فزہ رکھتے
 اور مسجد میں اعتکاف کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت
 میں شبانہ اعتکاف کی نذر کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی
 بابت استفتاء کیا تھا انطا بن وائل نے وصیت کی تھی کہ میری
 جانب سے فلاں فلاں غلام آزاد کئے جائیں۔

لا يَخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ تَعْلَمُ الرَّحْمَ وَتَقْرَأُ لَصِيفٍ
 وَتَحْمِلُ الْكُلَّ وَتَعِينُ عَلَى نَوَاصِبِ الْحَقِّ وَقَالَ ابْنُ الدُّنَّةِ
 الرَّبِّيُّ بَكْرِيَّةً مِثْلَ ذَلِكَ وَكَانَ فِيهِمْ الصُّومُ مِنَ الْفَجْرِ إِلَى
 غُرُوبِ الشَّمْسِ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَصُومُ عَاشُورَاءَ فِي
 الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ الْجَوَارِيُّ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
 لَيْلَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاسْتَفْتَى فِي ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ عَامِ بْنِ وَائِلٍ أَوْ مِثْلَ أَنْ يَتَّقَى
 عَنْهُ كَذَا وَكَانَ مِنَ الْعَبِيدِ

قوله وكان النكار هذه الخ جیسے زید بن عمرو بن نفیل فساق و فجار کی بابت کہتا ہے،

وَفِي الْأَيَّامِ يَعْرِفُهَا الْمُبْصِرُ
 كَثِيرًا كَانَ شَانَهُمُ الْفَجُورُ

عَجِبْتُ وَفِي اللَّيْلِ مُعْجَبَاتٍ
 بَانَ اللَّهُ قَدْ أَفْنَى رَحَابًا

میرا قہر کر رہا ہوں اور شب روز میں بہت حیرت انگیز امور رونما ہوتے ہیں جن کو کچھ دار آدمی سمجھ جاتا ہے، اس بات پر کہ
 خداوند تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا جن کا خیوہ فسق و فجور تھا۔
 قوله فيمكبنها الخ شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔

اور مٹانی نہیں ہمارے قول کے ان میں دو فرقوں کا وجود اور انکار
 و شیوع ایک فرقہ فساق اور زندقوں کا، پس خاص لوگ یہاں اور
 منہد کے سے کام کرتے تھے ملت کے بالکل خلاف کیونکہ ان میں فساق
 خواہاں کا غالب تھا اور مذہبی احمد کا محاکم تھا، یہ لوگ ملت کے دائرہ سے خارج
 تھے دیکھ لیکر اپنے حق میں برائی کا اقرار ہی کرتے تھے اور زنادقہ میں پیدا کی
 طور پر نفس میں تھا وہ پوری طرح اس امر کی تحقیق نہیں کر سکتے تھے جو حقیقت کا
 مقصود تھا اور نہ ہی اسکی پیروی کرتے تھے اور اس امر کو تسلیم کرتے تھے جسکی
 وہ خبر دیتا تھا یہ لوگ اپنے شکوک میں سرگراں ہوتے تھے اپنی جہالت کی طور سے
 اندیشہ کیا تھا لیکن انکو برا جاننے اور دین سے غافل اور خود کو مذہبی باندی
 سے آزاد کر دینا ہے جب انکا واقعہ حال کا علم یہ تھا تو ان کا خروج کہ منکرین
 دوسرے فرقہ جاہل تھا نقل لوگوں کا تھا جنھوں نے دین کی جانب کوئی توجہ نہیں
 کی تھی یہ لوگ اکثر قریشی اور کتبہ کے تھے کیونکہ ان کا زمانہ انہما سے بہت
 دور گیا تھا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے تاکہ تو ایسے لوگوں کو ڈالے جن کے
 پاس کوئی ذرا نیوالا نہیں آیا۔

وَلَا يَنَالِي مَا قُلْنَا هَ وَجُودَ فِرْقَتَيْنِ فِيهِمْ وَلَمْ يَهْرُهَا وَشَيْعًا
 لِحَدَاثِهَا الْفَسَاقُ وَالزِّنَادِقَةُ فَالْفَسَاقُ يَعْمَلُونَ
 الْأَعْمَالِ الْبَهِيمِيَّةِ أَوِ السَّبْعِيَّةِ بِمُخْلَافِ الْمِلَّةِ لِلْقَبِيلَةِ
 نَفْسِهِمْ وَقَوْلُهُ تَدْتِيهِمْ فَأُولَئِكَ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ عَنْ حُكْمِ
 الْمِلَّةِ شَاهِدِينَ عَلَى النَّفْسِ بِالْفُسْقِ وَالزِّنَادِقَةِ
 يُجْلُونَ عَلَى الْفَهْمِ الْأَبْرَ لَا يَسْتَطِيعُونَ التَّحْقِيقَ التَّامَ
 الَّذِي قَصَدَ لَا صَاحِبَ الْمِلَّةِ وَلَا يَقْدِرُونَ وَلَا يَسْلُمُونَ
 فِيهَا خَيْرٌ فِيهِمْ فِي رِيحِهِمْ يَتَلَدُونَ عَلَى خَوْفٍ مِنْ مَلَأَتْهُمْ
 وَالنَّاسُ يَكْرَهُونَ عَلَيْهِمْ وَيُرْهِمُ خَارِجِينَ مِنَ الدِّينِ
 خَالِعِينَ رِبْقَةِ الْمِلَّةِ عَنْ اعْنَاتِهِمْ وَأَذَاكَانَ الْأَمْرُ
 مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْأَنْكَارِ وَقِيمِ الْحَالِ خَيْرٌ فِيهِمْ لِأَيُّضًا الثَّانِيَةِ
 لِلجَاهِلُونَ الْخَافُونَ الدِّينَ لَمْ يَخْرُجُوا وَهُمْ إِلَى الدِّينِ بِرَأْسِهِمْ
 يَلْتَقُوا الْفِتْنَةَ أَمْلًا وَكَانَ هُوَ لَدَى الْكُرْشِيِّ قُرَيْشٍ دِيَاوَالَهُ لَبْعَدَ
 عَنْهُمْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى لَتَنْزِفُوا مَا آمَنَّا بِهِمْ مِنْ ذُنُوبِهِمْ

وقد كانت عقيدة اثبات الصانع سبحانه تعالى وأنه هو خالق السموات والأرضين ومُبدئ الحوادث العظام وأنه قادر على إرسال الرسل وجزاء العباد بما يعملون وأنه مُقتدرٌ للحوادث قبل وقوعها وعقيدته ان الملائكة عبادُ الله الموقَّعون المسحقون للتعظيم أيضاً ثابتة فيما بينهم ويدل على ذلك أشعارهم الخات، صانع بنائے والا، سموات جمع سماء آسمان، ارضیں جمع ارض (مالت جری میں ہے) یعنی زمین، مدبر انتظام کر نیوالا غور کر نیوالا الحوادث جمع حادثہ زمانہ کے مصائب بڑے بڑے واقعات۔ عظام جمع عظیم یعنی بڑا۔ ارسال ایجابا، الرسل جمع رسوا، عباد جمع عبد بندہ اشعار جمع شعر

ترجمہ

اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کا عقیدہ اور اس بات کا عقیدہ کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور زبردست حوادث کا مدبر اور رسولوں کے بھیجے پر قادر اور بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دینے والا اور حوادث کو ان کے وقوع سے پیشتر معین کرنے والا اور یہ کفر شیعہ ہذا کے مقرب بندے اور تعظیم کے مستحق ہیں ان کے نزدیک ثابت تھا چنانچہ ان کے اشعار ان معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

تشریح

قوله خالق السموات الخ چنانچہ متعدد آیات اسکی شاہد ہیں مثلاً
وَلَقَدْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَنَحْنُ
الْعَمَلُ وَالْقَمَرُ لِيَقُولُوا اللَّهُ (عنكبوت)
وَلَقَدْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيَقُولُوا
اللَّهُ فَاَلْحَمْدُ لِلَّهِ (لقن)

یعنی الحمد للہ انا تو زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا بجز اللہ کے کسی کا کام نہیں پھر اب کوئی طوطی نہ گئی جو اسکی ذات میں دہو، کیا ان چیزوں کا پیدا کرنا اور ایک خاص حکم نظام پر چلانا بدون اعلیٰ درجے کے علم و حکمت اور قدرت کے ممکن ہے؟ لامی الخ خالق السموات والا ارض میں تمام کمالات تسلیم کرنے پڑیں گے (فوائد عثمانیہ)

قوله ومدبر الحوادث الخ سورہ یونس میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمْ يَكْفِيكُمْ
السَّمْعُ وَالْأَبْصَارُ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأُمُورَ فَيَقُولُوا لَقَدْ أَفْلَا تَسْتَعْتُونَ ه

مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اسلئے فرمایا کہ جب اصل خالق و مالک اور تمام عالم کا مدبر اسی کو مانتے ہو پھر کدے نہیں کہ اس کے سوا دوسروں کو معبود بناؤ معبود تو وہی ہونا چاہیے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور متصرف علی الاطلاق ہو۔

(فوائد عثمانیہ)

قوله وانه قادر الخ شاه صاحب حجة الله البالغين فرماتے ہیں :-

كان اهل الجاهلية في زمان النبي صلى الله عليه وسلم يسلمون جواز بعثة الانبياء ويقولون بالجازاة ويعتقدون اصول انواع البر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اہل جاہلیت بعثت انبیاء کو تسلیم کرتے اور اعمال کی سزا و جزاء کے قائل تھے اقسام نیکی کے اصول کے معتقد تھے۔

قوله اشعار بم الخ شاه صاحب حجة الله البالغين فرماتے ہیں :-

لو امنت في تصفم اخبارهم غاية الامعان وجدت افاضلهم وحكما نعم كالوا يقولون بالمعاد والحفظة وغير ذلك ويثبتون التوحيد على وجهه حتى قال ريد بن عمرو بن اصيل في شعره عبادك يخطئون وانت ربى

اگر ان کے کلام میں نہایت غور و محض کر دے تو ان کے فضلاء اور حکماء کو پاؤ گے کہ وہ عالم معاد اور فرشتوں وغیرہ کا اعتقاد رکھتے تھے اور وہ توحید کو ٹھیک طور پر مانتے تھے یہاں تک کہ رید بن عمرو بن اصيل اپنے شعر میں کہتا ہے۔

بلفيك المنايا والمحتوم وقال ايضا

ارثا واحدا اوالفرد ادين اذا انقسمت الامور تركت اللات والعزى جميعا كذالك يفعل الرجل البصير

امیر بن ابی الصلت کا یہ شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا اور آپ نے اس کی تصدیق کی۔

والشمس تطلع كل اخرييلة + حمراء يصبم لونها يتورد

تا ثي نها تطلع لنا في رسلها + الامعذبة والايجلد

سودج ہرات کے قہم ہونے کے بعد صبح کو سرخ اور گلابی رنگ کا نکلتا ہے، وہ خوشی سے ہمارے لئے

طلوع نہیں ہوتا بلکہ وہ مذہب ہو کر اور تازیانہ کھا کر نکلتا ہے (یعنی خدا کی قدرت سے مغلوب رہتا ہے)

زہیر بن ابی سلمی جو ہجرت سے گیارہ سال قبل گزرا ہے اس کے اشعار اس پر دال ہیں کہ وہ خدا پر رند

قیامت پر اور حساب کتاب پر کامل ایمان رکھتا تھا۔

فلا تكلمن الله ما في صدوركم + لينفى ومها يكتم الله يعلم

یو آخر فیوض فی کتاب فیدخر + لیوم حساب او یجبل فینقو

عشق جو غیر مسلم تھا کہتا ہے۔

فاتیات والیثات لا تقربینھا + ولا تعبدا الشیطان والله فاعبدا

لیوم حساب او یجبل فینقو

عشق جو غیر مسلم تھا کہتا ہے۔

فاتیات والیثات لا تقربینھا + ولا تعبدا الشیطان والله فاعبدا

وكان قد رقع لجمهور المشركين في هذا العقائد شبهات كثيرة ناشئة من استبعاد هذه الامور وعدم
افتها وكان من ضلالهم الشرقي والتشبيه والتعريف وانكار المعاد واستبعاد رسالته صلى الله عليه وسلم
وشيوع الاحمال القبيحة والمظالم فيما بينهم وابتداء الرسوم الفاسدة وانذارا من العبادات والشرائع
ان يثبت لغير الله سبحانه وتعالى شيئاً من صفات المخصصة به كالتميز في العالم بالارادة الذي
يعاين عنه بكن فيكون او العلم الذي من غير اكتساب بالحواس ودليل العقل والمنام والالهام
ونحو ذلك او الابدان لشفاء المريض او اللعن لشخصي والسخط عليه حتى يقدّر عليه الرزق او
يتمرض او يعطى لذلك السخط او الرحمة لشخصي حتى يبسط له الرزق ويصم بدائه ويسعد

لغات۔ ناشئہ پیدا ہونے والے استبعاد بعد مجہنا، القہ مانوس ہونا۔ ضلال گمراہی۔ التحریف بات کو اس کے موقع
سے پھیر دینا معاد آخرت۔ شیوع پھیلنا اقبیۃ بدترین مظالم جمع مظلمہ مراد ظلم، ابتداء برعت نکالتا، الرسوم جمع رسم غیر دینی
علامت، انداز ناپید ہونا، اکتساب حاصل کرنا، الحواس جمع حاستہ معلوم کرنے کی قوت، المنام خواب، سخط ناپسندی یقیناً
تنگ کرنا بیسٹ وسعت دینا۔

مترجمہ

اور واقع ہو گئے تھے جمہور مشرکین کے لئے ان عقائد میں بہت سے ایسے شبہات جو ان امور کے استبعاد اور انکی طرف
 رغبت نہ ہونے سے پیدا ہوئے تھے، مشرکین کی گمراہی میں سے شرک، تشبیہ اور تحریف کا قائل ہونا اور معاد کا منکر
 ہونا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو یحید از قیاس کہنا، اعمال قبیحہ کا شائع ہونا، ایک دوسرے
 پر ظلم و ستم کرنا نئے نئے فاسد رسوم ایجاد کرنا اور عبادات کا ناپید ہونا، شرک یہ ہے کہ غیر اللہ کے لئے ان صفات کو ثابت
 مانا جائے جو خداوند تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں مثلاً عالم کے اندر تصرفات ارادی جس کو کون فیکون سے تعبیر کیا جاتا ہے، یا
 علم ذاتی جس کا اکتساب نہ حواس کے ذریعے سے ہو نہ عقل کی رہنمائی سے اور نہ خواب والہام وغیرہ کے واسطے سے
 یا مریض کو شفا دینا یا کسی پر لعنت کرنا اور اس سے ناراض ہونا جس کے باعث اسکو تنگدستی اور بیماری یا خفاوت گھیر لیں
 یا کسی پر رحمت بھیجا جس سے اسکو فراخ دستی، تندستی اور سعادت حاصل ہو۔

تفسیر ہے۔ قولہ الشک الخ چنانچہ سورۃ یوسف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما يؤمنُ اكثرُهم باللهِ الا وهُم مشركون، اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر گمراہ تھے ہی شریک بھی کہتے
 ہیں یعنی زبا۔ کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ ہے مگر انکے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دے رہا ہے چنانچہ

مشرکین عرب تعبیر میں کہتے تھے بییک اللہم بییک لا شریک لک الا شریککا ہو لک تملک و مالک کوئی اس کیلئے
 بیٹے بیٹیاں تجویز کرتے چنانچہ اہل مکہ کہتے تھے اللہ بنا و عدہ لا شریک لہ والملائکہ بناتہ (فوائد)

قولہ یعبر عنه الخ یعنی بغیر کیفیت جسامت یا خبر کسی امر کے استعمال کے کسی چیز کو پیدا کر دینا کما قال اللہ تعالیٰ
 انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون یعنی اس کے ہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے جہاں کسی چیز کے
 پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور کہا ہو جا، فوراً ہوئی رکھی ہے ایک سکند کی تاخیر نہیں ہو سکتی۔

ولم یکن المشرکون یُشرکون احداً فی خلق الجواهر وتدبیر الامور العظام ولا یثبتون لاحد قدرةً علی المصلحة اذا اُبرمَ الله سبحانه وتعالی امر او انما کان اشراکهم فی الامور الخاصة ببعض العباد وکانوا یثبتون ان الملک علی الاطلاق جل مجدده شرف بعض العباد بمنحله الالهیة ویؤثر رضاهم وسترهم علی سائر العباد کما ان ملکاً من الملوک عظیم القدر یرسل عبیدةً المخصوصین الی نواحی المملکة و یجعلهم متصرفین فی الامور الجنئیة الی ان یصدر عن الملک حکم صریح فلا یتوجه الی تدبیر الامور الجنئیة ویفوض الیهم امور سائر العباد ویقبل شفاعتہم فی امور من ینخذ منهم یتوشل بهم فیتولون بحوب التقریب بعباد الله سبحانه المخصوصین الذکورین لیتشرکهم قبول الملک المطلق وتقبل شفاعتهم للتقریب بینہم فی مجاری الامور وکانوا یحوزون سلاطین هذه الامور ان یمجد لهم ویذل لهم ویخلف بهم ویستعان بهم فی الامور الضروریة بقدرۃ کن فیکون وکالوا ینتخبون من الحجب والصفی وغیر ذلک صوراً ینخذونہا قبلۃ التوجہ الی تلک الاسرار حتی اعتقد الجہال شیئاً فشیئاً تلک الصور معبودة بذواتہا فتطرق بذلک خلط عظیم۔

لغات ۱۔ الجواہر جمع جوہرۃ جوہرہ چیز جوہراً بالذات ہوا درمل کا محتاج نہ ہوا سنی میں یرض کا مقابل ہے ابرم۔ الامر مضبوط کرنا۔ مبدعرت، بندگی، خلعت کپڑے جو عزت کے طور پر ملیں۔ الوہیت معبودیت، سخط ناراضگی عید جمع عید نوکر غلام۔ نواحی جمع ناحیہ جانب، جہت۔ یفوض تفویض سونپنا، مجاری جمع مجری گدگاہ، ینتخبون (من) نمتا تراشنا چیلنا، الجہر پتھر، الصخر سونا، پتیل۔ متوجہ جمع صورۃ شکل جہاں جمع جاہل۔ تطرق راہ پالی۔ توجہ۔ مشرکین شریک نہیں کرتے تھے کسی کو جو اہر اور عظیم الشان امور کے پیدا کرنے میں اور نہیں ثابت کرتے تھے کسی کیے کئے کی قدرت جب ارادہ کرے خدا کسی کام کے کرنے کا بلکہ ان کا شرک فقط ایسے امور کی نسبت تھا جو بعض بندوں کے ساتھ مخصوص تھے وہ گمان کرتے تھے کہ ملک مطلق جل مجدہ نے اپنے بعض خاص بندوں کو رتبہ الوہیت کے خلعت سے سرفراز کیا ہے جن کی مصلحتی و ناراضی دوسرے بندوں کے حق میں موثر ہے جیسے شاہان عظیم القدر اپنے مقربان خاص کو ملک کے مختلف حصوں کا فرمان روا مقرر کرتے ہیں اور بعض امور خاصہ کے فیصل کرنے میں جب تک کوئی شاہی حکم صریح موجود نہ ہو ان کو مختار بنا دیتے ہیں اور اپنی رعایا کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خود انتظام نہیں کرتے اور اپنی کل رعایا کو حکام کے سپرد کر دیتے ہیں اور حکام کی سفارش ان کے ماتحت ملازمین اور متوسلین کے حق میں قبول کی جاتی ہے اس لئے وہ ان بندگان خاص کے تقرب کو ضروری خیال کرتے تھے تاکہ بادشاہ حقیقی کی درگاہ میں مقبولیت کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور جزا اعمال کے وقت ان کے حق میں شفاعت درجہ قبولیت حاصل کرے، اور ان خیالی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے وہ لوگ ان کو سجدہ کرنا، ان کے لئے قربانی کرنا، ان کے نام کی قسم کھانا اور ضروری امور میں ان کی قدرت "کن لیکون" سے مدد لینا جائز سمجھتے تھے اور پتھر، سونے، پیتل وغیرہ کی مورتیاں بنا کر ان (بندگان خاص) کی روحوں کی طرف متوجہ ہونے کا ایک وسیلہ قرار دیا تھا لیکن رفتہ رفتہ جہلا نے ان پتھروں ہی کو

اپنا اصلی معبود سمجھنا شروع کر دیا اور غلط عظیم واقع ہو گیا۔

کثرت ہے۔ قولہ سبخلہ الا الوہیۃ الشاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں "باب اقسام الشریک" کے تحت لکھتے ہیں۔
 حقیقۃ الشریک ان یعتقد انسان فی بعض المعظمین من
 الناس ان الاثار العیبیۃ الصادرۃ منہ انما صدرت
 لکونہ متمصفاً بصفۃ من صفات الکمال مما لم یجد
 فی جنس الانسان بل یختص بالواجب جل مجدہ لایوجد
 فی غیرہ الا ان یخلع ہو خلعة الا الوہیۃ علی غیرہ او یغنی
 غیرہ فی ذاتہ ویبقی بذاتہ او نحو ذلک

اور یہودہ گمان جس کا مشرکین اعتقاد کیا کرتے ہیں۔
 قولہ بوجوب التقرب الیہموا مشرک لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے
 ہم بڑے خدا سے نزدیک ہو جائیں گے اور وہ ہم پر مہربانی کریگا جس سے ہمارے کام بن جائیں گے جیسا کہ
 سورہ زمر کی اس آیت میں ان کا یہ اعتقاد مذکور ہے۔

ما نعبدہم الا لیتقربوا الی اللہ ربنا
 ہم تو ان کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو بہنچا دیں
 اللہ کی طرف قریب کے درجے میں۔ (فوائد)

قولہ وقبل شفاعتہم الیہم کہ سورہ یونس کی اس آیت میں ہے۔

وَلَقَبِذُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَصْرِفُوْنَ وَلَا
 یَنْفَعُوْنَہُمْ وَیَقُوْلُوْنَ طُوْءًا لَّیْ شَفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ
 اور پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا اس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے
 نہ نفع اور کہتے ہیں یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس۔

یعنی خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جنکے قہر قدرت میں نفع و ضرر کچھ بھی نہیں جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں بیشک بڑا
 خدا تو ایک ہی ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے مگر ان بتوں کو خوش رکھنا اسلئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا
 میں ہمارے کام درست کرادیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کریگے
 باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے بناءً علیہم کہ ان کو ان کے
 عبادت کرنی چاہیے۔ (فوائد)

قولہ حتی اعتقد الجہال الا سورہ انبیاء میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا
 مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ الْبَیْ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ قَالُوْا
 وَحَسْبُ نَا اَبَاؤُنَا کَمَا بَدِیْنِ
 یہ کسی مورث میں ہیں جن پر تم عباد رہنے بیٹھے ہو بولے ہم نے
 پایا اپنے باپ دادوں کو انہی کی پوجا کرتے۔

یعنی عقل و نظرت اور نقل و مستند بہ کی کوئی شہادت ہمارا تائید میں نہیں ہے بجز اس کے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا
 انہی کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں (فوائد)

والتشبيه عبارة عن اثبات الصفات البشرية لله تبارك وتعالى فكأنوا يقولون إن
الملائكة بنات الله وأنه يقبل شفاعته عبادة وإن لم يرض بها كما أن الملائكة
يفعلون مثل ذلك بالنسبة إلى الأمراء الكبار وكأنوا يفتشون علمه تعالى وسمعته وبقدره الذي
يخلق بجناب الأكوهية على علمهم ومعهم وإبصارهم لقصور أذهانهم فيقعون في القول
بالتجسيم والتعظيم

لغات :- بنات جمع بنت لڑکی ملوک جمع ملک بادشاہ، امراء جمع امیر، کبار جمع کبیر بڑا، یقیسون قیاس کرنا
پراندازہ کرنا۔ قصود کمی۔ اذہان جمع ذہن۔ تجسیم یہ عقیدہ کہ ناکہ ہمارے جسموں کی طرح خدا کا جسم ہے تعظیم یہ
عقیدہ کہ خدا کسی جگہ میں ممکن ہے۔

ترجیمہ

اور تشبیہ سے مراد ہے صفات بشریہ کو حق تعالیٰ کی پاک ذات کے لئے ثابت کرنا چنانچہ مشرکین فرشتوں کو
خدا تعالیٰ کی بیٹیاں بتلاتے اور کہتے تھے کہ وہ اپنے بندوں کی شفاعت قبول کرتا ہے اگرچہ اس کی مرضی کے خلاف
ہو جیسا کہ بادشاہ بڑے بڑے امراء و دولت کی نسبت کیا کرتے ہیں اور وہ لوگ حق تعالیٰ کے علم و وسع اور بھر کو جو
شان الوہیت کے لائق ہے اپنے علم و وسع اور بھر پر قیاس کرتے تھے اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے پس وہ جسمیت
و تجریم کے عقیدہ میں مبتلا ہو گئے۔

تشریح

قوله ان الملائكة الخ عرب کے بعض قبائل کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں جب پوچھا جاتا کہ ان کی مائیں کون
ہیں؟ تو بڑے بڑے جنوں کی لڑکیوں کو بتلاتے اس طرح (العیاذ باللہ) خدا کا ناما جنوں اور فرشتوں دونوں کے
جوڑ رکھا تھا چنانچہ سورہ الصفات میں ہے۔

أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ۚ أَلَا يَعْلَمُونَ
مِنْ آفَاتِكُمْ يُعْمَلُونَ ۚ وَلَدَا اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ
يَا ہم نے بنایا فرشتوں کو عورت اور وہ دیکھتے تھے، سنا ہے وہ
اپنا جھوٹ بنایا کہتے ہیں کہ اللہ کے اولاد ہوں اور وہ بیشک
جھوٹے ہیں، کیا اس نے پسند کیا بیٹیاں بیٹوں سے۔

یعنی ذرا ان احقوں سے کون پوچھے کیا اتنی بڑی عظمت و قدرت والا خدا (معاذ اللہ) اپنے لئے اولاد بھی
جو بزرگرتا تو بیٹیاں لیتا اور تم کو بیٹے دیتا۔

قوله وان لم يرض بها الخ قرآن حکیم نے کسی جگہ اس نظریہ کی تردید کی ہے مثلاً سورہ طہ میں ہے۔
يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ
وَرَفِيَ لَهُ قَوْلَانِ

یعنی اس کی سفارش چلے گی جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سفارش کی اجازت ملے، اس کا بولنا خدا کو پسند ہو
اور بات ٹھکانے کی کہے اور ایسے شخص کی سفارش کرے جس کی بات (لا الہ الا اللہ) خدا کو پسند آچکی ہے کافر
کے حق میں کوئی سفارش نہیں چلے گی۔

سورۃ انبیاء میں ہے۔

لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ وَهُوَ مِنَ
حُسْنِئِهِمْ مُّشْفِقُونَ
وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس سے اللہ راضی ہو اور وہ
اس کی بہیت سے ڈرتے ہیں۔

یعنی جن برگزیدہ بہتوں کو تم خدا کی اولاد بتلاتے ہو وہ اولاد نہیں، ہاں اس کے مغز بندے ہیں اور باوجود انتہائی معزز و محترم ہونے کے ان کے ادب و طاعت کا حال یہ ہے کہ جب تک اللہ کی مرضی معلوم نہ ہو کسی کی سفارش نہیں کرتے سورۃ مدثر میں ہے ”فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ“ پھر کام نہ آئے گی ان کے سفارش سفارش کرنے والوں کی، یعنی کافر کے حق میں کوئی سفارش نہ کرے گا اور کریگا تو قبول نہ ہوگی۔ (فوائد)

(علائقہ ۵) شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ دو غلطیاں بہت بڑی ہیں ایک یہ کہ حلق میں مخلوق کی صفات خیال کی جائیں، دوسری یہ کہ مخلوق میں حلق کی صفات کا اعتقاد کیا جائے، اول کو تشبیہ کہتے ہیں اس کا منشا غائب کی حالت کا حاضر پر قیاس کرنا ہوتا ہے، اور دوسرے کو شرک کہتے ہیں اس کا منشا ہوتا ہے مخلوق میں خلافِ عادت باتیں دیکھ کر ان کی طرف منسوب کرنا اور ان کے ذاتی افعال سمجھنا۔

(تتمتہ بحث) واضح ہو کہ توحید کے چار مرتبے ہیں اول یہ کہ صفت و جوہ وجود کو باری تعالیٰ کے ساتھ خاص کر دے دوم یہ کہ عرش، آسمان، زمین اور تمام جواہر کا خالق خدا ہی کو سمجھے، ان دونوں مرتبوں سے کتاب الہیہ میں بحث نہیں کی گئی اور نہ ہی مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ نے ان میں مخالفت کی ہے بلکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ یہ سب کے نزدیک مسلم ہیں سوم یہ کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا مدبر خدا کو سمجھے چہاں یہ کہ اس کے سوا کسی کو مستحقِ عبادت نہ سمجھے، ان دونوں مرتبوں میں قدرتی تعلقی اور ربط ہے اور ایک دوسرے کو لازم ہیں اور انہی کی بابت اختلاف ہے چنانچہ ان میں تین فریق بڑے ہیں اول نجومی جو ستاروں کو مستحقِ عبادت سمجھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہم نے اس بات کی خوب تحقیق کر لی کہ روزانہ کے حوادث میں انسان کی سعاد و نحوست میں اور اس کی بیماری و تندرستی میں ستاروں کا بڑا اثر اور دخل ہے، ان کے نفوس مجبور ہیں جو ان کو حرکت پر آمادہ رکھتے ہیں اور وہ اپنے بجاریوں سے نجومی واقف ہیں پس یہ لوگ ان کے نام پر مورتیاں بنا کر پرستش کرتے ہیں، دوم مفسرین جواہل اسلام سے اس بات میں متفق ہیں کہ تمام بڑے کاموں کی تدبیر خدا ہی کرتا ہے لیکن باقی امور میں مسلمانوں کے خلاف ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نیک لوگ جو خدا کی عبادت کر کے بارگاہِ الہی میں مغرب ہو گئے تھے ان کو خداوند تعالیٰ نے خلعتِ الوہیت سے نوازا ہے جس کی وجہ سے وہ پرستش کے مستحق ہو گئے، نیز وہ قرب الہی کا ذریعہ ہیں، سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، مدد و نصرت کرتے ہیں اور اپنے بجاریوں کی سفارش کریں گے پس یہ لوگ ان کے نام پر تھوڑا سا توجہ کا قبلہ کرتے ہیں پھر بعد میں آنے والوں نے خود انہی تھوڑے کو اصلی معبود قرار دے لیا خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا ان کے ان فائدہ عیبوں کی تردید کی ہے جیسا کہ ہم بعض آیات اور پرفصل لکھ آئے ہیں، سوم فرقہ نصاریٰ جن کا ذکر آگے چل کر کتاب میں آ رہا ہے (حجۃ اللہ البالغہ بحذف و تغیر)

وہاں التحریف اُن اولاد اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نواسی شریعہ جدّہم الکریم حقاً جاء عمرو بن لُحی فوضع لهم اصناماً وشرع لهم عبادتہم واخترع لهم من بحیرۃ وسانبۃ وحام واستقام بالاذلام وما أشبه ذلك وقد وقعت هذه الحادثة قبل بعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم بثلاث مائۃ سنۃ تقریباً وكانت الجمکۃ یتسکون فی هذا الباب بانثار اباہمہم وكانوا یعدون ذلك من الحجج القاطعة .

لغات التحریف بات کو اس کے موقع سے پھیر دینا۔ جد دارا، مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام، اصنام جمع صنم بت اخترع اختراعاً ایسا کرنا، اپنی طرف سے گھڑنا، بحیرۃ بحر سے ہے کان چھلنے کو کہتے ہیں یہاں وہ ادنیٰ مراد ہے جو پلچ پچے جن چکی ہو یا نچوایں جو اگر زور ہوتا تو سکو ذبح کر کے صرف مرد کھاتے تھے عورتیں انہیں شریک نہ ہوتی تھیں اور اگر وہ بچہ مادہ ہوتا تو اس ادنیٰ کا ان چھلنے چھوڑ دیتے تھے ساتھ وہ ادنیٰ جو مادہ جاہلیت میں نذر وغیرہ کے لئے چھوڑ دیا جاتی تھی یا وہ ادنیٰ جسکے دس مادہ بچے ہو چکے ہوں اس پر سوار ہوتے تھے نہ اس کے دودھ کو سوائے اسکے بچے کے اور وہاں کے کوئی پیتا تھا اور گھاس پانی وغیرہ سے بھی انکو نہیں روکا جاتا تھا نہ اس سے اون حاصل کرتے تھے بلکہ اسکو چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ مرجاتی تھی۔ حام سے مراد نر اونٹ ہے جو ایک خاص عدد جنس کرچا ہوا سکوٹل ساند کے چھوڑ دیتے تھے نہ اس پر سوار ہوتے نہ اس سے اون حاصل کرتے اور کسی چراگاہ یا حوض سے اسکو نہ کھتے تھے استقام مقسم شدہ خیر و شر کو معلوم کرنا، اذلام جمع زلم قال لکالے کا تیر جملہ جاہل کی جمع یتسکون تمسکاً چٹنا دلیں پکڑنا آثار جمع اثر نشان، یعدون (ن) عداً شمار کرنا، حج جمع حجت دلیل۔ ترجیح کرنا

اور تحریف کا بیان یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اطوا اپنے بن گیارہ دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر برقرار قائم چلے آئے تھے یہاں تک کہ عمرو بن لُحی آیا اور اس نے انکے لئے بت بنائے اور ان کی عبادت کو لازم قرار دیا اور بصرہ، سانبہ اور حام کو چھوڑ دینا اور پانسوں کے ذریعے سے تقسیم کرنا اور مثل اس کے دیگر باتیں ان کے لئے ایجاد کیں اور یہ واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً تین سو سال پیشتر ہوا یہ جملہ بالعموم اپنے آبا و اجداد کے آثار سے استنباط کرتے اور اسکو اپنے قطعی دلائل میں شمار کرتے تھے۔

تشریح

قولہ عمرو بن لُحی بن حارث بن عمرو بن عامر مزیعیہ الازدی۔ البوہارہ، مکہ میں بیت الحرام کا دربان تھا اس نے بلاد شام میں سیاحت کی، ارض ناب میں وادی اردن پہنچا جہاں عمالہ آباد تھے انکو دکھا کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں، ادھر مکہ میں یہ عادت جاری تھی کہ جب کوئی سفر کا ارادہ کرتا تو وہ اپنے ساتھ حدود حرم میں سے کوئی پتھر تبرکاً لے لیتا رفتہ رفتہ اس پتھر کو مقدس خیال کیا جانے لگا یہاں تک کہ بعد میں جو پتھر بھی دل کو جاتا اس کو مستحب کر لیتے اور خانہ کعبہ کی طرح اس کا طواف کرتے، عمرو بن لُحی نے جو ارض ناب میں بت دیکھے تو وہ اسے بہت اچھے معلوم ہوئے تو پوچھنے لگا کہ یہ کیسے پتھر ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہاں سے معبود ہیں جو ہماری طلب پر ہم کو بارش بھی دیتے ہیں اور ہر کام میں ہماری مدد بھی کرتے ہیں اس نے کہا کہ مجھے بھی ایک بت دیدو تاکہ میں اسکو عرب نے جاؤں اور وہ بھی اسکی پوجا کریں، چنانچہ یہ وہاں سے ایک بیل نالی بت لایا اور اسکو مکہ میں نصب کر کے لوگوں کو اسکی پوجا کی دعوت دینے لگا۔ لعنة اللہ علیہ (عون)

قولہ من بحیرۃ الاچنا نجر سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيَّةٍ وَلَا حَامٍ وَ
لِكُلِّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابٌ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَالْكَوْثُ لَا يَنْفَعُونَ
نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ نہ سائبہ نہ وصیہ نہ حامی و لیکن کا فر باندھے
ہیں اندر پرستان ادا ان میں اکثروں کو عقل نہیں۔

جس جانور کے گوشت یا دودھ یا سوازی وغیرہ سے منتفع ہونے کو حق تعالیٰ نے جائز رکھا اسکی صلت و حرمت پر اپنی طرف سے قیود
لگانا گویا اپنے لئے منصب بشریح تجویز کرنا تھا اور بڑی قسم ظریفی یہ تھی کہ اپنی ان مشرکانہ رسوم کو حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کا
ذریعہ تصور کرتے تھے، اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ نے ہرگز یہ رسوم مقرر نہیں کیں بلکہ ان کے بڑوں نے خدا پر یہ بہتان باندھا اور اکثر
بے عقل عوام نے اسے قبول کر لیا۔ (فوائد)

قولہ واستقام الاستقام بالازلام میں ازلام سے مراد بقول بعض تقسیم کے تیر ہیں جو زمانہ جاہلیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے باٹنے کیلئے عمرو و عون نے ایجاد کئے تھے اور وہ یہ ہیں فذ، توأم، رقیب، علس، نانس، مسبل، معلىٰ ان تیروں
کے حصے متعین تھے اور دوسرے تیروں کا یعنی سفیع، منیع، اور وفد کا کوئی حصہ مقرر نہ تھا و لذا قال بعضهم
ہ لی فی الدنیا سهام یس فیہن ربیع ۛ انما سہمی دغبد، و منیع و سفیع
علامہ ابن حابط نے ان سب کو مع ان کے حصوں کے ان اشعار میں ذکر کیا ہے۔

ہی فذ و توأم و رقیب ۛ ثم علس و نانس ثم مسبل ۛ و المعلىٰ و الوغد ثم سفیع
و منیع و ذی الثلاثة تمہل ۛ و لکل ماعدا ہا نصیب ۛ مثله ان تعداد اول
حافظ ابن کثیر وغیرہ محققین کے نزدیک رائج یہ ہے کہ ازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے مشرکین کو کسی اہل کمال و تردد کے وقت
اپنے ارادوں اور کاموں کا فیصلہ کرتے تھے یہ تیر خانہ کعبہ میں قریش کے سب سے بڑے بت ہبل کے پاس رکھے تھے کسی پتھر پر
ربی لکھا تھا کسی پر نہانی ربی تحریر تھا اسی طرح ہر تیر پر یوں ہی نالک پچو باتیں لکھ چھوڑی تھیں، جب کسی کام میں متذنب
ہوا تو تیر نکال کر دیکھ لے اگر تیر پر ربی والا تیر نکلا تو کام شروع کر دیا اور اس کے خلاف نکلا تو رک گئے، گویا بتوں سے ہر ایک
قسم کا مشورہ اور استعانت تھی جو مکہ اس رسم کا مبنی خالص جہل، شرک، اوہام پرستی پر تھا اسلئے قرآن پاک نے نہایت
تفصیل و تشدید کے ساتھ اس کی حرمت کو ظاہر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:-

إِنَّمَا اتَّخَذُوا لِنُفُسِهِمْ مَتَاعًا ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْهَاسِلَ
الشَّيْطَانُ فَاجْتَنِبُوا لَكُمْ ۚ تَقَابُلُوا ۚ
یہ جو ہے شراب اور حوا اور بت اور پالنے سے گندے
کام میں شیطان کے سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

قولہ بانثارا بائہم الخ جیسا کہ سورہ زخرف میں ہے۔
قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَارَنَا عَلَىٰ آثَرِ رَبِّهِمْ
مُتَّبِعِينَ ۚ
کہتے ہیں ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر
اور ہم انہی کے قدموں پر مہیا راہ پائے ہوئے۔

یعنی مشرکین کی سب سے زیادہ دبر دست دلیل وہی باپ دادا کی اندھی تقلید ہے، سوان کو بتلایا گیا، اؤلو کا ن
آباد ہم لا یسکون شیئا و لا یہتدوون کہ اگر تمہارے باپ دادا بے عقل یا بے راہی سے قہر بلاکت میں
جاگرے ہوں تو کیا پھر بھی تم ان ہی کی راہ چلو گے۔

وَقَدْ بَيَّنَّ الْأَنْبِيَاءُ السَّالِفُونَ الْحَشْرَ وَالنَّشْرَ لَكِنْ لَيْسَ ذَلِكَ الْبَيَانُ بِشَرْحٍ وَبَسْطٍ مِثْلَ مَا تَقَمَّنْتَهُ
الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ وَلِذَلِكَ مَا كَانَ جَهْلُ الْمُشْرِكِينَ مُطْلَعِينَ عَلَيْهِ وَكَانُوا يَسْتَبْعِدُونَ وَنَهْ وَهُوَ لَا
الْجَمَاعَةُ وَإِنْ اعْتَرَفُوا بِبَنِي إِسْرَافِيلَ وَبَنِي إِسْمَاعِيلَ بَلْ بِبَنِي إِسْرَافِيلَ مِثْلَ مَا هُوَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ أَيْضًا لَكِنْ كَانَتْ الصِّفَاتُ الْبَشَرِيَّةُ الَّتِي هِيَ حِجَابٌ لَجَمَالِ الْأَنْبِيَاءِ الْكَامِلِ تُشَوِّشُهُمْ
تَشْوِيشًا وَلَمْ يَعْرِفُوا حَقِيقَةَ تَدْبِيرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الَّذِي هُوَ مُقْتَضِي بَعْثِ الْأَنْبِيَاءِ

لغات :- السالفون دن، سلفا گذرنا، آگے ہونا، المحشر دن ان، جمع کرنا، النشر دن پھیلانا، زندہ کرنا، بسط دن
پھیلانا، حجاب پردہ تشویش مضرب کرنا ترجمہ

انبیاء سابقین نے بھی اگرچہ حشر و نشر کے احوال بیان فرمائے ہیں لیکن اس شرح و بسط سے جس پر قرآن عظیم مشتمل ہے
اسی لئے جمہور مشرکین ان مزید حالات پر مطلع نہ تھے بلکہ ان کو فہم سے بعید جانتے تھے، یہ جماعت اگرچہ حضرت ابراہیم و
حضرت اسماعیل بلکہ حضرت موسیٰ علیہم السلام کی نبوت کی بھی معترف تھی لیکن صفات بشری جو انبیاء علیہم السلام میں
ان کے جمال باکمال کے لئے حجاب ہیں ان کو مشوش و مضرب کر دیتی تھیں اور وہ اس تدبیر الہی کی حقیقت سے
جو بخت انبیاء کی مقتضی ہے نا آشنا تھے۔

قولہ :- وَكَانُوا يَسْتَبْعِدُونَ الْوَجْهَ كَيْفَ كُنْهُ تَوَدُّهُ يَكْتُمُ نَجْمٌ
مَنْ يَكْتُمُ الْجَهْلَامَ وَهِيَ رَيْمٌ ۝ رَيْسٌ
یعنی جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی پوشیدہ ہرانی اور کھوکھری تو انھیں دوبارہ کون زندہ کریگا؟
قرآن نے جواب دیا "يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَ أَوَّلَ مَرَّةٍ" اُن کو زندہ کریگا جس نے بنایا اُن کو پہلی بار، یعنی جس نے پہلی مرتبہ
ان ہڈیوں میں جان ڈالی اسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے (وَمُتُوا يُحْيِي
عَلَيْهِ) اور کبھی یوں سوال کرتے ہیں۔

وَمَا ذَا مَسْنَاوُكُنَّا تَرَاوَعًا عِظَامًا وَإِنَّمَا لَمْ يَبْعَثُوا لَوْنُ ۝
أَوَّابًا وَنَا الْوَاوُ ۝
یعنی جب ہمارا بدن خاک میں مل کر مٹی ہو گیا صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے باپ دادا جن کو
مرے ہوئے قرن گذر گئے شاید ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، ہم کس طرح مان لیں کہ یہ سب پھر اُسے زندہ کر کے
کھڑے کر دیے جائیں گے، ہم نے تو آن تک خاک کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بننے نہ دیکھا قرآن نے جواب دیا
قُلْ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُفُّوا عَن قَوْلِكُمْ ۝ سَيَقُولُونَ
بلشیر قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝
تو کہہ کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے جاؤ اگر تم
جانتے ہو اب کیسے سب کچھ انکار ہے تو کہہ پھر تم سوچتے نہیں۔

کہ جس کا قبضہ ساری زمین اور زمین کی تمام چیزوں پر ہے کیا تمہاری مشیت خاک اس کے قبضہ سے باہر ہوگی (فَوَيْلٌ
لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ)

و ان كنت متوقفا في نصير حال المشركين وعقائدهم وأعمالهم فانظر إلى حال العوام و
الجهلة من أهل الزمان خصوصاً من سكن منهم باطراف ديار الإسلام كيف يظنون الولاية وما
ذا يغفل إليهم منها ومع أنهم يعترفون بولاية الأولياء المتقدمين يعدون وجود الأولياء
في هذا الزمان من قبيل المحال ويذهبون إلى القبول والأثار ويرتكبون الواغاب من
الشرك وكيف تطرق إليهم التشبيه والتعريف

لغات۔ متوقف توقف سے ہے بمعنی ٹھہرنا۔ عقائد صحیحہ، جہد جمع جاہل، اطران جمع طرف، جانب۔ بنیل
الیہ کذا تو ہم ہونا کہہ ایسا ہے، تطرق راہ پالی۔

ترجہ ہے۔ اور اگر تجھے مشرکین کے عقائد اور ان کے اعمال کے اس بیان کے صحیح تسلیم کرنے میں کچھ توقف ہو تو اس
زمانہ کے عوام اور جہلاء کو علی الخصوص جو دارالاسلام کے نواح میں رہتے ہیں انکو دیکھ کر انہوں نے ولایت کی نسبت کیا
خیال ہانڈ رکھا ہے اور وہ لوگ باوجودیکہ اولیاء و متقدنین کی ولایت کے معترف ہیں مگر اس زمانہ میں اولیاء کے وجود کو قطعاً
محال شمار کرتے ہیں اور قبروں اور آستانوں پر جاتے اور طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ کہ تشبیہ و تعریف
نے ان میں کس قدر روانہ پکڑا ہے

تشریح

قولہ متوقفاً الخ یعنی ہم نے جو سابق میں حال مشرکین اور ان کے عقائد و اعمال کا نقشہ پیش کیا ہے اگر اس کے صحیح ہونے میں
ہم کو کچھ توقف ہو تو آج کے عوام اور جہلاء کا حال دیکھ لو جو بالکل مشرکین کا نمونہ بنے ہوئے ہیں، مشرکین امنام و کواکب
کو سجدہ کیا کرتے تھے جس سے شریعت نے نہایت شدت سے منع کیا تھا اور کہا تھا "لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی
خلقہن" کہ سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو بنایا، اور آج کے پیر پست جہلاء اپنے
شیوخ اور ان کی قبروں کو سجدہ کر رہے ہیں، مشرکین اپنے اغراض کیلئے غیر خدا سے مدد مانگتے، بیمار کی شفا اور غریبوں کی توکھری
ان سے طلب کرتے ان کے نام کی نذیریں مان کر حصول مقاصد کے متوقع رہتے اور ان کی برکات کی امید میں ان کے نام
جپا کرتے تھے اور آج خواجہ و صابر کے متولے یا غوث الاعظم، یا خواجہ، یا صابر کلیری کے نعرے لگا رہے ہیں مشرکین
بتوں کے لئے قربانیاں کر کے ان کا تقرب چاہتے تھے اور آج کے قبر پرستوں پر مریض بکرے اور نذرانے چڑھا
چڑھا کر مرادیں پوری کرانا چاہ رہے ہیں، بلکہ اگر دیکھا جائے تو انواع و اقسام کے مشرکوں میں رائج ہیں وہ مشرکین کے شرک
سے کہیں بڑھ کر ہیں کیونکہ مشرکین جب دنیاوی شدائد و مصائب میں گھرتے ہیں تو مجبور ہو کر اسی خدا کے واحد کو پکارتے
ہیں "فاذا ركبوا في الفلك دعوا الله مخلصين له الدين" اور آج کے جاہل اس حالت میں بھی مشائخ ہی کا دم بھرتے ہیں۔
قولہ باطراف الخ یعنی وہ لوگ جو دارالاسلام کے گرد و نواح میں رہتے ہیں کہ وہ علماء دینی احکام سے کورے ہوتے ہیں دارالاسلام
وہ جہاں شاعر اسلام شائع ذائع ہوا، حجۃ اللہ البالغہ میں، فضائل الاذان ترجیح الی انہ من شاعر الاسلام و بہ نصیر الدار الاسلام
کے فضائل اذان اس امر کی طرف راجع ہیں کہ وہ شاعر اسلام میں سے ہے اور اس کی وجہ ملک دارالاسلام ہو جاتا ہے۔

فقی الحدیث الصیحة لتتبع سنن من كان قبلكم هذا والنعل بالنعل وما من افة من هذه الافات الا وقوم من اهل هذا الزمان واقعون في ارتكابها معتقدون مثلها عافانا الله سبحانه من ذلك وبالجملة فان الله سبحانه وتعالى برحمته بعثه صلى الله عليه وسلم في العرب وامره باقامة الصلاة الخفيفة وخاتمهم في القرآن العظيم وقد وقع التشكيك في تلك الخاصة بمسألة اثم من بقايا الملة الخفيفة لغات لتتبعن تبعه (س) واتبعه - يجمع جانا، ساتھ چلنا، فرماں بردار ہونا۔ سنن طریقہ بقا "استقام فلان على سنن واحد فلان ايك ہی طریقہ پر قائم رہا، حداد (پروہ کرنا، نمونہ پر کاٹنا۔ نعل جوڑ، آفة مصیبت جمع آفات بقایا جمع بقیہ باقی ماندہ۔

ترجمہ

اور حکم حدیث صحیح "تتبعن" ان آفات میں سے کوئی آفت نہیں مگر یہ کہ آج کوئی نہ کوئی جماعت اس کے ارتکاب میں واقع ہے اور اس کے مانند دیگر امور کی معتقد ہے حق تعالیٰ ہم سب کو ان آفات سے بچائے، بالجملة حق تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں جوٹ کیا اور آپ کو ملت خفیفہ قائم کرنے کا حکم فرمایا اور قرآن عظیم میں جسلا و عرب کے ساتھ مباحثہ کیا اور باماثات میں ان کے مسلمات سے جو ملت خفیفہ کی بقایا تھے استدلال کیا تاکہ ان پر لازم پوری طرح ثابت ہو جائے۔

تشریح

قولہ فقی الحدیث الخ اس حدیث کو شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے جس میں اس عہدنا مسعود کی پیشین گوئی ہے جس میں پیر دین ملت خفیفہ ہودیت و نصرانیت کے پیچھے چل پڑینگے۔ پوری حدیث یوں ہے۔
تتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو ان احدکم وعل حجر منبت لد علمتم۔
حاکم کی روایت میں اتنا اضافہ ہے "حتی لو ان احدکم جامع امرأتہ بالطریق لعلطتوہ" کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی بیوی سے علانیہ سربراہ مصیبت کی ہوگی تو تم بھی کرو گے، ایک روایت میں ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے بے محابا اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی ایسا بد بخت ہوگا جو اس بے حیائی کا ارتکاب کرے گا۔ ایک اور روایت میں ہے "قلنا یا رسول اللہ! الیہود والنصارى؟ قال فمن کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں آپ نے فرمایا کہ پھر اور کون۔

قولہ هذا النعل الخ ان الفاظ کی زیادتی مترجم کی طرف سے ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شاہ صاحب نے "بحکم حدیث صحیح" کہا ہے جس سے حدیث شیخین کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حدیث هذا النعل بالنعل طبرانی کی ہے جس کا راوی کثیر بن عبد اللہ ضعیف ہے۔

عہ الترجمة الصیحة لهذه الجملة کذا "و بحکم الحدیث الصیحة" لتتبعن سنن من کان قبلكم "ما من آفة الا ان النفس الفارسی کذا بحکم صحیح" لتتبعن سنن من کان قبلكم ازین آفات یح چیز نیست مگر امر و ذوقے مرتکب آئند و معتقد مثل آں "۱۲ عوی۔

جواب الإشرک اولاً طلب الدلیل ونقص التمسک بتقلید الابرار وثانیاً عدم التساوی بین هؤلاء العباد و بینہ تبارک وتعالی واختصاصہ عز وجل باستحقاق أقصى غاية التعظیم بخلاف هؤلاء العباد وثالثاً بیان اجماع الانبیاء علی هذه المسئلة وما أرسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون، ورابعاً بیان شناعة عبادة الاصنام وسقوط الاحجار من مراتب الكمالات الانسانية فكيف بمرتبة الألوهية؟ وهذا الجواب مسوق لغویم یعقدون الاصنام معبودین لذواتهم

لغات۔ نقص توڑنا، تمگ چٹنا، دلیل پکڑنا، ابا جمع اب، تساوی برابری، أقصى انتہائی، شناعة قباحت، برائی، اصنام جمع صنم بت، اجماع جمع حجر پتھر، الوہیت معبودیت۔

ترجمہ۔ پس شرک کا جواب اول تو ان سے اس پر دلیل کا مطالبہ کرنا اور تقلید ابا کے استدلال کو توڑنا ہے۔ ذکر ان بندگان خاص کا خدا کے برابر ہونا اور خداوند تعالیٰ کا انتہائی مراتب تعظیم کے استحقاق کیساتھ مخصوص ہونا بخلاف ان بندگان خاص کے تیسرے تمام انبیاء کا اس مسئلہ پر اجماع ہونا بدتم سے پیشتر ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اسکی طرف وحی کی کہ سوائے میرے کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔ چوتھے بت پرستی کی خرابی اور پتھروں کے مرتبہ انسانی سے بھی گرے ہوئے ہونے کا بیان چہ جائیکہ مرتبہ الوہیت، اور یہ جواب خاص ان اقوام کے مقابلہ میں دیا گیا ہے جو بتوں کو بالذات معبود خیال کرتے ہیں

تشریح۔ قولہ طلب الدلیل الخ جیسے سورۃ النعام میں ارشاد فرمایا۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَلَبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَاسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا

ہمارے بھائی! لو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ اسکو ہمارے آگے ظاہر کرو۔ یعنی کوئی علمی اصول انکے پاس نہیں جسے عقلمندوں کے سامنے پیش کر سکیں محض انکے تیر ہیں۔ اسی طرح سورۃ انبیاء میں ہے: اَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ آلِهَةٍ مَوْلًىٰ تَوَلَّىٰ بَعْضُ مَا يَصِفُونَ یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے تجوین کئے ہیں ان کا اثبات کس دلیل عقلی یا نقلی سے ہوا اگر موجود ہو تو پیش کرو۔

قولہ عدم التساوی الخ چنانچہ سورۃ شوریٰ میں ارشاد باری ہے: لیس کشفیٰ کہ نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا علم اور فیصلہ ہے، نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے، نہ اس کا کوئی جوڑا ہے نہ ہمسرہ نہ بھینس، پس سورۃ نمل میں اسی عدم تساوی کو لیکر اشراک کا جواب دیا گیا۔

اَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ اَمْ تُلَاقُوا نَذْرًا لَّكُمْ يَوْمَ الْفُتُورِ ۝ بھلا جو پیدا کرے برابر ہے اسکے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچتے نہیں۔

یعنی یہ کس قدر حقائق ہے کہ جو چیزیں ایک مکھی کا پر اور چھپر کی ٹانگ بلکہ ایک جو کا دانہ یا ریت کا ذرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انہیں موجود مستعان ٹھہرا کر خداوند قدوس کی برابر کر دیا جائے جو ہر قسم کی عجیب غریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے (باقی برصغ)

و جواب التثبیہ اولاً طلب الدلیل ونقض التمسک بتقلید الالباء وثانیاً بیان ضرورت
النجاسة بین الوالد والولد وهی مفقودة وثالثاً بیان شناعة اثبات ما هو مکروه و
مذموم عند الفہم باللہ تبارک وتعالیٰ "أَلَسَ بِكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ" وهذا الجواب
مستوفی لاجل قوم اعتادوا المقدمات المشهورة والمتوہمات الشعرية واكثرهم على
هذه الصفة، وجواب التحریف ببيان عدم نقله عن ائمة الملّة وبيان ان ذلك کلمة
اختراع وابتداع غیر معصوم

لغات :- نقض تولدنا، شناعة قباحت، برائی مذموم قابل مذمت، بنات جمع بنت لڑکی، بنون جمع ابن لڑکا، اعتادوا
اعتیاداً غریباً۔ مقدمات مشہورہ جو کسی گروہ کے نزدیک مسلم ہوں، متوہمات وہ قضایا کاذبہ جو امور غیر محسوسہ میں
بحکم وہم ہوں، اختراع اپنی طرف سے گھڑنا، ابتداع ایجاد کرنا۔

ترجمہ کیا :- اور تثبیہ کا جواب اول تو اس پر دلیل کا مطالبہ اور استدلال تقلید آباء کو تولدنا دوسرے یہ کہ اولاد کا اپنے باپ
کے ساتھ ہم جنس ہونا ضروری ہے اور وہ یہاں مفقود ہے، تیسرے حق تعالیٰ کے لئے ایسے امور ثابت ماننے کی قباحت کا
بیان جو خود کے نزدیک مذموم اور ناپسندیدہ ہیں (چنانچہ ارشاد باری ہے) کیا تیرے پروردگار کے لئے بیٹیاں ہیں اور انکے
لئے بیٹے اور یہ جواب خاص کر ان قوموں کے لئے ہے جو مشہورات اور متوہمات شعری کو تسلیم کرنے کے خوگر تھے اور انکی بڑی تعداد
کی حالت یہی تھی، اور تحریف کا جواب یہ ہے کہ ائمہ مذاہب سے یہ معانی منقول نہیں ہیں اور نیز یہ ایسے لوگوں کی اختراعات اور جدت

لا یقینہ ۴۴) قوله اجماع الانبياء والايعنى تمام انبياء و مسلمين كاجماع عقيدة توحيد پر ہا ہے کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اے
خلان نہیں کہا، ہمیشہ ہی تلقین کرتے آئے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں، تو جس طرح عقلی اور فطری
دلائل سے توحید کا ثبوت ملتا ہے اور شرک کا رد ہوتا ہے ایسے ہی نقلی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کا اجماع
دعویٰ توحید کی حقیقت پر قطعی دلیل ہے (فوائدا)

قوله وسقوط الاحجار الخ جیسے سورہ نوح میں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لِيُخْلِقُوا ذُرِّيًّا وَمَنْ لَمْ
يَجْعَلْ لَهُمْ اللَّهُ ذُرِّيًّا لَا يُسْقِطُوا مِنْهُ
شَيْئًا وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُنَاصِبُ ۝

جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک کبھی اگرچہ سارے
جمع ہو جائیں اور اگر کچھ چھین لے ان سے کبھی چھڑا نہ سکیں وہ اس سے
بودا ہے چاہنے والا اور جن کو چاہتا ہے۔

یعنی مکھی بہت ہی ادنیٰ اور حقیر جانو ہے جن چیزوں میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ سب مل کر ایک مکھی پیدا کر دیں یا مکھی کا
کے چڑھاؤ وغیرہ میں سے کوئی چیز لی جائے تو اس سے واپس لے سکیں انکو خالق السموات والارض کیساتھ معبودیت اور خدائی کی کرسی پر بٹھا دینا
کس قدر بھائی، حماقت اور شرمناک گستاخی ہے (فوائدا)

مع الحرمة الصنعة "من غیر معصوم" لان النص الفارسی ہکذا "اختراع وابتداع غیر معصوم است۔ ۱۲ عون

تشریح

پسندیاں ہیں جو معصوم نہ تھے

قولہ طلب الدلیل الخ جیسے سورہ والشفعت میں ہے۔

أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ أَفْكَرِمُ يَقُولُونَ وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ
أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ أَفَلَا
تَذَكَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ۝ فَإِنَّا بَكْبِكُمْ إِن
كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

قولہ وہی مفقودہ الخ جیسے ذیل کی آیات میں ہے۔

لَعَلَّيْكُمْ وَلَعَلَّيْكُمْ وَلَعَلَّيْكُمْ لَهْ كَفُورًا أَحَدٌ

یہ کسی کو جنانہ کسی سے جنا گیا اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔

یعنی نہ کوئی اس کی اولاد نہ وہ کسی کی اولاد، نیز جب اس کے جوڑ کا کوئی نہیں تو جو رو یا بیٹا کہاں سے ہو

۵ لم یلد ولم یولد است ادا از قدم نے پدر دارد نہ فرزند و نہ علم

سورہ زمر میں ہے: لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَ مَا يَشَاءُ لَمَّا خَلَقَ مَا يَشَاءُ وَمَنْ يُشِمْنَ: اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کر لے تو جن لیتا
اپنی خلق میں سے جو کچھ چاہتا وہ پاک ہے، یعنی اگر بظہر ممال اللہ ارادہ کرتا کہ اسکی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی مخلوق ہی
میں سے کسی کو اس کام کے لئے چنتا کیونکہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایک خدا کے سوا جو کوئی چیز ہے سب اسی کی مخلوق ہے اب ظاہر ہے
کہ مخلوق اور خالق میں کسی درجہ میں بھی نوعی یا جنسی اشتراک نہیں پھر ایک دوسرے کا باپ یا بیٹا کیسے بن سکتا ہے اور جب تخلیق
و خالق میں رشتہ محال ہے تو اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی محال ہو گا، سورہ انعام میں ہے۔

يَخْلُقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ إِنَّ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَمَا كُنْ

نئی طرح پر بندنے والا آسمان اور زمین کا کیونکر ہو سکتا ہے اس کے بیٹا حالانکہ اس کے کوئی عورت نہیں۔

جس نے تنہا تمام آسمان و زمین بدون کسی نمونہ اور تو سب آلات وغیرہ کے ایسے انوکھے طرز پر پیدا کر لئے آج اسکو شرک کی اولاد
اصیٹے پوتے کا سہارا دھونڈنے کی کیا ضرورت؟ نیز اگر اس کے لئے اولاد قرار دجائے تو ان بچوں کی ماں کسے تجویز کریں گے
اور اس ماں کا تعلق خدا کے ساتھ کس قسم کا ہو گا (العیاذ باللہ)

قولہ و ما دم الخ جیسے سورہ نمل میں ہے وَجَعَلُوا لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَنَهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَآذَانُ بَشَرٍ لَمْ يَلْمِ بِالْإِنشَاءِ خَلْقٍ وَجَعَلَهُ
مُسَوِّدًا وَهُوَ كَلِيمٌ ۝ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِمْ ۝ اور پھر اتنے میں اللہ کے لئے بیٹیاں وہ اس سے پاک ہے اور اپنے لئے
جودل چاہتا ہے اور جب خوشخبری ملے ان میں کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے اس کا منہ سیاہ اور جی میں گھٹا رہے چھتا ہنصرے لوگوں سے مارے بلای
اس خوشخبری کے جو سنی، یعنی خود اپنے لئے بیٹیاں دئے جانے پر رضامند نہیں جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے، اور جب کسی کو خبر
دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت و غم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر ناخوشی سے چہرہ بے رونق رہے اور دل گھٹتا
رہے کہ یہ ناشدنی مصیبت کہاں سے سر پر آئی، اور رسمی ننگے عار کے تصور سے کہ لڑکی دندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑیگا لوگوں
کو منہ دکھانا نہیں چاہتا ادر ادر چھتا پھرتا ہے۔ (فوائد)

فجواب استبعاد الحشر والنشر اولا القياس على احياء الارض وما اشبه ذلك وتنقيح المناط
الذي هو شمول القدرة وامكان الاعداد وثانیا بیان موافقة اهل الكتب الالهية في

الاجابة

لغات ۱۔ استبعاد بعید سمجھا، حشر و نشر مرنے کے بعد زندہ ہونا، احياء زندگی دینا، تنقیح صاف کرنا، درست کرنا، مناط مدار
رٹکانے کی جگہ، شمول دن، عام ہونا شامل ہونا، اعادہ لوٹانا، اخبار خبر دینا۔

ترجمہ ۱۔ اور حشر و نشر کو مستبعد سمجھنے کا جواب اولاً تو زمین وغیرہ کی حیات پر قیاس اور مدار حشر و نشر کی تنقیح ہے جو کسی شئی کا
فقط تحت القدرة اور ممکن الاعادہ ہونا ہے، دوسرے ان امور کی خبر دینے میں اہل کتب الہیہ کی موافقت ہے۔
تشریح ۱۔ قولہ علی احياء الارض الخ جیسے سورہ حکم ۱۱۰ میں ہے۔

وَمِنْ آيَاتِكَ تُرَى الْاَرْضُ مِنْ غَائِبَةٍ يَآذَا اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ
اصْبَرَتْ وَرَبَّتْ اِنَّ الَّذِي اَخْبَا بِاَلْمُؤْتَى
ہم نے اس پر پانی تازہ ہوئی اور ابھری بے شک جس کو زندہ کیا
وہ زندہ کرے گا مردوں کو، یعنی زمین کو دیکھو بے چاری چپ چاپ، ذلیل و خوار، بوجھ میں دبی ہوئی پڑی رہتی ہے خشکی کے وقت
ہر طرف خاک اڑتی ہوئی نظر آتی ہے لیکن جہاں بارش کا ایک چھینٹا پڑا پھر اس کی تروتازگی، رونق اور ابھار قابل دید ہو جاتا
ہے، آخر یہ انقلاب کس کے دست قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے؟ جس خدا نے اس طرح مردہ زمین کو زندہ کیلئے کیا وہ مرے
ہوئے انسانوں کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

قولہ وما اشبه ذلك الخ جیسے سورہ عنکبوت میں ہے

اَوْ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ الْاَشْءَ اَخْلَقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ اِنَّ
ذَالِكَ عَلَى الْاَشْءِ لَيْسِرٌ ۝ كُلُّ شَيْءٍ وَّافِي الْاَرْضِ فَاَنْظُرُوا كَيْفَ
بَدَا اَخْلَقَ ثُمَّ اَنْشَأْ مِنْ شَيْءٍ الْاَنْثَى الْاُنْثَى ۝
کیا دیکھتے نہیں کیونکر شروع کرتا ہے الٰہ پیدا کرنا کو پھر اسکو
دہرائیگا الٰہ انساں ہے تو کہہ ملک میں پھر دیکھو کیونکر شروع
کیا ہے پیدا کرنا کو پھر الٰہ اٹھائیگا پھلا اٹھان۔

یعنی پہلے خود اپنی ذات میں غور کرو پہلے تم کچھ نہ تھے الٰہ نے تمکو پیدا کیا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دینگا نیز اپنی ذات
کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو کہ کیسی کبھی مخلوق خدا نے پیدا کی ہے اسی پر دوسری زندگی قیاس کر لو۔

قولہ وتنقيح المناط الخ یعنی ہم کہتے ہیں کہ معاد ثبوت امرین پر موقوف ہے امکان اعادہ پر اور شمول قدرت پر مادہ و دلوں
امراثابت ہیں تو پھر حشر و نشر میں کیا استعمال ہے، سورہ روم میں ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدُؤُ الْاَخْلَقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۝
اس پر یعنی قدرت الٰہی کے سامنے تو سب برابر ہیں لیکن تمہارے محسوسات کے اعتبار سے اول بار پیدا کرنے سے
دوسری بار دوبارہ آسان ہونا چاہیے پھر یہ عجیب بات ہے کہ اول پیدائش پر اسے قادر مانو اور دوسری مرتبہ پیدا
کرنے کو مستبعد سمجھو۔

آنکھ پیدا سا غن کارشش بود زندگی دادن چہ دشوارش بود

وَجَوَابُ اسْتِيعَادِ الرِّسَالَةِ اَوَّلُ الْبَيَانِ وَجُودِهَا فِي الْأَمَمِ الْمُتَقَدِّمَةِ "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
الْأَنْبِيَاءَ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِمْ وَيَقُولُ الْكَافِرِينَ كَفَرُوا أَلَسَتْ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَ
مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ" وَثَانِيًا دَفْعُ اسْتِيعَادِ بَيَانِ أَنَّ الرَّسَالَهَ هُنَا عَابَرُ الْوَحْيِ عَنْ الْوَحْيِ
قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحِي إِلَيَّ "وَلَتُفْسِرَ الْوَحْيَ بِمَا لَا يَكُونُ مَحَالًا وَمَا كَانَ لِنُبَشِّرَ أَنْ يَكَلِّمَهُ اللَّهُ
الْأَذِيَّةَ

لغات ۱۔ الائم جمع امۃ، رجال جمع رجل، نوحی ایما ووحی بھیجنا، مرسل بھیجا ہوا، رسول شہید گواہ، بشر انسان
ترجمہ ۱۔ اور استیعاد رسالت کا جواب اولایہ ہے کہ اس کا وجود ائم سابقہ میں بھی ہو چکا ہے "اور بتے بھیجیم نے تجھ سے پہلے
وہ سب مرد ہی تھے کہ وحی بھیجتے تھے ہم ان کو، کفار کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو تم اس کے جواب میں کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان
خدا گواہ ہے اور جس کے پاس آسمانی کتاب لکھا ہے : دوسرے ان کے استیعاد کو یہ کہہ کر رد کرنا کہ یہاں رسالت سے مراد
فقط وحی ہے اسے پیغمبر کہہ دو کہ میں مثل تمہارے انسان ہوں مگر یہ کہ تجھ پر وحی کی جاتی ہے" اور وحی ایسی غی ہے جو مال نہیں
ہے کسی انسان کی یہ مقدمہ نہیں کہ خدا اس کے ساتھ کلام کرے مگر بطور وحی کے۔

تشریح ۱۔ قولہ ومارسلنا الخ یعنی پہلے بھی ہم نے آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا، انبیاء سابقین ان ہی بستیوں کے
رہنے والے مرد تھے، پھر دیکھ لو ان کے جھٹلانے والوں کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔
قولہ قل کفی الخ یعنی تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ وہ لوگ جن کو قرآن کا علم اور اس کے حقائق کی خبر ہوئی ہے دل سے
گواہ ہیں کہ میں نے کچھ جھوٹ نہیں بنایا، نیز جنہیں پہلی کتب سادہ اور ان کی پیشین گوئیوں کی اطلاع ہے ان کے دل گواہی
دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ان پیشین گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سیکڑوں برس پیشتر حضرت
موسیٰ و عیسیٰ و سیدہ کے چکے تھے۔

قولہ وتفسیر الوحی الخ لغت میں وحی کے متعدد معانی ہیں ۱۔ اشارہ کرنا جیسے ایک شاہ کہتا ہے ۲۔

تری عینہا عینی فتعرف دھیہا وتعرف عینی ما بہ الوحی یرجع

۲۔ لکھنا۔ عیان کا شعر ہے۔ حتی نعام جدنا والساجی لقد کان وحادا الوحی

۳۔ خط۔ لبید کا شعر ہے۔ فذائع الوریان عوی زشمہا خلقا کما ضی الوحی مسلما

۴۔ حکم دینا۔ عیان کہتا ہے۔ وحی لها القرار فاستقرت شد بالراسیات الثبت

۵۔ چپا کر بات کہنا۔ ابو ذریب کہتا ہے ۶۔

وقال لها وقتا وحدث الیہ االا للشر انک ما نعیف

لیکن فروعیت اسلام کی اصطلاح میں وحی خاص اس ذریعہ نبی کا نام ہے جس کے ذریعہ غور و فکر، کسب و نظر، اور تجربہ استعمال
کے بغیر خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے فضل و لطف خاص سے کسی نبی کو کوئی علم حاصل ہوتا ہے پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
آپ پر وحی مختلف طریقوں سے نازل ہوتی تھی جن میں سے تین طریقے سورۃ ضوری کی اس آیت میں مذکور ہیں ۱۔

وَتَالْتَابِيَانِ عَدِمَ ظُهُورُ الْمَعْجَزَاتِ الَّتِي يَقْتَرِحُونَهَا لِلْمَصْلَحَةِ الْكَلِيَّةِ يَقْصُرُ عَنْهُمْ عَنِ ادْرَاكِهِ وَكَذَلِكَ
عَدِمَ مُوَافَقَةُ الْحَقِّ لَهُمْ فِي تَعْيِينِ شَخْصٍ يَقْتَرِحُونَ بِنُبُوَّتِهِ وَكَذَلِكَ لَمْ يَجْعَلِ الرَّسُولُ مَلَكًا وَ
لَمْ يُؤَخِّرْ إِلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَلَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا لِلْمَصْلَحَةِ الْكَلِيَّةِ وَلَمَّا كَانَ أَكْثَرُ مَنْ
بُعِثَ إِلَيْهِمْ مُشْرِكِينَ أَثْبَتَ هَذِهِ الْمَضَامِينِ فِي سُورٍ كَثِيرَةٍ بِأَسَالِبٍ مُتَعَدِّدَةٍ وَتَاكِيدَاتٍ بَلِيغَةٍ
وَلَوْ تَحَاشَى مِنْ أَعَادَتِهَا مَرَاتِبَ كَثِيرَةٌ نَعْمَ هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ تَكُونَ مَخَاطَبَةُ الْحَكِيمِ الْمَطْلُوقِ بِالنِّسْبَةِ
إِلَى هَؤُلَاءِ الْجَهْلَةِ وَالْكَلاهِ فِي مَقَابِلَةٍ هَؤُلَاءِ الشُّفَهَاءِ هَذَا التَّكْيِيدُ وَذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

لغات۔ یقرحون اقتراحتی سے اور بغیر کچھ بوجھ سوال کرنا، یقررک انقرأ چھوٹا ہونا، ادراک جاننا، سمجھنا، تنگ فرشتہ
یوحا ایما وحی بھیجا، سورج سورۃ اسباب جز اسلوب طریقہ، روش یتماش، پنا، دور رہنا جملہ جمع جاہل سفاه و جمع
سفہ جاہل، یوقون۔ ترجکما۔

تیسرے یہ بیان کر دینا کہ ان معجزات کا ظاہر نہ ہونا جن کی وہ منکر تھے ہیں ایک ایسی کلی مصلحت کی بنا پر ہے جس کے ادراک سے
ان لوگوں کا علم و فہم قاصر ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کا ایسے شخص کو نبی معین کرنے میں ان کی موافقت نہ کرنا جس کی پیغمبری کے وہ خواہشمند
ہیں اسی طرح فرشتہ کو پیغمبر نہ بنانا یا ان میں سے ہر کسی پر وحی نازل نہ کرنا یہ سب ایک مصلحت کلی کی بنا پر ہے۔ اور
چونکہ اکثر وہ لوگ جن کی طرف آپ کو مبعوث کیا گیا مشرک تھے اسلئے ان مضامین کو بہت سی سورتوں میں مختلف طریقوں اور
نہایت بلیغ تاکیدات کے ساتھ ثابت فرمایا اور ان باتوں کے بار بار اعادہ کرنے سے احتراز نہیں کیا بیشک حکیم مطلق کا خطاب
ان جاہلوں کیلئے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا اور ان بے عقلوں کے مقابلے میں انھیں شدید تاکیدات کی ضرورت تھی، یہ سادہ
ہے اس زبردست باخبر نے۔ تشریح۔ قولہ یقرحونہا الخ۔

حدیث میں ہے کہ اہل مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند نشانیاں طلب کیں مثلاً یہ کہ کوہ صفا کو سونا بنا دیجئے، یا پہاڑوں کو
ہمارے گرد و پیش سے ہٹا کر زراعت کے قابل زمین ہموار کر دیجئے، وغیر ذلک، ایسا کرو تو ہم آپ کو مان لیں گے اسکے جواب میں یہ
آیت نازل ہوئی جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ۔ اور ہم نے اسلئے موقوف کیں نشانیاں بھیجی کہ ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔
یعنی ایسے فرماؤں کی نشان دکھلا تا خدا تعالیٰ کو کچھ دشوار نہ تھا لیکن پہلے لوگوں کو ان کی فرمائش کے مطابق نشان دکھلائے گئے
تب بھی نہ مانے بلکہ کشتی میں اور ترقی کر گئے، آخر سنۃ اللہ کے موافق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل نیست و نابود کر دئے گئے
اب اگر تمہاری سب فرمائشیں پوری کر دی جائیں اور خدا کے علم میں ہے بلکہ تمہارے احوال سے بھی ظاہر ہے کہ تم پر بھی
ماننے والے نہیں تو سنۃ اللہ کے موافق اس کا نتیجہ وہی استیصال و اہلاک کلی ہونا چاہیے جو اس امت کے حق میں خلاف
مصلحت و حکمت ہے، خدا تعالیٰ کا ارادہ اس آخری امت کی نسبت یہ نہیں کہ گزشتہ اقوام و امم کی طرح عذاب مستاصل
بیج کر بالکل تباہ کیجائے (فوائد)

قوله فی تعیین شخص الا جیسے سورہ زخرف میں ہے۔

اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر
ان دونوں بستیوں میں کے

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ الْفُتْرَانُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقُرْآنِ عَظِيمٍ ۝

یعنی اگر قرآن کو اترا نہ ہوتا تو کہ یا طائفہ کے کسی بڑے سردار پر اترا ہوتا، یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ بڑے بڑے دولت مند سرداروں کو چھوڑ کر خدا نے منصب رسالت کے لئے ایک ایسے شخص کو چن لیا ہو جو ریاست و دولت کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا، و سیاق الجواب۔

قوله مَلَكًا الخ جیسے سورہ مؤمنون میں ان کا مطالبہ مذکور ہے۔

لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ الْكَافِرِينَ ۝ اگرا شہادتوں اور تائید فرشتے ہم نے نہیں سنا اپنے اگلے بابوں میں۔
یعنی خدا کسی کو رسول بنا کر بھیجتا تو کیا یہ ہی اس کام کے لئے رہ گیا تھا کوئی فرشتہ نہ بھیج سکتا تھا، سورہ انعام میں اس کی مصلحت اور حکمت بیان فرمادی ہے۔

لَوْ أَنزَلْنَاهُ لَفُتِحَ الْغُيُوبُ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّفُتِحَ الْغُيُوبُ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ رَجُلًا لَّفُتِحَ الْغُيُوبُ ۝ اگرم اتاریں فرشتہ تو طے ہو جائے قہر پھر انکو مہلت بھی نہ ملے اور اگرم رسول بنا کر بھیجتے کسی فرشتہ کو تو وہ بھی کسی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور انکو اسی مشابہ میں ڈالتے جمیں اب پڑ رہے ہیں۔

یعنی اگر فرشتہ اپنی اصل صورت میں آئے تو یہ لوگ ایک منٹ کے لئے بھی اس کا تحمل نہ کر سکیں اس کے رعب و ہیبت سے دم نکل جائے یہ صرف انبیاء و علیہم السلام ہی کا ظرف ہوتا ہے جو اصل صورت میں فرشتہ کی رویت کا تحمل کر سکتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں دو مرتبہ حضرت جبریلؑ کو اپنی اصل صورت میں دیکھا ہے اور کسی نبی کی نسبت ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں، اور اگر یہ فرمائش پوری کر دی جائے اور اس پر بھی نہ مانیں تو سنتہ اللہ کے موافق پھر قطعاً مہلت نہ دی جائے گی بلکہ عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دئے جائیں گے، اور اگر فرشتہ آدمی کی صورت میں بھیجا جائے کیونکہ اسی صورت میں جانست صوری کی بناء پر لوگ اس کے نمونہ اور تعلیم سے منتفع ہو سکتے ہیں لیکن اس تقدیر پر منکرین کے شبہات کا ازالہ نہیں ہو سکتا جو شاک و شبہات رسول کے بشر ہونے پر کرتے ہیں وہ ملک کے بصورت بشر آنے پر بھی بدستور کرتے رہیں گے (فوائد) قوله ولم یوح الا جیسے سورہ انعام میں ہے۔

قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ قُلُوبُنَا حَتَّىٰ نَأْتِيَكَ بِآيَاتٍ مِّنَ اللَّهِ مِثْلُ آيَاتِ الْآلِ الْأَوَّلِينَ ۝ اگرتو ہمیں کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جائے ہم کو جیسا کہ دیا گیا ہے اللہ کے رسولوں کو، اللہ خوب جانتا ہے اس موقعہ کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام۔

یعنی یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغامبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الہیہ کا حامل بن سکے، یہ نہ کوئی کسبی چیز ہے کہ دعا یا ریا یا ضن یا دیوی جاہ و دولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے اور نہ ہر کس و ناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جاسکتا ہے (فوائد)

وكان اليهود قد آمنوا بالتوراة

ترجمہ: اور یہودی تورات پر ایمان رکھتے تھے۔

تشریح:۔ قولہ بالتوراة الخ اہل کتاب اپنی کتابوں کو دوسروں کی طرف منقسم کرتے ہیں، قسم اول میں وہ کتابیں ہیں جنکی بابت ان کا دعویٰ ہے کہ یہ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے انبیاء کے واسطے سے ملی ہیں، قسم دوم میں وہ کتابیں ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے بعد بذریعہ الہام لکھی گئی ہیں، پس قسم اول کی جملہ کتب کو عہد عتیق اور قسم ثانی کی جملہ کتب کو عہد جدید کی کتابیں کہتے ہیں اور ان دونوں عہدوں کی کتابوں کے مجموعہ کو بیبل کہتے ہیں جو یونانی لفظ بمعنی کتاب ہے۔ پھر ان میں سے ہر عہد کی کتابوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جنکی صحت پر جمہور قدما مسیحین کا اتفاق ہے، دوم وہ جس میں ان کی صحت مختلف فیہ ہے عہد عتیق کی قسم اول میں (۳۸) کتابیں ہیں جن میں سے سفر التکوین، سفر الخروج، سفر اللاجبار، سفر العدد، سفر الاستغناء، پانچ کتابوں کے مجموعہ کو توراة کہتے ہیں جو عبرانی لفظ بمعنی تعلیم و شریعت ہے۔ یہ اڑتیس کتابیں جمہور قدما مسیحین کے نزدیک تو مسلم تھیں مگر سامری لوگ ان میں سے پانچ مذکورہ کتب اور کتاب یوسف بن لون اور کتاب القضا صرف سات کتابوں کو تسلیم کرتے تھے، عہد عتیق کی قسم دوم میں ۱۰ کتابیں ہیں، اور عہد جدید کی قسم اول میں بیس کتابیں ہیں جن میں سے انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، اور انجیل یوحنا کو اناجیل اربعہ کہتے ہیں۔ اور عہد جدید کی قسم دوم میں سات کتابیں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلام الہی الہام ہوا تھا وہ کوہ طور پر ہوا دیگر مقامات پر اصل توریت وہی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور اسکے برحق ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد تک بنی اسرائیل میں رہی، کسی خاص دن میں لوگ اس کو پڑھتے اور اس کا وعظ بھی سنتے تھے، اسکو حضرت موسیٰؑ نے صندوق شہادت میں رکھ دیا تھا جیسا کہ توریت سفر استغناء کے اکتیسویں باب کے چوبیسویں جملہ میں ہے۔ شاہ یہود زنجام کے عہد میں جب شاہ مصر سیتق نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی تو اس حادثہ میں یہ کتاب اور صندوق غارت ہو گیا، مگر اول کتاب اسلاطین کے باب ہشتم و درس نہم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت سلیمانؑ کے عہد سے پہلے ہی جاتی رہی تھی اور عہد یوسیاہ تک جو حضرت مسیحؑ سے تخمیناً (۶۲۴) برس پہلے تھا توریت کا کس پتہ نہ تھا یہاں تک کہ اس کے عہد میں اٹھارویں سال خلقیہ ہزار کا ہن نے دعویٰ کیا کہ میں نے خداوند کے گھر میں توریت کتاب پائی ہے، مگر سخت لہر کے حادثے میں یہ بھی دنیا سے معدوم ہو گئی پھر ستر برس بعد حضرت عزیر و دیگر انبیاء نے احکام شریعت و دستورات عبادت اور بعض روایات کو اپنی یادداشت سے لکھا جو انٹیکس ابی فلیس کے حادثہ میں نذر آتش کر دیا گیا، اس کے بعد یہودہ مقابیس نے سنہ عیسوی سے تقریباً (۱۶۵) برس پہلے حضرت عزیر کی طرح یادداشت پر عہد عتیق کی نقل جمع کی جو حضرت مسیح کے عہد تک پہنچے ان کے بعد تک توریت سمجھا جاتا رہا اور یہ صرف ایک ہی نسخہ تھا جو بیت المقدس میں دھرا رہتا تھا۔

وكانت ضلالاً لهم تحريف احكام التوراة تحريفاً لفظياً او معنوياً وكمثالاً اياتها والحاق ما ليس منها بها افتراء منهم وتساخلاً في اقامة احكامها ومبالغة في التعصب بمذاهبهم واستبعاد رسالته نبينا صلى الله عليه وسلم وسوء الادب والطعن بالنسبة اليه صلى الله عليه وسلم بل بالنسبة الى خضره الحق تبارك وتعالى ايضا وابتلاء هم بالفضل والحرم وغير ذلك.

لغات ۱۔ مثلاً گری، کتمان چپانا، افتراء جھوٹ باندھنا، سستی برتنا، سوء الادب گستاخی۔ الطعن میں پھگانا
ابنخل کجوسی، التحرم لایح۔

ترجمہ

اور ان کی بے باقی احکام توریت میں عام تحریف لفظی یا معنوی تھی اور بعض آیات کو چپانا اور یہ افتراء پر دانی کہ جو احکام اس میں نہ تھے اس میں ملانا اہلس کے احکام کی پابندی میں سستی برتنا اور تعصب مذہبی میں شدت اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مستبعد سمجھنا اور بے ادبی و طعنہ زنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خداوند تعالیٰ کی شان میں بھی اہل ان کا بخل و حرص، میں مبتلا ہونا وغیرہ

تشریح

قولہ تحریف احکام التوراة الی جیسے سورہ مائدہ میں ہے۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ
پھیرنے میں کلام کو اسکے ٹھکانے سے اور بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی۔ یعنی خدا کے کلام میں تحریف کرتے ہیں کسی اس کے الفاظ میں کہیں مٹی میں کہیں تلاوت میں تحریف کی یہ سب اقسام قرآن کریم اور کتب حدیث میں بیان کی گئی ہیں جس کا قدرے اعتراف آج کل بعض یورپین عیسائیوں کو بھی کرنا پڑا ہے (فوائد) مجھ تک کب اسکی نرم میں آیا تھا ہمارے پاسانی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں۔

قولہ وکتمان آیاتہا الخ چنانچہ سورہ آل عمران میں ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ اَلَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ اَلْعَهْدَ اَنَّا لَا نَكْفُرُ بِهِ فَنَسُوهُ فَاُولَٰئِكَ لَئِيْلًا
اور جب اللہ نے عہد لیا کتابتالوں سے کہ اسکو بیان کر دگے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے پھر پھینک دیا انھوں نے وہ عہد پانی پیٹھ کے پچھلے اور

خرید گیا اس کے بدلے تھوڑا سا مول، یعنی علماء اہل کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات کتاب اللہ میں ہیں انھیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور کوئی بات نہیں چھپائیں گے نہ ہیر پھیر کر کے ان کے معنی بدلیں گے، مگر انھوں نے ذرہ برابر پردہ نہ کی اور دنیا کے نفع کی خاطر سب عہد و پیمان توڑ کر احکام شریعت بدل ڈالے، آیات اللہ میں لفظی و معنوی تحریفات کیں (فوائد)

عہ الترجمة العیجیہ مقام ہذا الجملة هكذا "والتساہل فی اقامة احکامها والمبالغة فی التعصب اھ" فہذا ایضاً فی عدد منہا لتہم و لیس عطفاً علی "افتراء" ۱۳ عون

قوله انما انزلنا منہم الخ جیسے سورہ الاعراف میں ہے :-

ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ
بِذَلِكَ الدُّنْيَا وَيَقُولُونَ سَيُخْفَرُونَ وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِنْ رَبِّهِمْ
يَأْخُذُوهُ أَلَمْ يُؤْخَذْ لَهُمْ عَرَضٌ الْكِتَابُ أَنْ يَأْخُذُوا
عَلَى الشِّرْكِ إِلَّا الْخَمِيْزَ وَذَرَوْا آيَاتِنَا

پھر انکے پیچھے آئے ناخلف جو وارث بنے کتاب کے لیتے ہیں
اسباب اس ادنیٰ زندگی کا اور کہتے ہیں کہ ہر کو معاف ہو جائیگا
اور اگر ایسا ہی اسباب ان کے سامنے پھر آئے تو اسکو لے لیں کیا
ان سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا کہ نہ بولیں اللہ رسوا حق کے اور انھوں

نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے، یعنی انگوں میں تو کچھ مانعین بھی تھے پچھلے ایسے ناخلف ہوئے کہ جس کتاب (توریت) کے وارث و حامل
بنے تھے، دنیا کا تھوڑا سا سامان لیکر اسکی آیات میں تحریف و کتمان کرنے لگے اور رشتوں میں لیکر احکام توریت کے خلاف فیصلے دینے لگے توریت
میں جو عہد دیا گیا تھا کہ خدا کی طرف سے کسے کو کسی چیز کی نسبت نہ کریں، کیا وہ انھیں معلوم نہیں جو اس کی کتاب اور احکام میں قطع و
برید کر کے اس پر افراڈ کرنے لگے حالانکہ کتاب اللہ (توریت) کو یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اسکا
مضمون انھیں معلوم نہیں یا یاد نہیں رہا، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی فانی متاع کے عوض انھوں نے دین و ایمان بیچ ڈالا (فوالہ)
(فانہ) علامہ شامی نے نقل کیا ہے کہ ابواسمن منابغی ایک دن قاضی ابواسحاق سے پوچھا، آخر اس کا کیا سبب ہے کہ اہل توراۃ
کو توریت کی تحریف پر قدرت حاصل ہوگئی لیکن قرآن کی تحریف پر کسی کو قدرت نہ ہوئی؟ قاضی نے جواب دیا: اہل توراۃ کے حق
میں اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا كِتَابَ اللَّهِ“ اس سبب سے کہ ان پر خدا کی کتاب کی حفاظت کا بوجھ
ڈالا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ نہیں لی بلکہ اسکو خود اہل توراۃ کے سپرد
کر دیا تھا، اس کے بالمقابل قرآن کے بارے میں ارشاد ہے ”إِنَّا نَحْنُ نُحَافِظُ كِتَابَ اللَّهِ“ اس سبب سے کہ ان پر خدا کی کتاب کی حفاظت کا بوجھ
ہی انکا ہے اور ہم خود ہی اسکی حفاظت کریں گے، یہ فرق ہے کہ قرآن کی تحریف پر کسی کو دسترس حال نہیں ہوئی۔

قوله وسور الادب الخ جیسے سورہ النساء میں ہے :-

يَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَارْجِعْ مُصْنَعَهُ وَارْجِعْ أَلْيَا
بِأَسْنَتِهِمْ وَلَعْنًا فِي الدُّنْيَا

کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور کہتے ہیں کہ سن نہ سنا یا جیو اہل کہتے
ہیں راجعاً موڑ کر اپنی زبان کو ادیب لگانے کو دین میں

یعنی ایسے کلام بولتے ہیں جس کے دو معنی ہوں دعا اور بددعا چنانچہ یہ کلام بظاہر دعا و خیر ہے مطلب یہ ہے کہ تو ہمیشہ غالب اور
مغزرب ہے کوئی تجھ کو بُری اور خلاف بات نہ سن سکے اور دل میں یہ رکھتے تھے کہ تو بہرا ہو جائیو، اسی طرح راجعاً کے دو معنی ہیں۔
ایک یہ کہ ہماری رعایت کرو اور ایک یہ کہ تو ہمارا چردا ہا ہے اور انھی نیت ہی ہوتی تھی (لَعْنًا بِاللَّهِ)

قوله الى حفرة الحق الخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اہل کتاب کے قلوب انکی شرارت، کفر و طغیان، بدکاری
حرامخوری وغیرہ کی مہارت سے اس قدر سخت ہو گئے تھے کہ بارگاہ ربوبیت میں گستاخی کرنے سے بھی انکو کچھ باک نہ ہوتا تھا۔ خلافت
قدس کا رتبہ رکھے یہاں ایک معمولی انسان کی حیثیت سے زیادہ نہ رہا تھا، حق تعالیٰ کی جانب سے بے تکلف ایسے وہابی تباہی کلمات
بک دیتے تھے کہ جنہیں سنکر انسان کے روتے ٹکڑے ہو جاتے۔ کبھی کہتے ”ان الشرفیر و نحن اغنیاء“ کبھی کہتے :-

يَا لَشَرِّ مَغْلُوبَةٍ“ خدا کا ہاتھ بند ہو گیا۔ العياذ باللہ

أما التحريف اللفظي فانهم كانوا يركبونه في ترجمة التوراة وأمثالها لاني اصل التوراة هذا هو الحق عند الفقير وهو قول ابن عباس ر

ترجمہ۔ بہر حال تحریف لفظی سو دہ یہودی توریت کے ترجمہ وغیرہ میں کیا کرتے تھے نہ کہ اصل توریت میں، فقیر (یعنی صاحب کتاب) کے نزدیک یہی حق ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔ تشریح

قوله اما التحريف اللفظي التحريف في دوسوں میں لفظی اور معنوی، لفظی کی تین صورتیں ہیں: تحریف بتبدیل الفاظ، تحریف بزيادة لفظ اور تحریف بالنقصان، جمہور علماء کے نزدیک کتب سادیہ میں ہر قسم کی تحریف واقع ہوئی ہے البتہ شاہ صاحب کے نزدیک توراة میں لفظی تحریف نہیں بلکہ صرف معنوی تحریف ہے، موصوف نے حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول بتایا ہے جس کو مفسرین نے آیت بقرہ "وقد كان فريق منهم يسمعون كلام الله ثم يحرفونه من بعد ما عقلوه وهم يعلمون" کے ذیل میں ذکر کیا ہے چنانچہ علامہ آلوسی صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: "يسمعون التوراة ويؤيدونها تاويلًا فاسدًا حسب اغراضهم والى ذلك ذهب ابن عباسؓ والجمهور على ان تحريفها بتبديل كلام من تلقاها" لیکن عام علماء کے نزدیک اس آیت کا تعلق تحریف توریت سے نہیں بلکہ فریق سے مراد وہ لوگ ہیں جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام الہی سننے کے لئے گئے تھے انھوں نے وہاں سے آکر یہ تحریف کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تمام کلام کے آخر میں ہم نے یہ بھی سنا "ان استعظم ان تفعلوا هذه الاشياء فافعلوا وان شئتم فلا تفعلوا" کہ اگر کر سکو تو ان احکام کو کر لینا ورنہ ان کے ترک کا بھی تم کو اختیار ہے، پس یہاں تحریف بتاویل فاسد ہے، رہا تحریف توریت کا مسئلہ سو اس سے بحث ان دو آیتوں میں ہے جو سورہ مائدہ کی ہیں یعنی: "ومن الذين يادوا سمعون للكذب ثم يسمعون لعمى آخري لم ياتوا بحرفون الكلم من بعد مواضعه" اور "بما نقضهم ميثاقهم لعنتهم وجعلنا قلوبهم فتنية يحرفون الكلم عن مواضعه" اور یہاں مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ کا قول ذکر نہیں کیا البتہ امام بخاریؒ نے باب قول الله تعالى "بما هو قرآن مجيد في لوح محفوظ" میں ذکر کیا ہے "عن ابن عباسؓ، يحرفون بزيادة وليس احد يزيل لفظ كتاب من كتب الله ولكنهم يحرفونه بتاويله على غير تاويله" تو ممکن ہے صاحب کتاب نے اس سے حضرت ابن عباسؓ کا مذہب سمجھا ہو، لیکن اس سے ان کے مذہب پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ عبارت اس سلسلہ میں نص صریح نہیں چنانچہ محشی نے تصریح کی ہے کہ "ولیس احمد یزیل اھ" امام بخاری کا کلام ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ہی کے کلام سے ہو، دوسرے یہ کہ یہ عبارت حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کے عارض ہے جس کو امام بخاریؒ نے کتاب الشہادۃ میں "باب الیسئل اهل الشرك عن الشهادة وغيره" کے ذیل میں ذکر کیا ہے یعنی "وقد صدقتم الشان اهل الكتاب بدلو ما كتب الله وغيره" و ابی یسیم انکت نقیالوا من عند الله بشهادة و ابی ثناء قلیلا۔ اسے بقول حضرت علامہ کشمیریؒ یہاں جانا کہ حضرت ابن عباسؓ کا مقدمہ کہ اہل کتاب قصداً تحریف نہیں کرتے تھے بلکہ صورت یہ تھی کہ اسلامیانی فہم کے مطابق توراة کی مرالکھ لیتے تھے بعد ازاں یواہوں نے اس کو نفس توریت میں داخل کر دیا اس طریق سے وہ تفسیر توریت کیسا کہ مخلوط ہو گئی، ورنہ تحریف لفظی و معنوی کے وقوع کا مسئلہ تو اتنا ظاہر ہے کہ آج کل بعض یونین مسائیوں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اپنی کتاب "اظہار الحق" میں ایک سو امثلہ پیش کر کے تحریف لفظی کے وقوع کو ثابت کیا ہے۔ (محمد حنیف گنگوہی)

والتحریف المعنوی تاویل فاسد مجمل الایۃ علی غیر معناها بلحکمہ والحراف عن الصراط المستقیم
 فمن جملة ذلك انه قد بُتِنَ الفرق بين المتدينين الفاسق والكافر المجاهد في كل مسألة
 وأثبت العذاب الشديد والخلود للكافر وجوز خروج الفاسق من النار بشفاعة
 الانبياء وأظهر في تقرير هذا المعنى اسم المتدينين في كل مسألة بتلك الملة فأثبت
 في التوسل هذه المنزلة لليهودي والعبري وفي الانجيل للنصراني وفي القران
 العظيم للمسلمين ومناط الحكم الايمان بالله واليوم الآخر والالتقاء للنبي بعن الله
 والعمل بفرائض الملة واجتناب المنهيات من تلك الملة لخصوص فرقة من الفرق لذاتها

لغالب حکم بغیر دہ ظاہر ہوئے اپنی رائے سفید کرنا، انحراف روگردانی، مراعات مستقیم سیدھا، متدین وین
 اختیار کرنے والا فاسق بدکار، جاحد انکار کرنے والا، خلود ہمیشگی، عبری قدیم یہودی، مناط مدار، القیاد تابعدار
 ہونا، فروتنی کرنا، شرائع جمع شرعیہ طریقہ، الشر کے مقرر کئے ہوئے احکام، اجتناب بچنا، پرہیز کرنا، منہیات شرعیات کے
 منوعات فرق جمع فرقہ گروہ، جماعت۔ ترجیحاً

اور تحریف معنوی تاویل فاسد کا نام ہے یعنی سینہ زوری اور راہ مستقیم سے ہٹ کر کسی آیت کو اس کے اصل معنی کے خلاف
 پر عمل کرنا، اسکی ایک مثال یہ ہے کہ ہر مذہب میں دیندار فاسق اور منکر مذہب کافر کے درمیان فرق بیان کیا گیا
 ہے مثلاً کافر کے لئے ثابت مانا گیا ہے کہ وہ عذاب شدید میں ہمیشہ مبتلا رہے گا اور فاسق کے لئے جائز
 رکھا گیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکالا جائیگا اور ظاہر کیا گیا ہے
 اس معنی کی تقریر میں ہر مذہب کے اندر اس مذہب کے پیروکار نام مثلاً ثابت کیا گیا ہے تو ریت میں یہ مرتبہ
 یہودی اور عبری کے لئے اور انجیل میں نصرانی کے لئے اور قرآن عظیم میں مسلمانوں کے لئے، اور اس حکم
 کا مدار فقط خدا تعالیٰ اور مشر پر ایمان لانے، اور اس رسول کی جو ان میں مبعوث کیا گیا ہو تابعداری اور
 مشروعات مذہبی پر عمل کرنے اور منہیات سے اجتناب کرنے پر ہے جس میں کسی فرقہ کی ذاتی خصوصیت نہیں۔

تشریح۔ قولہ ومناط الحكم الايمان بالله واليوم الآخر والالتقاء للنبي بعن الله
 وَتَدْرَأْتُهُمْ أَكْفَأُوا النُّورَةَ وَالْأَنْبِيَاءَ وَمَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ مِنْ
 رَبِّهِمْ لَا يَكُونُ مِنْ فَوْقِهِمْ دَمْنٌ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ
 اگر وہ قائم رکھتے تو ریت اور انجیل کو اور اسکو جو کہ نازل ہوا ان
 پر ان کے رب کی طرف سے تو کھانے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں
 کے نیچے سے۔

نے صاف طور سے بتایا ہے کہ اگر اہل توریت احکام توریت پر اور اہل انجیل احکام انجیل پر عمل پیرا رہتے تو ہم
 ارضی و سماوی برکات سے ان کو مستیع کیا جاتا اور ذلت بد حالی اور ضیق عیش کی جو سزا ان کے عصیان و نرد پر
 دی گئی تھی وہ اٹھال جاتی۔

فَقَسِبَ الْيَهُودُ أَنَّ الْيَهُودِيَّ وَالْعِبْرِيَّ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ وَتَنْفَعُهُ شَفَاعَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَالُوا
لَنْ تَمْتَنَّا النَّارَ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً وَلَوْ لَمْ يَتَحَقَّقْ مَنَاطُ الْحُكْمِ وَلَوْ كَانَ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ بِوَجْهِ غَيْرِ
مَحْمُودٍ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَقٌّ مِنَ الْإِيمَانِ بِالْآخِرَةِ وَبِرِسَالَةِ النَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ إِلَيْهِ وَهَذَا غُلْظُ
صِرْفٍ وَحَمْلٍ مَحْضٍ وَلَمَّا كَانَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ مُهَامِنًا عَلَى الْكُتُبِ السَّالِفَةِ وَمُتَمِّنًا الْمَوَاضِعَ الْإِشْكَالِ
فِيهَا كَشَفَ الْغَطَاءَ عَنْ هَذِهِ الشَّبْهَةِ عَلَى وَجْهِ الْقَوْلِ بِأَنَّ كُتُبَ سَيِّئَةٍ وَأَحَاطَتْ بِهِ
خَطِيئَتُهُ فَأُذِنَتْ أَصْعَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

لغاب حسب (س) گمان کرنا، محدودہ گئے چنے مناط، بار خط نصیب، حصہ مرتب خالص، مہینا نگہبان، حاکم
سابقہ سابقہ مہین وائے طور پر بیان کرنے والا۔ غطاء پردہ۔ سیئہ برائی۔
ترجیہ :- با ایں ہم یہودی لوگ گناہ کر بیٹھے کہ جو شخص یہودی یا عبری ہو گا وہ فرد جنت میں داخل ہوگا اور انبیاء کی شفاعت
اس کو لے دیگی، اور کہتے تھے کہ ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند روز گئے چنے، گو مار حکم متحقق نہ ہو اور گو خدا تعالیٰ پر
ایمان صحیح طریقہ سے نہ ہو اور آخرت اور اس رسول کی رسالت پر جو ان کے پاس بھیجا گیا ہے ایمان کا کچھ حصہ
بھی اسکو حاصل نہ ہو حالانکہ یہ بعض غلط اور خالص جہالت ہے، اور چونکہ قرآن عظیم تمام کتب سابقہ کا مافظ اور
ان کے اشکالات کو داغ لگات کرنے والا ہے اسلئے اس نے اس شبہ کو بھی پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے
”ہاں جس نے بدی کرائی اور اس کی خطاؤں نے اسکو گھیر لیا تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ اس میں
رہیں گے۔“ تشریح :-

قولہ حسب اليهود الخ یہود کہتے تھے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائیگا اور ہم کو عذاب نہ ہو اور اگر بالفرض ہو
بھی تو ہر چند روز یعنی سات دن کیونکہ ان کا نظریہ تھا کہ دنیا کی کل مدت سات ہزار دن ہے تو ہم کو ہر ہزار کے بدلے ایک
دن عذاب ہوگا، یا چالیس دن جتنے روز پھرٹے کی پوجا کی تھی، یا چالیس سال جتنی مدت وادی تیرہ میں سرگرداں
رہے تھے، اور بعض نے کہا کہ ہر ایک جتنی مدت دنیا میں زندہ رہا۔

قولہ مہینا الخ مہین کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں۔ امین، غائب، حاکم، مافظ و نگہبان اور ہر معنی کے اعتبار سے
قرآن کریم کا کتب سابقہ کیلئے مہین ہونا صحیح ہے، خدا کی جو امانت تو ریت و انجیل و غیرہ کتب سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی
وہ مع شئی زائد قرآن میں محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی، اور جو بعض فروعی چیزیں ان کتابوں میں اس زمانہ
یا ان مخصوص مطالبین کے حسب حال تھیں ان کو قرآن نے منسوخ کر دیا اور جو حقائق ناقص تھے ان کی پوری تکمیل فرمادی
ہے اور جو حصہ اس وقت کے اعتبار سے غیر ہم تھا اسے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ (فوائد)

قولہ ہاں من کسب الخ یعنی یہ بات غلط ہے کہ یہودی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہ رہیں گے کیونکہ حکود فی النار اور حکود فی الجنة کا اندک کلمہ یہ
کہ جبکہ گناہ اسکو محیط ہوں (یعنی کافر) وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور مومن صالح ہمیشہ جنت میں رہیگا اس کو سورہ نساء کی اس آیت
میں اللہ صراحت سے بیان فرمایا ہے (باقی برص ۵۷)

ومن جملة ذلك انه قد بين في كل ملة احكاماً تناسب مصالح ذلك العصر وقد سلك في التشريع مسلك عادات القوم وامر بالآخذ بها وادامة الاعتقاد والعمل عليها تأكيداً يَحْصُرُ الْحَقِيقَةُ فِيهَا وَالْمِرَادُ أَنَّ الْحَقِيقَةَ مُحْصُورَةٌ فِي ذَلِكَ الْعَصْرِ وَذَلِكَ الزَّمَانُ وَالْمِرَادُ هُنَاكَ الْإِدَامَةُ الظَّاهِرِيَّةُ لَا الْإِدَامَةُ الْحَقِيقِيَّةُ يَعْنِي مَا لَمْ يَأْتِ نَبِيٌّ آخَرٌ وَلَمْ يَكْشِفِ الْغَطَاءُ عَنْ وَجْهِ النُّبُوَّةِ وَهُمْ حَمَلُوا ذَلِكَ عَلَى اسْتِمَالَةِ نَسَبِ الْيَهُودِيَّةِ وَمَعْنَى وَصِيَّةِ الْكَذْبِ بِتِلْكَ الْمِلَّةِ فِي الْحَقِيقَةِ وَصِيَّتُهُ بِالْإِيمَانِ وَالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَلَمْ تَعْتَبَرْ خُصُوصِيَّةُ تِلْكَ الْمِلَّةِ لِذَاتِهَا وَهَؤُلَاءِ عَتَبُوا وَالْخُصُوصِيَّةَ فَظَنُّوا أَنَّ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَصَّى أَوْلَادَهُ بِالْيَهُودِيَّةِ

لغات ۱۔ مصالح جمع معلمت، مسلک طریق، ادامتہ ہمیشہ کرنا، محصورہ گھری ہوئی، غطاء پردہ ترجمہ ۱۔ ازاں جملہ یہ ہے کہ بیان کئے ہیں ہر مذہب میں وہ احکام جو مناسب ہوں اس زمانہ کے مصالح کے اور شرعی قانون بنانے میں لحاظ رکھا ہے اقوام کی عادات کا اور حکم کیا ہے نہایت تاکید کے ساتھ ان کے اتباع اور ان پر ہمیشہ عمل کرنے اور اعتقاد رکھنے کا اتنی تاکید کے ساتھ کہ منحصر ہو گئی حقیقت انہیں میں لیکن غرض اس میں یہ ہے کہ ان اعمال میں اسی زمانہ کے لحاظ سے حق منحصر ہے غرض دوام ظاہری مراد ہے نہ کہ دوام حقیقی یعنی مراد یہ تھی کہ تا دقتیکہ دوسرے نبی مبعوث نہ ہو اور اس کے چہرہ نبوت سے پردہ خفا نہ اٹھ جائے مگر انہوں نے اسکو یہودیت کے ناقابل نسخ ہونے پر محمول کر لیا، اور درحقیقت اتباع یہودیت کی وصیت کے یہ معنی تھے کہ ایمان اور نیک اعمال کا التزام کیا جائے اور اس مذہب کی کوئی ذاتی خصوصیت ہرگز معتبر نہیں ہے لیکن ان لوگوں نے خصوصیت کا اعتبار کر کے یہ گمان کر لیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہودیت ہی کی وصیت فرمائی ہے۔

تشریح ۱۔ قولہ وصیتہ بالایمان الخ یعنی یہود کا یہ کہنا کہ حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو یہودیت کی وصیت کی تھی یہ غلط ہے انکی وصیت تو وہ تھی جو سورہ بقرہ کی اس آیت میں ہے۔
وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ بَنِيَهُ إِنَّ اللَّهَ اشْفَى لَكُمْ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُوا مِنْ الْأَدْوَانِ
ہیں وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی کرائے بیٹوں بیشک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین سوئم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

(بقیہ ملاہ) لیس بامانتیکم وَلَا أَمَانِيْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ تَكُنْ سُوْرَةُ تَجْزِيْہِ یعنی نجات ادشاب کسی کی اسید اور خیال پر موقوف نہ ہو نہیں بوجہ بڑا کر گیا کچھ داجا گیا کون ہوا اللہ کے مذاک کے وقت کسی کی حمایت کام نہیں آسکتی اللہ جو کچھ دے وہی چھوڑے تو چھوڑے

۵ قیامت کہ بازار نہیں ہونہند : منازل باعمال نیکی کو نہند
بفاعت پند انکہ آری بری : اگر مفلسی شرمساری بری
کے را کہ حسن عمل بیشتر : بدگاہ حق منزلت بیشتر (سعدی)

وَمِنْ جَمَلَةِ ذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ شَرَّفَ الْأَنْبِيَاءَ وَتَابِعَهُمْ فِي كُلِّ مَلَّةٍ بِلِقَابِ الْمُقَرَّبِ وَالْمَحْبُوبِ وَذَمَّ الَّذِينَ يُنْكِرُونَ الْمِلَّةَ بِصِفَةِ الْمُبْغُوضِ وَقَدْ وَفَّقَ التَّكَلُّمُ فِي هَذَا الْبَابِ بِلَفْظِ مَشَائِعٍ فِي كُلِّ قَوْمٍ فَلَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ قَدْ ذُكِرَ لَفْظُ الْأَبْنَاءِ مَقَامَ الْمَحْبُوبِينَ فَطَنَّ الْيَهُودُ أَنَّ ذَلِكَ الشَّرِيفَ دَامَرَ مَعَ اسْمِ الْيَهُودِيِّ وَالْعِبْرِيِّ وَالْإِسْرَائِيلِيِّ وَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ دَامَرَ عَلَى صِفَةِ الْإِنْقِيَادِ وَالْخُضُوعِ وَتَمْشِيَةِ مَا أَرَادَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِبَعْثَةِ الْأَنْبِيَاءِ لَا غَيْرَ وَكَانَ إِرْتِكَازٌ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ فِي خَوَالِطِهِمْ كَثِيرٌ مِنَ التَّوِيلَاتِ الْفَاسِدَةِ الْمَأْخُودَةِ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَجْدَادِهِمْ فَازَالَ الْقُرْآنُ هَذِهِ الشُّبُهَاتِ عَلَى وَجْهِ أَتَمِّهِ

لغات: ۱۔ تابعیہم تابع کی جمع ہے اصل میں تابعین تھانوں امانت کی وجہ سے گر گیا۔ ذمہ دار، برائی بیان کرنا مبغوض نفرت کیا گیا، انقیاد تابعداری خضوع فروتنی، تمشیہ چلنا چلانا، ارتکاز تکیا اپنی جگہ میں برقرار رہنا خواہر جمع خاطر یعنی دل، اجداد جمع جدادا۔

ترجمہ

اذاً جملہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر ملت میں انبیاء اور ان کے متبعین کو مقرب اور محبوب کا خطاب عطا کیا ہے اور منکرین ملت کو صفت مبغوض کیا ہے یاد فرمایا ہے اور ان خطابات میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو ہر قوم میں شائع تھے تو کچھ تعجب نہیں کہ محبوب کے بجائے لفظ ابن ذکر کیا ہو، اس سے یہودیوں نے یہ گمان کر لیا کہ یہ عزت صرف یہودی و عبری اور اسرائیلی کے ناموں کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس سے کمال اتباع خضوع اور انبیاء کی بنائی ہوئی سیاحی راہ پر چلنے کے سوا اور کچھ مراد نہیں، اسی طرح کی اور بہت سی فاسد تاویلات ان کے قلوب میں راسخ ہو گئی تھیں جو وہ اپنے باپ دادوں سے لئے چلے آ رہے تھے۔ قرآن مجید نے ان شبہات کو پوری طرح رفع کر دیا ہے۔

تشریح: ۱۔ قولہ قد ذکر لفظ الابناء الخ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی ایک جماعت کو دین اسلام کی دعوت دی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے کہا، کیف تخوفناہ ونحن ابناؤ اللہ واجباؤہ؟ آپ ہمیں اللہ کے عذاب سے کیوں ڈراتے ہیں؟ ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

ممکن ہے وہ اپنے کو بیٹے اسلئے کہتے ہوں کہ ان کی بائبل میں خدا نے اسرائیل رعیوب علیہ السلام کو اپنا پہلو تابیٹا اور اپنے کو اس کا باپ کہا ہے، نیز کتاب الاستثناء کے باب ۱۲ کی پہلی آیت اور باب ۱۳ کی آٹھویں آیت میں، اور کتاب ہوشع کے باب اول کی دسویں آیت میں جمیع بنو اسرائیل پر "ابناؤ اللہ" کا اطلاق آیا، اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ مانتے ہیں نیز کہتے ہیں کہ نصاریٰ نے انجیل میں حضرت مسیح کا یہ قول پڑھا ہے "انی ذاہب الی ابی وایکم" ان اطلاق کی وجہ سے یہود اس بات کے مدعی تھے کہ ہم کو ماری خلقت پر فضل و مزیت اور شرف حاصل ہے۔

قولہ فطن الیہود الخ قرآن کریم نے یہود کے دعویٰ "نحن ابناؤ اللہ واجباؤہ" کی صاف الفاظ میں تردید کی ہے چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ

قُلْ لِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خُلِقَ
جو کچھ کسی مخلوق کا حقیقہ خدا بن، بشر ہو، نابالک محال اور بدیہی، بطلان ہے اور خدا کا محبوب بن جانا ممکن تھا، مجہم
و محبوسہ (راندہ) اسلئے اس جہ میں اول محبوبیت یعنی پیارے ہونے کے دعویٰ کا رد کیا گیا، یعنی جو قوم علانیہ بغاوتوں اور
شدید ترین گناہوں کی بدولت یہاں بھی کئی طرح کی رسوائیوں اور عذاب میں گرفتار ہو چکی اور آخرت میں بھی جس دوام کی
سزا کا عقلاً و نقلاً استحقاق رکھتے ہیں کیا ایسی باغی و عاصی قوم کی نسبت ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی ذی شعور یہ خیال کر سکتا
ہے کہ وہ خدا کی محبوب اور پیاری ہوگی؟ خدا سے کسی کا نسبی رشتہ نہیں، اس کا پیارا خدا اس کی محبت صرف اطاعت اور
حسن عمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ۵

رو راست باید نہ بالائے راست ۛ کہ کا فر ہم زدوئے صورت چو است (سعدی)
ایسے کڑھجروں کو جو سخت سے سخت سزا کے مستحق اور مورد بن چکے ہوں شرمانا چاہیے کہ وہ "سخن ابنائے اللہ و
اجدادہ" کا دعویٰ کریں۔ ۵

تَعْلَى الْأَلَاءُ وَانْتَظِرْ حَبَسَ ۛ ذَا الْعَمْرِ فِي الْفَعَالِ بَدِيلِ
لو کان حبک صادقاً لَأَطَعْتَهُ ۛ ان المحب لمن يحب مطیع
حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو باوجودیکہ ان کا صلی بیٹا تھا خدا نے فرما دیا "انہ لیس من اہلک" انہ
عمل غیر صالح! اسی طرح سورہ جمعہ میں ارشاد ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا إِنِّي زَعَمْتُ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلدِّينِ
سَنُؤَدِّيَنَّ النَّاسَ فَتَمْنُوا الْوَيْلَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ
یعنی اگر تم کو یہ دعویٰ ہے کہ بلا شرکت غیرے ہم ہی اللہ کے دوست اور ولی اور تنہا جنت کے حقدار ہیں پس دنیا سے
چلے اور جنت میں پہنچے، اگر واقعی دل میں یہ ہی یقین ہے اور اپنے دعوے میں سچے ہو تو دنیا کے مکدہ عیش سے دل بڑا
ہو کر محبوب حقیقی کے اشتیاق اور جنت الفردوس کی تمنا میں مرنے کی آرزو کرو اسو اسلئے کہ جس کو یقیناً معلوم ہو جائے
کہ میرا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور کوئی خطرہ نہیں وہ بیشک مرنے سے خوش ہوتا ہے۔ ۵

غانم از مرگ مہلت خواستند ۛ عاشقاں گفتند نے زود باد
اور موت کو ایک مچی سمجھتا ہے جو دوست کو دوست سے ملا تہے پس اس کی زبان پر تو یہ الفاظ ہوتے ہیں
يَا حَبْدَ الْجَنَّةِ واقترابہا ۛ طیبہ و بارد شرابہا

لیکن ان جھوٹے مدعیوں کے افعال پر نظر ڈالئے تو ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں وہ موت
کا نام سن کر گھبراتے اور بھاگتے ہیں، اسلئے نہیں کہ زیادہ دن زندہ رہیں تو زیادہ نیکیاں کما سکیں گے محض
اسلئے کہ دل میں سمجھتے ہیں کہ جو کر تو ت کے "ہیں یہاں سے چھوٹے ہی ان کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔
(فوائد زیادہ و تغیر) (محمد حنیف غفرلہ گنگوہی)

أَمْ كَرِهْتُمُ الْآيَاتِ فَهُمْ أَنْ يَخَفُوا بَعْضَ الْأَحْكَامِ وَالْآيَاتِ لِيُخَافُوا عَلَى جَاهِ شَرِيفٍ
أَوْ لَأَجْلِ رِيَاةٍ يَطْلُبُونَهَا وَكَانُوا يَحْذَرُونَ أَنْ يُفْضَحِلَّ عَنْهُمُ الْإِنْسَانُ فِيهِمْ وَيُلَامُوا بِتَرْكِ
الْعَمَلِ بِتِلْكَ الْآيَاتِ لِمَنْ جَبَلَتْ ذَلِكَ أَنْ تَرْجَمَ الزَّانِي مَذْكَورٌ فِي التَّوْرَةِ وَكَانُوا يَتَرَكُونَهُ لِأَجْلِ
أَخْبَارِهِمْ عَلَى تَرْكِ الرِّجْمِ وَاقَامَةِ الْجُلْدِ وَتَسْيِيمِ الْوَجْهِ مَقَامَهُ وَيَكْتُمُونَ ذَلِكَ خِيفَةَ الْفَضِيحَةِ

لغات، کتمان چھپانا، يخفون اخفاء چھپانا۔ جاہ مرتبہ، يحدرون (دس) حذرنا ہونا، پرہیز کرنا۔ يفتعل نیست و نابود
ہونا۔ يلاموا لوٹا ملامت کرنا، رجم سنگسار کرنا، اجار جمع خبر پوپ، بڑا عالم۔ جلد کوڑے مارنا۔ تسيم سیاہ ہو کرنا
مخافہ اندیشہ ڈر، فضيحة رسوائی عیب۔ ترجمہ

بہر حال کتمان آیات سوا کی صورت یہ تھی کہ وہ بعض احکام و آیات کو حفاظت اعزاز یا کسی ریاست کے حامل کرنے
کی غرض سے چھپالیتے تھے کہ عوام کا اعتقاد ان سے زائل نہ ہو جائے اور یہ لوگ اس پر عمل ترک کر دینے سے لگاؤ رکھتے
نہ بن سکیں، مثلاً زانی کو سنگسار کرنے کا حکم تورات میں مذکور تھا مگر ان لوگوں نے اس حکم کو ترک کر دیا اس وجہ سے
کہ ان کے تمام بڑے علماء نے رجم کو موقوف کر کے اسکی جگہ پر ڈرے اڑنا اور منہ کالا کر دینا تجویز کر رکھا تھا اور یسائی
کے خوف سے اس کو چھپالیا تھا۔

تشریح

قولہ وکانوا یترکونہ الخ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
ایک یہودی مرد دعوت کو لایا گیا جنھوں نے زنا کیا تھا، آپ نے ان سے فرمایا: تمھاری کتاب میں اس کا کیا حکم ہے؟
انھوں نے کہا: ہمارے بڑے علماء تو یہ کہتے ہیں کہ زانی کو کوڑے لگائے جائیں اور کالا منہ کر کے گدھے پر اٹھا
سوار کر اگر گشت کرایا جائے، حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے (جو توریت کے بہت بڑے عالم بلکہ اس کے حافظ بھی
تھے، عرض کیا یا رسول اللہ! ان سے توریت منگوائیے، چنانچہ توریت منگوائی گئی اور انکو پڑھنے کے لئے کہا گیا تو انہیں
سے ایک نے آیت رجم پر ہاتھ رکھا اور آگے پیچھے سے پڑھنے لگا۔

پڑھتا نہیں غیر مراد اسکی عنوان: جب تک کہ عبارت میں تصریح نہیں کرتا (ذوق)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے اس سے کہا، ذرا ملاحظہ تو اٹھا، دیکھا تو وہیں آیت رجم موجود ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رجم کا حکم فرمایا اور ان دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ صحیح مسلم میں حضرت براہ بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے ایک یہودی حاضر کیا گیا جس کا منہ کالا کر کے کوڑے لگائے گئے تھے۔ آپ نے یہودیوں سے دریافت فرمایا کیا تم اپنی کتاب
میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں، تو آپ نے انکے ایک عالم کو بلوایا اور اسکو خدا کی قسم دیکر پوچھا کیا تم اپنی کتاب میں
زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟ عالم نے کہا نہیں، اور اگر آپ قسم نہ دیتے تو میں ہرگز نہ جانتا، بات اصل یہ ہے کہ سزا تو رجم ہی ہے مگر
ہمارے اثران میں یہ بات بکثرت ہو گئی تھی پس اگر کوئی شریف پکڑا جاتا تو اسے یونہی چھوڑ دیتے اور کم درجہ کا پکڑا جاتا
تو اسے سنگسار کر دیتے پس ہم نے ایک چیز دونوں کے لئے تجویز کر لی یعنی منہ کالا کرنا اور کوڑے لگانا۔

ومن جملة ذلك انهم كانوا يؤثرون بشاره هاجروا سميعا عليهما الصلوة والسلام ببعثة نبي في اولادها وفيها اشارة بوجود ملة يتم ظهورها وشهرتها في ارض الحجاز وتنتلي بها جبال عرفة من التلبية ويقصدون ذلك الموضع من اطراف الاقاليم وهي ثابتة في التوراة الى الان فكانوا يؤثرون بها بان ذلك اخبار بوجود هذه الملة وانه ليس فيه امر بالآخذ بها وكانوا يقولون "ملحمة كتبت علينا ولها كان هذا التاويل ريكنا فلا يسمعه احد ولا يكاد يسمع عند احد كانوا يتواصون باخفائه ولا يجوزون اظهاره لكن عايم وخامس "اتخذوا نعم بما فتح الله عليكم ليحاجوكم به عند ربكم" ما اجهلهم كيف تمحل منة الله سبحانه وتعالى على هاجروا سميعا بهذه البالغة وذكر هذه الامية بهذا التشریف على ان لا يكون فيه حث وتحريض وتغيب في الآخذ بالتدين سعيانك هذا اتمنان عظيم.

لغات بشاره خوشخبری، يتم (من) تبارا پورا ہونا تمتلی امتلا را پڑ ہونا میرانا جال جمع جبل پہاڑ عرقہ کہ کفریب ایک پہاڑ کا نام۔ تلبیہ لیک کہنا اطراف جمع طرف، اقالیم جمع اقليم ملک، صوبہ۔ تمجہ گھمان کی جنگ کا موقع، رکیک کمزور، بتواصون تواصیا ایک دوسرے کو وصیت کرنا اخفاء چھپانا۔ ما اجهلهم صیغہ تعجب ہے منة احسان، حث براگتھ کرنا، تحریض اکسانا، تدین دین اختیار کرنا بہتان جھوٹ۔

ترجمہ ما از انجملہ یہ ہے کہ وہ تاویل کرتے تھے ان آیات کی جن میں بشارت ہے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو ایک نبی کے مبعوث ہونے کی انکی اولاد میں، جن میں اشارہ ہے ایک ایسے مذہب کی جانب جو سرزمین حجاز میں کامل اشاعت پائے گا اور اس کے سبب عرفات کی پہاڑیاں مدائے لبیک سے گونج اٹھیں گی اور تمام اقلیوں کے لوگ اس مقام کی زیارت کا قصد کریں گے، باوجودیکہ یہ آیتیں توریت میں اب تک موجود ہیں پھر بھی یہودی لوگ ان کی یہ تاویل کرتے تھے کہ یہ توفیق اس مذہب کے آنے کی خبر دی گئی تھی اس میں اس کے اتباع کا امر کہاں ہے؟ اور یہ مقولہ ان کے زبان زد تھا "ملحمة كتبت علينا" جنگ ہے جو ہم پر لکھی گئی ہے، چونکہ یہ تاویل نہایت رکیک تھی جس کو نہ کوئی مستحسان کسی کے نزدیک صحیح تھی اسلئے وہ آپس میں ایک دوسرے کو اس راز کے اخفاء کی وصیت کرتے اور ہر کس ونا کس کے روبرو اس کا اظہار جائز نہ سمجھتے تھے کیا جو کچھ خدا نے تم پر توریت میں ظاہر کیا ہے اس کی خبر تم مسلمانوں کو کئے دیتے ہو کہ تمہارے پروردگار کے روبرو اسی بات کی سند پھر کر تم سے جھگڑا کریں، انوس یہودی کس بلا کے جاہل تھے، کیسے محول کیا جاسکتا ہے خدا تعالیٰ کے حضرت ہاجرہ و اسماعیل علیہما السلام پر اس مبالغہ کے ساتھ احسان رکھنے اور اس احتیاط سے

عنه الترجمة العجمية "على الاخبار بوجودها ولا يكون فيه حث اه" لان النص الفارسي هكذا "که صل براخبار آئی می باشد و تحریض بتدین آن نہ بود" ۱۲ علون

اعزازی ذکر کو صرف اس بات پر کہ اس میں فقط آنے کی خبر ہے اور اس مذہب کے اتباع کی ترغیب و تحریف نہیں ہے
 اللہ تو پاک ہے یہ تو بڑا بہتان ہے

تشریح

قولہ ”وہا اشارۃً لوجود ملۃ الکتاب یسیاہ باب ۴۲ میں ہے: اے سمندر پر گرنے والو اور اس میں بسنے والو
 اے جزیروں اور ان کے باشندوں! خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ، زمین پر سر تا سر اسی کی ستائش کرو
 بیابان اور اسکی بستیاں، قیدار کے آباد گاہوں اپنی آواز بلند کریں، سلج کے بسنے والے گیت گائیں پہاڑوں
 کی چوٹیوں پر سے للکاریں، وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں، خداوند
 ہمسار کی مانند نکلے گا۔ اھ“

اس عبارت میں ”نئے گیت“ سے مراد عبادات کے وہ نئے طریقے ہیں جو شریعت محمدی میں پائے جاتے
 ہیں اور جزیروں، شہروں اور خطی کے تمام علاقوں کے لئے ان کے عام ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 نبوت کے عام ہونے کی جانب اشارہ ہے بالخصوص لفظ قیدار اسکی طرف قوی اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 قیدار بن اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں، سلج مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو قدیم اہل عرب میں بھی اسی
 نام سے مشہور تھا، قیس بن ذریح کا شعر ہے

لعمرك اننی لاحت سلعاً ۚ لرؤیتہ ومن اکناف سلج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی سلج کے نام سے مشہور و معروف تھا اور آج بھی اسی نام سے
 مشہور ہے، اب اس جملہ پر غور فرمائیے ”سلج کے بسنے والے گیت گائیں، آپ کو معلوم ہے کہ جب آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کی بچیاں یہ عربی نغمہ گارہی تھیں۔

طلع البدر علیا ۚ من ثنیت الوداع

اور لطف کی بات یہ ہے کہ ثنیت الوداع درحقیقت کوہ سلج ہی کے سلسلہ کی گھاٹیاں ہیں، اہل
 ”پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں“ الفاظ اس خاص عبادت کی طرف اشارہ ہے جو حج کے
 زمانہ میں ادا کی جاتی ہے جس میں لاکھوں انسان لبیک اللہم لبیک کی صدا لگاتے ہیں، اور ”جزیروں
 میں اسکی ثنا خوانی کریں“ الفاظ اذان کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ کروڑوں انسان دنیا کے مختلف
 حصوں میں پانچوں وقت بلند آواز سے اذان کہتے ہیں (بائبل سے قرآن تک ص ۲۸۱)

قولہ ”اتحدوہم الخ“ یعنی تم اپنی کتاب کی سند ان کے ہاتھوں میں کیوں دیتے
 ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمان تمہارے پروردگار کے آگے تمہاری خبر دے دے ہوتی باتوں سے
 تم پر الزام قائم کریں گے کہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جان کر بھی ایمان نہ لائے اور
 تم کو لا جواب ہونا پڑیگا۔ (فوائد عثمانیہ)

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

اٹا الإفراء فالسبب فيه دخول التعقيق والتشدد على أخبارهم ورهبانهم

لغات، افزاء کسی پر بھڑکنا، تعمق گہری نظر ڈالنا، حرب زبانی سے گفتگو کرنا، تشدد غمی برتنا اجبار جمع جبر بڑا عالم، رہبان جمع وایب گرجاؤں کا گوشہ نشین۔

ترجمہ

ہر حال افزاء سواس کا سبب وہ بے حد تشدد ہے جس نے ان کے علماء و مشائخ کے اطوار میں راہ پائی تھی۔ تشدد یعنی تشدد و قول دخول التعقیق الخشاہ صاحب عجمہ اللہ العزیز اسباب تحریف یعنی تعمق، تشدد، استحسان اور استنباطات و ایہ پر نہایت نفیس کلام کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی حقیقت کو پورے طور پر واضح کیا ہے چنانچہ تعمق کی بابت فرماتے ہیں۔

وحقیقتہ ان یا امر الشارع بامر و نہی عن شیء فیسمہ رجل من امتہ و غیر حسب طریق بذنہ فیعدی الحکم الی الاشکال الشیء بحسب بعض الوجہ او بعض اجزاء لعلہ اذ الی اجزاء الشیء و مظانہ و دواعیہ و کلماتہ اشتبہ علیہ الامر تعارض الرذایات التزم الاشد و یحکم باجاء و یحیل کل فاعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی العبادۃ و الحق انہ فصل اشیا علی العادۃ فیظن ان الامر و نہی شملہ فہذا الامور فیجہر بان اللہ تعالیٰ امر بکذا و نہی عن کذا کما ان الشارع لیس لشارع الصوم لغير النفس و منع عن الجماع فیہ ظن قوم ان السجود خلاف المشرع لانہ یناقض قہر النفس و انہ یحرم علی الصائم قبلہ امرأۃ لانہا من دولۃ الجماع و لانہا تاشکل الجماع فی قضاء الشہوة فکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن فساد ہذا المقالۃ و بین انہ تحریف۔

جماع اور قضا وغیرہ میں مشاکل جماع ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی خرابی بیان فرمادی اور بتا دیا کہ یہ دین میں تحریف ہے۔

وحقیقتہ اختیارات عبادات شاذہ لم یأمر بہا الشارع کدوام الصیام والقیام و التبتل و ترک التزویج و ان یلزم السنن والآداب کالتزام الواجبات و بوجہ حدیث: نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عمر و عثمان بن مظعون عما قصد من العبادات الشاذہ و ہو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یثاب الدین احد الا غلبہ فاذا امار ہذا التعقیق او التشدد مسلم قوم و لیسیم فلنوا ان ہذا امر الشارع و رماہ و ہذا و رہبان الیہود و النصرانی

ہے یہودی اور نصرانی راہبوں میں یہی بیماری تھی۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ جن شاق امور کا شارع نے حکم نہیں کیا ان کی پابندی کیجائے جیسے ہمیشہ روزہ رکھنا رات بھر نماز پڑھنا انک دنیا ہونا شادی نہ کرنا، واجبات کی طرح مستحبات و سنن کی پابندی کرنا انک غیر مسلم نے ابن عمر و عثمان بن مظعون کو عبادات شاذہ کا قصد کرنے پر اس منع کرتے ہوئے فرمایا، کوئی دین کا مقابلہ نہیں کرتا اگر یہ کہیں اس پر غالب ہی رہتا ہے جب ایسا متعمق و متشدد شخص کسی قوم کا علم و رئیس بن جائے تو لوگ ہی سمجھتے ہیں کہ یہ شارع کا حکم اور شارع کی مرضی

والاستحسان یعنی استنباط بعض الاحکام لادراک بعض المصلحت فیہ بدون نقص الشارح

لغات :- استحسان اچھا جانا، استنباط اپنی سمجھ سے باطنی معنی کو نکالنا، نقص صراحت ۔

توجہ :- اور استحسان یعنی بدون شارع کی تصریح کے بعض احکام کا صحت اس لئے کہ ان میں کوئی مصلحت ہے استنباط کرنا تشریح :- قولہ والاستحسان الخ شاہ صاحب نے حجۃ الشریعہ میں اس کی حقیقت یہ بیان کی ہے کہ :-

ان یری رجل الشارع یضرب کل حکمہ مظنۃ مناسبتہ ویراہ
یعقد التشریح فیختلس بعض ما ذکرنا من اسرار التشریح فیشرع
للناس حسب ما عقل من المصلحتہ کما ان الیہود دروا ان
الشارع انما امر بالحدود زجرًا عن المعاصی لا اصلاح واداء
ان الرحم یورث اختلافًا ولفظًا لا یثبت یحکم فی ذلک اشد
الفساد واستحسنوا تحمیم الوجہ والجلد فبین النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اذ تحریف ونبذ حکم اللہ المنصوص فی التوراة بآرائہم
عن ابن سیرین قال اول من قاس ابلیس وعا عبدت
اشمس والقمر الا بالمقائیس، وعن عمر رضی اللہ عنہ قال
یہدم الاسلام زلۃ العالم وجدال المناقح بالکتاب حکم الائمۃ
المفلسین، والمراد بہذا کلام ابلیس استنباطًا من کتاب
اللہ وسنتہ رسولہ۔

جب کوئی شخص شارع کو حکم کے لئے مناسب موقعہ جوہر کرتے
ہوئے دیکھتا اور مور شرعی کو منسبط کرتے ہوئے پاتا ہے تو او
شرعی کے بعض اسرار جن کو ہم ذکر کر چکے ہیں معلوم کر لیتا ہے اور اپنی
فہم کے مطابق مصلحت سمجھتا ہے، گناہ کے لئے احکام جاری کرتا ہے
مثلاً جب یہود نے دیکھا کہ شارع نے حدود کا اس سے حکم دیا ہے کہ
لوگ گناہوں سے باز رہیں اور انکی اصلاح ہو جائے اور پھر خیال
کیا کہ ہم سے اختلاف اور جنگ و جدال پیدا ہوتا ہے اور اس میں
اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے تو انھوں نے زانی کا منہ سیاہ
کرنا اور تازیانی مارنا اختیار کر لیا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ یہ مذہب میں تحریف ہے اور توریت کے حکم منصوص کے
بالکل خلاف ہے، ابن سیرین سے منقول ہے کہ سب سے پہلے
ابلیس نے قیاس کیا اور چاند سورج کی جلوت قیاس کی وجہ سے
میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عالم کی لغزش، مناقق کا

کتاب الہی ہے جسکو نا ادر لہ الامون کا حکم کرنا اسلام کو منہدم کر دیتا، ان سب دہی امور میں جو کتاب سنت سے مستنبط نہ ہوں۔

(تنبیہ) یہاں جو استحسان مراد ہے اس کی تشریح شاہ صاحب کے قول سے اوپر گزر چکی، اصولیین
کی اصطلاح میں استحسان در حقیقت قیاس ہی کی ایک نوع ہے جو ادراک وجہ میں داخل ہے اور کسی
وجہ سے قیاس جلی کو ترک کر کے اس کو اختیار کیا جاتا ہے، ان کی اصطلاح میں استحسان (قیاس
خفی) اس دلیل کو کہتے ہیں جو قیاس جلی کے معارض ہو یعنی قیاس جلی ایک حکم کو چاہتا ہو اور اثر،
اجماع اور قیاس خفی اس کی ضد کو چاہتا ہو تو قیاس کو چھوڑ کر استحسان کی طرف رجوع کیا جائیگا
یہاں استحسان کے یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

(محمد حنیف غفرلہ لنگوہی)

وتروى الاستنباطات الالهية فالتحقوا اتباعه بالاصل وكانوا يزعمون ان اتفاق سلفهم من الحجج القاطعة فليس لهم في انكار نبوة عيسى عليه الصلاة والسلام مستند الا اقوال السلف وكذلك في كثير من الاحكام

لغات، ترویج رائج کنا، واهم کمزور، اتباع جمع تابع معنی پیرو، سلف سابق بزرگان۔ حجج جمع حجتہ دلیل۔ ترجمہ: اور ان یہودہ استنباطات کو رواج دینا جن کو ان کے اتباع نے اصل کتاب میں ملا دیا، کیونکہ وہ اپنے سلف کے اتفاق کو دلائل قطعیہ خیال کرتے تھے چنانچہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے انکار پر سوائے اقوال سلف کے اور کوئی دلیل تھی اسی طرح اور بہت سے احکام میں یہی بات تھی۔
تشریح:۔ قولہ ان اتفاق سلفہم الخ اسی کو شاہ صاحب نے حجتہ اللہ البالغہ میں ”اتباع الاجماع“ سے تعبیر کیا ہے جس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ:-

و حقيقة ان يتفق قوم من حملة الملة الذين اعتقدوا العامة فيهم الاصابة غالباً اعدائهم على شئ فيظن ان ذلك دليل قاطع عن ثبوت الحكم وذلك فيما ليس له اصل من الكتاب والسنن وبما غير الاجماع الذي اجمعت الامة عليه فانهم اتفقوا على القول بالاجماع الذي مستند الكتاب والسنن او الاستنباط من احدهما ولم يجوزوا القول بالاجماع الذي ليس مستنداً الى احدهما وهو قوله تعالى **وَإِذْ أَيْسَلْ كَيْدُ الْمُشْرِكِينَ أَنْ يَنْزِلَ الشَّرُّ قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ مَا آفَقِينَا عَلَيْهِ آبَاؤُنَا - الْآيَةَ** وما حكمت اليهود في نفي نبوة عيسى ومحمد عليهما الصلوة والسلام الا بان اسلافهم خصوا عن حالهما فلم يجدوها على شرائط الانبياء والنصارى لهم شرائع كثيرة مخالفة للتوراة والانجيل ليس لهم متمسك الاجماع سلفهم۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ حاملین دین کا ایک فرد جنکی نسبت عام لوگوں کا یہ گمان ہو کہ انکی رائے اکثر یا ہمیشہ درست ہوتی ہے کسی امر پر اتفاق کرے اور اس اتفاق کو ثبوت حکم کے لئے قطعی دلیل تصور کر لیا جائے اور یہ اجماع اس امر میں ہے جس کی قرآن و حدیث میں کوئی اصل نہیں ہے، اور یہ اس اجماع کے خلاف ہے جس پر امت کا اتفاق ہے کیونکہ وہ ایسے اجماع پر متفق ہیں جس کی سند قرآن و حدیث میں ہو یا ان میں سے کسی سے مستنبط ہو، ایسے اجماع کو جائز قرار نہیں دیا جس کی سند قرآن و حدیث میں نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ”جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لے آؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے“ اور یہودیوں کی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار میں یہی تھی کہ ان کے بزرگوں نے انکی حالات کی چھان بین کی اور انبیاء کے شرائط ان میں نہیں پائے عیسائیوں کے بہت سے احکام توہریت و انجیل کے بالکل خلاف ہیں اور ان کی دلیل صرف ان کے بزرگوں کا اجماع ہی ہے۔

وَأَمَّا التَّسَاهُلُ فِي إِقَامَةِ أَحْكَامِهَا وَارْتِكَابِ الْبُخْلِ وَالْحَرَمِ فظَاهِرٌ أَنَّهُ مُقْتَضَى النَّفْسِ الْآثِمَةِ
وَلَا يَخْفَى أَنَّهُمَا تَغْلِبُ النَّاسَ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ مَرَاتِ النَّفْسِ لَا مَارَاجَ بِالشُّعْرِ إِلَّا مَا رَجَمَ رَبِّي
الْآثِمَاتُ هَذِهِ السَّذِيلَةُ قَدْ تَلَوْنَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ بِكَيْفِيَةٍ أُخْرَى كَأَنَّا يَتَكَلَّفُونَ تَصْحِيحَهَا
بِتَاوِيلٍ فَاسِدٍ وَكَأَنَّا يُظَاهِرُونَ فِي صُورَةِ التَّشْرِيعِ.

لغات ۱۔ تساہل کوتاہی برتنا، الآثامہ برائیوں کا حکم کرنے والا، رذیلہ نالائق، بری عادت، تلوونٹ غلوٹنا، رنگین
ہونا، تشریح راستہ ظاہر کرنا، قانون مقرر کرنا۔

تسویح ۱۔ رہا احکام تدریس کی تعلیم میں تساہل اور بخسل و حرم کا ارتکاب سو صاف ظاہر ہے کہ یہ نفس المارہ کے
اقتضات ہیں نفس المارہ بلاشبہ ہر شخص پر غالب ہے الا اشاء اللہ " بیشک نفس برائی کی ترغیب دینے والا ہے مگر
میرا پروردگار جس پر دم کرے " مگر اس بری فصلت نے اہل کتاب میں دوسرا ہی رنگ چڑھایا تھا اور وہ یہ کہ یہودی
اپنے استنباطات کی فصیح میں تاویلات فاسدہ کے ذریعہ سے بڑا زور لگاتے اور اس کو شریعت کے رنگ میں ظاہر
کرتے تھے۔

تشریح

قوله واما التساهل الي شاه صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ

وَحَقِيقَةُ أَنْ يَخْلَفَ لِبَعْدِ الْحَوَارِيِّينَ خَلْفَ أَمْعُوَا الصَّلَاةِ وَ
اتَّبَعُوا الشُّبُهَاتِ لَا يَهْتَمُّونَ بِإِشَاعَةِ الدِّينِ قَلَمًا وَ
تَعْلِيمًا وَعَلَا وَلَا يَأْمُرُونَ بِالْعُرُوفِ وَلَا يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
فَيَنْقَعِدُ عَمَّا قَرِيبَ رُيُومِ خِلَافِ الدِّينِ وَتَكُونُ رَغْبَةُ الطَّبَائِعِ
خِلَافَ رَغْبَةِ الشَّرَائِعِ فَحُجِّي خَلْفَ آخِرُونَ يَزِيدُونَ فِي التَّهَادُّنِ
حَتَّى يَنْسِيَ مَعْظَمُ الْعِلْمِ وَالتَّهَادُّنِ مِنْ سَادَةِ الْقَوْمِ وَكِبَرَاتِهِمْ
أَضْرَبَهُمْ وَكَثُرَ فَسَادُ أَوْ هَذَا السَّبَبُ مَنَاعَتْ مِلَّةَ نُوْحٍ
وَإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمْ يَكِدْ يُوْجِدُ مِنْهُمْ مَنْ يَحْرِفُهَا عَلَى وَجْهِهَا
وَمَبْدَأُ التَّهَادُّنِ أُمُورٌ

منہا عدم تحمل الروایۃ عن صاحب الملۃ والعمل بہ وہو
قوله صلى الله عليه وسلم " الا يوشك رجل شبعان على ان يكتبه
يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه
ازاں جملہ صاحب مذہب سے مذہبی امور کا نقل نہ کرنا اور ان پر عمل نہ کرنا ہے حضور صلعم کا ارشاد ہے " خبروا عن غریب ایسا
ہوگا کہ بیٹ بھرا آدمی اپنی مسند پر بیٹھ کر یہ کہیگا کہ اس قرآن کو مضبوطی سے لو اور اس میں جو چیزیں تم حلال پاؤ، ان کو حلال اور

و ما جدیم فیہ من حرام فحرمہ وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ
 وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً یترعه
 من الناس ولكن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق علم
 اتخذ الناس رؤسا ورجالا فسلوا فافتوا بغیر علم فسلوا واصلوا"
 ومنها الاغراض الفاسدة الحاملة علی التاویل الباطل کطلب
 مرضاة الملوک فی اتباعهم الہوی لقولہ تعالیٰ "ان الذین
 یمتثلون ما انزل اللہ من الکتاب ولیشرون بہ ثمنًا طیلاً
 اولئک ما یأکلون فی بطونہم الا النار" ومنها شیوع الفلکات
 وترك علمائہم النہی عنہا وقولہ تعالیٰ "فلولا کان من
 القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینہون عن الفساد فی الارض
 الا قلیلاً من انجینا منہم واجمع الذین ظلموا ما اترفوا فیہ
 وکانو محرمین۔"

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لما وقعت بنو اسرائیل فی العاصی
 نہتہم علماءہم فلم ینتہوا فجاہل السوم فی مجالسہم واکلوہم و
 شاربوہم فغضب اللہ قلوب بعضہم ببعضہم ولعنہم علی
 لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم ذلک بما عصوا وکانوا
 یستبدون۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا لیکن
 وہ باز نہ آئے پس علماء بھی ان کی مجلسوں میں فریک ہونے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے تو خدا نے سب کے
 دل یکساں کر دیئے اور حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی، یہ لعنت ان کی نافرمانی
 اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے ہوئی۔"

(تتمتہ) اسباب تحریف میں سے ایک مذہب کو دوسرے میں خلط ملط کر دینا بھی ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب
 انسان کسی مذہب کا پابند ہوتا ہے تو اس کا دلی تعلق اس مذہب کے علوم سے ہوتا ہے پھر وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے لیکن اس کا قلبی
 میلان انہی علوم کی جانب باقی رہتا ہے جن کے جو ان کے لئے وہ ملت اسلام میں کوئی وجہ تلاش کرتا ہے خواہ ضعیف یا موضوع ہی
 کیوں نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "بنی اسرائیل کا معاملہ درست رہا حتیٰ کہ ان میں مخلوط النسل لوگ اور قیدیوں
 کی اولاد پیدا ہوئی تب انھوں نے رائے سے کہنا شروع کیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا (حجۃ اللہ الباقی)
 (محمد حنیف غفرلہ گنگوہی)

جو چیزیں حرام یا دھارم کو حرام سمجھو، حالانکہ جو شیئ اللہ کے رسول
 نے حرام کی ہے وہ ویسی ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کی ہے،
 اور حضور مسلم کا ارشاد ہے کہ "حق تعالیٰ علم کو لوگوں کے دلوں
 سے جھٹا کر نہ اٹھا دینگا بلکہ علماء کو ختم کر کے علم چھین لینگا یہاں
 تک کہ جب کوئی بھی عالم نہ رہیگا تو لوگ جاہلوں کو سردار
 بنالیں گے جو مسائل دریافت کرنے پر بغیر علم کے فتویٰ دیکر خود
 بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

ازاں جملہ اغراض فاسدہ میں حتیٰ خاطر لوگ جھوٹی تاویلیں کرتے
 ہیں جیسے بادشاہوں کی خوشنودی کی خاطر انکی خواہشات پوری
 کرنے کے لئے لوگ کرتے ہیں، ارشاد باری ہے بیشک جو لوگ
 چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب اور لیتے ہیں اس پر
 تھوڑا سا مول وہ نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ۔ ازاں جملہ برائیوں
 کا پھیلاؤ اور علماء کا لوگوں کو ان سے نہ روکنا ہے ارشاد باری ہے،
 "سو کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں ایسے لوگ
 جن میں اثر خیر رہا ہو کہ منع کرتے رہتے بگاڑ کرنے سے ملک میں
 مگر تھوڑے کہ جن کو ہم نے بچا لیا ان میں سے اور پہچھے پڑے رہے
 ظالم لوگ ایسی چیز کے ہیں ان کو عیش ملا اور حق گنہگار۔"

وَأَمَّا اسْتِعَادُ رِسَالَةِ نَبِيِّنَا صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَبُهُ اخْتِلَافُ عَادَاتِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَحْوَالِهِمْ فِي الْأَكْثَارِ
 التَّوَجُّجِ وَالْإِقْلَالِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ وَاخْتِلَافُ شَرَائِعِهِمْ وَاخْتِلَافُ سُنَّةِ اللَّهِ فِي مُعَامَلَةِ الْأَنْبِيَاءِ
 وَبَعَثَةِ النَّبِيِّ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَلَقَدْ كَانَ جَمْعُهُمُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَمْثَالُ ذَلِكَ وَالْأَصْلُ
 فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ أَنَّ النَّبِيَّةَ بِمَنْزِلَةِ إِصْلَاحِ نَفُوسِ الْعَالَمِ وَتَسْوِيَةِ عَادَاتِهِمْ وَعِبَادَاتِهِمْ لَا بِإِجَادِ أَصُولٍ
 بِرَأْدِ أَثَرٍ وَلِكُلِّ قَوْمٍ عَادَةٌ فِي الْعِبَادَاتِ وَتَدْبِيرِ الْمَنْزِلِ وَالسِّيَاسَةِ الْمَدَنِيَّةِ فَذَا حَدَّثَتِ النَّبِيَّةُ فِي
 أَوَّلِهَا الْقَوْمَ لَا تَقْبَلُ تِلْكَ الْعَادَةَ بِالْمَرَّةِ وَلَا تَسْتَأْنِفُ إِجَادَةَ أُخْرَى بَلْ يُفَيِّزُ النَّبِيُّ مِنَ الْعَادَاتِ
 مَا كَانَ عَلَى الْقَاعَةِ مُوَافِقًا لِمَا يَرْضَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَيُبْقِيهِ وَمَا كَانَ مِنْهَا مُخْتَلَفًا ذَلِكَ
 فَيُغَيِّرُهُ بِقَدَرِ الْفُضُولَةِ وَالتَّذَكُّيرِ بِالْإِلَهِ وَاللَّهُ أَيْضًا يَكُونُ عَلَى هَذَا الْأَسْلُوبِ كَمَا يَكُونُ شَائِعًا
 فِيمَا بَيْنَهُمْ فَيَا لِعُظُمِهَا فَخْتَلَفَتْ شَوَائِعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَذِهِ النُّكْتَةِ وَمِثْلُ هَذَا الْاِخْتِلَافِ كَاخْتِلَافِ الطَّبِيبِ إِذَا
 دَبَّرَ أَمْرَ الْمَرِيضِينَ فَيَصِفُ لِأَحَدٍ دَوَاءً بَارِدًا وَغَدَاءً بَارِدًا وَيَأْمُرُ الْآخَرَ بِدَوَاءٍ حَارٍّ وَغَدَاءٍ حَارٍّ وَغَرَضُ
 الطَّبِيبِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ وَاحِدٌ وَهُوَ إِصْلَاحُ الطَّبْعِ وَازَالَةُ الْمَفْسَدِ لِأَنَّهُ يَصِفُ فِي كُلِّ أَقْلِيمٍ دَوَاءً وَ
 غَدَاءً عَلَى حِدَةٍ بِحَسَبِ عَادَةِ الْأَقْلِيمِ وَيَخْتَارُ فِي كُلِّ فَصْلٍ تَدْبِيرًا مُوَافِقًا بِحَسَبِ طَبْعِ الْفَصْلِ وَهَكَذَا
 الْحَكِيمُ الْحَقِيقِيُّ جَلَّ جَلَدُهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يُعَالِجَ مَنْ أَسْبَلَ بِالْمَرَضِ النَّفْسَ فِي وَيَقْوَى الطَّبْعُ وَ
 الْقُوَّةُ الْمَلِكِيَّةُ وَيُزِيلُ الْمَفْسَدَ اخْتَلَفَتْ الْمُعَالَجَةُ بِحَسَبِ اخْتِلَافِ أَقْوَامٍ كُلِّ عَصْرٍ وَاخْتِلَافِ
 عَادَاتِهِمْ وَمَشْهُورَاتِهِمْ وَسَلَامَاتِهِمْ، وَبِالْجُمْلَةِ فَإِنْ شِئْتُ أَنْ تَرَى أَمْثَلَ هَذَا فَاظْهَرِ إِلَى عُلَمَاءِ السُّوءِ
 مِنَ الَّذِينَ يَطْلُبُونَ الدِّيْنَ وَقَدْ اعْتَادُوا تَقْلِيدَ السَّلَفِ وَأَعْرَضُوا عَنْ نَصُوصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَنِ وَ
 تَمَسَّكُوا بِتَعَلُّقٍ عَالِيٍّ وَتَشَدُّدٍ وَاسْتَحْسَانٍ فَاعْرَضُوا عَنْ كَلَامِ الْمَشَارِعِ الْمُعْصُومِ وَ
 تَمَسَّكُوا بِأَحَادِيثَ مُوَضَّوعَةٍ وَتَاوِيلَاتٍ فَاسَدَتْ كَانَتْ سَبَبَ هَلَاكِهِمْ.

لغات ۱۔ اکثر بہت کرنا، اقلال کم کرنا، شرائع جمع ضریعہ۔ سنہ طریقہ، تسویہ دست کرناہ بر نیکی، اتم گناہ
 بالمرہ الیکم، استائنات استینافا اسر لو کرنا۔ بقیہ ابقا، باقی رکھنا، دگر غور کرنا، بارد ٹھنڈی، حار گرم، اعلیم ملک
 النموذج مثال۔ نمونہ۔
 ترجمہ

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مستبعد خیال کرنے کا سبب انبیاء علیہم السلام کی عادات اور ان کے احوال
 کا مختلف ہونا ہے نکاح کے زیادہ یا کم کرنے میں اور اسی کے مثل اور باتوں میں، اور ان کے شرائع کا اختلاف اور عادات
 انبیاء میں سنتہ اشرا کا اختلاف اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں مبعوث

عہ کانت سبب ہوا کہم ترجمہ المطابقة للنص الفارسی کہذا فانظر کانہم ہم ۱۳ عون

فرمانا جبکہ جمہور انبیاء و بنی اسرائیل (اولاد یعقوب) سے ہوتے آئے ہیں وغیرہ وغیرہ، اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ نبوت دراصل نفوس عالم کی اصلاح اور ان کی عادات و عبادات کی درستگی کا مرتبہ رکھتی ہے نہ کہ نیکی اور بدی کے اصول کی ایجاد کا منصب، اور ہر قوم کی ایک خاص عادت ہوتی ہے اپنی عبادات، تدبیر منزل اور سیاست مدنی میں، پس جب نبوت اس قوم میں آئے تو وہ ان کی قدیم عادات کو ایک دم ختم کر کے جدید اصول قائم نہ کر سکی بلکہ نبی ان خصائص کو باہم متمیز کر کے جو باقاعدہ اور خدا کی مرضی کے موافق ہوں ان کو برقرار رکھے گا اور جو اس کے خلاف ہوں ان میں بقدر ضرورت تغیر کریگا، اور تذکیر بالائتلاف اور تذکیر بایمان اللہ بھی اسی اسلوب پر ہوتی ہے جو ان کے یہاں شائع ہو اور جس سے وہ مانوس ہوں، اسی حکمت کے باعث انبیاء کی شریعتیں باہم مختلف ہو گئی ہیں اور اس اختلاف کی مثال اختلاف طبیب کی سی ہے جبکہ وہ دو مختلف امحال مریضوں کی تدبیر کرتے ہیں ان میں سے ایک کے لئے سرد دوائیں اور غذائیں تجویز کرتے ہیں اور دوسرے کے واسطے گرم غذا اور دوا کا حکم دیتا ہے اور طبیب کی غرض دونوں جگہ ایک ہے یعنی طبیعت کی اصلاح اور ازالہ مرض کے سوا اور کچھ منظور نہیں، اور کبھی ہر اقلیم میں وہاں کے باشندوں کے مناسب دوائیں اور غذائیں الگ الگ تجویز کرتا اور ہر فصل و موسم میں اس کے مقتضائے موافق تدبیر اختیار کرتے ہیں۔ اسی طرح جب حکیم حقیقی جل جلالہ نے بیمار ان امراض نفسانی کا علاج کرنا چاہا اور ان کی تقویت طبع، تقویت ملکہ اور ازالہ مفاسد اس کو منظور ہو تو ان اقوام اور ان کی عادات کے اختلاف کے باعث اور ہر زمانہ کے مشہورات و مسلمات کی وجہ سے معالجہ مختلف ہو گیا، غرض کہ اگر تم اس امت میں یہود کا نمونہ دیکھنا چاہو تو ان علماء و سود کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب اور اپنے اسلاف کی تقلید کے خوگر اور کتاب و سنت سے روگردانی کر نیا لے ہیں اور جو عالموں کے تعلق اور تشدد یا ان کے بے اصل استنباط کو سند نصیر کر مضموم شارح کے کلام سے بے پروا ہو گئے ہیں اور موضوع حدیثوں اور فاسد تاویلوں کو اپنا مقتدا بنا رکھا ہے۔

تشریح ہے۔ قولہ بلکہ میز النبی الخ شاہ صاحب حجۃ اللہ بالقرن میں فرماتے ہیں کہ ”جب کوئی پیغمبر لوگوں میں مبعوث ہوتا ہے تو ہر شے کو اس کی اصل حالت کی طرف پھیر لاتا ہے، وہ پہلی شریعت کے احکام میں غور کرتا ہے پس ان میں جو امور شعائر اللہ ہوتے ہیں جن میں شرک کی آمیزش نہیں ہوتی یا عبادات کے طریقے یا اخلاقی امور کے طریقے جو مذہبی قوانین کے مطابق ہوتے ہیں ان سب کو وہ باقی رکھتا ہے اور جو نابود ہو جاتے ہیں ان کا ہتم بالشان ہونا بتاتا ہے اور ہر شے کے ارکان و اسباب بیان کرتا ہے اور جو تحریف اور مستحکم کے امور ہوتے ہیں ان کو دور کرتا ہے اور بتلا دیتا ہے کہ یہ باتیں مذہب میں سے نہیں ہیں اور جو احکام اس زمانہ کی مصلحتوں پر مبنی تھے پھر اختلاف عادات کی وجہ سے وہ مواقع مصلحت بدل گئے تو نبی ان احکام کو بدل دیتا ہے کیونکہ احکام مشروع کرنے سے مقصود اصلی مصلحتیں ہی ہیں۔

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

أَمَّا النَّصَارَىٰ فَكَانُوا مُؤْمِنِينَ بِعِيسَىٰ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَكَانَ مِنْ صَلَاتِهِمْ أَنَّهُمْ
يَزْعُمُونَ أَنَّ لِلَّهِ مِيعَادَهُ وَتَعَالَى ثَلَاثُ شُعَبٍ مُتَغَايِرَةٌ بِوَجْهِ مُتَعَدِّلٍ بِأَخْرُ
يَسْتَوْنَ الشُّعْبُ الثَّلَاثَةُ أَقَانِيمٌ ثَلَاثَةٌ

لغات ۱۔ ضلالتہ گمراہی، شعبہ جمع شعبہ ٹکڑا، حصہ۔ اقامت جمع اقامت سر یا بی لفظ ہے بمعنی شخص، اصل۔
ترجمہ ۱۔ بہر حال نصاریٰ سو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ اور ان کی گمراہی یہ تھی کہ انھوں نے بزعم
باطل خداوند تعالیٰ کو ایسے تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا جو بعض وجوہ سے متغائر اور بعض وجوہ سے متحد ہوں اور
ان تین حصوں کو وہ اقامت ثلاثہ کہتے تھے۔ تشریح

قولہ اما النصاری الخ نصاریٰ نصرانی کی جمع ہے وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبع ہیں، اس کا ماخذ یا تو نصر ہے
جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں اور یا نصرانی (خلاف قیاس) ناصرۃ کی طرف منسوب ہے جو ملک شام میں اس بستی کا
نام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش تھی، نسبت کے لئے قیاس کے مطابق ناصری ہے اس لئے انکو
”سیح ناصری“ کہتے ہیں۔ جو لوگ اپنے کو نصاریٰ کہتے تھے وہ گو یا اس بات کے مدعی تھے کہ ہم خدا کے بچے دین اور
پیغمبروں کے حامی و ناصر اور حضرت سیح ناصری کے متبع ہیں۔ اس زبانی دعوے اور لقبی تفاخر کے باوجود دین
کے معاملہ میں جو رویہ تھا وہ کتاب میں آ رہا ہے۔

قولہ فكانوا مؤمنين الخ آغاز میں نصرانیت ایک صحیح دین تو حید تھا جو قوم یہود کو زہد کی ترغیب اور آخرت کی دولت
دیتا تھا کیونکہ حضرت مسیح ؑ کی رسالت عام نہ تھی بلکہ خاص ان کی قوم یہود کے لئے تھی چنانچہ انجیل متی کے دسویں
باب کی پانچویں اور تھپٹی آیت میں ہے: ”الی طریق اثم اتمضوا“ والی مدینۃ السامین لاندخلوا، بل اذہوا بالحری
الی خراف بیت اسرائیل الفاتۃ“ اسی طرح پندرہویں باب کی چوبیسویں آیت میں ہے ”لم أرسل الا الی طرف
بیت اسرائیل الفاتۃ“

دائرة المعارف میں جا بجا اس کا اقرار موجود ہے کہ ابتداء میں لوگوں کا نظریہ حضرت مسیح ؑ کی بابت یہی تھا کہ وہ
عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہیں البتہ حق تعالیٰ نے ان کو خراف و حرم سے نوازا ہے، ہم یہاں اس کے چند
اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

(۱) ان عقیدۃ الثالوث وان لم یکن موجودۃ فی کتب العهد
المجدید (الانجیل) ولا فی اعمال الآباء الرسولیین ولا فی
علامہ ذہم الاقرین، الا ان الکیمیۃ الکاثولیکیۃ والمذہب
البروتستانی الواقف مع التقليد یزعمون ان عقیدۃ
التثلیث کانت مقبولۃ عند مسیحیین فی کل زمان و غما
عقیدہ ثلاثہ کو موجود نہ تھا عہد جدید کی کتابوں میں یعنی
انجیل میں نہ اعمال آباء رسولیین میں اور نہ ان کے قریبی
تلامذہ میں مگر کنیسہ کاثولیکیہ اور بروتستانی مذہب کا
خیال ہے کہ عقیدہ تثلیث مقبول تھا مسیحیین کے نزدیک
ہر زمانہ میں ان تاریخی ادارہ کے بالکل خلاف جو ہم کو

یہ بناتی ہیں کہ یہ عقیدہ کیسے ظاہر ہوا اور کس طرح اس نے نشوونما پائی، البتہ رسم تعمید میں یہ عادت تھی کہ اس پر آب، ابن اور روح القدس کا نام لیا جاتا تھا مگر ہم تم کو دکھلائیں گے کہ ان تینوں کلمات کے جو مدلولات تھے وہ اس کے علاوہ ہیں جو آج کے نصاریٰ سمجھتے ہیں اور حضرت مسیح کے اولین تلامذہ جنہوں نے ان کی ذات کو اچھی طرح جانا پہچانا اور ان کی باتوں کو سنا ہے وہ اس اعتقاد سے بہت دور تھے کہ حضرت مسیح ارکانِ ثلاثہ میں سے ایک کن کوٹن ذاتِ خالق ہیں، نیز بطرس حواری بھی آپ کو ایک انسان سمجھنے کی طرف حق تعالیٰ کی جانب سے وحی کی جاتی تھی۔

اس زمانہ میں حال یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انسان ہونے کا عقیدہ یہود متصرین کے کنیسہِ اولیٰ کے جنم لینے کی مدت تک غالب تھا چنانچہ نصاریٰ ناصریین، ایسیویتین اور تمام نصرانی فرقے اس بات کے معتقد تھے کہ حضرت عیسیٰ محض ایک انسان ہیں جو مؤید ہا روح القدس ہیں اس وقت ان کو کوئی بھی مبتدع یا ملحد ہونے کی تہمت لگانے والا نہ تھا۔

جو ستن مارشیر جو قرن ثانی کا لاطینی مؤرخ ہے کہتا ہے کہ اس کے زمانہ میں کنیسہ میں جتنے مومن تھے وہ اسی کے معتقد تھے کہ حضرت عیسیٰ ہی مسیح ہیں اور ان کو وہ لوگ ایک انسان ہی خیال کرتے تھے اگرچہ وہ اور لوگوں کے لحاظ سے مرتبہ میں بہت بلند تھے، اس کے بعد نصاریٰ وثنیین کی جتنی تعداد بڑھتی گئی اتنے ہی نئے نئے عقائد ظاہر ہوتے گئے جو اس سے پہلے نہ تھے۔

پھر کیف ان نقول سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء میں یہ دین خالص دین توحید اور ہر قسم کی لغویات سے پاک تھا، لیکن بعد میں جب یسوع (شاؤل) اٹھا اور اس نے غیر یہود کو بھی اس دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تو عقیدہ تغلیث گھڑ کر پیش کیا جس سے یہ دین توحید سے تثلیث کی طرف نکل گیا، دائرۃ العارف میں ہے۔

عن ادلة التاريخ الذي يربنا كيف ظهرت هذه العقيدة و كيف نمت، نعم ان العادة في التعميد كانت ان يذكر عليه اسم الاب والابن والروح القدس ولكن ستركت ان هذه الكلمات كان لها مدلولات غير ما يفهم منها الآن نصارى اليوم وان تلاميذ المسيح الاولين الذين عرفوا شخصه وسموا قوله كانوا ابعدا الناس عن اعتقاد انه احد الاركان الثلاثة المكون للذات الخالق وما كان بطرس حواري يعتبره الا رجلا موحى اليه من عند الله۔

(۲) كان الشان في تلك العصور ان عقيدة السانية عيسى كانت غالبة مدة ككون الكنيسة الاولى من اليهود المتصرين فان الناصريين والايبيوتيين وجميع الفرق النصرانية التي حكومت من اليهودية اعتقدت بان عيسى انسانا محضا مؤيدا بالروح القدس وما كان احد منهم اذ ذاك بانهم مبتدعون او ملحدون۔

(۳) قال جوستن مارشير وهو مؤرخ لاتيني في القرن الثاني انه كان في زمانه في الكنيسة مومنون يعتقدون ان عيسى هو المسيح ويعتبرونه انسانا محضا وان كان ارقى من غيره من الناس وحدث بعد ذلك انه كلما نفي عدد من نصر من الوثنيين ظهرت عقائد جديدة لم تكن من قبل۔
(منقول از معجم العسلي)

اما بولس ذانہ خالف عقیدۃ التلامیذ الاقریبی لعیسیٰ وقال ان
 مسیح ارقی من انسان دیونمودن انسان جدیدای عقل سام
 متولد من البشر وکان موجوداً قبل ان یوجد هذا العالم وقد تجسد
 بنا لتخلص الناس لکنہ مع ذلک تابع للشر لاآب

بولس نے حضرت عیسیٰ کے تمام قریبی تلامذہ کے عقیدے کے خلاف کیا اور کہا
 کہ حضرت مسیح انسان سے بالاتر ہیں وہ تو انسان جدید کا نمونہ ہیں
 اللہ سے پیدا ہوئے ہیں اس عالم کے پائے جانے سے پہلے ہی موجود
 تھے، یہاں تو وہ لوگوں کو چھٹکارا دلانے کے لئے متجسد ہوئے
 ہیں لیکن اس کے باوجود وہ الہ اب کے تابع ہیں۔

آج کل مسیحیوں میں جس دین کے پیرو ہیں وہ یہی دین بولس ہے نہ کہ دین مسیح (وسیائی التفصیل)

قولہ انہم یزعمون الخ یعنی ان کا عقیدہ تھا کہ خدا، روح القدس اور حضرت عیسیٰ خدا کی تین اقنوم یا جز ہیں، تینوں
 اکوہیت، ازلیت اور ابدیت میں مساوی اور پھر تینوں ملکر ایک خدا نہ تین خدا، اس کو وہ توحید فی الثلیث
 کہتے ہیں، فسطوراعیسائی نے جو ایک فریق کا پیشوا مامون رشید کے عہد میں تھا، اس ثلیث کی یوں توضیح کی ہے
 کہ اصل ذات اللہ ایک ہی ہے اس میں تعدد و محو نہیں مسیح صفت علی اور روح القدس صفت حیات کا انضمام
 ہو کر تین اقنوم ہو گئے، مجموعہ کو واحد کہتے ہیں۔

بعض فرقے پہلے بھی اس کے قائل نہ تھے اور اب بھی قائل نہیں جیسا کہ فرقہ یونیٹرین، یہ عقیدہ گو بدیہی البطلان ہے تاہم
 علماء اسلام نے اس کے بطلان پر بہت سے دلائل قائم کئے ہیں (۱) یہ تینوں اپنے وجود اور تشخص میں تمیز ہیں یا نہیں؟
 اگر ہیں تو تین اشخاص جدا گانہ ہوئے نہ کہ ایک پھر ایک کہنا غلط ہے اور اگر نہیں ہیں تو تین نہ ہوئے ایک ہی ہوا پھر تین
 کہنا غلط ہے (۲) تینوں ملکر مستقل خدا ہوتے ہیں یا جدا گانہ بھی ہر ایک خدا ہے؟ پہلی صورت میں ہر ایک کو
 خدا کہنا غلط ہے نہ خود خدا خدا ہے نہ روح القدس خدا ہے نہ حضرت مسیح خدا ہیں، دوسری صورت میں تینوں
 مستقل خدا ہوئے نہ کہ ایک پس توحید نہ رہی (۳) حضرت مسیح کو جب خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے تو باپ اور
 بیٹے میں ضرورت تقدم ذاتی اور تقدم زمانی ہے اب اس مرتبہ میں کہ جب خدا مسیح کا باپ نہ تھا تو خدا خدا تھا یا نہیں؟
 اگر تھا تو پھر یہ کہنا کہ تینوں ملکر ایک خدا ہوا غلط ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی خدا تھا، اور اگر وہ خدا نہیں تھا تو مسیح
 بھی خدا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جب باپ ہی خدا نہ تھا اور نقص کی حالت میں اس سے مسیح پیدا ہوئے تو یہ کیونکر
 خدا ہو گئے؟ پھر سے کھوڑا پیدا نہیں ہو سکتا (البيان)

(لطیفہ) علامہ عتابی نے مامون کی مجلس میں ابو قرہ نصرانی سے سوال کیا کہ حضرت مسیح کی بابت کیا خیال ہے؟
 بولا خدا کے بیٹے ہیں، عتابی نے کہا: بعض کل سے بطریق تجزی، ولد والد سے برسبیل تناسل، سرکہ شراب سے بطور
 استعمال اور مخلوق خالق سے بحسب صنعت ہے تو کیا اس کے علاوہ پانچویں صورت بھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں لیکن
 اگر میں ان میں سے کسی ایک کا قول کروں تو تم کیا کہو گے؟ عتابی نے کہا: باری تعالیٰ متجزی نہیں ہوتے کیونکہ اگر یہ
 بات جائز ہو تو صورت دوم و سوم بھی جائز ہوگی، اور چوتھی صورت ہمارا مذہب ہے فہمت النصرانی۔

احدھا الاب وذلک بازاء المبدأ للعالم والثانی الابن وهو بازاء الصادر الاول وهو معنی عام شامل لجميع الموجودات والثالث روح القدس وهو بازاء العقول المجردة

ترجمہ: ایک اقنوم اب جو مبدأ عالم کے بالمقابل تھا اور ایک اقنوم ابن جو صادر اول کے درجہ میں تھا جو ایک امر عام اور تمام موجودات کو شامل ہے اور ایک اقنوم روح القدس جو عقول مجرکہ کے ہم معنی تھا۔
تشریح:۔ قولہ المبدأ للعالم الخ فلاسفہ کے ہاں مبدأ عالم سے مراد ذات واجب تعالیٰ ہے اور صادر اول سے مراد عقل اول و عقول مجرکہ سے مراد عقول عشرہ، اور عقل ان کے ہاں ایک جوہر ہے جو اپنے افعال میں آلات جسمانیہ سے بے نیاز اور اضافت وجود کے اعتبار سے واجب اور اس کے مصنوعات کے مابین متوسط ہے، اس سلسلہ میں ان کی مشہور ترین دلیل یہ ہے کہ جو چیز واجب سے اولاً صادر ہو وہ جسم نہیں ہو سکتی کیونکہ جسم مرکب ہوتا ہے اور واحد حقیقی سے واحد ہی صادر ہو سکتا ہے نہ کہ مرکب، نیز وہ عرض بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ عرض بلا حمل قائم نہیں ہوتا پس صادر اول ایک جوہر مجرد جس کو عقل اول کہتے ہیں اور وہ بحیثیت ذات کو واحد ہے اور واحد سے صرف واحد ہی صادر ہوتا ہے تاہم اس میں تین جہتیں ہیں اول اس کا وجود فی نفسہ، دوم اس کا وجود بالواجب سوم اس کا امکان ذاتی پس اس سے باعتبار اول عقل ثانی، باعتبار سوم فلک اعظم (فلک اول) باعتبار دوم نفس مدبرہ تین چیزیں صادر ہو گئی پھر انھیں جہات سے عقل ثانی سے عقل ثالث، فلک ثوابت اور نفس مدبرہ صادر ہو گئے و کذا الی العقل العاشر
(واحد کا) اصل عقیدہ تثلیث صرف نصرانیت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دیگر ادیان قدیمہ میں بھی یہ عقیدہ رائج تھا جیسے تثلیث مصری، تثلیث ہندی، تثلیث بابلی، تثلیث فلاسفہ۔

قدما و مصریین کے ثالث یہ تھے الآب یعنی اوزیرس، الابن یعنی ہورس، العبداء یعنی ایزیس (زوجہ اوزیرس) آج تثلیث مصری بالکل ناپید ہے، البتہ تثلیث ہندی آج بھی ہند، چین، ملایا وغیرہ میں موجود ہے چنانچہ ہر مذہب کا اعتقاد ہے کہ خالق اولاً برہما میں متجسد ہوا پھر وشنو میں (وہو الحافظ عندہم) پھر شیوا میں (وہو عندہم الہ الحیاة والتبدیل) فرقہ بوذیوں کا عقیدہ ہے کہ وشنو الہ عالم کو شر و ذنوب سے چھٹکارا دلانے کے لئے بارہا متجسد ہوتا رہا یہاں تک کہ نویں بار جسم خود بوذا میں ظاہر ہوا، بعض لوگوں کے نزدیک تثلیث ہندی کے ثالث یہ ہیں انجینی یعنی نار (آگ) و آئیو یعنی ہوا، سورجی یعنی شمس۔

تثلیث بابلی کے ثالث یہ ہیں آنو (رب السماء) بعل یا مردوخ (خالق الارض والانس) حیا (رب الماء و نمت الارض) ان کے اعتقاد میں ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک بیوی سے شادی بھی کی تھی تاکہ وہ ایجا خلق میں معین ثابت ہو چنانچہ آنو کی بیوی انتو، بعل کی بیوی بعلیتو اور شیوا کی بیوی وشنیکا کو مانتے تھے۔ (باقی صفحہ ۷۴ پر)

وكانوا يعتقدون اني اُتَنُومُ الابنَ حَذَرَ عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَعْنِي
تَصَوُّرَ الابنِ بِصُورَةِ رُوحِ عِيسَى كَمَا أَنَّ جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَظْهَرُ بِصُورَةِ الْإِنْسَانِ
وَيَزْعَمُونَ أَنَّ عِيسَى عَلَى نَبِينَا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّهُ ابْنُ اللَّهِ أَيضًا وَانَّهُ
بَشَرٌ تَجَرَّى عَلَيْهِ أَحْكَامُ الْبَشَرِيَّةِ وَالْإِلَهِيَّةِ مَعًا

لغات۔ اَتَنُومُ حصہ، اصل۔ تَدَرَّعُ تَدَرَّعًا زرعہ یا قمیص پہننا۔ اَلْمَجْبُود۔ بَشَرُ الْإِنْسَانِ۔
ترجمہ:۔ وہ اس بات کے معتقد تھے کہ اَتَنُومُ ابن نے حضرت عیسیٰ ؑ کی روح کا لباس اختیار کر لیا تھا یعنی ابن
نے حضرت عیسیٰ ؑ کی صورت میں ظہور کیا تھا جیسا کہ حضرت جبرئیل انسان کی شکل میں آتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہی ہیں، ابن اللہ بھی ہیں اور بشر بھی ہیں جن کی نسبت احکامات بشریٰ خداوندی
دونوں جاری ہوتے ہیں۔

تشریح۔ قولہ تَدَرَّعُ اَلْمَجْبُودُ یعنی اَقَانِیمِ ثَلَاثَہ میں سے اَتَنُومُ دوم یعنی ابن حضرت مسیح عیسیٰ کی روح کا جامہ پہن کر پورے
زمین پر ظاہر ہوئے اور اس لئے ظاہر ہوئے تاکہ بنی آدم کی طرف سے ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کا
فدیہ دیں جبکہ انھوں نے جنت میں شجرہ ممنوعہ سے گنہگار شدہ کی معصیت کی تھی اور اس فدیہ میں خود اپنی ذات کو
قربانی کے لئے پیش کریں، چنانچہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ آپ بچہ پڑے گئے، مارے گئے، سولی پر چڑھے
گئے اور تین روز تک مردہ رہے پھر دوبارہ زندہ کئے گئے اور آسمان پر اٹھائے گئے اور اب وہ رب
کے دائیں جانب بیٹھے ہیں (لَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْخُرَافَاتِ)

قولہ دِيزَعَمُونَ اَلْمَجْبُودُ نَصَارَى کا مذہب یہی ہے جو حضرت شاہ صاحب نے ذکر کیا ہے اور دائرۃ المعارف اور
معجم علمی وغیرہ میں مصرع موجود ہے، نوید جاوید میں ہے کہ نصاریٰ کے ایک فرقہ کا خیال ہے کہ اَقَانِیمِ ثَلَاثَہ اب، ابن
اور مریم عذراء ہیں جس کی تائید سورہ مائدہ کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے،
اَنْتَ ثَلَاثَہٌ لِلنَّاسِ اَحَدٌ دُونِيْ وَ اُخْرٰی اِلٰہَیْنِ بِنِ دُوْنِیْ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی
اللہ

(بقیتہ ص ۳۲) تخلیث فلاسفہ میں مُبَدَّاءُ عَالَم، صادر اول، اور عقول مجردہ تقریباً اسی درجہ میں
مانے جاتے ہیں، پس شاہ صاحب نے ثالوث مسیحی کو ثالوث فلاسفہ کے ساتھ تشبیہ دی
ہے تاکہ حقیقتِ حال منکشف ہو جائے اور تشبیہ میں ثالوث فلاسفہ کو اسلئے اختیار کیا ہے
کہ آپ کا دور منطق و فلسفہ کا دور تھا۔

(محمد حنیف غفرلہ گنگوہی)

وكانوا يَتَمَسَّكُونَ فِي هَذَا الْبَابِ بِبَعْضِ نَصُوصِ الْأَنْجِيلِ حَيْثُ وَقَعَ فِيهِ لَفْظُ الْإِلَهِ

لغات ۱۔ تِمَسَّكُونَ تَمَسَّكًا دلیل پکڑنا، نصوص جمع نص آیت ۱۔ انجیل یونانی کلمہ ہے جس کے معنی اشارت کے ہیں وہ آسمانی کتاب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی جمع اناجیل ہے۔

ترجمہ ۱۔ اور وہ اس سلسلہ میں دلیل پکڑتے ہیں انجیل کی بعض ایسی آیات سے جنہیں لفظ ابن آیا ہے۔
تشریح ۱۔ قولہ تِمَسَّكُونَ الخ جن اقوال سے عیسائی تمسک کرتے ہیں وہ اگر انجیل میں اور انجیل یوحنا سے منقول ہیں اور یہ تین طرح کے ہیں اول وہ اقوال ہیں جو اپنے حقیقی معانی کے لحاظ سے ان کے مقصود پر دلالت ہی نہیں کرتے تو ان سے اُلُوہیت مستنبط کر محض ان کا زعم کا سد ہے، دوم وہ اقوال ہیں جنکی تفسیر دیگر اقوال مسیحیہ یا انجیل کے بعض دیگر مواضع سے معلوم ہو سکتی ہے لہذا ان میں بھی ان کی رائے کا اعتبار نہیں ہو سکتا سوم وہ اقوال ہیں جن کی تاویل خود ان کے نزدیک بھی ضروری آدرجب تاویل ضروری ہوئی تو ظاہر ہے کہ تاویل ایسی ہی ہونی چاہیے جو نصوص و براہین کے خلاف نہ ہو۔ بخود کے طور پر چند تمسکات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) انجیل میں لفظ ابن کا اطلاق حضرت مسیح ۴ پر ہوا ہے، خود مسیح ۴ نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا اور خدا کو اپنا باپ کہا ہے جیسا کہ انجیل مرقس کی آیت ۱۴ و ۱۵ میں، انجیل یوحنا ۱ و ۳ میں اور انجیل یوحنا کے بہت سے مواضع میں یہ بات موجود ہے، اس کا جواب کتاب میں آگے آ رہا ہے۔

(۲) حضرت مسیح ۴ نے اپنی بابت اس عالم سے ہونے کی نفی کی ہے چنانچہ انجیل یوحنا میں ہے ”فقال لهم، انتم من مَثَلِ اَنَا انا من فوق، انتم من هذا العالم، انا انا فليست من هذا العالم“ اس سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں خدا ہوں، آسمان سے اتر کر متجسم ہو گیا ہوں۔ جواب یہ ہے کہ اسی طرح کی بات حضرت مسیح ۴ نے اپنے تلامذہ کے حق میں بھی ہے چنانچہ انجیل یوحنا ۱۵ و ۱۹ میں ہے ”لو كنتم من العالم لكان العالم يحببُ خاصته لكن لا تكلم لستم من العالم بل انا اخرتك من العالم لذلك يبغضكم العالم“ پس اگر اس سے اُلُوہیت ثابت ہو سکتی ہے تب تو یہ جواب بھی آ لہ ہوئے (ایضاً بالشر نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کہیں دنیا کے طالب ہواور میں ایسا نہیں ہوں بلکہ طالب آخرت اور رضائے مولیٰ کا خواہا ہوں، یہ مجازی معنی بہت سی زبانوں میں شائع ہیں چنانچہ صلیب اور زہاد کی بابت کہتے ہیں انہم ليسوا من الدنيا۔

(۳) انجیل یوحنا ۱ و ۳ میں ہے ”انا والاب واحد“ یہ ان کے زعم کے مطابق اِشتراد مسیح کے اتحاد پر دال ہے جواب یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ خود حواریین کے حق میں بھی وارد ہوئے ہیں چنانچہ انجیل یوحنا ۱ و ۳ و ۱۴ میں یوحنا ۱۵ ”ليكون الجميع واحدا كما انك انت ايهو الاب في تانا نيك ليكو لواءهم ايضا واحدا فينا، ليؤمن العالم انك ارسلتني وانا قد اعطيتهم المجد الذي اعطيتني ليكو لواء واحد كما اننا نحن واحد انا فيهم وانت في ليكو لواء مكملين الي واحد“

پس اس عبارت میں غلط کشیدہ الفاظ حواریین کے اتحاد مع اِشتراد دال ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کا یہ اتحاد حقیقی نہیں بلکہ اتحاد بالشر سے مراد احکام خداوندی کی اطاعت ہے لہذا اتحاد واحد بالشر۔

(۴) کبھی حضرت عیسیٰ کو اسلئے اشد کا بیٹا کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، جواب یہ ہے کہ پھر تو حضرت آدم علیہ السلام کو فوقیت حاصل ہونی چاہیے کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، سورہ آل عمران میں ہے۔
 اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقْنٰهُ مِنْ تُرَابٍ
 ثُمَّ نَسٰى اِلٰہُ لَہُ کُنْ فِیْکُوْنُ ۝

یعنی حضرت آدم کے کو نہ باپ تھا نہ ماں، عیسیٰ کے باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے، اس حساب سے تو آدم کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہیے حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں

بلکہ مؤرخوں نے بہت سے لوگوں کی نسبت بغیر باپ کے پیدا ہونا بیان کیا ہے، الشقوی کے بھی تین بیٹے بغیر باپ کے مؤرخین نے لکھے ہیں، اسی طرح مسٹر کاکون نے تاریخ چین میں لکھا ہے کہ ولادت مسیح سے تخمیناً چھ سو برس آگے ایک عورت پر شجاع آفتاب پڑی اور اسی دن سے وہ حاملہ ہو گئی اور وہ محل پینتالیس برس رہا جس سے ایک سفید بالوں والا لڑکا پیدا ہوا جس کو حکیم لاوڑی کہتے ہیں جس کے معنی پیر نابالغ کے ہیں (دور بازرگراوی)

(۵) کبھی اس لئے کہ آپ نے مردے کو زندہ کئے ہیں جیسا کہ انجیل مرقس کے پندرہویں باب میں ہے، جواب یہ ہے کہ بیشک مردہ کو زندہ کرنا آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے لیکن آپ نے زمانہ صلیب تک صرف تین اشخاص کو زندہ کیا ہے ایک ہنرہ رئیس کو جیسا کہ اناجیل ملاکہ میں ہے اور ایک اور مردہ کو جیسا کہ لوقا نے ساتویں باب میں نقل کیا ہے اور ایک عازار کو جس کو صرف یوحنا نے اپنی انجیل کے گیارہویں باب میں نقل کیا ہے

ادھر حزقیال کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے ہزاروں کو زندہ کیا ہے جیسا کہ ان کی کتاب کے سنتیسویں باب میں ہے نیز حضرت الیاس کا مردے کو زندہ کرنا اول کتاب سلاطین کے سترہویں باب میں لکھا ہے تو ان سب کو خدا کا پہلے بلکہ حزقیال سے زیادہ اس کے مستحق ہیں حالانکہ اس کے وہ بھی قائل نہیں۔

قولہ الانجیل انما صاحب مہند نے لکھا ہے کہ یہ یونانی کلمہ ہے جس کے معنی بشارت کے ہیں ہمارے نزدیک انجیل وہ آسمانی کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی کما قال اللہ تعالیٰ ”وَآتَيْنَاہُ الْاِنْجِیْلَ“

یہ کتاب کتنی بڑی تھی، کس طرح اور کس وقت لکھی گئی تھی، اور حضرت مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں کس کے پاس رہا کرتی تھی اس کی بابت کچھ نہیں کہا جاسکتا، البتہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے اہل مات کو جمع کرایا تھا اور یہی وہ کتاب مقدس انجیل تھی جس پر اہل اسلام کو ایمان لانا ضروری ہے

لیکن اول ہی صدی عیسوی سے عیسائی مذہب پر جو آفات نازل ہوئیں ان کی وجہ سے اصل انجیل مقدس تلف ہو گئی یونانی اور رومی لوگوں کے اس مذہب میں ملنے سے نئے نئے خیالات پیدا ہو گئے اور عیسائی پیشواؤں کے فلسفی طریق اختیار کر لینے سے یہ قباحات پیدا ہوئی کہ جس طرح یونانی فیلسوف اپنے خیالات کو رواج دینے کے لئے اپنی تصانیف مشہور اخصا ص کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اسی طرح عیسائی بھی کرنے لگے اور اناجیل تعنیف کرنے کا بازار گرم ہوا اور لوگوں نے سیکڑوں کی تعداد میں انجیلیں تعنیف کیں اور کس نے کسی عجاری

کے نام سے اور کسی نے کسی حواری کے نام سے نامزد کی مثلاً انجیل تو ما اسرائیل، انجیل جاگ الا صفر، انجیل نیکو دیم انجیل الطفولہ، انجیل مریسون وغیرہ، لیکن مسیحین کے نزدیک انجیل متعدد ہیں سے مرن چار انجیلیں معتبر مانی گئی ہیں۔ ۱۔

اول انجیل متی۔ یہ سب سے مقدم انجیل ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تیس سال بعد بمقام اورشلیم عبری زبان میں لکھی گئی ہے جیسا کہ لارڈنر، ارمن، یوسی بیس، جردم وغیرہ عیسائیوں کے بڑے بڑے عالم اس کے قائل ہیں اور ہارن مفسر نے اپنی تفسیر جلد چہارم میں ان کے اقوال نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ اس کی تصنیف ۳۰ یا ۳۵ء میں ملک یہودیہ میں ہوئی ہے، اس میں حضرت مسیح کے اقوال اس زمانہ کے ادبی اسلوب کے مطابق تحریر ہیں نیز حضرت مسیح کے نسب اور ان کے آخری ایام سے بحث ہے ۳۰ء میں اس کا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا جو متی نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے کیا جس میں جعل والی حقائق اور ایسی خوش غلطیاں ہیں جن کی بابت مفسرین انجیل کو بھی کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔

دوم انجیل مرقس۔ یہ انجیل متی کے بعد کی لکھی ہوئی ہے، مرقس کا اب تک صحیح حال عیسائیوں کو بھی معلوم نہیں کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا اور کس سال عیسائی ہوا۔ صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ وہ بطرس حواری کا شاگرد ہے۔ کینس، اسکندریہ کی تاسیس اسی کی طرف منسوب ہے، اس نے بطرس وغیرہ لوگوں سے سنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے ہیں، پادری اسکاٹ دیباچہ تفسیر ۲۳۹-۲۴۰ میں کہتا ہے کہ ٹھیک معلوم نہیں کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اس کی تصنیف ۳۰ء اور ۳۵ء کے درمیان ہوئی اور بالاتفاق شہر روم میں اس نے یہ کتاب تصنیف کی اور رومیوں کے لئے لاطینی زبان میں لکھی کیونکہ انکی زبان لاطینی ہے مگر اس اصل نسخے کا اب تک کہیں پتہ نہیں ہاں اس کا ترجمہ یونانی موجود ہے جس میں کافی کلام ہے۔

سوم انجیل لوقا۔ یہ انجیل سابقہ دونوں انجیلوں کے بعد کی ہے، اس کا مصنف لوقا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں بلکہ پولس کا شاگرد ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کہاں کا باشندہ تھا (گو بعض پادریوں نے انطاکیہ لکھا مارا) اور کس کے ہاتھ پر دین میں داخل ہوا اور اس کی اصل زبان کیا تھی اور اس نے یہ انجیل کب لکھی (قیاسی طور پر ۳۰ء بیان ہوا ہے) اور جبکہ متی اور مرقس کی انجیل تصنیف ہو چکی تھی پھر اس کو انہیں باتوں کے قلبند کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی

چہارم انجیل یوحنا۔ المجیب ابن ربیدی و سلموہ وانو یعقوب البکیر، یہ انجیل فلسفہ مسیحیہ کا اصل لافول بھی جاتی ہے۔ اس کی تالیف لازماً یہی تھی ہے یعنی عروج مسیحی سے ستر برس بعد، اس کے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے کلام میں مبالغہ بھی بہت کثرت سے ہے، اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ دوسری صدی میں لوگوں نے انجیل یوحنا کی بابت کلام کیا کہ انکی تصنیف نہیں، (باقی صفحہ پر)

وَحْدَ نَسَبٍ إِلَى نَفْسِهِ بَعْضَ الْأَفْعَالِ الْإِلَهِيَّةِ

ترجمہ ۱۔ اور خود حضرت مسیح نے بعض افعال الہیہ کو اپنی جانب منسوب کیا ہے۔
تشریح ۱۔ قولہ وقد نسب الخ (۶) کبھی اس لئے کہ مسیح علیہ السلام نے ان کاموں کو جو خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اپنی طرف منسوب کیا ہے جیسے انجیل متی کے آٹھویں باب میں ہے۔

ولما نزل من الجبل اتبعه جموع كثيرة واذا بابرص قد جاء وسجد له قائلاً: يا رب! ان شئت فانت قادر على تطهيرى فمد يسوع يده ولمسه وقال فتد شئت فاطهر، فطهر للوقت من برصه۔
جب آپ پہاڑ سے اترے تو بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہوئے، راہ میں ایک مبتلائے برص مرضی ملا جس نے یہ کہتے ہوئے سجدہ کیا، اے رب! اگر تو چاہے تو مجھے برص پاک کرنے پر قادر ہے یسوع نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسکو چھو کر کہا میں نے چاہ لیا سو تو پاک ہو جا، پس وہ اسی وقت برص سے پاک ہو گیا، اس میں آپ نے اپنے برص سے شفا یاب ہونے کی مشیت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کا جواب بھی کتاب میں آ رہا ہے۔

(بقیہ ص ۷۷) اس وقت آرنیوس موجود تھا جو پولی کارپ کا شاگرد اور پولی کارپ یوحنا کا گرو آر نیوس نے اپنے دادا استاد کی کتاب پر شہادت نہیں دی۔ معلوم ہوا کہ اس کو بھی شک تھا یا اس استاد نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا ورنہ ایسے موقع پر سکوت چہ معنی دارد؟ نیز تلک ہر لڈ کی چوتھی جلد مطبوعہ ۱۸۳۲ء ص ۲۰۵ پر ہے ”استاذ لن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انجیل یوحنا مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم کی تصنیف ہے اس میں کوئی بھی شبہ نہیں“ اسی طرح محقق برٹیشنیڈر کہتا ہے کہ یوحنا کی تصنیف سے نہ یہ انجیل ہے نہ اور رسائل بلکہ دوسری صدی عیسوی میں کسی اور شخص نے تصنیف کر کے ان کے نام سے مشہور کر دئے تاکہ لوگوں میں اعتبار ہو۔

جب ان چاروں انجیلوں کا یہ حال ہے تو اور کتابوں کا تو ذکر ہی کیا ہے پھر بھی ان کتابوں کو عیسائی منترل من اللہ جانتے ہیں جبکہ ان کے مصنفوں کی نبوت ثابت ہے نہ کوئی معجزہ، اور اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ لوقا اور مرقس حواری نہیں اور متی و یوحنا جو حواری ہیں تو وہ حواریوں میں بڑے رتبے کے نہیں بلکہ ان سے بڑے بڑے مقرب حواری شمعون اور بطرس وغیرہ تھے جن کی کوئی انجیل نہیں، ان کے علاوہ تقریباً ایک سو تیس اور کتابیں ہیں جن میں سے بعض کو قدما نے الہامی اور بعض کو غیر الہامی مانا اور متاخرین نے اس میں اختلاف کیا ہے اور بعض کتابوں کو الہامی تو نہیں مگر جس طرح اہل اسلام حدیث کی کتابوں کو مانتے ہیں وہ بھی ان کو اسی مرتبے میں سمجھتے ہیں انھیں میں سے برنباس حواری کی انجیل ہے۔ (تفسیر حقانی، البیان، معجم علی وغیرہ)

والجواب عن الاشكال الاول على تقدير تسليم انه كلام عيسى عليه السلام ليس فيه تحريف

ترجمہ :- پہلے اشکال کا جواب اس امر کے مان لینے کی صورت میں کہ یہ کلام فی الحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے تحریف شدہ نہیں ہے۔
تشریح :-

قولہ الاشکال الخ لفظ اشکال یہاں بھی اور آئندہ قول میں بھی بمعنی التباس و اشتباہ ہے کہا جاتا ہے "اشکلت علی الانبار" میرے اوپر خبریں مشتبہ ہو گئیں، پس جن دو شبہوں نے ان کو گمراہی میں مبتلا کیا ہے ان میں سے اول تو حضرت عیسیٰ پر لفظ ابن کا اطلاق ہے اور دوسرا حضرت عیسیٰ کا اپنی طرف بعض افعال الہیہ کو منسوب کرنا ہے۔

قولہ علی تقدیر تسلیم الخ یعنی اول تو یہ تسلیم کرنا ہی مشکل ہے کہ جن اقوال میں لفظ ابن کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ در حقیقت حضرت عیسیٰ ہی کا کلام ہے، اس واسطے کہ کتب اناجیل میں جہاں اور احکام میں تحریف ثابت ہے وہیں مسئلہ تثلیث میں بھی تحریف ثابت ہے چنانچہ یوحنا کے رسالہ اولی کے پانچویں باب میں ہے "لان الذین یشہدون فی السماء ثلثۃ و ہم الاب والکلمۃ والروح القدس و ہولاء الثلثۃ واحدۃ والشہود الذین یشہدون فی الارض ثلثۃ و ہم الروح والماء والدم و ہولاء الثلثۃ متحدی واحد" حالانکہ خود ان کے محققین علماء کی تحقیق کے مطابق اصل عبارت صرف اتنی ہے "لان الشہود الذین یشہدون ثلثۃ و ہم الروح والماء والدم و ہولاء الثلثۃ متحدی واحد" اسی طرح انجیل لوقا کے باب اول میں بعض الفاظ کا اضافہ ہے اور انجیل متی کے باب اول سے بعض الفاظ کا اسقاط ہے بلکہ انجیل لوقا کے بائیسویں باب میں تو پوری کی پوری آیت ہی صاف ہے۔

تحریف کا مسئلہ تو اتنا واضح ہے کہ خود عیسائیوں کو بھی اس کا اعتراف ہے چنانچہ پادری فنڈر کہتا ہے کہ اگرچہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف و الفاظ میں تحریف وقوع میں آئی اور بعض آیات کے مقدم و مؤخر اور الحاق کا شبہ ہے تو بھی انجیل کو بے تحریف کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اس کا مضمون اور مطلب نہیں بدل گیا۔

میکلس صاحب ڈاکٹر بنٹلی صاحب کا قول اپنے عہد جدید کے دیباچہ جلد اول ص ۲۶۳ میں نقل کرتے ہیں کہ "جن لوگوں کے پاس صرف ایک ہی قسمی نسخہ بچا ہوا تھا جیسے رومی اور یونانی ان میں یہودی معلموں کے ایسے قصور پائے گئے ہیں انسان کی اصلاح میں ایسے عیب ملے ہیں کہ باوجود پوری دودھ دیوں کے نہایت عالم اور تیز فہم کھتہ چینیوں کی محنتوں کے وہ کتابیں اب تک غلطیوں کا انبار ہیں اور اسی طرح رہیں گی۔" یہ صرف تحریف کا حال ہے، اختلافات کی کیفیت یہ ہے کہ ڈاکٹر مل نے جو عہد جدید کے نسخے ملائے تو تیس ہزار اختلاف پائے اور ڈاکٹر گر بیخ نے جو تین سو پچپن نسخوں کا مقابلہ کیا تو ڈیڑھ لاکھ اختلاف ملے یہ صرف انجیل کے اختلافات ہیں، اندر حالات اگر کہیں بعض مسیحی اقوال ایسے پائے جائیں جو تثلیث پر دال ہوں ان پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

وَالْجَوَابُ عَنِ الْاَشْكَالِ الثَّانِي اَنَّهُ عَلَى سَبِيلِ الْحِكَايَةِ كَمَا يَقُولُ رَسُولُ مَلِكٍ مِنَ الْمُلُوكِ وَدَّ
عَلَيْنَا الْمَلِكُ الْفَلَاحِي وَقَدْ دَمَرْنَا قَلْعَهُ كَذَا وَفِي الْحَقِيقَةِ هَذَا الْاَمْرُ رَاجِعٌ اِلَى الْمَلِكِ وَامَّا
الرَّسُولُ فَاِنَّهَا هُوَ تَرْجَمَانُ مُحَضَّرٌ وَاَيْضًا يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُونَ طَرِيقُ الْوَحْيِ اِلَى عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ
السَّلَامُ انْطَبَاعُ الْمَعَانِي فِي لَوْحٍ لِنَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ الْعَالَمِ الْاَعْلَى لِاتِّمْلُكُ جَبْرِئِيلَ بِالصُّورَةِ الْبَشَرِيَّةِ
وَالْقَاءِ الْكَلَامِ فَرُبَّمَا يَجْرِي بِسَبَبِ هَذَا الْاَنْطَبَاعِ مِنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَلَامٌ مُشْعَرٌ
بِنِسْبَةِ تِلْكَ الْاَفْعَالِ اِلَى نَفْسِهِ وَالْحَقِيقَةُ غَيْرُ خَفِيَّةٍ

لغات :- رسول قاصد، ایلی - ملک بادشاہ، ملوک جمع ملک - دمرنا تدمیراً ہلاک کرنا۔ انطباع طبعنا، لوح
تختی، تثل تصور ہونا۔ القاء طرانا۔ ترجمہ

دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبت بطریق نقل و حکایت ہے جیسے کسی بادشاہ کا ایلی یوں کہے کہ ہم نے فلاں ملک
فتح کر لیا، فلاں قلعہ توڑ ڈالا کہ یہ کام درحقیقت اتمل کیا، راجع ہے رہا ایلی سو وہ تو مرت ایک ترجمان ہے، اور یہ بھی ممکن ہے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا طریقہ یہ ہو کہ مضامین خود منقش ہو جاتے ہوں۔ ان کے لوح دل پر عالم بالا سے نہ
کہ حضرت جبرئیل کا صورت انسانی میں آنا اور کلام کا القاء کرنا، پس اس نقش ہونے کی بناء پر بعض اوقات حضرت
عیسیٰ علیہ السلام سے وہ کلام صادر ہوتا ہو جو افعال الہیہ کو اپنی جانب نسبت کرنے کی طرف مُشیر ہو، اور اس کی
حقیقت کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔

تشریح

قولہ عن الاشکال الثانی الخ اشکال ثانی سے مراد حضرت یحییٰ کا ان کاموں کو جو خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں
اپنی طرف نسبت کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبت بطریق نقل و حکایت ہے مثلاً کسی بادشاہ کا ایلی اس
کے کلام کو یوں نقل کرے کہ ہم نے فلاں ملک فتح کیا، اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایلی ترجمان سے زیادہ حقیقت
نہیں رکھتا، نیز اختصاص کے لئے غلام آقا کے املاک کو اور رعیت بادشاہ کے املاک کو اور عزت کے کاموں
کو اپنی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں، یہ عام محاورہ ہے۔

قولہ انطباع المعانی الخ یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نزول وحی کا طریقہ تثل (یعنی فرشتہ وحی کا
کسی انسان کی شکل و صورت میں آنا) نہ ہو بلکہ براہ راست عالم اعلیٰ سے قلب پر وحی نازل ہوتی ہو اور مضامین آپ کے
لوح دل پر خود منقش ہو جاتے ہوں جس کو نفس فی الروح سے تعبیر کرتے ہیں، اور اسی انطباع کی وجہ سے آپ
سے وہ کلام صادر ہوتا ہو جو افعال الہیہ کو اپنی طرف نسبت کرنے کی طرف مُشیر ہو، طرق وحی کی تفصیل ہم پر گندہ مچی۔
قولہ غیر خفیہ الخ یعنی سب جانتے ہیں کہ یہ نسبت حقیقی نہیں مجازی ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت پرترک
کرنا غلط ہے۔

(محمد حنیف غفرلہ گنگوہی)

وبالجملة فقد رزى الله سبحانه وتعالى هذا المذهب الباطل وكثر ان عيسى عبد الله وروحہ المقدس نفخ في رحيم مريم الصديقة وايداه بروح القدس ونظر اليه بالعناية الخاصة الموعودة في حقہ

لغات :- قرر تقريراً ثابت کرنا، نفخ (ن) نفخا پھونکنا۔ مریم، بنت عمران والدہ عیسیٰ و افضل نساء زمانہا، ایدہ تائیداً قوی کرنا۔

ترجمہ

الحاصل خداوند تعالیٰ نے اس باطل مذہب کا رد فرمایا اور بتایا کہ عیسیٰ خدا کا بندہ اور اس کی وہ پاک روح ہے جس کو اس نے مریم مدلیقہ کے رحم میں ڈالا اور اس کی روح القدس سے تائید فرمائی اور اس پر خاص عنایتیں رکھیں۔

تشریح

قوله فقد رزى الله الا جیسے سورہ مائدہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

لَعَنَ كُفْرًا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمِمَّنْ إِلَهٌ إِلَّا إِلَهُ وَاحِدٌ

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بقول صحیح یہ آیت خاص طور سے نصاریٰ کی بابت نازل ہوئی ہے جیسا کہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے ابن جریر کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے تینوں فرقے ملکانیہ، یعقوبیہ اور نستوریہ اقامتِ ثلاثہ کے قائل ہیں اور ہر ایک دوسرے کو کافر سمجھتا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ تینوں ہی کافر ہیں۔

قوله نفخ الخ جیسے سورہ تحریم کے آخر میں ارشاد باری ہے۔

وَمَرْيَمُ ابْنْتُ إِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا (الآیت)

یعنی فرشتہ کے ذریعہ سے ایک روح پھونک دی، حضرت جبرئیل نے مریام میں پھونک ماری جس کا نتیجہ استقرار حمل ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(تنبیہ) بعض نصاریٰ سورہ نساء کی آیت ”الْقَبَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ“ (جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اسکے ہاں کی) سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح روح اللہ ہیں تو ان کا مرتبہ الوہیت میں ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ کی روح اللہ سے کم درجہ کی نہیں ہو سکتی، جواب یہ ہے کہ سورہ سجدہ میں ”وَلَوْ كُنَّا فَاعِلِينَ مِنْ رُوحِهِ“ اور سورہ حجر سورہ قصص میں ”وَلَوْ كُنَّا فَاعِلِينَ مِنْ رُوحِهِ“ حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں وارد ہے، اور سورہ مریم میں ”فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا“ حضرت جبرئیل کے حق میں ہے اور کتاب حزقیال میں ہزاروں آدمیوں پر ”روحی“ کا اطلاق ہے اور سورہ جاثیہ میں ہے ”وَسَخَّرْنَاكَ مِثْلَ الْمَاءِ فِي السَّمَوَاتِ وَمِثْلَ الْمَاءِ فِي الْأَرْضِ“ جیسا کہ ”پس اگر حضرت مسیح کی بابت ”روح منہ“ کا مطلب یہی ہے کہ وہ اللہ کا بعض اور اس کا جوہر تو ”جوہر جیسا کہ منہ“ کے معنی بھی یہی ہونگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری مخلوق خدا ہے (استغفر اللہ) بات اصل یہ ہے کہ

روح کی اصناف جو اپنی طرف کی ہے یہ محض تشریف و حکیم اور روح انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کیلئے ہے یعنی وہ خاص جان جس میں نمونہ ہے میری صفات کا اور بسبب خصوصی لطافت کے مجھ سے نسبتاً قریبی علاقہ رکھنے والی ہے۔

امم غزالی نے دوسرے عنوان سے اس اصناف پر روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں، اگر آفتاب کو قوت گویائی مل جائے اور وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہنچایا تو کیا یہ لفظ (اپنا نور) غلط ہوگا؟ جب یہ کہنا صحیح ہے حالانکہ نہ آفتاب زمین میں حلول کرتا ہے نہ اس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے بلکہ زمین سے لاکھوں میل دور رہ کر بھی روشنی کی باگ اسی کے قبضہ میں ہے، زمین کا کچھ اختیار نہیں چلتا۔ بجز اس کے کہ اس سے بقدر اپنی استعداد کے نفع حاصل کرتی رہے، تو دربار الہی خدا کا آدم کے حق میں یہ فرمانا "و نغخت فیہ من روحی" میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی یا عیسیٰ مسیح کی بابت یہ فرمانا "و روح منہ" حلول و اتحاد وغیرہ کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے؟
قولہ وایده بروح القدس الخ جیسے سورہ مائدہ میں ارشاد درباری ہے

اِذْ اَنْزَلْنٰكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔ جب مدد کی میں نے تیری پاک روح سے۔

یوں تو "روح القدس" سے حسب مراتب سب انبیاء علیہم السلام بلکہ بعض مؤمنین کی بھی تائید ہوتی ہے لیکن محترم عیسیٰ علیہ السلام کو جن کا وجود ہی "لفظ جبریلیہ" سے ہوا کوئی خاص قسم کی فطری مناسبت اور تائید حاصل ہے۔
روح القدس کی مثال عالم ارواح میں ایسی سمجھو جیسے عالم مادیات میں قوت کھربائیہ (جہلی کا خزانہ، جس وقت اس خزانہ کا مدیر محین اصول کے موافق کرٹ چھوڑتا اور جن اشیاء میں جہلی کا اثر پہنچاتا ہے، ان کا کنکشن درست کر دیتا ہے تو فوراً خاموش اور ساکن مشینیں بڑے زور سے گھومنے لگتی ہیں، اگر کسی مریض پر جہلی کا عمل کیا گیا ہو تو مشلول اعضاء اور بے حس ہوجانے والے اعصاب میں جہلی کے پہنچنے سے حس و حرکت پیدا ہو جاتی ہے بعض اوقات ایسے بیمار کے حلقوم میں جس کی زبان بالکل بند ہوگئی ہو قوت کھربائیہ کے پہنچانے سے قوت گویائی واپس کی گئی ہے، حتیٰ کہ بعض غالی ڈاکٹروں نے تو یہ دعویٰ کر دیا کہ ہر قسم کی بیماری کا علاج قوت کھربائیہ سے کیا جاسکتا ہے (دائرة المعارف فرید وجہی)

جب اس معمولی مادی کھربائیہ کا حال یہ ہے تو اندازہ کر لو کہ عالم ارواح کی کھربائیہ میں جس کا خزانہ روح القدس ہے کیا کچھ طاقت ہوگی، حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ؑ کی ذات گرامی کا تعلق روح القدس سے کسی ایسی خاص نوعیت اور اصول کے ماتحت رکھا ہے جس کا اثر کھلے ہوئے غلبہ روحیت، تجرد اور مخصوص آثار حیات کی شکل میں ظاہر ہوا، ان کا روح اللہ سے ملقب ہونا، بچپن جوالی اور کہولت میں یکساں کلام کرنا، خدا کے حکم سے افاضہ حیات کے قابل کا لبد خاکی تیار کر لینا اس میں باذن اللہ رفع حیات چھوٹنا، مایوس علاج مریضوں کی حیات کو باذن اللہ بدون توسط اسباب عادیہ کے کار آمد اور بے عیب بنادینا وغیرہ یہ سب آثار اسی تعلقی خصوصی سے پیدا ہوئے ہیں، مگر یہ سب امتیازی معاملات ہیں جن سے کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ اُلویت ثابت ہو۔ (فوائد سجد و تفسیر)

و بِالْجَمَلَةِ لَوْ ظَهَرَ اَدْلًاُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى فِي الْكُسُوفَةِ الْمَرْوِيَّةِ الَّتِي هِيَ مِنْ جَنْسٍ سَاثِرٍ لِارْطَاحٍ
وَتَدَارُغٍ بِالْبَشَرِيَّةِ فَهِيَ لَا يَنْتَبِطِقُ لَفْظُ الْاِتِّحَادِ عَلَى هَذَا الْمَعْنَى عِنْدَ التَّدْقِيقِ وَالْإِمْعَادِ لِأَنَّ
بِتَسَامُحٍ وَاقْتِرَابٍ الْاَلْفَاظِ لِهَذَا الْمَعْنَى التَّقْوِيمُ وَمِثْلُهُ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا

لغات ۱۔ کسوۃ لباس، پوشاک، تدرع تدرعاً زرہ یا چادر پہننا، تدقیق باریک بینی سے کام لینا، امتحان نہایت
غور سے سوچنا، تسامح چشم پوشی، نرم برتاؤ، تقویم سیدھا کرنا۔

ترجہ ۱۔ بالجملہ، اگر ظاہر ہو خداوند تعالیٰ اس روح کے قالب میں جو باقی ارواح کے ہم جنس ہے اور بشریت کا لباس اختیار
کرے تو نہیں منطبق ہوتا لفظ اتحدا اس معنی پر بھی غور و غوض سے کام لیتے ہوئے مگر بتسامح بلکہ تقویم وغیرہ الفاظ اس
معنی کے قریب تر ہیں، انشرویت بلند ہے اس سے جو کہتے ہیں ظالم لوگ۔ تشریص ۱۔

قولہ لو ظہر الشراخ یعنی بالعرض اگر خدا تعالیٰ ایسی روح کے قالب میں جو باقی ارواح کے ہم جنس ہے آپا ہوا بشریت
کا لباس اختیار کیا ہو اور ہم اسی طرح اس نسبت کو واشکاف کریں تو لفظ اتحدا اس وقت ہرگز مستعمل نہ ہو سکے گا
مگر بتسامح، بلکہ اس معنی کے قریب تر الفاظ تقویم، تعدیل وغیرہ ہیں جس کے معنی کسی چیز کو سیدھا کرنا اور برابر
کرنا ہے اسی سے تقویم البلدان ہے یعنی ممالک کے طول و عرض اور زمین کے خراج کا بیان، اور اسی سے ہے
حق تعالیٰ کا ارشاد "لقد خلقنا الاحسان فی احسن تقویم" (ہم نے بنایا آدمی کو بہت انداز سے پر) فالعنی صارت
الاقانیم الثلاثہ متساویۃ، متنسقة، معتدلة۔

قولہ التقویم الخ مقوم وہ ہے جس کے ذریعہ سے کوئی دوسری چیز قائم ہو جیسے جو ہر عرض کا مقوم ہے یا طلسمی کاغذ کسی تاشہ
کا مقوم ہو، عام غلطی یہ ہے کہ تقویم کو جو ہر عرض کی نسبت میں منحصر کر دیا ہے اور چونکہ جو ہر عرض میں ایک طرح کا
اتحدا ہے اسلئے تقویم کو اتحدا سمجھا گیا ہے حالانکہ طلسم اپنے تاشہ سے بالکل صاف علیحدہ ہوتا ہے اور یہ نسبت تقویم
ہمکنی ہے اگر اس کو بھی اتحدا ہی کہا جائے تو پھر کوئی چیز علیحدہ ہی نہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی نسبت آخر پائی ہی
جائے گی۔ (حاشیہ)

(خاتمۃ البحت) یہاں تک بحث تشلیث مع بیان ادراہ مبطلہ تمام ہوئی، خاتمہ بحث میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت
مسیح ؑ کے ان اقوال کو بھی ذکر کر دیا جائے جو تشلیث کے ابطال پر دال ہیں۔

(۱) انجیل یوحنا (۳/۱۷) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے "وہذہ ہیائیموۃ الابدیۃ ان یعرفوک انت الاله الحقیقی
وحدک ویسوع المسیح الذی ارسلتہ" اس میں اپنے بتایا ہے کہ حقیقی زندگی یہی ہے کہ لوگ خدا کو واحد حقیقی، معبود
برحق اور عیسیٰ کو اس کا رسول جانیں اور اسی پر عمل پیرا ہوں۔

(۲) انجیل مرقس (۲۲/۴) میں حضرت مسیح کا قول ہے "واما ذلک الیوم وذلک الساعۃ فلا یعلم بہما احد ولا الملائکۃ
الذین فی السما وولا الابن الا الاب" اس میں حضرت مسیح نے قیامت کے علم کو (باقی برص ۸۵)

وَلَا تَشْتَكُ أَنْ تَرَىٰ أَنَّمَا يُدْرِكُ الْفَرَقَ فَانظُرْ الْيَوْمَ إِلَىٰ أَوْلَادِ الْمَشَاجِقِ وَالْأَوْلِيَاءِ
مَاذَا يَفْعَلُونَ بَابِئِهِمْ فَتَبَدُّهُمْ قَدْ أَفْطُوا فِي إِجْلَالِهِمْ كُلَّ الْإِفْطَاءِ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا
أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

لغات، انموزج نمونہ، فریق جملت، گردہ افراطاً حد سے بڑھ جانا، اجلال تعظیم کرنا، منقلب انقلاب
کا اسم ظرف، لڑنے کی جگہ، کہا جاتا ہے کل امرئ یصیر الی منقلبہ
ترجمہ۔ اگر تو دیکھنا چاہے نمونہ اس قوم کا تو دیکھ آج اولیاء اللہ اور مشائخ کی اولاد کو کہ وہ اپنے آباؤ کے حق
میں کس قسم کے خیالات رکھتے ہیں پس تو ان کو پائیگا کہ وہ ان کی تعظیم میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور بہت جلد جانیں
گئے وہ لوگ جو ظلم کرتے ہیں کہ کونسی پھرنے کی جگہ پھر جائیں گے۔

(بقیہ ص ۸۶) اللہ کے ساتھ خاص کیا ہے اور اپنی ذات اور پیغمبر بندگان خدا سے اس کے علم کی نفی کی ہے اور ظاہر
ہے کہ حضرت مسیح کے الٰہ ہونے کی صورت میں اس نفی کی کوئی وجہ ہی نہیں بالخصوص جبکہ ان کے ہاں کلمہ اور اقنوم
ابن دونوں علم الٰہی سے عبارت ہیں۔

(۳) انجیل مٹی (۱۹، ۱۶، ۱۷) میں ہے ”واذا واحد تقدم وقال له، ايها المعلم الصالح! اي صلاح اعمل
لتكون لي الحيوۃ الابدية؟ فقال له، لما ذلت عن نبي صالح! ليس احد صالحا الا واحد وهو الله“ اس میں
آپنے اپنے لئے ازراہ تواضع لفظ صالح بھی گوارا نہیں کیا۔

(۴) انجیل یوحنا (۱۴، ۲۴) میں حضرت مسیح کا قول ہے ”الكلام الذي تسمعون ليس لي بل لآب الذي ارسلني“
اس میں رسالت اور اس بات کی تصریح ہے کہ جو کلام تم سنتے ہو وہ حق تعالیٰ کی جانب سے آئی ہوئی
وحی ہے۔

(۵) انجیل مٹی (۲۳، ۱۰، ۹) میں اپنے تلامذہ کو حضرت مسیح کا خطاب ہے ”ولا تدعوا لكم ابا على الارض لان
ابكم واحد الذي في السموات، ولا تدعوا معلمين لان معلمكم واحد المسيح“ اس میں آپنے اللہ کے ایک ہونے کی
اور اس بات کی تصریح کی ہے کہ میں تمہارا معلم ہوں۔

(۶) قرآن عظیم کی سورہ مائدہ میں حضرت مسیح قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ
اِنَّ مِنْ شِرْكٍ بِاللّٰهِ فَعَدَّ عَزْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
الْبَغْيَ وَكَادُوهُ الشَّارَ
اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی رب
ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک
ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور
اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

وایضاً فمن ضلالة اولئك انهم يجزمون انه قد قُتِلَ عيسى عليه الصلوة والسلام وفي الواقع انه قد وقع اشتباہ فی قصه فلما رُفِعَ الى السماء ظنوا انه قد قُتِلَ ويزرون هذا الغلط كابراً عن كابر فالآل الله سبحانه وتعالى هذه الشبهة في القرآن العظيم فقال "وَمَا تَكُونُ لَهُمْ أُمَّةٌ مَّا تَكُونُ لَهُمْ" وما ذكر في الانجيل من مقولة عيسى عليه السلام فبعنا اخبأ رجساً اليهود وقد اقدمهم على قتله وان كان الله سبحانه وتعالى يُنَجِّيه من هذه المهلكة وأما مقولة الخواريين فمنشاها وقوع اشتباہ وعدم اطلاع على حقيقة الرافع الذي لا تألفه الاذهان والاسماع

لغات :- یجزمون (من) جزاً کسی امر کا قطعی فیصلہ کرنا۔ کابر بلند مرتبہ سردار، مورث اعلیٰ، صلہ (ن، ض) صلباً سولی دینا۔ جرأہ دلیری، اقدام دلیری کرنا، نیجیہ نتیجہ، رہائی دلانا، مہلکۃ ہلاکت کی جگہ، خواریین جمع خواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار و معاون، تالہ (س) اٹھا مانوس ہونا، الاذهان جمع ذہن، اسماع جمع سماع کان ترجمہ :- نیز ایک گراہی نصاریٰ کی یہ ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہو گئے حالانکہ فی الواقع ان کے قتل کے قصہ میں ایک اشتباہ ہو گیا تھا جس سے انھوں نے آسمان پر اٹھائے جانے کو قتل سمجھ لیا اور تسلماً بدل اس غلط روایت کو مسلسل نقل کرتے رہے، خداوند تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اس شبہ کا ازالہ کیا اور فرمایا "حال یہ ہے کہ انھوں نے مسیح کو نہ تو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا مگر یہ کہ ان کو ایسا ہی معلوم ہوا" اور انجیل میں اس قصہ کے متعلق جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے اس سے مراد یہودیوں کی دلیری اذعان کے اقدام قتل کی خبر دینا ہے باوجودیکہ خدا تعالیٰ نے اس سانحہ سے ان کو نجات عطا فرمائی، اور خواریین کا جو مقولہ مذکور ہے اس کا منشا یہ ہے کہ ان کو اشتباہ ہو گیا اور رفع کی حقیقت پر ان کو اطلاع نہ تھی جس سے کہ ان کے ذہن اور کان اب تک مانوس نہ تھے۔

تشریح :- قولہ وایضاً اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ آدم نے جو خدا کی نافرمانی کی تھی یعنی اس کے حکم کے بغیر درخت ممنوع سے کھا لیا تھا وہ گناہ نہ ان کی اس سزا سے معاف ہوا کہ وہ جنت سے نکلے گئے، مدتوں پریشان روتے پھرے، نہ ان کی توبہ و استغفار سے معاف ہوا بلکہ وہ نسل در نسل ہر بنی آدم پر منتقل ہوتا چلا آتا تھا اور خدا کو اس کی سزا دے بغیر چارہ نہ تھا کیونکہ عیسائی عقیدہ میں ہر گناہ کی سزا جہنم ضروری ہے، اس گناہ موروثی سے حضرات انبیاء علیہم السلام بھی پاک نہ تھے، اب اس کی سزا بھی دی تو کس کو؟ اپنے پیارے فرزند مسیح کو، وہ باوجودیکہ فریاد و آواز زاری بھی کرتے رہے مگر خدا نے عادل کب توجہ فرماتے والا تھا آخر اس مہم کو صلیب پر سیودے ہاتھ چڑھوا ہی دیا اور انھوں نے بڑی تکلیف سے جیج کر جان دی اور تمام مخلوق کے گناہوں میں انھیں کو طعون بنا کر تین روز جہنم میں رکھا اور وہ تمام دنیا کیلئے مظاہر ہو گئے (العیاذ باللہ) اصل اس بدعت کے موحد حضرت پولوس مقدس ہیں جنکی اصل طرغ اس سے شریعت انبیاء و اولاد کا حکم تو ریت سے آزاد کر دینا تھا اور اس کے رواج دینے کے لئے وہ جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتا تھا۔ (البیان)

قوله وما قتلوه الخ یہ آیت سورہ نسا کی ہے پوری آیت یوں ہے

وما قتلوه وما صلبوه ولكن مشبه لهم وان الذين اختلفوا
فیه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن قاتلوه
يعقبا بل رفع الشراية وكان الشرايزا حكما

نہیں کیا بیشک بلکہ اسکو اٹھایا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا۔

یعنی یہودیوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی چڑھایا، یہود جو اس بارہ میں مختلف باتیں کر رہے ہیں اپنی اپنی
انگل سے کہہ رہے ہیں، اللہ نے ان کو مشبہ میں ڈال دیا خبر کسی کو بھی نہیں واقعی بات یہ ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا، قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح ؑ کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی ان
کے گھر میں داخل ہوا حق تعالیٰ نے ان کو تو آسمان پر اٹھایا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت کے مشابہ
کر دی جب باقی لوگ گھر میں گئے تو اس کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا، پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرہ کے
مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے سا تھا ہی کا معلوم ہوتا ہے، کسی نے کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا
اور ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے؟ اب مرنے والے کسی نے کہا کہ کسی نے کچھ کہا علم کسی کو بھی نہیں (فوائد)
یہاں تک کہ اس کی بابت تین فرقے ہو گئے ایک فرقہ یعقوبیہ۔ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ ہم میں رہا جب تک چاہا پھر آسمان
پر چلا گیا، دوم فرقہ نسطوریہ۔ جنہوں نے یہ کہا کہ ابن اللہ ہم میں رہا جب تک چاہا پھر اللہ نے اس کو اپنے پاس بلالیا، سوم
فرقہ مسلمین۔ جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہم میں رہا جب تک چاہا پھر اللہ نے اسکو آسمان پر اٹھایا
اور حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ ہرگز مقتول نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے آسمان پر اٹھایا اور یہود کو مشبہ میں ڈال دیا۔
قوله وما ذكر في الانجيل الخ انجيل متى (۲۶، ۳۸، ۴۵) میں یوں ہے۔

ان عیسیٰ علیہ السلام قال لعلوارین ان نفسی حزینة
جدا، امکثوا ہنا واسہروا معی ثم لخدم قلیلاً للصلوة ثم
جا والیسیم فوجدہم نیاثا فقال بطرس امکثا ما قدرتم ان
تسہروا معی؟ ساعة واحدة اسہروا وصلوا انفسی مرة
ثانیة للصلوة ثم جا، فوجدہم نیاثا فزکم ومعنی ثم جاء الی
تلاميذہ وقال لهم ناموا واستريحوا انظر واقد اقتربت
تلك الساعة وابن اللہ یصلب بایدی الفجار الظلمة اه
حضرت عیسیٰ ؑ نے حواریین سے کہا، آج میرا دل بہت
غمگین ہے تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگئے رہو یہ کہہ کر
ناز کے لئے بڑھے پھر ان کے پاس آئے تو ان کو سوتا ہوا
پایا پس اپنے بطرس سے کہا، کیا تم میرے ساتھ اتنی دیر بھی
نہ جاگ سکے؟ کچھ دیر جاگو اور ناز پڑھو، آپ پھر ناز کے لئے
چلے گئے اور واپس آئے تو ان کو سوتا دیکھ کر چھوڑ دیا اور
اپنے شاگردوں سے آکر کہا، وہ تو آرام سے سوئے ہوئے
ہیں، دیکھو وہ گھڑی فریب ہے کہ ابن اللہ ظالم فاجروں
کے ہاتھوں سولی دیا جائے۔ اھ

وَمِنْ ضَلَالَتِهِمْ اَيْضًا اَنَّهُمْ يَقُولُونَ اِنَّ فَارَقْلِيْطَ الْمَوْعُوْدَ هُوَ عِيسَى رُوْحُ الَّذِي جَاءَهُمْ بَعْدَ الْقَتْلِ وَرَضَاهُمْ بِالْمَسْكِ بِالْاَنْجِيلِ وَيَقُولُونَ اِنَّ عِيسَى رَضِيَ بِاَنَّ اُنْمَتَّ بِبَنِيْنَ يَكْتُوْنَ فَمَنْ سَمَّاهُ فَاَقْبَلُوْا كَلَامَهُ وَالْاَفْلَا

ترجیب اور نیران کی گمراہی میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "فارقلیط" موعود سے وہ عیسیٰ روح القدس ہے جو قتل ہو جانے کے بعد ان کے پاس آئے اور ان کو انجیل کے کامل اتباع کی وصیت فرمائی، اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میرے بعد مدعیان نبوت بکثرت ہوں گے پس ان میں جو شخص میرا نام لے اس کی تصدیق کرنا درست نہیں۔

تشریح ۱۔ قولہ ان فارقلیط الخ یہ لفظ کس زبان کا ہے؟ اس میں کئی قول ہیں۔ زبان خالیدیہ کا ہے جو بابل اور اس کے اطراف کی زبان تھی جس کو کلدیہ اور کلدانی بھی کہتے ہیں، مگر یہ بات قابل غور ہے اس واسطے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بزبان خود دی تھی اور یہ مسلم ہے کہ آپ کی زبان عبرانی تھی جو ملک یہودیہ کی زبان ہے۔ ممکن ہے کلدانیوں کے غلبہ اور بنی اسرائیل کے مدت دراز تک ان میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہو گئے ہوں، پھر یونانی میں یا تو اس کا ترجمہ "پیرکلوٹس" کیا گیا یا تغیر کر کے لایا گیا جس کے معنی احمد کے ہیں، بشبائش جو عیسائیوں میں مسلم شخص ہیں اسی کے قائل تھے۔ سربائی لفظ ہے عربی لفظ ہے۔ بشب مذکوران دونوں قولوں کو بھی مانتے ہیں مگر عربی زبان میں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ حضرت عیسیٰ نے عبرانی زبان میں پیشین گوئی کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص نام احمد لیا مگر جب اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اس کے ہم معنی لفظ "پیرکلوٹس" کو ذکر کیا گیا جس کا معرب فارقلیط ہوا۔

قولہ الموعود الخ انجیل یوحنا (۱۴، ۱۵، ۱۶) میں ہے۔
ان کنتم تمہوننی فاخذوا وصایای وانا اطلبکم من الالب فیعطیکم فارقلیط آخر لیشیت معکم الی الابد۔

اور آیت ۲۶ میں ہے:-
والفارقلیط روح القدس الذی یرسلہ الالب باسی ہو یعلکم کل شیء وہو یذکرکم کلماتی لکم

اور فارقلیط روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں ہر چیز سکھائیگا اور جو باتیں میں نے تم سے کہی ہیں سب بتائیگا۔

جب وہ فارقلیط آجائے جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا تو وہ میرے لئے گواہی دیگا اور تم بھی گواہی دو گے کہ جو حکم شروع سے میرے ساتھ ہو۔

اور انجیل یوحنا (۱۵، ۲۶) میں ہے:
فاذا جاء الفارقلیط الذی ارسلہ انا الیکم من الالب ہولہ ہد لاجلی وانتم تشہدون لا حکم معی من الابد

انجیل یوحنا (۱۴، ۱۵) میں ہے۔

لکن اقول لکم الحق انہ خیر لکم ان انطلق لانی ان لم انطلق
لم یلکم الفارق فلیط فاما ان الطلقت ارسلت الیکم فاذا
ہما ذاک فہو یؤرخ العالم علی خطیئۃ علی بر علی حکم
امالی الختینۃ فظاہر لم یؤمنوا بی واما علی البر فلا فی
مطلق الی الاب وستم تردنی بعد واما علی الحکم فانی ارون
ہذا العالم قد دین ، وان لی کلاما کثیرا اقول لکم ولکنکم
ستم تطیعون حملہ الان واذا جاء روح الحق ذاک
یعلمکم جمیع الحق لانه لیس یطلق من عندہ بل یشکم کل ما
یسع ویکبر کم باسیاتی و یوحیدنی

لیکن میں تم سے حق کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا
ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقیت تمہارے
پاس نہ آئے پر میں اگر جاؤں تو اس کو تمہارے پاس
بھیج دوں گا پس وہ آکر دنیا کو گناہ ، نیکی اور حکم پر
سرزنش کریگا ، گناہ پر اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے
نیکی پر اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں پھر تم
مجھ کو نہ دیکھو گے ، حکم پر اس لئے کہ اس جہاں کے شرار
پر حکم کیا گیا ، میری اور بہت باتیں ہیں جن کو تم سے کہوں
لیکن تم ان کی اب برداشت نہ کر سکو گے ، پھر جب روح حق

آئے تو وہ ساری سچائی کی راہ تم کو بتائیگا کیونکہ وہ اپنی طرف سے کہیگا بلکہ جو سننے کا وہی کہیگا اور تمہیں غیب کی خبریں دیکھا اور یہی بزرگ بیان کیا
قولہ جو یسے الخ مذکورہ بالا نص میں جو فارقیت کی آمد کی بشارت ہے عیسائی لوگ اسکو نزول روح القدس پر محمول کرتے ہیں
جو حضرت مسیح کے سولی دئے جانے کے دس روز بعد جبکہ ہماری ایک مکان میں مجتمع تھے روح القدس کا ظہور ہوا تھا جسکی
کیفیت ہم عیسائی ہی کی کتاب الاعمال سے بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک الہامی ہے اور بعد مسیح کے نکلی گئی ہے
کتاب الاعمال کے باب دوم میں ہے کہ

” جب پنٹکسٹ کا دن آیا تھا وہ (حواری) ایک دل ہو کے اکٹھے ہوئے اور یکبارگی آسمان سے ایک آواز آئی
جیسے بڑی آندھی چلا کرتی ہے اور اس سے وہ سارا جہاں بیٹھے تھے بھر گیا اور انھیں جدا جدا آگ کی سی زبانیں
دیکھائی دیں اور ان میں سے ہر ایک پر بیٹھیں تب وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر ملکوں کی زبان جیسے انھیں
روح القدس نے قدرت دی تھی بولنے لگے ، ان مختلف زبانوں میں کلام کرنے سے جو یروشلم میں مختلف
ملکوں کے لوگ جمع تھے حیران ہو گئے کیونکہ ہر ایک نے ان کو اپنی اپنی زبان میں کلام کرتا پایا ، مگر کسی نے
حاضرین جلسہ میں سے لفظ نہ سنے کہ یہ کہہ کہ یہ شراب کے نشہ میں مست ہیں بے نیکی باتیں کر رہے ہیں اس پر شمعون بھروس
حواری نے باواز بلند کہا کہ اے یہودی مرد اور یروشلم کے رہنے والو یہ مست شراب نہیں ہیں بلکہ یو ایل نبی
کی خبر کے بموجب ظہور ہے خدا کہتا ہے کہ آخری دنوں میں اپنی روح میں سے سب آدمیوں پر ڈالوں گا اور تمہارے
بیٹے اور بیٹیاں ثبوت (غیب بیانی) کریں گے۔“ (الہ بیان)

قولہ ان عیسیٰ و می الخ انجیل متی (۱۵، ۱۶) میں حضرت مسیح کا قول یوں مذکور ہے۔

احترضا من الانبیاء الکذبة الذین یاتوکم بنیاب الخمان
و لکنہم من داخل ذئاب خاطفہ
جو طے بیوں سے جو کنارہ جو ظاہر میں تمہارے پاس کھلی پوش ہو کر
آئینے دار اند سے وہ اُجک لینے والے بھیڑیے ہوں گے لہذا بڑے

تَبَيَّنَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ أَنَّ بَشَارَةَ عِيسَى إِنَّمَا تَنْطَبِقُ عَلَى نَبِينَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا عَلَى صُورَةِ الرُّوحَانِيَةِ لِعِيسَى لِأَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْجِيلِ "إِنَّ فَارَقْلِيطَ يَلْبِثُ فِيكُمْ مَدَّةً مِنَ الدَّهْرِ وَ يُعَلِّمُ الْعِلْمَ وَيُطَهِّرُ النَّاسَ وَيُزَكِّيهِمْ" وَلَا يَظْهَرُ هَذَا الْمَعْنَى فِي غَيْرِ نَبِينَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا ذِكْرُ عِيسَى فَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ اثْبَاتِ نُبُوَّتِهِ لِأَنَّهُ يُسَمِّيهِ اللَّهُ أَوْ ابْنَ اللَّهِ

ترجمہ: پس قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق ہوئی ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ کی روحانی صورت پر کیونکہ انجیل میں کہا ہے کہ فارقلیط تم میں مدت دراز تک رہ کر علم سکھائے گا اور لوگوں کے نفوس کو پاک کرے گا اور یہ بات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی میں ظاہر نہیں، باقی حضرت عیسیٰ کے ذکر سے مراد یہ ہے کہ انکی نبوت کی تصدیق کرے نہ یہ کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ہے۔

تشریح

قولہ ان بشارۃ عیسیٰ الخ اہل اسلام کا سلفاً و خلفاً یہ دعویٰ ہے کہ یہ پیشین گوئی جس کا ذکر کتاب یوحنا میں ہے جن میں لفظ فارقلیط ہے وہ خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں حضرت یسوع علیہ السلام نے بغضاً احمد دی ہے جس کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا اور پھر یونانی سے عربی میں فارقلیط بنایا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں خبر دی گئی ہے، سورہ صف میں ہے

وَمَا ذُكِّرَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا نَجِيًّا إِسْمَائِيلَ إِبْرَاهِيمَ النَّبِيَّاتِ الْأُولَى الْأُولَى الْأُولَى

اور جب کہا بیٹے مریم کے بیٹے نے اسے نبی اسرائیل میں سے کہا ہوا تھا ہوں اللہ کا تمہارے پاس یقین کرنا والا اس پر جو نبی سے آگے ہے

قوریت اور بنو شعیبر سنا کر کہ ایک رسول کی جہانگیر ہو کر

اس کا نام ہے احمد

(بقیہ ملے)

چنانچہ منسب عیسائی، دو تہیوس، شمعون موسیٰ وغیرہ جو بیس اشخاص نے آئندہ بن قیصر کے عہد سے لیکر ۶۷ء کے قریب تک فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا ہے، آدم کلا رک مفسر کہتا ہے

ہووا واما اشخاص کا نواید ہون کذابا انہم رسول ایسح واما کاذبا

رسول ایسح فی نفس الامر وکالو یعتقدون و یحبہدون لکن مقصودہم

ماکان الا جلب المنفعۃ

یوحنا کے رسالہ اولی کے باب چہارم میں ہے۔

ایہا الاحبار لا تصدقوا کل روح بل امضوا الارواح بل ہی

من اللہ لان الانبیاء الکذبة کثیرون قد خرجوا

الی العالم۔

دوستو! ہر روح کی تصدیق نہ کرو بلکہ ارواح کو جانچو

کہ وہ منجانب اللہ ہیں یا نہیں، کیونکہ جو نئے نبی دنیا میں

ہست آئے ہیں۔

(محمد حنیف غفرلہ گنگوہی)

یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آوری کا مژدہ برابر سنا رہے آئے ہیں لیکن جس صراحت و وضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقول نہیں، شاید قرب عہد کی بنا پر یہ خصوصیت ان کے حصے میں آئی ہوگی کیونکہ ان کے بعد نبی آخر الزماں کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ (لوائڈ، البیان)

قولہ ولا یظهر فی عیال لوگ اس بات کو نہ دیکھ سکتے تھے کہ روح القدس پر محمول کرتے ہیں جو کسی طرح بھی اس منطبق نہیں آتی جس کی وجہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) انجیل یوحنا میں ہے، میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا وہ تمہیں اور فارقلیط دیگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔ اس سے مراد روح القدس نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہا بلکہ ایک دن تھوڑی سی دیر تک رہا پھر عمر بھر وہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ (۲) ”روح حق تمہیں وہ سب باتیں جو میں نے کہیں بتا دیں گی۔“ روح القدس جب حواریوں پر اترا تو اس نے انہیں کچھ نہیں یاد دلایا، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسیحی تعلیم کے حقیقی معنی بتلائے، ان کی غلط فہمیوں پر متنبہ کیا توحید و عبادت الہی، ترک شہوات اور ذرا آخرت کی رغبت وغیرہ یاد دلائیں (۳) میں نے تم کو پہلے ہی مطلع کر دیا تھا کہ جب وہ یہاں آئے تم ایمان لاؤ۔ یہ روح القدس کے نازل ہونے پر صادق نہیں آتا کیونکہ اول تو اس کا نازل ہونا حواری پہلے پہلے بھی دیکھ چکے تھے اسلئے اس کے اہتمام کی ضرورت ہی نہیں تھی دوسرے یہ کہ روح جس پر نازل ہو وہ تو ایک حالت سی ہوتی تھی جس کا کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا، ہاں خاتم المرسلین کا انکار کچھ مستبعد تھا چنانچہ ان کے بعد انکار ہی ہوا۔ (۴) بعد اس کے جب تم سے بہت سے لوگوں کو لگا کیونکہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں، یہ کفر ہی ہے جیسا کہ یوحنا نے حضرت مسیح کے متعلق کہا تھا کہ میں اس کی جوتیوں کا سمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں، یہ ایک ایسے عظیم الشان پیغمبر کی خبر ہے جس کو حضرت عیسیٰ اس جہان کا سردار قرار دے رہے ہیں اور ان کے کمالات کے مقابل میں اپنے فضائل کو لاشی کہہ رہے ہیں، یعنی باوجودیکہ میں نے حقائق اشیاء و اسرار محبت باری آشکارائے، اس کے ساتھ راز و نیاز، سونگداز، عجز دنیا کا طریقہ دکھایا جس سے بنی اسرائیل نابلد تھے، مگر ایک آنے والے عظیم الشان نبی کے سامنے جو شرائع و احکام کے لحاظ سے بھی واقف ہو گا، احکام کے بے ترتیب سلسلہ کو با ترتیب بھی کرے گا۔ ان میں حسب مصلحت حکیم حاذق کی طرح کی پیشی بھی کرے گا، وہ شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت سب کا جامع ہو گا اس استاد کل کے سامنے کس کی گویائی ہے جو بات کرے ”عز تجتفتن اندرائی و مار سخن ماند“ روح القدس پر یہ بیان کسی طرح بھی چسپاں نہیں ہو سکتا۔ روح القدس اور باپ یعنی خدا اور بیٹا عیسیٰ یہ تینوں تو عیسائیوں کے نزدیک ایسے ایک ہیں جنہیں مجموعہ مرکب بنا کر خدا کہا جاتا ہے پس روح القدس عیسیٰ اور عیسیٰ روح القدس ہیں اگر وہ جہان کے سردار ہیں تو اب بھی جو کچھ ایک میں ہے وہ دوسرے میں ہے پھر یہ جملہ کس طرح اس پر صادق آ سکتا ہے (۵) ”فارقلیط آکر میرے لئے گواہی دے گا۔“ روح القدس نے اول تو گواہی نہیں دی اور جو دی بھی تو صرف حواریوں کے سامنے جس کی کوئی بھی ضرورت نہ تھی، ہر ملاقات اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دنیا کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دی اور یہود کو طرم قرار دیا (۶) ”اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے۔“ یہ بھی روح القدس پر صادق نہیں آتا کیونکہ روح القدس اور حضرت عیسیٰ کا تو اتحاد مانا جاتا ہے پھر اگر وہ جاؤں تو نہ آئے۔“

چہ معنی دارد؟ البتہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری صادق آتی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تقدم و تاخر زمانی ہے، آپ کا دور تمام نہ ہوئے تو دوسرا دور شروع نہ ہو۔ (۷) روح حق آکر دنیا کو گناہ اور نیکی اور حکم پر سرزنش کریگا۔ یہ بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کیونکہ روح نے کسی کو سزا و سرزنش تو کیا طرز بھی نہیں ٹھہرایا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرین مسیح کو خطا کا رہی ٹھہرایا بلکہ انتقام بھی لیا ہے۔ (۸) ”روح حق تم کو ساری سچی باتیں بتائے گا“ ریح القدس نے کوئی بات حوالیوں کو نہیں بتائی ہاں آنحضرت نے بھولے نصاریٰ کو مزور و راستہ بتایا (۹) ”جو سنے گا وہی کہے گا اور غیب کی خبریں بتا دے گا۔“ روح القدس تو عیسائیوں کے نزدیک عین خدا یا جزو خدا ہے پھر سننا چہ معنی دارد؟ ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ خدا ہیں نہ اس کا جزو ہیں، وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، دما یطلق عن الہوی، آپ نے دار آخرت اور صفات کے متعلق جو غیب ہے سیکڑوں خبریں بتائیں جن کی ضرورت تھی مگر عیسائیوں کے روح القدس نے اس سوز کچھ نہیں بتایا۔

(۱۰) جس کتاب الہام میں روح القدس نازل ہونے کا ذکر ہے اس میں کسی مقام پر بھی اس طرف اشارہ نہیں کیا کہ مسیح نے جو فارقلیط بھیجنے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا چکا تھا حالانکہ یہ کتاب اس واقعہ کے برسوں بعد لکھی گئی ہے (۱۱) اگر انجیل میں فارقلیط سے مراد آنے والا پیغمبر نہ ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ سینکڑوں ہزاروں اہل کتاب کے سامنے قرآن پاک ایک ایسا جھوٹا دعویٰ کر دیتا کہ جس کا انجیل میں وجود بھی نہ ہوا اور پھر عیسائی جو اسلام میں آگئے تھے ایک لخت اس بے بنیاد دعویٰ سے برگشتہ نہ ہو جاتے۔

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بہت سے عیسائی صرف اسی بشارت کے سبب سے اسلام میں داخل ہو گئے تھے جن پر نہ طبع کی بدگمانی نہ خوف کا اتہام لگ سکتا ہے جیسے شاہ حبش نجاشی جو انجیل و توریت کا بڑا عالم تھا اور جارد بن العلاء حضری جو عیسائی اور بڑا عالم تھا اپنی قوم کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا اور اقرار کیا کہ آپ کا ذکر انجیل میں موجود ہے، اور بہت سے عیسائی مقرر تھے مگر کسی دنیاوی معلمت سے انھوں نے اسلام میں ظاہر ہونا اختیار نہیں کیا جیسا کہ ہرقل شاہ قسطنطنیہ اور مقوقس شاہ مصر۔

بہر کیف موجودہ بائبل کے بیسیوں مواضع کی شہادت کے علاوہ انجیل یوحنا کی فارقلیط والی بشارت تو اتنی صاف ہے کہ اس کا بے تکلف مطلب بجز احمد (یعنی محمود و ستودہ) کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا، چنانچہ بعض علماء اہل کتاب کو ناگزیر اس کا اعتراف یا نیم اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس پیغمبر کوئی کا انطباع پوری طرح نہ روح القدس پر اور نہ بجز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور پر ہو سکتا ہے (فوائد البیان، تفسیر حقانی بتقیر) محمد حنیف غفرلہ لنگوی

أَمَّا الْمُنَافِقُونَ فَمَعَهُمْ عَلَى قِسْمَيْنِ قَوْمٌ يَقُولُونَ الْكَلِمَةَ الطَّيِّبَةَ بَالِغَتِهِمْ وَقُلُوبُهُمْ مُطْمَئِنَّةٌ
بِالْكَفْرِ وَلِأُخْرَى قَوْمٌ يَجْعَلُونَ الْقُرْآنَ فِي أَنْفُسِهِمْ قَالِ تَعَالَى فِي حَقِّهِمْ "إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي
الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" وَطَائِفَةٌ دَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ لِبُضْعٍ

لغات، المنافقون منافق کی جمع ہے دل میں کفر اور زبان سے ایمان ظاہر کرنے والا، الطیبة پاکیزہ، آئینہ جمع
لسان بمعنی زبان، مطمئنہ برقرار، یقین و اعتماد، ضمناً پوشیدہ کرنا، چھپانا، الجہود کفر، انکار کرنا، الصرف معنی خالص
الدراک گڑھا کسی چیز کی انتہائی گہرائی۔ ترجمہ

منافقین دو قسم کے تھے ایک وہ جو زبان سے کلمہ ایمان کہتے تھے مگر ان کے دل کفر پر برقرار تھے اور وہ کفر و جہود کو اپنے
دلوں میں چھپاتے تھے ایسے لوگوں کے حق میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے بے شک منافقین دوزخ کے بہت ترین طبقہ
میں ہونگے "دوسری قسم وہ گروہ جو اسلام میں داخل ہواضعف یقین کے ساتھ۔

تشریح، قولہ ویضرون الخ جیسے سورہ بقرہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَرَاذَ الْكَافِرِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنُوا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شُيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُسْلِمُونَ
اور جب ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان
لائے ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے
ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مسلمان ہیں، یعنی کفر و اعتقاد دین کے معاملہ میں ہم بالکل تمہارے ساتھ ہیں ہم سے کسی
حالت میں جدا نہیں ہو سکتے، اور ظاہری موافقت جو ہم مسلمانوں سے کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم واقع میں ان
کے موافق ہیں ہم تو ان سے تمسخر کرتے ہیں اور ان کی بیوقوفی سب پر ظاہر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے افعال ہمارے
اقوال کے مخالف ہیں مگر وہ اپنی بیوقوفی سے صرف ہماری زبانی باتوں پر ہم کو مسلمان سمجھ کر ہمارے مال اور اولاد پر ہمارے
نہیں ڈالتے اور مال غنیمت میں ہم کو شریک کر لیتے ہیں اور اپنی اولاد سے ہمارا نکاح کر دیتے ہیں اور ہم ان کے راز کی
باتیں اڑالتے ہیں اور وہ اس پر بھی ہمارے فریب کو نہیں سمجھتے۔

نفاق کی اس قسم کو نفاق اعتقاد اور نفاق اصلی کہتے ہیں، اسی قسم کے منافقین کی بابت حق تعالیٰ کا ارشاد
ہے "إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" بے شک منافق ہیں سب سے نیچے درجے میں
دوزخ کے

اے کہ دارد نفاق اندر دل خوار بادش خلیدہ اندر خلق
مہر کہ سازد نفاق پیشہ خویش خوار گردد بنزد خالق و خلق
قولہ و طائفہ دخلوا الخ جیسا کہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رض سے حضور کا ارشاد مروی ہے
اذا خان علی امتی الاضعف یقین (طبرانی) مجھے اندیشہ نہیں اپنی امت پر مگر ضعف یقین کا۔
محمد حنیف غفر لہ گنگوہی

فمنهم من يتبعون عادة قومهم ويعتادون موافقتهم ان آمن القوم آمنوا وان كفروا كفروا ومنهم من هجم على قلوبهم اتباع لذات الدنيا الدنيئة بحيث لم يترك في القلب محلاً لمحبة الله ومحبة الرسول او تمكك قلبهم الحرص على المال والحسد والحقد وتموؤ ذلك حتى لا يخطر ببالهم خلاص المناجاة ولا بركات العبادات ومنهم من شغفوا بامور المعاش واشتغلوا بها حتى لم يبق فرصة للاهتمام بامور العباد وتوقعه وتفكره ومنهم من تخطر ببالهم ظنون واهية وشبهات ركيكة في رسالة نبينا صلى الله عليه وسلم وان لم يبلغوا درجة يتخلعون بهار نقة الاسلام ويخرجون منه بالكلية ومنشأ تلك الشكوك خبريان الاحكام البشرية على حضرة نبينا صلى الله عليه وسلم وظهور ملة الاسلام في صورة غلبة الملوك على اطراف الممالك وما اشبه ذلك ومنهم من حملتهم محبة القبائل والعشائر على ان يبدؤوا الجهاد البليغ في نصرتهم وتقويتهم وتأييدهم وان كان فيه على خلاف اهل الاسلام ويثماونون في امور الاسلام عند هذه المقابلة وهذا القسم من نفاق العمل ونفاق الاخلاق

لغات، - يعادون اجتياذاً خرونا، بجم دن، مجبونا قرار وسكون پانا، دنيئة - کينى، تمکک مالک ہونا، حرص لالوۃ الحقہ کينى، يخطر دن، خطورا دل میں آنا۔ بال دل، خلاوة مزہ، لذت المناجاة سرگوشى۔ شغفوا (س) شغفاً نقتہ ہونا معاش زندگی کا ذریعہ، کھانے پینے کی جس چیز سے زندگی بسر ہو سکے۔ معاد آخرت، توقع امید۔ ظنون جمع ظن لگان واہیہ کمزور، یخلعون (ن) خلعنا اہارنا، رتقہ رتقى کا پھندا، عہد پیمان۔ قبائل جمع قبیلہ۔ عشائر جمع عشیرہ بمعنی قبیلہ باپ کی جانب سے قریبی لوگ۔ یبدؤا (ن) (من) ابدؤا۔ الجہاد پوری کوشش کرنا، یتھاؤن نہاؤنا استہزاء کرنا۔ تو جہا، پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی قوم کے خصائل کے پابند اور ان کی موافقت کے خوگر تھے اگر وہ ایمان لے آئیں تو یہ بھی ایمان لے آئیں اور وہ کافر رہیں تو یہ بھی کافر رہیں، اور بعض وہ ہیں جن کے قلوب میں دنیوی لذات کا اتباع بھر گیا ہے کہ اس نے خدا اور اس کے رسول کی محبت کے لئے جگہ ہی باقی رہنے نہیں دی، یا ان کے دلوں پر حرص مال اور حسد و کینہ وغیرہ اس قدر مسلط ہو گیا تھا کہ اس کی وجہ سے ان کے دلوں میں مناجات کی لذت اور عبادت کی برکات نہیں آتی تھیں اور بعض وہ ہیں جو امور معاش میں ایسے منہمک ہو گئے تھے کہ ان کو امر معاد کا اہتمام اور اس کے لئے فکر کرنے کی فرصت تک باقی نہ رہی تھی، اور گوہ ہیں جن کے قلوب میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نسبت یہودہ خیالات اور ریکیک شبہات گذرتے تھے اگرچہ وہ اس حد تک نہ پہنچے تھے کہ اسلامی طوق کو گردن سے نکال کر اس کشمکش سے صاف نکل جائیں، ان شبہات کا منشاء ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر بشری احکام کا جاری ہونا اور ملت اسلام کا شاہی غلبہ وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہونا تھا، اور بعض وہ ہیں جن کو اپنے قبائل اور گھرانوں کی محبت نے ان کی امداد اور تقویت و تائید پر ایسا برا بیگنہ کر رکھا تھا کہ گواہل کے خلاف

ہی کیوں نہ ہو گندہ سعی ینع کر کے اسلام کو ضعف پہنچاتے تھے، نفاق کی یہ دوسری قسم نفاق عمل اور نفاق اخلاق ہے۔

تشریح

قوله اجمل لذات الدنيا الخ جیسے سورہ یونس کے پہلے رکوع میں ہے۔

ان الذين لا يؤمنون بالله واليوم الآخر انهم يمشون على رؤسهم استغفار الله انهم كانوا يمشون على رؤسهم استغفار الله انهم كانوا يمشون على رؤسهم استغفار الله

یعنی دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جائی کی کچھ خبر نہ رہی اسی چند روزہ حیات کو مقصود بنالیا۔

قوله المحرم على المال الخ جیسے سورہ توبہ کی اس آیت میں ہے۔

وَمَنْ يَخْلُقْ فِي رَكْبِهِ فَإِنْ أَعْطَاهُمْ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ يَكُونُ ۚ

اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ تم کو طعن دیتے ہیں خیرات بائٹے میں سواگر ان کو طے اس میں تو رضی ہیں اور اگر نہ طے تو جی وہ ناخوش ہو جائیں۔ بعض منافقین صدقات و غنائم کی تقسیم کے وقت دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت زبان طعن کھولتے تھے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا، مگر یہ اعتراض اسی وقت تک تھا جب تک انکی خواہش کے موافق صدقات وغیرہ میں حصہ نہ دیا جائے، اگر انھیں خوب جی بھر کر خواہش و حرص کے موافق دیدیا گیا تو خوش ہو جاتے اور کچھ اعتراض نہیں رہتا تھا، گویا ہر طرح مال و دولت کو قبلہ مقصود ٹھہرا رکھا تھا۔

قوله والحمد الخ جیسے سورہ توبہ کی اس آیت میں ہے۔

ان تَعْبِكَ حَسَنَةً تَكُونُ لَكَ نَصِيبًا ۚ

الگو تم کو پہنچے کوئی خوبی تو وہ بُری لگتی ہے انکو اور اگر پہنچے کوئی سختی تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور پھر کر جائیں خوشیاں کرتے۔ منافقین کی عادت تھی کہ جب مسلمانوں کو غلبہ و کامیابی نصیب ہوتی تو جلتے اور کڑھتے تھے اور اگر کسی کوئی سختی کی بات پیش آگئی مثلاً کچھ مسلمان شہید یا مجروح ہو گئے تو ٹھہرے کہتے کہ ہم نے اذرا و دور اندیشی پہلے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیا تھا۔ سورہ محمد میں ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ اَنْ لَّنْ يَخْرُجَ

یعنی منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جو حاسدانہ عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں کیا یہ خیال ہے کہ وہ دلوں میں پھنسل ہی رہیں گے اللہ ان کو طشت اذباں نہ کرے گا اور مسلمان ان کے کمر و فریب پر مطلع نہ ہوں گے؟ ہرگز نہیں، ان کا خبیث باطن ضرور ظاہر ہو کر رہے گا۔

(محمد حنیف غفرلہ گنگوہی)

ولا يمكن الاطلاع على النفاق الا بعد حضرة الرسول صلى الله عليه وسلم فان ذلك من قبيل علم الغيب ولا يمكن الاطلاع على ما اُرشكز في القلوب والنفاق الشاخي كثير الوقوع لا سيما في زماننا واليه الاشارة في الحديث "ثلاث من كنن فيه كان منافقا خالصا اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا اخاصم فخبى" و"هو المنافق بطنه وهذه المؤمن فرسه" الى غير ذلك من الاحاديث وقد بين الله سبحانه وتعالى اعمالهم واخلاصهم في القرآن العظيم وقد ذكر من احوال الفايقين اشياء كثيرة لتعزز الامة منها

لغات :- انگو اپنی جگہ میں برقرار رہنا۔ لایتما سی اور ما سے مرکب ہے اور کھڑا استثناء ہے اور مشہور یہ ہے کہ اس استعمال والے کے ساتھ ہوتا ہے، لایتما تخفیف کے ساتھ بھی استعمال کیا جاتا ہے، کبھی کلمہ لامحذوف بھی ہوتا ہے مگر یہ ضعیف لغت ہے۔ خاتم غمامہ جھگڑا کرنا۔ قجرون انجور گناہ کرنا۔ ہم ارادہ۔ لیکن پیٹ، فرس گھوڑا۔ بختر احترام آجینا۔

ترجمہ

نفاق کی پہلی صورت کا علم ممکن نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیونکہ یہ منجملہ علم غیب ہے اور ظاہر ہے کہ ان خیالات پر اطلاع نہیں ہو سکتی جو اس نسخ میں دلوں میں، اور نفاق ثانی کثیر الوقوع ہے خصوصاً ہمارے زمانے میں اور اس حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے، "تین خصلتیں ہیں جس میں یہ پائی جائیں گی وہ خالص منافق ہوگا جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی بکے" اور "منافق صرف اپنے پیٹ کی فکر کرتا ہے اور مومن اپنے گھوڑے کی فکر رکھتا ہے۔ اسی طرح اور دیگر احادیث، خدا تعالیٰ نے ایسے منافقوں کے اخلاق و اعمال کو قرآن مجید میں خوب آشکارا لیا ہے اور ہر دو گروہ کے احوال بکثرت بیان فرمائے ہیں تاکہ امت ان سے احتراز کرے۔ تشریح

قولہ ولا يمكن الاطلاع الخ سورة توبہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمِنْكُمْ مِنَ الظَّالِمِينَ مُنْفِقُونَ دُونِ أَهْلِ
الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى النَّفَاقِ لَا يَعْلَمُونَ
یعنی بعض اہل مدینہ اور گرد و پیش کے رہنے والے نفاق کے خوگر ہو چکے اور اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نفاق اس قدر طریق و عمیق ہے کہ ان کے قرب مکانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فطانت و فراست کے باوجود آپ بھی بالتحین اور قطعی طور پر محض علامات و قرائن سے ان کے نفاق پر مطلع نہیں ہو سکے ان کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے جس طرح عام منافقین کا پتہ چہرہ، لب و لہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا جیسا کہ سورة محمد میں ارشاد باری عز اسمہ ہے۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَتَلَوْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَلَیْسَ لَكَ فِي ذَلِكَ مِنْ شَيْءٍ
اور اگر ہم چاہیں مجھ کو دکھا دیں وہ لوگ سو تو پہچان تو چکا ہے انکو

فی تحریف القول

ان کے جسکے اور آگے پہچان لیگا بات کے ڈھب سے۔
یعنی اللہ چاہے تو تمام منافقین کو باطنی مہم معین کر کے آپکو دکھلا دے اور نام سام مطلع کر دے کہ جمع میں غلاں غلاں آدمی منافق ہیں مگر اسکی حکمت بالفعل اس دو ٹوک اظہار کو مقتضی نہیں، ویسے اللہ نے آپکو اعلیٰ درجہ کا نذیر فرست دیا ہے کہ انکے چہرہ بشرہ سے آپ پہچان لیتے ہیں اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز گفتگو سے آپکو مزید شناخت ہو جائیگی کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے جو زور، شوکت، بختگی اور غلوں کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے، منافق کتنی ہی کوشش کر لے اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز ممبر پکھڑے ہو کر تقریباً پچیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا "اخرج فانک منافق" تو منافق اپنے مسجد سے نکل جا۔

لیکن ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات ان کا پردہ فاش نہیں کرتیں، ظاہر ہے کہ جب بعض منافقین کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ کہہ دیا گیا "لا تعلمہم نحن نعلمہم" تو پھر آپ کے بعد اور کس کو ایسے نفاق کی اطلاع ہو سکتی ہے۔

قولہ ثلاث الا ان الفاظ سے تو حدیث نہیں مل سکی البتہ کتب حدیث میں ان الفاظ سے روایت موجود ہے۔
أربع من كثر فيه كان منافقا خالصا ومن كانت فيه خصله منهن كانت فيه خصله من النفاق حتى يدعها اذا ائتمن خان واذا حدث كذب واذا عاهد شدرو اذا خاضم فجر
(صحاح ستہ غیر ابن ماجہ عن ابی عمر)

چار خصلتیں ہیں جس میں یہ پائی جائیں گی وہ پکا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اسکو چھوڑ دے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب کسی سے عہد کرے تو پورا نہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔

قولہ وقد بین اللہ الخ یعنی حق تعالیٰ نے قرآن عظیم میں منافقین کے اعمال و اخلاق کو سورہ بقرہ، سورہ توبہ، سورہ منافقین وغیرہ متعدد مواضع میں خوب واضح کر دیا ہے مثال کے طور پر سورہ توبہ کی آیت ہے۔
وَمَا ذَاكَ إِلَّا أَنْزَلَتْ مُوَكَّلًا فَهُمْ مِنْ يَتُكَلَّمُونَ أَيْتُمُ زَادَتْهُ
انہرہ ایمانا اھ

یعنی جب کوئی سورہ قرآنی نازل ہوتی تو منافقین کہتے ہیں کہ یہ تم سے کس کس کا ایمان اس سورہ نے بڑھایا حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک کلام الہی سن کر مومنین کے ایمان میں تازگی ہوتی ہے اور جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے ان کی بیماری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔
باراں کہ در لطافت طبع غلا نیست در باغ لاله روید در شورہ بوم خس
قولہ لتعذر الجعیدہ کہ ارشاد ہے وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَائِبِينَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُيْتَةٌ لَكُمْ تَسْتَعِذُّونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ وَالْغَائِبِينَ
نفس از ہم نفس بگسرد خوبی پُر حذر باش از لغائے خبیث
باد چوں بر فضلے بد گذرد بولے بد گیر داز ہوائے خبیث

وَأَن شِئْتُ أَن تُرَى أُنْمُوذَجَا مِّنَ الْمُنَافِقِينَ فَانْطَلِقْ إِلَى الْمَجْلِسِ الْأَمْرَاءِ وَانْظُرْ إِلَى مُصَاحِبِهِمْ
يُرِجُّونَ مَرْضِيَهُمْ عَلَى مَرْضَى الشَّارِعِ وَلَا فَرْقَ عِنْدَ الْأَنْصَافِ بَيْنَ مَنْ سَمِعَ كَلَامَهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِلَاسِطَةٍ وَسَلَفَ مَسْلُوكِ النِّفَاقِ وَبَيْنَ مَنْ حَدَّثُوا فِي هَذَا النَّهْمَانِ
وَعَلِمُوا أَحْكَمَ الشَّارِعِ بِطَرِيقِ الْيَقِينِ ثُمَّ أَثَرُوا خِلَافَ ذَلِكَ وَأَقْدَمُوا عَلَى مَخَالَفَتِهِ وَعَلَى
هَذَا الْقِيَاسِ جِهَاعَةً مِّنَ الْمَعْقُولِينَ تَمَكَّنْتُ فِي خَاطِرِهِمْ شُكُوكُهُمْ وَشِبْهَاتُ حَتَّى يَجْعَلُوا
الْمَعَادَ نِسْيَانِيًّا فَهَرُءَاءُ أُنْمُوذَجُ الْمُنَافِقِينَ وَبِالْجُمْلَةِ إِذَا قُرِئَتْ الْقُرْآنَ فَلَا تَحْسِبُ
أَنَّ الْمَخَاصِمَةَ كَانَتْ مَعَ قَوْمٍ انْقَرَضُوا بَلِ الْوَاقِعُ أَنَّهُ مَا مِنْ بَلَاءٍ كَانَ فِيهَا سَبَقٌ مِّنَ
الزَّمَانِ إِلَّا وَهُوَ مَوْجُودٌ الْيَوْمَ بِطَرِيقِ الْأُنْمُوذَجِ بِحُكْمِ الْحَدِيثِ "لَتَتَّبِعَنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ"
فَالْمَقْصُودُ الْأَصْلِيُّ بَيَانُ كَلَيَاتِ تِلْكَ الْمَفَاسِدِ لِأَخْصُوصِ تِلْكَ الْحِكَايَاتِ، وَهَذَا مَا كَثُرَ
لِي فِي هَذَا الْكِتَابِ مِنْ بَيَانِ عَقَائِدِ الْفِرَاقِ الْقِتَالَةِ الْمَذْكُورَةِ وَتَقْرِيرِ أَجُوبَتِهَا وَهَذَا
الْقَدْرُ كَافٍ فِي فَهْمِ مَعَانِي آيَاتِ الْمَخَاصِمَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

لغات : الامراء جمع امیر ماکم ، والی قوم ، مصاحبہم مصاحب کی جمع ہے اصل میں مصاحبین تھا نون انصاف کی وجہ
سے ساقط ہو گیا ، ہم نشین ، مسلک راستہ ۔ حدوث (ن) حدوثاً نوید ہونا ، آثروا ایشاراً دوسرے کو ترجیح دینا
تمكنت تمکناً جاگزین ہونا ۔ خاطر دل ۔ المعاد آخرت ۔ لیساً منیاً بھولی ہوئی چیز انقرضوا انقراضاً ختم ہونا ، گذشتہ
سنن طریقہ فریق جمع فرقہ گروہ ، جماعت ۔ الفاتلہ گمراہ ۔ اجوبہ جمع جواب ۔

ترجمہ :- اگر منافقین کا نمونہ دیکھنا چاہے تو امراء کی محاسن میں جا کر ان کے مصاحبین کو دیکھ لے جو امراء کی
مرضی کو شارع کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں اور کوئی فرق نہیں انصاف کی رُود سے ان منافقین میں جنہوں نے مسعودی علیہ
دہلم سے بلا واسطہ کلام سنا اور نفاق کی روش اختیار کی اور ان میں جواب پیدا ہوئے اور انہوں نے یقینی ذرائع سے احکام
شارع کی ، ملائے پاکر مخالفت اختیار کی ، علیٰ ہذا القیاس معقولوں کی وہ جماعت ہے جن کے دلوں میں بہت سے شکوک و
شبہات پیدا ہو گئے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے معاد کو بھولی بسری چیز کر دیا ہے ، بالجملة جب تو قرآن کی تلاوت
کرے تو یہ نہ گمان کر کہ اس میں مباحثہ ایک خاص قوم سے تھا جو گذر چکی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی بلا گذشتہ زمانہ میں نہ تھی
مگر یہ کہ اس کا نمونہ آج بھی موجود ہے بمصدق حدیث "لَتَتَّبِعَنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ" اسلئے مقصود اصلی ان مفاسد کے
کلیات کا بیان ہے نہ کہ ان حکایات کی خصوصیات یہ وہ تقریر ہے جو اس کتاب کے لئے ان گمراہ فرقوں
کے عقائد کی تفصیل اور ان کے جوابات میں مجھ سے ہو سکی اور میرے نزدیک یہ تحقیق آیات مباحثہ کے معانی
سمجھنے کے لئے بالکل کافی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محمد حنیف غفرلہ لکھوای

معہ مقدمہ تخریجہ ص ۱۲

فصل (۲) فی بقیۃ مباحث العلوم الخمسة

لیعلم أن المقصود من نزول القرآن تهذيب طوائف الناس من العرب والعجم والحضر
والبدو وفاقضت الحكمة الالهية ان لا يتخاطب في التذكير بالاعمال الله باكثر مما يعلمه اكثر
افراد بني آدم ولولم يأت في البحث والتفتيش مبالغة زائدة وسيبقى الكلام في اسماء الله و
صفاته عز وجل بوجه يمكن فهمه والاحاطة به بادر اليه وفظاذا خلق افراد الانسان في اصل
الفطرة عليهم ابدون ممارسة الحكمة الالهية وبدون مزاولة علوم الكلام فانبت ذات
المبدأ اجمالاً لان هذا العلم سار في جميع افراد بني آدم لا تدرى طائفة منهم في الاقاليم
الصحاح والامكنة القريبة من الاعتدال ينكرون ذلك

لغات :- طوائف من طائفة جماعت - انحضروا مقامات مسكود بل بدو خانه بدوش عربی قبائل - طوائف سمعنا
ممارسة مهارت پیدا کرنا - مزاوت کو سمیش کرنا، تلاش کرنا - اقالیم جمیع اقلیم ملک - اکنہ - صحیح مکان -
ترجمہ :- فصل دوم، باقی علوم پنجگانہ کے مباحث میں - جاننا چاہیے کہ نزول قرآن کا مقصد انسان کی مختلف
جماعتوں کی تہذیب ہے عربی ہوں یا عجمی، شہری ہوں یا بدوی، بدیں و چمکت الہی اس امر کو مقتضی ہوں کہ تذکیر بالاعمال اللہ میں
اکثر افراد بنی آدم کی معلومات سے زیادہ خطاب نہ کرے اور بحث تحقیق میں زیادہ مبالغہ سے کام نہ لے اور اسما و صفات
الہی کو ایسے طریقے سے بیان کرے جس کا سمجھنا ممکن ہو صرف اس فہم واطک کے ذریعہ سے جو انسان کو اصل فطرت
میں عطا ہوئے ہیں مہارت حکمت الہی اور مزاوالت علم کلام کے بغیر پس ذات مبداء (خالق) کا اثبات اجمالاً فرمایا
کیونکہ اس کا علم تمام افراد بنی آدم میں ساری ہے اور اقالیم صالحہ اور قریب باعتدال ممالک میں کسی گروہ کو تم ایسا
نہ پاؤ گے جو اس کا منکر ہو۔

تشریح

قوله فی بقیۃ الفصل اول میں علم الخالصہ کے بیان سے فراغت کے بعد اب باقی علوم اربعہ کو بیان کر رہے ہیں۔
قوله باكثر مما يعلمه الی کہ تذکیر میں اگر ایسی چیزیں ذکر کی جائیں جن سے مخاطب ناواقف ہے تو اس کا دل و دماغ
تحصیل مبہول میں لگ کر اسی کا ہو کے رہ جائیگا اور تذکیر کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔
قوله بادر اليه صاحب مجہ - التذکر بالاعمال میں فرماتے ہیں :-

علم التوحید والصفات بحسب ان يكون مشروحا
بشرح يناله العقل الانساني بطبيعة لا مغلقة
لا يناله الا من يند وجود مثله اه
علم توحید و صفات کا ایسا شرح ہونا ضروری
ہے کہ اس کو ہر شخص کی عقل از خود جان سکے
نہ کہ اتنا پیچیدہ اور مغلق کہ اس کو کوئی کوئی
شخص ہی سمجھ سکے۔

ولما امتنع بالنسبة اليها اثبات الصفات بطريق تحقيق الحقائق مع انه وان لم يعلموا على الصفات الالهية فلم ينالوا معرفة الربوبية التي هي انفع الاشياء في تمديد النفوس اقتضت الحكمة الالهية ان يختار شيئاً من الصفات البشرية الكاملة مما يعلمونها ويمجروا التمدد بها فيما بينهم فستعمل بازاء المعاني الخامضة التي لا مداخل للعقول البغرية في ساحة جلالها وجعل نكتة "ليس كمثلهم شيء" تروياً للسداد في العضال من الجمل المركب ومنع من الصفات البشرية التي تُثير الادهام بجانب العقائد الباطلة في اثبات مثلها كاثبات الولد والبكاء والجنح.

لغات :- حقائق جمع حقيقة ، ينالوا نيلاً حاصل کرنا ، تمذح فخر کرنا ، ازاره مقابل غامضه مؤنث غامض بمعنى دقیق ساتھ گوشہ ، چوک ، جلال بزرگی ، تریاق دوا جو دافع زہر ہو ، دار بیماری ، العضال عاجز گردینے والا ، تفریق اثبات بھر کرنا ، جوش دلانا ، الادہام جمع دہم ، بگاڑ رونا ، جزع ڈرنا ، گھبرانا ، بے صبری کرنا۔
ترجمہ :- اور چونکہ بندوں کی نسبت صفات الہیہ کا اثبات بطریق تحقیق حقائق محال تھا ، ادھر وہ اگر صفات الہیہ پر بالکل مطلع نہ ہوں تو معرفت ربوبیت جو تہذیب نفوس میں نافع ترین شے ہے حال نہیں کر سکتے اسلئے حکمت باری مقتضی ہوئی اسکی کہ انتخاب کرے چند صفات کا ان بشری صفات کا طہ میں سے جن کو وہ جانتے ہیں اور آپس میں قابل تعریف سمجھتے ہیں پس وہ انکو ایسے دقیق معانی کے بجائے استعمال کرے جسکی عظمت وجلول کی بلندی تک عقول بشری کی رسائی نہیں ہو سکتی اور "لیس کمثلہ شے" کو جہل مرکب جیسے علاج مرض کے لئے تریاق مقرر کرے اور ان بشری صفات سے منع کرے جن کو ذات الہی کے لئے ثابت کرنے سے ادہام کی طغیانی عقائد باطلہ کی طرف ہوتی ہے جیسے اثبات ولد ، اثبات گرہ و زاری ، اثبات جزع و فزع۔
تشریح

قوله ولما امتنع الی یعنی بندوں کے لحاظ سے صفات الہیہ کا اثبات بطریق امان و بطور تحقیق حقائق متنع ہے وجہ امتناع یہ ہے کہ صفات الہیہ کی حقیقت کا بیان دو حال سے خالی نہیں یا تو ہمارے الفاظ اور ہماری زبان میں ہو گا یا اس کے علاوہ سے ہوگا ، پہلی صورت اس لئے متنع ہے کہ وہ الفاظ ہمارے ہی وضع کئے ہوئے ہیں جو صفات الہیہ کی کما حقہ تعبیر سے قاصر ہونے کی بنا پر حقیقت صفات کی پوری تشریح نہیں کر سکتے ، دوسری صورت میں ہم صحیح طور پر حقیقت صفات کا ادراک نہیں کر سکتے کیونکہ ہر شخص معانی کا ادراک اپنے ہی الفاظ اور اپنی ہی زبان میں کر سکتا ہے ، فما الفائدة فی البیان ؟

ادھر کسی نہ کسی درجہ میں صفات کا بیان ہو نا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر بندوں کو صفات الہیہ پر آگہی نہ ہو تو ان کو معرفت ربوبیت حاصل نہیں ہو سکتی جو تہذیب نفوس کے لئے سب سے زیادہ سودمند شے ہے اسلئے حکمت باری اس امر کی مقتضی ہوئی کہ ان بغری صفات کا طہ میں سے جو ہم جانتے ہیں اور جو ہمارے نزدیک قابل تعریف (بالی بولنے)

وإن تأملت بتعمق النظر وجدت الجحيم يان على مسطر العلوم الانسانية غير المكتسبة
ومميز صفات يمكن اثباتها ولا يقع بها خلل من الصفات التي كثيرا الاوهام الباطلة
امرا دقيقا لاخذ ركه اذهان العامة لا جرم كان هذا العلم توقيفيا ولو يؤذن لهم في
التكلم بكل ما يشقون

لغات، تنق معاد کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ مگر کیموں کے کھینچے کا سولہ، یعنی خطوط و مناہج
اور طرق مرلو میں غلط شکات۔ فساد خراب تشرائے بھرا کا نا، جوش دلانا، ادب ان جمع ذہن، لا جرم یعنی مزہدی
یقینا لم یلین (س) ارڈنا اجازت دینا ترجمہ

اگر تو زیادہ غور و خوض سے کام لے تو معلوم ہوگا کہ انسان کے لئے اپنے فطری اور غیر مکتب علوم کی شاہراہ پر۔
کا مزین ہونا ان صفات کو جن کا اثبات کیا جاسکتا ہے اور ان سے کوئی خلل نہیں آتا، ان صفات سے تمیز کرنا جن سے
ادہام باطلہ کی طغیانی ہوتی ہے ایک نہایت دقیق امر ہے جس کی تہہ کو عوام کے ذہن نہیں پہنچ سکے اسلئے یہ علم یعنی
علم ذات وہ فہمات (توقیفی قرار دیا گیا اور آزادانہ بحث و گفتگو کی اجازت اس باب میں نہیں دی گئی۔
تشریح۔ قولہ الجریان الخ الجریان "وحدت" کا مفعول اول ہے اور "امرا دقیقا" اس کا مفعول ثانی ہے اور تمیز مقام
الجریان پر معطوف ہے اور "من الصفات" تمیز سے متعلق ہے، حاصل عبارت یہ ہے کہ انسان کے فطری علوم کی
بھی رعایت کرنا اور جن صفات کا اثبات ممکن ہے اور رخنہ انداز نہیں ہے ان کو ان صفات سے تمیز کرنا جو ادہام
باطلہ کی طغیانی کا باعث ہیں ایک نہایت دقیق امر ہے جس کو ہر کس و نا کس نہیں سمجھ سکتا اسلئے علم ذات و صفات کو
توقیفی قرار دیا گیا اور آزادانہ بحث کی اجازت نہیں دی گئی۔

قولہ توقيفياً الخ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ بالآخر میں صفات باری پر نہایت مبسوط کلام کیا ہے جی چاہتا ہے
(بقیہ منہ)

سمجھ جاتے ہیں۔ چند صفات کا انتخاب کیا جائے اور ان کو ایسے دقیق معانی کے بجائے استعمال کیا جائے جسکی
عظمت و جلال کی بلندی تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

قولہ ہی النفع الاشياء الخ اس کی توضیح یہ ہے کہ تہذیب نفوس کا مدار حق تعالیٰ کی صفات کاملہ کی معرفت
پر ہے کہ اس کے بغیر نفوس انسانہ میں تہذیب نہیں آسکتی، اس واسطے کہ جو شخص حق تعالیٰ کی ذات پر تو کامل
ایمان رکھتا ہو لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ وہی رزاق ہے تو وہ ایمان باندر کیا تھو والد مالک، آقا، زوج، سلطان وغیرہ بہت
لوگوں کو رزاق خیال کر لیا، اسی طرح اگر وہ اس کے رب ہونے سے ناواقف ہو تو خدا کے سوا گاؤ مانا، بہتے دریا، آفتاب و
ماہ تاب اور کوکب و سیارات وغیرہ بہت ارباب بنا بیٹھے گا، نیز اگر وہ خدا کی صفت شدید العقاب ہونے سے
بے خبر ہو تو نہ بہت سے معاصی کا مرتکب ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر صفات کاملہ میں پس جب تک انسان کو حق تعالیٰ
کی صفات کاملہ کی معرفت نہ ہو حصول تہذیب ناممکن ہے۔

کہ یہاں اس کو تمامہ نقل کر دیا جائے۔ باب الایمان بصفات اللہ تعالیٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

علم ان من اعظم انواع الایمان بصفات اللہ تعالیٰ واعتقاد تصافہ بہا فانہ یفتتح بابا بمن ہذا العبد وبینہ تعالیٰ ولینبذ لا یکتشف ما ہنالک من المجد والکبریا و اعلم ان الحق تعالیٰ اجل من ان یقاس بمعقول او محسوس او محکم فیہ صفات کحول الاعراض فی محالما او تعالیم العقول العامیۃ او تیناولہ الالفاظ العرفیۃ ولا بد من تعریفہ الی الناس لیکلوا کما لہم امکان لہم فوجب ان تستعمل الصفات بمعنی وجودہا یا تہا لا بمعنی وجودہا بہا فعنی الرحمة افاضۃ النعم لا العطف والقلب والرقۃ و ان تستعار الفاظ تمل علی تخییر الملک لمذنیۃ لتسخرہ بجمع الموجودات اذ لا عبارة فی ہذا المعنی افصح من ہذہ وان تستعمل تشبیہات بشرط ان لا یقصد الی انفسہا بل الی معان مناسبۃ لہا فی العرف فیراد ببطلانہ البود مثلا وبشرط ان لا یوسم المتألمین ایہا مہر یا انہ فی الواث البہیمیۃ و ذلک یختلف باختلاف المتألمین فیقال یرى و یسمع ولا یقال یدوق و یتلمس و ان یرى افاضۃ کل معان متفقۃ فی امر باسم کالرزاق والمصور وان یتلمس عنہ کل ما لا یتلق بہ لا سیما بالجمیع بالظالمون فی حقہ مثل لم یلد ولم یولد وقد جمعت الملل السماویۃ قاطبہا علی بیان الصفات علی ذالوجہ علی ان تستعمل ملک العبارات علی وجہہا ولا یبحث عنہا اکثر من استعمالہا علی ذامضت القرون المشہود لہا بالتخیر ثم خاص طاقتہ من المسلمین فی البحت عنہا وتحقیق معانیہا من غیر نص ولا برہان قاطع قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تفکروا فی المخلوق ولا تفکروا فی الخالق و قال فی قولہ تعالیٰ "وان الی ربک المنتہی" لا فکرۃ فی الرب

واضح ہو کہ عظیم ترین نیکی صفات باری پر ایمان لانا اور انکے ساتھ خدا کے مصنف ہونیکا اعتقاد کرنا ہے، اس سے بندہ اور خدا میں تعلق کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں کی بزرگی و کبریائی کے منکشف ہونے میں مدد ملتی ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ خدا بلند و بالا ہے اس کے اسکو عقل یا حسی چیز پر تکیاں کریں یا اس میں صفات حلول و اعراض کی طرح حلول کر سکیں یا عام عقلیں اس کا اندازہ معمولی الفاظ اسکو ادا کر سکیں مگر لوگوں کے لئے اسکی تعریف بھی ضروری ہے تاکہ وہ کمال کو پہچان کر سکیں اسنے ضرور دیا ہے کہ صفات سے نتیجے مراد سے جائیں نہ کہ ان کے برابر پس رحمت سے مراد رحمتیں نہ ہونا ہے نہ بدل و میلان اور نرمی اور دھج موجلات کی تسخیر کیلئے وہ الفاظ مستعار لئے جائیں جو شاہ کے تسخیر ملک پرال ہیں کہ اسنے زیادہ بڑا کوئی ممتاز نہیں دیا اور تشبیہاں اس طرح استعمال ہوں کہ انکے اصلی معنی مراد نہ ہوں بلکہ وہی مراد ہیں جو الفاظ انکے مناسب میں پس بطریق سے مراد فیاضی ہوگی نیز ان سے مخاطبین کو خدا کی ذات میں بھی آلودگیاں ہو نہ کہ صریح شبہ نہ ہو اور یہ مخاطبین کا اختلاف سے مختلف ہوتی ہے پس یہ کہا جائیگا کہ وہ دیکھتا ہے سنتا ہے نہ یہ کہ محکم ہے سمجھتا ہے اور جن معان کا ایک ہی اثر ہے انکو ایک ہی نام سے تعبیر کریں جیسے رزاق، مصور اور ہر اس چیز کی اس سے نفی کیجئے جو اس کے شان میں نہیں بالخصوص اسکی جو ظالموں نے اس کے حق میں بیان کی ہے پس کہیں گے لم یلد ولم یولد، تمام آسمانی مذہب اس طرح بیان صفات پر متفق ہیں اور اس پر کہ انکو اسی طرح استعمال کیا جائے اس سے زیادہ بحث نہ کی جائے، قرآن عائد اسی پر ہے ہیں پھر ایک مسلم گروہ بغیر نص و بدون دلیل قلعی ان کے معانی کی تحقیق میں پڑ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مخلوق میں غور کرو و خالق میں غور نہ کرو" اور آیت "وان الی ربک المنتہی" کی تفسیر میں فرمایا کہ برادر دگاری ذات میں غور نہیں کیا جاسکتا

والصفات لیست بمخلوقات محدثات واستغفر فیہا انما هو
ان الحق کیف التعمت بہا کما ان تفرأ فی الخالق قال
الترمذی فی حدیث "یُرَی اللہ مَلْأً" قال لا یؤمن
کما جاء من غیر ان یفسر او یتوہم کذا قال غیر واحد
من الامم منہم سفیان الثوری و مالک بن انس و ابن
عیینہ و ابن المبارک انہ ثروی منہ الاستیاء و
لین بہا ولا یقال کیف و قال فی موضع آخر ان
اجزاء هذه الصفات کما ہی لیس بتشبیہ انما التشبیہ ان
یقال سمح کسبح و لہم کبیر و قال الحافظ ابن حجر
لم یقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا من احد من
الصحابہ من طریق صحیح التصحیح لوجوب تأویل شی من ذلک
یعنی المتشابهات ولا المنع من ذکرہ من المحال
ان یا امر اللہ بنسبہ بتبلیغ ما انزل الیہ من ربہ و یمنزل
علیہ الیوم اکملت لکم دینکم تم یترک هذا الباب
فلایمیز ما یجوز نسبتہ الیہ تعالیٰ مما لا یجوز حثہ
علی التبلیغ عنہ بقولہ "ل یبلغ الشاہد الغائب"
حتی نقولوا اذیالہ و احوالہ و احوالہ و ما فعل بحضرہ
فذل علی انہم اتفقوا علی الایمان بہ علی الوجود
الذی اراد اللہ تعالیٰ منها و اذ جب تنزیہہ عن
مشاہبات المخلوقات بقولہ "لیس کمثلہ شیء" فمن
اوجب خلاف ذلک لجہیم نقد خالف بسلیم اھ
اقول و لا فرق بین السمع و البصر و القدر و الفہم
و الکلام و الاستواء فان المفہوم عند اہل اللسان
من کل ذلک غیر ما یطیق بجناب لہدس و ہل فی الفہم
استحالة الامن جہتہ انہ لیست علی الفہم و کذلک
الکلام و ہل فی البطش و النزول استحالة الا
من جہتہ انہما یتحدیان الیہ و الہل و کذلک

اسکی صفات مخلوق و نوید نہیں ان میں غور کرنا یہی ہے کہ خدا اس سے
کیونکر متعفف ہے تو یہ خالق میں غور کرنا ہوا، امام ترمذی نے حدیث
"یُرَی اللہ مَلْأً" کے متعلق ائمہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہم اس پر یونہی
ایمان رکھتے ہیں جیسے یہ وارد ہے بغیر اس کے کہ اسکی کچھ تفسیر کریں یا
اس میں ہم پیدا کریں سفیان ثوری، مالک بن انس، ابن عیینہ ابن
مبارک وغیرہ کا یہی قول ہے کہ یہ امور روایت کئے جائیں اولان پر
ایمان رکھا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ یہ کیونکر ہے، دوسرے موقع پر ترمذی نے
کہا ہے کہ ان صفات کو اسی طرح رکھنا تشبیہ نہیں ہے تشبیہ تو یہ ہے کہ یوں
کہا جائے کہ اسکی سمیع و لہر ہمارے سمیع و لہر کی طرح ہے، حافظ ابن حجر کہتے
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صحابی سے بہ سند صحیح اسکی تصریح منقول نہیں کہ
متشابهات میں تاویل کرنا ضروری ہے یا تاویل کرنا بالکل منع ہے اور یہ
امر محال ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبی کو ما انزل الیہ کی تبلیغ کا حکم دے اور
الیوم اکملت لکم دینکم نازل فرمائے پھر متشابهات کے باب کو چھوڑ دے
اور اس کو بیان نہ کرے کہ خدا کی جانب کس امر کو منسوب کر
سکتے ہیں اور کس کو جس کر سکتے حالانکہ آپ نے تبلیغ کے
بارے میں بڑی تاکید سے فرمایا ہے کہ حاضر شخص غائب کو
سب خبر دے دے حتیٰ کہ لوگوں نے آپ کے اقوال انحال
احوال اور ان امور کو جو آپ کے سامنے پیش آئے بخوبی
نقل کر دیا، معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق رہا ہے
کہ متشابهات سے خدا کی جو مراد ہے اس پر ایمان رکھنا چاہئے مخلوقات
کی مشابہات سے خدا نے اس طرح تنزیہ نہ ذکر کر دی کہ اس کے مثل
کوئی شی نہیں ہے، ان کے بعد جو اس کے خلاف کہے وہ ان کے طریقہ
کے خلاف ہیں کہتا ہوں کہ سمیع بصر قدرت، فہمک، کلام اور استواء میں
کوئی فرق نہیں کیونکہ اہل زبان کے نزدیک ان سب سے وہی معنی مفہوم ہوتا ہے
میں جو بارگاہ قدس کے لائق نہیں، فہمک کو اسی لئے تو حمل کہتے ہیں کہ
اس کیلئے منہ چاہئے اسی طرح صفت کلام ہے اور بطش و نزول میں بھی
یہی استعمال ہے کہ یہ ہاتھ پاؤں چاہئے ہیں اسی طرح

السبح والبصر ليدعيان الاذن والعين والشر اعلم
 فاستطال بنو لاء الخائفون على معشر اهل
 الحديث وسموهم بحسنة ومشبته وقالوا هم المستترون
 بالملكفة وقد وضع على ومنه ما بينا ان استطاعتهم
 نهده ليست بشئ وانهم مخطئون في مقاتلتهم رواية
 وورائته وخاطئون في طعنهم ائمة الهدى
 تفصيل ذلك ان ههنا مقامين احدهما ان الشر
 تبارك وتعالى كيف اتصف بهذه الصفات هل
 هي زائدة على ذاته او عين ذاته وما حقيقة
 السبح والبصر والكلام وغيرها فان المفهوم من هذه
 الالفاظ باري الراي غير لائق بجناب القدس و
 الحق في هذا المقام ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكلم
 فيه بشئ بل حجراته عن التكلم فيه والبعث عنه فليس
 لاحد ان يقدم على حجره -

والثاني انه اي شئ يجوز في الشرع ان يصف
 تعالى به واي شئ لا يجوز ان يصف به والحق ان صفاته
 واسماؤه تقيفية بمعنى انا وان عرفنا القواعد التي بين
 الشرع بيان صفاته تعالى عليها كما حررنا في
 صدر الباب لكن كثير من الناس لو اتيح لهم الوض
 في الصفات لفضلو او افسدوا وكثيرا من الصفات
 وان كان الوصف بها جائزا في الاصل لكن قوما
 من الكفار صلوا تلك الالفاظ على غير محلها شرع
 ذلك فيما بينهم فكان حكم الشرع النهي عن استعمالها
 دفعا لتلك المفسدة، وكثير من الصفات لو لم
 استعمالها على ظواهر خلاف المراد فوجب الاحتراز
 عنها فلهذه الجمل جعلها الشرع توقيفية ولم يوج
 الخوض فيها باري -

سبح والبصر كان اورا سمجھ چاہتے ہیں واللہ اعلم
 ان خوض کرنیوالوں نے اہل حدیث پر بڑی زبان درازی
 کی ہے کہ ان کا نام مشبہ اور محسبہ رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ
 لوگ ملکفہ کی آڑ میں چھپنے والے ہیں، مجھ کو خوب ظاہر ہو گیا ہے کہ ان کی زبان
 درازی محض بے بنی ہے، مثلاً، اور غلطی تو کئی غلطی پر ہوا اور ائمہ ہدایت
 کی نسبت ان کا طعن بے جا ہے۔

اسکی تفصیل یہ ہے کہ مشابہات میں درجہ مقام ہیں ایک یہ کہ خداوند تعالیٰ
 ان صفات کے ساتھ کس طرح متصف ہے آیا یہ صفات ذات
 خداوندی پر زائد ہیں یا اس کی عین ذات ہیں؟ اور سب و بصر اور
 کلام وغیرہ کی حقیقت کیا ہے، باری الراي میں جو معنی ان الفاظ سے
 سمجھ جاتے ہیں وہ خدا کی شان کے مناسب نہیں ہیں، اس میں حق بات
 یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ نہیں فرمایا بلکہ اسمیں بحث
 و گفتگو کرنے سے اپنی امت کو روک دیا ہے اسلئے کسی کی تاب
 نہیں کہ جس سے اپنے منع فرمایا ہے اس کا اقدام کرے۔

مقام ثانی یہ ہے کہ وہ کونسی صفات ہیں جن سے خدا کو متصف ماننا
 شرعاً جائز ہے اور وہ کونسی ہیں جن سے جائز نہیں اس کے متعلق حق
 یہ ہے کہ اس کے ساتھ صفات توقيفی ہیں باری معنی کہ ہم گو ان
 قواعد کو جانتے ہیں جسکو شرع نے صفات الہی کے بیان کا معیار
 مانا ہے جیسا کہ ہم شروع باب میں لکھ چکے ہیں لیکن بہت سے لوگ
 ہیں کہ اگر انکھ صفات میں طور و خوض کی اجازت دیدی جائے تو خود
 بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں، اور بہت سی صفات
 ہیں کہ ان سے متصف کرنا اصل میں جائز ہے مگر کچھ کافروں نے
 ان کا بے جا استعمال کیا ہے پس شارع کا ان کے استعمال سے منع
 کرنا اس فساد کو دور کرنے کیلئے ہے اور بہت سی صفات کو ظاہری
 معنی میں استعمال کرنے سے خلاف مقصود کا دم ہوتا ہے تو کبھی
 احتراز دردی ہوا پس ان حکمتوں کی وجہ سے شرع نے اساتد صفات کو توقيفی
 قرار دیا اور اپنی دلتے سے ان میں خوض کو مباح نہیں رکھا۔

وَإِخْتَارَ سَمْعَانَهُ وَتَعَالَى مِنَ الْإِلَهِ وَأَيَاتٍ قَدَرْتَهُ جَلَّ وَعَلَا مَا سَأَوْتُ فِي فَهْمِهِ الْخَفِيرِ
وَالْبَدُوِّ وَالْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَلِهَذَا الْعَزِيدُ كَرَّمَ النِّعَمَ النَّفْسَانِيَّةَ الْمَخْصُومَةَ بِالْأَدْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَ
لَمْ يُجِبْ بِالنِّعَمِ الْإِزْتِفَاقِيَّةِ الْمَخْصُومَةِ بِالْمُلُوكِ وَأَنْهَذَا كَرَّمَ سَمْعَانَهُ وَتَعَالَى مَا يَنْبَغِي ذِكْرًا
كَخَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَيْنِ وَإِنْزَالِ الْمَاءِ مِنَ السَّمَاءِ وَإِخْرَاجِهِ مِنَ الْأَرْضِ وَإِخْرَاجِ
النَّوْعِ الثَّمَارِ وَالْحَبُوبِ وَالْأَزْهَارِ بِوَسْطَةِ الْمَاءِ وَالْهَامِ الصَّنَاعَاتِ الْفَرُودِيَّةِ وَ
الْإِقْتِدَارِ عَلَى فَعْلِهَا

لغات۔ آلاء جمع الی معنی نعمت، تساوت تساویاً برابر ہونا، انحصار شہری باشندے، البدو خانہ بدوش عربی
قبائل، نعم جمع نعمت، ارضین جمع ارض زمین، سحاب بادل، انواع جمع نوع، ثمار جمع ثمرہ پھل، حبوب جمع خب
دانہ، انہار جمع زہرہ کلی، شکوفہ۔ اقدار قادر بنانا۔ ترجمہ

اور اختیار کیا آلاء انشاء اور آیات قدرت میں سے صرف انہی باتوں کو جن کے سمجھنے میں شہری و بدوی اور عرب و عجم سب
یکساں ہیں لہذا ذکر نہیں کی نفسانی نعمتیں جو اولیا، اور علماء کے ساتھ مخصوص ہیں اور ارتقائی نعمتیں جو بادشاہوں
کے ساتھ خاص ہیں بلکہ ذکر کیں وہی نعمتیں جن کا ذکر مناسب تھا جیسے آسمان و زمین کی پیدائش، بادلوں سے
پانی برسانا اور زمین سے پانی جاری کرنا اور اس سے طرح طرح کے پھل پھول، شکوفے، اور غلے اگانا اور قدرتی
مصنوعات کا اہام اور ان کے کرنے پر قدرت بخشنا۔ تشریح۔

قوله انعم النفسانية الخ جیسے حلاوت عبادت، رویت الواراثہ، اور کشف نکات وحل معضلات پر فرع و سرود
قوله بالنعمة الارتقائية الخ نعم ارتقائية وہ نعمتیں ہیں جن کا انسان اپنی نوعی حاجات پوری کرنے میں محتاج ہوتا ہے یعنی
اکل و شرب، صحبت و جماعت اور بارش و غیرہ۔

قوله وانزال الماء الخ جیسے سماء انعام میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمِمَّا الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ
فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَبثًا مَسْكُوبًا رَيْنًا مِنْ النَّخْلِ مِنْ
كُلِّهَا يَتَوَلَّى دَارِيَّةً وَجَنَّتْ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونُ وَ
الرُّمَّانُ مَشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ

قوله والهام الصناعات الخ جیسے سماء انبیاء میں ارشاد ہے۔

اور اس میں نے اتلا آسمان پانی پھر نکالی ہم نے اس سے اگلے والی ہر
چیز پھر نکالی اسی سے سبز کھیتی جس سے ہم نکالتے ہیں پانی ایک
پراکھ چڑھا ہوا اور کھجور کا بھج میں سے پھل کے گچے جھکے ہوئے
اور بانگ انگور کے اور زیتون اور انار کے اسی میں ملے جلتے اور بعد ازاں اسی
اور اس کو کھلایا ہم نے بنا نا ایک تھا راہ اس کو بچاؤ ہو نکولائی میں
حق تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لولہ موم کر دیا تھا اُسے موڑ کر نہایت ہلکی مضبوط جدید
قسم کی زرہیں تیار کرتے تھے جو لڑائی میں کام دیں یعنی تمھارے فائدہ کے لئے ہم نے داؤد کے ذریعہ سے ایسی
عجیب صنعت نکال دی

وقد قُرِّرَ في مواضع كثيرة من التنبيه على اختلاف احوال الناس عند هجوم المصائب
وانكشافها من الامراض النفسانية الكثيرة الوقوع واختار من ايام الله
يعني الوقائع التي اخذها الله سبحانه وتعالى كتدعيم المبطعين وتعذيب العصاة
ما قرع سبعمهم وذكر لهم اجمالاً مثل قصص قوم لوط وعاد وثمود وكانت العرب تتلقاها
ابنا عن جده ومثل قصص ابراهيم وابناء بنى اسرائيل عليهم السلام فانها كانت ما لوفد
لاستماعهم لمخالطة اليهود العرب في قرون كثيرة لا القصص الشاذة غير المألوفة
ولا اخبار المجازات بين فارس والهند.

لغات ۱۔ هجوم (ن) اچانک آنا۔ الوقائع جمع وقیعہ لڑائی، مراد حوادث وواقعات۔ تنعيم نعمت دنیا۔ العصاة
جمع عاصی گنہگار قرع (ف) قرعاً کھٹکنا، قصص جمع قصہ، مآلوفہ مالوسہ۔ اسماء جمع اسم کان۔ قرن جمع قرن سولہ ہجری شاذہ
نامہ۔ ترجمہ

اور تنبیہ فرمائی ہے اکثر مقامات میں هجوم مصائب اور ان کے دور ہونے کے وقت لوگوں کے رویہ کے بدل جانے پر جو
کثیر الوقوع امراض نفسانی میں سے ہے اور اخلتھا فرمایا ايام الله یعنی ان واقعات میں سے جو خداوند تعالیٰ نے ایجاد
فرمایا ہے جیسے فرماں برداروں کو انعام اور نافرمانوں کو عذاب دینا، ایسی جزئیات جو پیشتر سے ان کے گوش زد ہو چکی
تھیں اور وہ اجمال طریقہ سے ان کا تذکرہ سن چکے تھے مثلاً قوم لوط و عاد و ثمود کے قصے جنکو عرب اپنے باؤا سے
مسلل سنتے آئے تھے اور حضرت ابراہیم و انبیاء بنی اسرائیل کی مختلف داستانیں جن سے یہود و عرب کے قرنہا قرن کے
اختلاط کی وجہ سے ان کے کان آشنا تھے، نہ کہ طبر مشہور وغیرہ مالوس قصے اور فارس و ہند کی جزا و سزا کے واقعات کی خبر یہ،
کثیر

قوله على اختلاف احوال الناس الخ جیسے سورہ معارج میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُفٌ خُلِقَ هَلُوعًا إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا
اور جب پہونچے اسکو بھلائی تو بے توفیقاً۔
یعنی کسی طرح چنگی اور ہمت نہیں دکھلاتا، نفروفاق، بیماری دشمنی آئے تو بے صبر ہو کر ٹھہرا ٹھے بلکہ (باقی برکت)

مع الترجمة البصيرة هكذا " ولم يذكر القصص الشاذة غير المألوفة وكذا لم يذكر اخبار مجازات الفارس والهند لان
انقص الفارس هكذا " نہ قصص شاذہ غیر مآلوسہ ایراد فرمود و نہ اخبار مجازات فارس و ہند را ذکر نمود۔

— ۱۲ عون

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

وَأَنْتَزَعَ مِنَ الْقِصَصِ المشهورة جُمْلًا تَنَفَّحَ فِي تَذَكِيرِهِمْ وَلَمْ يُسَرِّدِ الْقِصَصَ بِتَمَامِهَا مَعَ جَمِيعِ
 خصوصياتِها والحكمةُ في ذلك أَنَّ الْعَوَامَّ إِذَا سَمِعُوا الْقِصَصَ النَادِرَةَ غَايَةَ النَّدَارَةِ أَوْ
 اسْتَقْصَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذِكْرُ الْخُصُوصِيَّاتِ يَمِيلُونَ إِلَى الْقِصَصِ نَفْسِهَا وَيَفُوتُهُمُ التَّذَكُّرُ الَّذِي
 هُوَ الْغَرَضُ الْأَصْلِيُّ فِيهَا وَلِنَظِيرِ هَذَا الْكَلَامِ مِاقَالَهُ بَعْضُ الْعَارِفِينَ إِنَّ النَّاسَ لَمَّا خَفَظُوا
 قَوَاعِدَ التَّجْوِيدِ شَغَلُوا عَنِ الْخُشُوعِ فِي التَّلَاوَةِ وَلَمَّا سَاقَ الْمَفْسُورُونَ الْوُجُوهَ الْبَعِيدَةَ فِي التَّفْسِيرِ
 صَارَ عِلْمُ التَّفْسِيرِ نَادِرًا كَالْمَعْدُومِ

لغات :- انتزع انتزاعاً نکالنا مجمل جمع جملہ مجموعہ، یسرّد اسراڈا پورے طور پر نقل کرنا۔
 ترجمہ :- اور منتخب کیا ہے مشہور قصوں میں سے ان ضروری حصوں کو جو مفید ہوں تذکر میں اور نہیں بیان کیا تمام قصوں
 کو ان کی تمام خصوصیات کے ساتھ جس کی حکمت یہ ہے کہ جب عوام الناس سنتے ہیں عجیب و غریب داستان یا بیان
 کیا جائے ان کے سامنے کوئی قصہ پوری خصوصیات کے ساتھ تو وہ مائل ہو جاتے ہیں محض اس داستان کی طرف
 اور فوت ہو جاتا ہے ان سے تذکرہ جو اصل غرض ہوتی ہے قصہ کی اور اس کی نظیر کسی سارف کا یہ قول ہے کہ جب
 سے لوگوں نے تجوید کے قواعد سیکھے ہیں خشوع کے ساتھ تلاوت سے محروم ہو گئے۔ اور جب سے مفسرین نے
 تفسیر میں وجوہ بعیدہ ذکر کیں علم تفسیر النادر کا معدوم ہو گیا۔

(بقیہ ص ۱۰۸)

مایوس ہو جائے گو یا اب کوئی سبیل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی، اور مال و دولت، تندرستی اور
 فراخی ملے توشیکی کے لئے ہاتھ نہ اٹھے اور مالک کے راستے میں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو۔ نیز سورہ
 نساء میں ہے ۔

وَالْحَظِیْرَتِ إِلَّا نَفْسُ الْمُتُحَمِّلِ اور دلوں کے سامنے موجود ہے حرص ۔

یعنی اپنے نفع اور مال کی حرص اور بخیلی ہر ایک کے جی میں گھسی ہوئی ہے ۔

قولہ دلائل الحمازات الإجازات کے معنی کسی چیز کا بدلہ دینا ہے، یہاں اخبار مجازات
 فارس سے مراد ان کی جنگیں اور لڑائیاں ہیں جیسے رستم و دارا وغیرہ کے قصے، اور اخبار مجازات
 ہنود سے مراد ان کی مشہور لڑائیاں ہیں جیسے مہا بھارت وغیرہ کی جنگ ۔

محمد حنیف غفرلہ لنگوہی

ومما تكثر من القصص قصة خلق آدم من الارض وسجود الملائكة له وامتناع الشيطان منه وكونه ملعوناً وسعيه بعد ذلك في اغواء بني آدم وقصة مخالفة نوح وهود وصالح وابراهيم ولوط وشعب عليهم الصلوة والسلام واقوامهم في باب التوحيد والامر بالمعروف والنهي عن المنكر وامتناع الاقوام من الامثال بشبهات ركيكة مع ذكر جواب الانبياء وابتلاء الاقوام بالعقوبة الالهية وظهور نصرة عز وجل للانبياء وتابعيه وقصة موسى مع فرعون وقومه ومع سفهاء بني اسرائيل ومكابرة هذه الجماعة مع حضرة عليه الصلاة والسلام وقيام الله سبحانه وتعالى بعقوبة الاشقياء وظهور نصرة نبيه موسى مرة بعد مرة وقصة مخالفة داود وسليمان وآياتهما وكلماتهما ومحنة ايوب ويونس وظهور رحمة الله سبحانه لهما واستجابة دعائهما ذكرها ياقصص سيدنا عيسى العجيب من تولده بلا أب وتكليمه في المهد وظهور الخوارق منه فذكرت هذه القصص باطوار مختلفة اجمالاً وتفصيلاً بحسب ما اقتضاه اسلوب السؤبر

لغات :- ملعون لعنت يا ہوا، دھتکارا ہوا، ستم گویش، اغوار گراہ کرنا۔ مخاصمہ جھگڑا۔ اقوام جمع قوم امتثال فرماں برداری کرنا۔ عقوبتہ سزا، عذاب۔ سفہاء جمع سفید ہو قوف، مکابره دشمنی کرنا، مخالفت کرنا اشقیاء جمع شقی بدبخت۔ تولد پیدا ہونا مہد گہوارہ۔ خوارق جمع خارق وہ چیز جو مقتضائے عادت کے خلاف ہو۔ اطوار جمع طور اندازہ، قسم۔ اسلوب طریقہ، روش۔ سور جمع سورۃ۔

ترجمہ :- جو قصے قرآن مجید میں بہت بار بیان ہوئے ہیں یہ ہیں۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین سے، ان کو تمام فرشتوں کا سجدہ کرنا، شیطان کا اس سے انکار کر کے ملعون ہونا، اور اس کے بعد سے بنی آدم کو گمراہ کرنے میں کوشش کرنا۔ حضرت نوح ؑ، حضرت ہود ؑ، حضرت صالح ؑ، حضرت ابراہیم ؑ، حضرت لوط ؑ اور حضرت شعیب ؑ کا اپنی قوموں سے توحید اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں مباحثات کرنا، اور ان اقوام کا فرماں برداری سے باز رہنا رکیک شبہات کی بناء پر، پیغمبروں کے جوابات ذکر کرنے کے ساتھ، اور ان قوموں کا عذاب الہی میں مبتلا ہونا اور نصرت خداوندی کا ظاہر ہونا انبیاء اور ان کے متبعین کے حق میں، اور حضرت موسیٰ ؑ کا قصہ فرعون، اسکی قوم اور بنی اسرائیل کے نادانوں کے ساتھ، اور ان لوگوں کا حضرت موسیٰ ؑ کی جناب میں مکابره و مخالفت کے ساتھ پیش آنا اور خداوند تعالیٰ کا ایک عرصہ تک ان بدبختوں کو عقوبت میں مبتلا رکھنا۔ اور اللہ کے نبی حضرت موسیٰ ؑ کے حق میں پیغم نصرت خداوندی کا ظاہر ہونا۔ حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ خلافت (باقی برص ۱۰۹)

عہ نیس ذکر سیدنا ابراہیم فی الاصل الفارسی الذی عندنا ۱۲ عون۔ عمدہ والترجمہ الواضحة التي لتطابق النص الفارسی کذا و امتناع الاقوام من الامثال و ايرادهم شبہات رکیکہ و حلها من الانبياء، ۱۳ عون

وَمِنَ الْقَصَصِ الَّتِي ذُكِرَتْ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَقَطْ سَرَفَعُ سَيِّدِنَا اَدْرِيسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(تسریعاً)

اور ان واقعات میں سے جو فقط ایک یا دو جگہ مذکور ہیں حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر اٹھا یا جانا ہے۔
تسریعاً ۱۔ قولہ رفع سیدنا الخ سورہ مریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا" (اور اٹھایا
ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر) یعنی قرب و عرفان کے بہت بلند مقام اور اونچی جگہ پر پہنچایا، بعض کہتے ہیں کہ حضرت
مسیح کی طرح وہ بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک زندہ ہیں، بعض کا خیال ہے کہ آسمان پر لیجا کر روح قبض
لی گئی، ایسے متعلق بہت سی اسرائیلیات مفسرین نے نقل کی ہیں، ابن کثیر نے ان پر تنقید کی ہے۔ (فوائد)

(بقیہ مشأ)

اور ان کے معجزات و کرامتوں کا بیان، حضرت ایوب و حضرت یونس کی محنت کا واقعہ اور ان پر خداوندی رحمت
کے نزول کا ذکر، حضرت زکریا کی دعا کا مستجاب ہونا، حضرت عیسیٰ ؑ کے عجیب عجیب قے یعنی ان کا بغیر باپ کے
پیدا ہونا، گہوارہ میں کلام فرمانا، اور ان سے طواف عادت امور کا ظہور، پس یہ تمام قے اجلاً اور تفصیلاً ہر سورہ
کے اسلوب کے اقتضائے مطابق مختلف طریقوں سے بیان کئے گئے ہیں۔ تسریعاً

۱۔ اس کا ذکر ان مقامات میں ہے، سورہ بقرہ (۳۰، ۳۹) سورہ اعراف (۱۱، ۲۵) سورہ اسراء (۶۱، ۶۵) سورہ کہف
(۵) سورہ طہ (۱۱۶، ۱۲۳) سورہ ص (۴۱، ۸۵) سورہ حجر (۲۶، ۴۴)

۲۔ ان کا تذکرہ ان مقامات میں ہے سورہ اعراف (۵۹، ۹۳) سورہ ہود (۲۵، ۹۵) سورہ حجر (۵۱، ۸۴)
سورہ شعراء (۶۹، ۱۹۱) سورہ ذاریات (۲۳، ۴۶) سورہ قمر (۹، ۴۰)

۳۔ اس کا بیان ان مقامات میں ہے سورہ بقرہ (۴۳، ۴۹) سورہ اعراف (۱۰۳، ۱۶۲) سورہ شعراء (۱۰، ۶۸)
سورہ قصص (۳، ۶)

۴۔ اس کا ذکر ان سورتوں میں ہے سورہ حمل (۱۵، ۴۴) سورہ سبا (۱۰، ۱۳) سورہ ص (۱۴، ۴۰)

۵۔ اس کا بیان ان سورتوں میں ہے، سورہ انبیاء (۸۳، ۸۸) سورہ صافات (۱۳۹، ۱۴۸)

۶۔ اس کا تذکرہ ان سورتوں میں ہے سورہ آل عمران (۳۸، ۴۱) سورہ مریم (۲، ۱۱) سورہ انبیاء (۹۱)

۷۔ اس کا ذکر ان مقامات میں ہے سورہ آل عمران (۴۵، ۵۱) سورہ مریم (۱۶، ۳۶) سورہ انبیاء (۸۹، ۹)

۸۔ قولہ فذکرت ہذہ القصص الخ قرآن پاک میں گزشتہ زمانوں، ہلاک شدہ قوموں، موحشہ شریعتوں کے تاریخی حالات
اس طرح بیان ہوئے ہیں جیسے کوئی بچشم خود دیکھنے والا بیان کر رہا ہو، پھر ایک ہی قصہ کو متعدد مقامات پر مختلف
الفاظ میں ایسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ پیش کیا ہے جس کے معارضہ سے ہر شخص عاجز ہے۔

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

وَمَنَظَرُهُ سَيِّدَنَا اِبْرَاهِيْمَ لَمْرُوذٍ وَرُؤْيَا اِحْيَاءِ الطِّيْرُوذِ بِحَمْدِهِ وَقِصَّةُ سَيِّدِنَا يُوْسُفَ
 وَقِصَّةُ مُوَلَّادِهِ سَيِّدِنَا مُوسَى وَانْقَاءَهُ فِي الْيَمِّ وَقَتْلُهُ الْقَبِيضِ وَخُرُوجَهُ اِلَى مَدْيَنَ
 وَتَرْوِجَهُ هُنَاكَ وَرُؤْيَا النَّارِ عَلَى الشَّجَرَةِ وَمَسَامُ الْكَلَامِ مِنْهَا وَقِصَّةُ ذَبْحِ الْبَقْرَةِ وَ
 قِصَّةُ التَّقَاءِ مُوسَى وَالْخَضِرَ وَقِصَّةُ طَالُوتَ وَجَالُوتَ وَقِصَّةُ بَلْقِيْسَ وَقِصَّةُ
 ذِي الْقُرْنَيْنِ وَقِصَّةُ اصْحَابِ الْكُهْفِ وَقِصَّةُ رَجُلَيْنِ تَعَاوَرَا فِيمَا بَيْنَهُمَا وَ
 قِصَّةُ اصْحَابِ الْجَنَّةِ وَقِصَّةُ رُسُلِ عِيسَى الْثَلَاثَةِ وَالْمُؤْمِنِ الَّذِي قَتَلَهُ الْكَافَرُ شَهِيدًا
 وَقِصَّةُ اصْحَابِ الْفِيلِ، فَلَيْسَ الْمَقْصُودُ مِنْ هَذِهِ الْقِصَصِ مَعْرِفَتُهَا بِانْفُسِهَا بَلِ الْمَقْصُودُ
 اِنْتِقَالُ ذَهْنِ السَّامِعِ اِلَى وَخَامَةِ الشَّرِكِ وَالْمَعَاصِي وَعَقُوبَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهَا وَ
 اِطْمِئْنَانُ الْمَخْلُصِينَ بِنَصْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَظُهُورُ عَنَانِيَّتِهِ عَزَّ وَجَلَّ بِهــ

لغات۔ القاء ڈالنا، یم سمندر، مدین مصر سے آٹھ دس دن کی راہ پر ایک شہر ہے شجرہ درخت۔ التقارنا۔ تھوڑا
 تھوڑا ایک دوسرے سے گھٹکو کرنا، الجنۃ باغ۔ رُسل جمع رسول۔ القیل ہاتھی۔ وخامۃ (ک) مفر ہونا۔
 ترجمہ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمrud سے مناظرہ، اور پندہ کو زندہ کرنے دیکھنا، اور اپنے فرزند (اسماعیل) کو
 ذبح کرنا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، ان کو دریا میں ڈالنا
 ان کا ایک قبلی کو قتل کرنا، پھر بہین کو فرار ہونا، وہاں نکاح کرنا اور وہاں سے واپسی میں ایک درخت پر آگ
 روشن دیکھنا، اور اس سے باتیں سننا، اور بنی اسرائیل کا گائے ذبح کرنے کا قصہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
 حضرت نضر سے ملاقات کرنا اور طالوت و جالوت، بلقیس، ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے قصے، اور ان دو
 شخصوں کا قصہ جنہوں نے باہم نزاع کیا تھا، اور باغ والوں کا قصہ، اور حضرت عیسیٰ کے تین بچوں کا قصہ اور
 اس مومن کا قصہ جس کو کفار نے شہید کیا تھا، اور اصحاب فیل کا واقعہ، پس ان تمام قصوں سے یہ مقصود نہیں کہ صرف
 ان واقعات سے آگاہی حاصل ہو جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان سے سننے والوں کے ذہن شرک اور معاصی
 کی برائی کی جانب منتقل ہوں اور اہل شرک و معاصی پر عذاب خداوندی کی طرف اور غفلت کے خلاف
 کی عنایت سے مطمئن ہونے کی طرف دھیان دیا جائے۔ تشریح

۱۔ سورہ بقرہ (۲۵۸) ۲۔ سورہ بقرہ (۲۶۰) ۳۔ سورہ صافات (۱۱۰، ۱۱۱) ۴۔ سورہ یوسف (۱۰۱، ۱۰۲)
 ۵۔ سورہ قصص (۳۵، ۳۶) ۶۔ سورہ طہ (۲۸، ۲۹)

۷۔ قولہ درویش النار الخ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ دیکھا تھا وہ آگ نہیں تھی بلکہ حق
 جل مجدہ کا نور تھا جس کو لفظ نار سے اسلئے ذکر کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسکو آگ ہی سمجھ رہے تھے، لیکن بقول امام مہدی
 ہے کہ انہوں نے آگ ہی دیکھی تھی تاکہ وہ اپنی خبر میں کاذب قرار نہ پائیں اذالکذب لا يجوز علی الانبیاء، بعض عارفین کا

قبول ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی طلب میں نکلے تھے اس لئے مطلوب حقیقی نے ان کے مطلوب مجازی کی صورت میں تجلی فرمائی تاکہ حضرت موسیٰ اپنے مطلوب کی طرف بڑھیں اور اعراض نہ کریں۔

۵ کنار موسیٰ یرا ما عین حاجتہ ۛ و ہوالالہ ولكن ليس يدريہ
 کہ قولہ و سماع الکلام منہا الخ شیخ احمد صادی اپنے حاشیہ جلالین میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف جہت شجرہ سے کلام سنا بلکہ محققین کا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے کلام بلا حروف و صوت جمع جہات سے سنا ابن الشیخ نے اپنے حواشی میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کا کلام صفت ازلی ہے جو ذات باری کے ساتھ قائم ہے، وہ نہ جنس حرف سے ہے نہ جنس اصوات سے لیکن جس طرح حق تعالیٰ کا دیدار غیر مستبعد ہے حالانکہ اسکی ذات نہ جسم ہے نہ عرض۔ اسی طرح اس کے کلام کا سماع بھی غیر مستبعد ہے اگرچہ وہ نہ جنس حروف سے ہے نہ جنس اصوات سے ہے، امام احمد نے وہب سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب ۛ یا موسیٰ سنا تو کئی بار لبیک کہا اور عرض کیا کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے، آواز آئی کہ میں تیرے اوپر ہوں، تیرے ساتھ ہوں تیرے سامنے ہوں، تیرے پیچھے ہوں، اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے نزدیک ہوں۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام ہر جہت سے اور اپنے ایک ایک بال سے اللہ کا کلام سنتے تھے۔

۱۵ سورہ بقرہ (۶، ۷۳) ۱۶ سورہ کہف (۱۰، ۸۲) ۱۷ سورہ بقرہ (۲۵۱، ۲۵۲) ۱۸ سورہ نمل (۲۳، ۲۴)
 ۱۹ سورہ کہف (۸۳، ۹۹) ۲۰ سورہ کہف (۹، ۲۶) ۲۱ سورہ کہف (۲۲، ۲۳) ۲۲ سورہ قلم (۱۰، ۲۳) -
 ۲۳ سورہ نمل (۱۳، ۱۹) ۲۴ سورہ نمل (۲۰، ۲۹) ۲۵ سورہ نمل (۱۳، ۱۹)

۱۶ قولہ بل المقصود الخ سورہ ہوئی کے آخر میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

وَكَلَّا نَقْصُصْ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَنْبِئُ بِهٖ
 فَاذْكُ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ مَّا ذُكِّرْتِ
 لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

اور سب چیز بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دین تیرے دل کو اور آئی تیرے پاس اس وحدت میں تحقیقی بات اور نصیحت اور یادداشت ایمان والوں کو۔
 یعنی گزشتہ اقوام و رسل کے واقعات اس کو بغیر علیہ السلام کا قلب بیش از بیش ساکن و مطمئن ہوتا ہے اور امت کو تحقیقی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں نصیحت و تذکر کا بڑا سامان ہے۔ آدمی جب سنتا ہے کہ میرے خدا بنائے نوع پہلے فلاں فلاں جرائم کی پاداش میں ہلاک ہو چکے ہیں تو ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ فلاں فلاں اختیار کرنے سے پھلوں کو نجات ملی تو طبعاً اس کی طرف دوڑتا ہے۔ فی الحقیقت قرآن کریم میں قصص کا حصہ اس قدر مؤثر و مذکور واقع ہوا ہے کہ کوئی شخص جس میں تھوڑا سا آدمیت کا جزیر ہو اور خوف خدا کی ذرا سی ٹیس دل میں رکھتا ہو انھیں سنگرم تاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (فوائد)

وَقَدْ ذَكَرَ جَلَّ شَأْنُهُ مِنَ الْمَوْتِ وَمَا بَعْدَهُ كَيْفِيَّةَ مَوْتِ الْإِنْسَانِ وَعِزَّةَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ
وَعَرْضَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ عَلَيْهِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَظُهُورَ مَلَائِكَةِ الْعَذَابِ وَقَدْ ذَكَرَ أَشْرَاطَ السَّاعَةِ
مِنْ نَزُولِ عِيسَى وَخُرُوجِ الدَّجَالِ وَخُرُوجِ دَابَّةِ الْأَرْضِ وَخُرُوجِ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ

لغات ۱۔ عرض (من) دکھانا، اشراط جمع شرط علامت، ہر چیز کا اول، الساعۃ قیامت، مگر
ترجمہ ۱۔ اور ذکر فرمایا ہے حق تعالیٰ نے موت اور اس کے بعد کے واقعات میں سے انسان کی موت کی کیفیت اور
اس وقت اس کی بچاگی کا عالم، اور موت کے بعد جنت و دوزخ کو سامنے کرنا، اور عذاب کے فرشتوں کا آنا
اور ذکر فرمایا ہے علامات قیامت میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول، اور دجال، دابۃ الارض اور
یا جوج ماجوج کا ظہور۔
نُبَشِّرُ بِحَمْدِ

قَوْلُهُ وَعِزَّةُ الْإِنْسَانِ جِئْتُ سُوْرَةُ قِيَمَةٍ فِي إِرْشَادِ بَارِي بِهِ
يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ فَإِذَا بَرِقَ الْبَقَرُ ۚ وَخَفَّتْ
الْأَفْئِدَةُ ۚ وَجَمَعَ النَّفْسُ وَالْقُرْءَانُ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ
أَيْنَ الْمَقَرُّ ۚ
یعنی حق تعالیٰ کی تجلّی قہری سے جب آنکھیں چندھیا نے لگیں گی اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی اور بے نور
ہونے میں چاند اور سورج دونوں شریک ہوں گے۔ اس وقت انسان بدحواس ہو کر کہیگا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں
پناہ لوں۔

قَوْلُهُ وَالنَّارِ طِبِ الْإِنْسَانِ جِئْتُ سُوْرَةُ مُؤْمِنِينَ فِي حَقِّ تَعَالَى كَارِشَادِهِ۔
الْأَنفُسُ يُقَرُّ مُؤْمِنُونَ عَلَيْهِمْ عَذَابٌ وَأَوْعِشِيَّةٌ
یعنی دوزخ کا ٹھکانا جس میں وہ قیامت کے دن داخل کئے جائیں گے ہر منہوشام ان کو دکھلا دیا جاتا ہے تانہوں کے طور پر
اس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں۔ یہ عالم برزخ کا حال ہوا، احادیث سے ثابت ہے کہ اسی طرح ہر کافر کے
سامنے دوزخ کا اور ہر مومن کے سامنے جنت کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے (فوائد)
قَوْلُهُ وَظُهُورَ مَلَائِكَةِ الْعَذَابِ الْإِنْفَالِ جِئْتُ سُوْرَةُ الْإِنْفَالِ فِي الْعَذَابِ الْعَزِيزِ كَارِشَادِهِ۔

وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الْكَافِرُ إِنَّ كَفَرُوا أَلَمَّا لَكُمْ يَقْرَءُونَ
وَجُوهَهُمْ وَأَذْبَارُهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔
اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافر
کی فرشتے مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور
کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا۔

قوله من نزول عیسیٰ الخ جیسے سورۃ زخرف میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

وَرَأٰهُ لَعَلَّہُ لِّلشَّاعِرِ فَلَمَّا تَمَثَّلَ لَہٗ ہذا
یعنی حضرت مسیحؑ کا اول مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بدون باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب و غریب معجزات دکھائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا، ان کے نزول سے لوگ معلوم کر لیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آگئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہی قول منقول ہے کہ اس سے مراد قبل از قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے، دنی الحدیث "یوشک ان یزول فیکم ابن مریم علما وعدلا یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویفنی الجوزۃ وتہلک فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام۔"

قوله دابۃ الارض الخ جیسے سورۃ نمل میں خداوند قدوس جل شانہ کا ارشاد ہے۔
فَلَمَّا وُفِّقَ الْعُقُولُ یَلٰہُمُ اَخْرَجْنَا ہُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ
یَلٰہُمُ اِنَّ النَّاسَ کَاٰفَا یٰۤاٰیٰتِنَا لَا یُوَفِّیۡوُنَّ ۝

قیامت سے پہلے مکہ کا صفا پہاڑ چھٹے گا اور اس میں سے ایک جانور نکلیگا جس کا نام جثاسہ ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت میں ہے، وہ لوگوں سے باتیں کریگا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور مجھے ایمان والوں کو اودھ چھینے منکروں کو نشان دیکر جدا کر دیگا، یہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشمس من المغرب کے دن ہوگا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے "ان اول الایات خروج الشمس من مغربہا و خروج الدابۃ علی الناس منعی و ایہما کانت قبل صاحبہا فالآخری علی اثر ہا قریب" ابو داؤد طیالسی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ یہ جانور نیکے گا اس حال میں کہ اس کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کا عصا اور حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہوگی یہ شاید دابۃ الارض سے یہ دکھلانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مٹنے چھو آج وہ ایک جانور کی زبانی مانی پڑ رہی ہے۔

قوله یا جوج الخ جیسے سورۃ انبیاء میں ارشاد ہے۔

مَنْ اِذَا فُتِنَتْ یَا جُوجُ وَا جُوجُ وَنَمُّ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ
یَنْسِلُوْنَ ۝

یا جوج اور ماجوج۔ یافث بن نوحؑ کی اولاد میں سے دو قبیلے ہیں جنکی تعداد کی بابت حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی آدمؑ کے کل ان کا دسواں حصہ ہیں۔

چو یوزینکا آمدہ در وجود مرہ زرد و رخ سرخ و دیدہ کہود

نماند جز خواب و خود رنج کار نمیردیکے تا نزا ید ہست زار

یعنی قیامت کے قریب نزول عیسیٰؑ کے بعد سد ذوالقرنین توڑ کر یا جوج ماجوج کا لشکر ٹوٹ پڑے گا اور اسی کثرت و ازدحام کی وجہ سے تمام بلندی دستی پر چھا جائیں گے، یہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک ٹیلہ اور پہاڑ سے ان کی فوجیں پھیلی ہوئی آرہی ہیں۔

وَنَفْثَةِ الصُّعِقِ وَنَفْثَةِ الْقِيَامِ وَالْحَشَرِ وَالنَّشْرِ وَالسَّوَالِ وَالْجَوَابِ وَالْمِيزَانِ وَكَأَنَّ صُحُفَ
الْأَعْمَالِ بِالْيَمِينِ وَالشَّمَالِ وَدُخُولِ الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةِ وَدُخُولِ الْكَافِرِينَ النَّارَ وَاجْتِمَاعِ أَهْلِ النَّارِ
مِنَ التَّابِعِينَ وَالْمُتَّبِعِينَ فِيهَا بَيْنَهُمْ وَالنَّكَارَ لِبَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ وَلَعَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَاجْتِمَاعِ
أَهْلِ الْإِيمَانِ بِرُؤْيَا النَّارِ وَجَلَدَ وَتَلَوْنَ النُّوَارِ الْعَذِيبِ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْإِخْلَالِ وَالْحَمِيمِ
وَالْعُشَاقِ وَالزُّقُومِ - وَالنُّوَارِ التَّنْعِيمِ مِنَ الْحُورِ وَالْقُصُورِ وَالْأَنْهَارِ وَالْمَطَاعِمِ الْمَنِثَةِ وَالْمَلَابِ
النَّاعِمَةِ وَالنِّسَاءِ الْجَمِيلَةِ وَصَحْبَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيهَا بَيْنَهُمْ صَحْبَةٌ طَلِيَّةٌ مُفَرَّجَةٌ لِلْقُلُوبِ فَتَفْرَقَتْ
هَذِهِ الْقِصَصُ فِي سُورٍ مُخْتَلِفَةٍ بِاجْتِمَاعِ وَتَفْصِيلِ بِحَسَبِ اقْتِضَاءِ أُسْلُوبِهَا

لغاً۔ لغز ایک مرتبہ ہو کنا، الصق بیخ، موت۔ میزان ترازو۔ صحت جمع صحیفہ نامہ اعمال۔ اختتام باہم جھگڑنا
تلون مختلف اور طرح طرح کا ہونا۔ سلاسل جمع سلسلہ زنجیر، غلال جمع غلّ، شکر دی، طوق۔ عجم گرم پانی،
عشاق بدبودار۔ زقوم ٹھوڑا، جہنم کے ایک درخت کا نام۔ حور جمع حواء سفید و خوبصورت، قصور جمع قصہ
محل۔ انہار جمع نہر۔ مطاعم جمع منظم خوراک، ہنیدہ مرغوبہ، ملاپس جمع کلبش لباس۔ ناعمہ نرم۔
ترجمہ۔ اور صورتاً، صور حشر و نشر، سوال و جواب، میزان، اور نامہ اعمال کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں لینا اور
مومنین کا جنت میں اور کفار کا دوزخ میں داخل ہونا، اور دوزخیوں میں پیشواؤں اور مقلدوں کا باہمی کھوار، اور
ایک دوسرے کا راہ مارنے سے انکار اور آپس میں ایک دوسرے کو لعنت طاعت کرنا اور مومنین کا دیدار
خداوندی کے شرف سے مختص ہونا اور طرح طرح کے عذاب یعنی بیڑیاں، طوق، کھولتا ہوا گرم پانی، کھل ہوا
زقوم، اور نعمت ہائے جنت کی انواع یعنی حور و قصور اور نہریں اور خوشگوار کھانے اور لباس ہائے فاخرہ اور خوش
جمال عورتیں اور جنتیوں کی باہمی دلکشا صحبتیں، ان قصوں کو مختلف سورتوں میں ان کے اسلوب کے اقتضاء
کے حسب حال اجمالاً یا تفصیلاً متفرق طریقہ سے بیان کیا گیا ہے

تشریح۔ قولہ و نَفْثَةِ الصُّعِقِ الو جیسے سورہ زمر میں ارشاد ربانی ہے۔
وَنَفْثَةِ الصُّعِقِ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا
مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ لِيُقَيِّدَ الْأَمْرَ لِي فَأَذْهَبُ قِيَامُ
بُظُرُونَ اور پھونکا جائے صور میں پھر بیہوش ہو جائے جو کوئی ہے آسمانوں
میں اور زمین میں مگر جو کہ اللہ چاہے پھر سوچے جائے دوسری بار
تو فوراً کھڑے ہو جائیں ہر طرف دیکھتے ہوئے۔

اکثر علماء متفقین کے نزدیک کل دو مرتبہ نوح صور ہوگا۔ پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اوجائیں گے پھر زندہ تو مردہ
ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جائیگی، بعدہ دوسرا نوح
ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آجائیں گی اور بے ہوشوں کو افادہ ہوگا
محمد حنیف غفرلہ لکھنؤ

قولہ والمیزان الخ جیسے سورہ اعراف میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْوِزَنُ يَوْمَئِذٍ حَاسِبٌ
اور تول اس دن ٹھیک ہوگی

یعنی قیامت کے دن سب کے اعمال کا وزن دیکھا جائیگا جن کے اعمال قلبیہ و اعمال جوارح و زنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔

قولہ واخذ صفح الاعمال الخ جیسے سورہ انشقاق میں حق جل مجدہ کا ارشاد ہے۔

فَاتَّخَذَ مِنْ اَوْتِي كِتَابَهُ يَمِينُهُ فَسُوفَ يُحَاسِبُ بِحَسَابٍ لَّيِّنٍ
سو جو کلام اعمال نامہ اسکے دہانے ہاتھ میں تھا اس سے حساب لینے
وَيُنْقَلِبُ اِلَى اُفٍّ مَسْرُورٍ وَاَكَا مِنْ اَوْتِي كِتَابَهُ وُزْرًا
آسان حساب اور پھر کراٹیکا اپنے لوگوں کے پاس خوش ہو کر اور
ظہرہ فسوف یدعونہا ثبورا فاعضلى استعبروا
جو کلام اس کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے سودہ پکاریکا موت
موت اور پڑیکا آگ میں۔

قولہ واختم اهل النار الخ جیسے سورہ بقرہ میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔

اِذْ نَبَّأَ الَّذِينَ اشْتَبَعُوا مِنَ الْكُفَّيْنِ فَبُئِىَ وَاُذْ الْعَذَابِ
جبکہ پزار ہو جائیگے وہ کہ جکی پیردی کی تھی اُن سے کہ جو انکے
وَلَقَطَعَتْ مِنْهُمْ الْاَسْبَابَ
پیردہ کٹے اور دیکھیں گے عذاب اور منقطع ہو جائیگے انکے سبب سے

یعنی وہ وقت ایسا ہوگا کہ پزار ہو جائیگے مقبوع اپنے تابعداروں سے اور بت پرست اور بتوں میں کوئی علاقہ باقی نہ رہیگا
سورہ حق میں متبوعین و تابعین کا اختتام ذکر کر کے ارشاد باری ہے

اِنَّ ذٰلِكَ لَشَيْءٌ عِنْدَ رَبِّكَ النَّارُ
یہ بات ٹھیک ہونی ہے جھگڑا کرنا آپس میں دوزخیوں کا۔

یعنی بظاہر یہ بات حلاف عیاس ہے کہ اس افراتفری میں ایک دوسرے سے جھگڑیں لیکن یاد رکھو ایسا ہو کر رہیگا۔ یہ بالکل یقینی چیز ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں

قولہ واختم اصحاب النار الخ جیسے سورہ قلمہ میں حق جل و علا کا ارشاد ہے۔

وَبُئِىَ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اِلٰى رَبِّہَا نَاطِرَةٌ
کتنے منہ اس دن تازہ ہیں اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔

یعنی مومنین کے چہرہ اس روز تازہ اور پشاش پشاش ہوں گے اور انکی آنکھیں محبوب حقیقی کے دیدار سے روشن ہوئیگی
مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوشحال بہ بے کیف و بے جہت بے طبع و بے مثال۔

اور سورہ طہ میں مکذبین کی بابت ارشاد ہے۔

كَلَّا اِنَّہُمْ عَنْ رَبِّہِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبَرٌ
کوئی نہیں وہ اپنے رب سے اس دن روک دئے جائیں گے۔

یعنی مومنین حق تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف نہ ہوں گے اور یہ بد بخت محروم رکھے جائیں گے

چوں دشمن و دوست را چہ باشد

پس فرق دراں میاں چہ باشد

والکلیۃ فی مباحث الاحکام انہ صلی اللہ علیہ وسلم بُعِثَ بِالْمِلَّةِ الْحَنِيفِيَةِ فَلَزِمَ بَقَاءُ
شَرَائِعِ تِلْكَ الْمِلَّةِ وَعَدَمُ التَّخْيِيرِ فِي اُمُوهَاتِ تِلْكَ الْمَسَائِلِ سِوَى تَخْصِيصِ الْعُمُومِ
وَزِيَادَةِ التَّوْقِیَّاتِ وَالتَّعْدِیْدَاتِ وَتَحْوِیْهَا

ترجمہ:۔ مباحث احکام کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملت حنیفی (ابراہیمی) پر
مبعوث ہوئے ہیں اس لئے اس ملت کے طریقوں کا باقی رہنا اور اس کے اہمات مسائل میں کسی قسم کے تغیر کا ہونا
مردی ہے سوائے تخصیص تعینات اور اوقات و حدود کی زیادتی وغیرہ کے۔

تشریح:۔ قولہ بالملۃ الحنیفیۃ الخ اس مقام کی تشریح خود شاہ صاحب کے کلام سے سنئے، شاہ صاحب رحمہ اللہ
البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عجلو آسان، حنیفی، روشن مہذب دیکر بھیجا گیا ہے اس میں
سمجھ سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسی سخت عبادتیں نہیں جنکو
راہبوں نے عیباً ذکر کیا تھا بلکہ اس میں ہر عذر کے لئے
رخصت ہے جس کی وجہ سے قوی و ضعیف، کاربند اور
بیکار سب عمل کر سکتے ہیں، اور حنیفیہ سے مراد یہ ہے کہ یہ
ملت ابراہیمی ہے جس میں شغائر الہی کا قیام اور شرک
شرک کی برائی اور تحریف و رسوم فاسدہ کا ابطال ہے
اور بیضار سے مراد یہ ہے کہ اس کی علتیں اور حکمتیں اور
وہ مقاصد جن پر شریعت کی بنیاد قائم ہے نہایت واضح
ہیں جو شخص ان میں تامل کر لگے اسکو کچھ شبہ باقی نہ رہے بلکہ

وجاء فی بعض الاحادیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال:- بُعِثْتُ بِالْمِلَّةِ السَّجَّةِ الْحَنِيفِيَةِ الْبَيْضَاءِ
يُرِيدُ بِالسَّجَّةِ مَا لَيْسَ فِيهِ مِثَالُ الطَّاعَاتِ كَمَا اجْتَمَعَتْ
الرَّهْبَانِ بَلْ فِيهَا لِكُلِّ عِذْرٍ رَخَصَةٌ يَتَأْتِي الْعَمَلُ بِهَا
لِلْقَوِي وَالضَّعِيفِ وَالْمَكْتَبِ وَالْفَارِسِ وَبِالْحَنِيفِيَةِ
مَا ذَكَرْنَا مِنْ اَنْهَا مِلَّةُ اِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْهَا
اَقَامَتْ شَعَائِرَ اللّٰهِ وَكَبَتْ شَعَائِرَ الشَّرْكِ وَابْطَلَتْ
التَّحْرِيفَ وَالرُّسُومَ الْفَاسِدَةَ وَبِالْبَيْضَاءِ اَنْ يَّظْلَمَ
حُكْمُهَا وَالْمَقَاصِدُ الَّتِي بُنِيَتْ عَلَيْهَا وَانْقَرَأَ لَإِيْرِبَ فِيْهَا مِنْ
تَأْمَلُ وَكَانَ سَلِيمَ الْعَقْلِ غَيْرَ مُكَابِرٍ وَاللّٰهُ اعْلَمُ۔

وہ سلیم العقل ہو اور سہٹ دھرمی کرنے والا نہ ہو۔ واللہ اعلم:-

(فائدہ:۔) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے

قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم اى
الاديان احب الى الله؟ قال: الحنيفية السموية
فزلت في ان رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادیان
الانبياء كونه ناسا دينه ابراهيم عليه السلام
لا جو نہایت سہل اور آسان تھا (احمد، ج ۱، طرانی فی الکبیر والاوسط، بخاری فی الادب المفرد فی البصیر طلیقا)
قولہ:۔ فلزم بقاء الخ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس مضمون کی تشریح یوں فرمائی ہے،
واعلم ان البدۃ کثیرا ما تكون من تحت الملة كما قال واضح ہو کہ نبوت بہا اوقات ملت کے تابع ہوتی ہے جیسا کہ

اللہ تعالیٰ "مَلِكًا اَبْرَاهِيْمًا" دیکھا کہ "وَمَا كُنَّا
 دُوْرًا مِّنْ شَيْءٍ لَّعَلَّ اِبْرَاهِيْمَ" دیکھا کہ "وَمَا كُنَّا
 تَنْشَاْ قُرُوْنٌ كَثِيْرَةٌ عَلٰی الْمُتَدِيْنِيْنَ بَدِيْنٍ وَّ عَلٰی تَنْظِيْمِ
 شَعَارَتِهِ وَاَقْصِرَ اَحْكَامُهُ مِّنَ الْمَشْهُورَاتِ اِلٰذَا لَقِيتُ
 اِلَّا حَقًّا بِالْبَدِيْهِ يَا اَلْاَدْلِيَّةِ اَلْحٰقَ لَا تَكْذِبْ
 فَعَمِيْ نَبُوْةٌ اٰخَرٰى لَا قَامَتْ مَا اَعُوْجَ مِنْهَا وَاَصْلَاحُ مَا
 فَسَدَ مِنْهَا بَعْدَ اَخْتِلَافِ رَوَايَةِ نَبِيْهَا فَتَفْتِيْشُ بَيْنَ
 الْاَحْكَامِ الْمَشْهُورَةِ عِنْدَهُمْ فَمَا كَانَ مَعِيْ حُجُوْمًا مُّوَافَقًا
 لِّقَوَاعِدِ السِّيَاسَةِ اَلْمَلَّةِ لَا تُغَيِّرُهُ بَلْ تَدْعُوْا لِيْهِ
 وَتَحْتِ عَلَيْهِ وَاَمَّا كَانَ سَقِيْمًا قَدْ دَخَلَ الْخُرْفِيفُ
 فَانْهَآ غَيْرُهُ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ وَاَمَّا كَانَ حَسْرَةً فَاِذَا
 اِنْ يَزَادُ فَانْهَآ تَوْدِيْدُهُ عَلٰى مَا كَانَ عِنْدَهُمْ وَكِيْرًا
 مَا يَسْتَدِلُّ بِالنَّبِيِّ فِيْ مَطَالِبِهِ بِمَا لَقِيَ عِنْدَهُمْ مِنَ الشَّرْعِيَّةِ
 الْاَوَّلٰى فَيَقَالُ عِنْدَ ذٰلِكَ هٰذَا النَّبِيُّ فِيْ مَلَّةٍ فَسَلَامٌ
 اَلنَّبِيُّ اَوْ مِّنْ شَيْعَةٍ -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "دین تمہارے باپ ابراہیم کا" اور فرمایا اے
 اسی کی راہ والوں میں ہے ابراہیم! اور اس کا راز یہ ہے کہ ساہلے
 دراز تک لوگ ایک مذہب کی پابندی کرتے ہیں اور اس دین کے
 شعائر کی تعظیم کرتے ہیں، اور اس مذہب کے احکام نہایت
 مشہور اور شائع بمنزلہ بدیہیات اولیہ کے ہو جاتے ہیں جن
 کا انکار نہیں کیا جاسکتا، پھر ایک دوسری نبوت کا رامنہ آتا
 ہے تاکہ پہلے مذہب کی کجی بالکل دور ہو جائے اور اس
 کی بگڑی ہوئی باتیں درست ہو جائیں، اس مذہب کے نبی
 کی روایتوں میں اختلاط ہو جانے کے بعد، پس یہ دوسری نبوت
 لوگوں میں مشہور اور معتبر احکام کی تفتیش کرتی ہے پس جو صحیح
 سیاست مذہبی کے قواعد کے موافق ہوتے ہیں ان کو نہیں
 بدلتی بلکہ لوگوں کو انکی رغبت دلاتی ہے اور ان پر عمل کرنے
 کی تاکید کرتی ہے اور جو احکام کھوٹے ہوتے ہیں جن میں
 تحریف ہو چکی ہوتی ہے ان میں بقدر ضرورت تبدیلی کر دیتی
 ہے اور جو احکام قابل اضافہ ہوتے ہیں ان کا اضافہ کر دیتی
 ہے، اور بسا اوقات یہ نبی آخر الان امور سے جو پہلی شریعت
 کے باقی رہ جاتے ہیں اکثر اپنے مطالب اور دعاوی پر استدلال کرتا ہے پس اس وقت یہ کہا جاتا ہے
 کہ یہ نبی فلاں نبی کی ملت میں ہے یا اس کے گروہ میں سے ہے۔

عہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں ہیں اسلئے ساری امت
 کے باپ ہوئے، یا یہ مراد ہو کہ عربوں کے باپ ہیں کیونکہ اولین مخاطب قرآن کے وہی تھے ۱۲
 عہ انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں اور ہر پچھلا پہلے کی تصدیق کرتا ہے
 اسی لئے حضرت ابراہیم کو حضرت نوح (علیہما السلام) کے گروہ سے فرمایا "ان ہذہ اہکم
 وامت واحدة وانارکیم فاعبدون" ۱۳

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

وَأَرَادَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَنْ يُزَيَّرَ كَيْ الْعَرَبَ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
يُزَكَّى سَائِرَ الْأَقَالِيمِ بِالْعَرَبِ فَلَزِمَ أَنْ تَكُونَ مَادَّةٌ شَرِيعَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُسُومِ الْعَرَبِ
وَعَادَاتِهِمْ

تو حکم ۱۔ اور ارادہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کا کہ پاک کرے عرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کے
ذریعہ اور پاک کرے باقی تمام اقالیم کو عربوں کے فدیہ سے اسلئے ضروری ہوا کہ شریعت محمدی کا مواد رسوم و
عادات عرب ہی سے لیا جائے۔

تشریح

قولہ فلزم ان تكون الخ شامہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس راز کو یوں فاش کیا ہے۔

وہ امام جو تمام فرقوں کو ایک مذہب پر جمع کرنا چاہے محتاج
ہوتا ہے اسکا کہ وہ انکو راہ راست کی طرف بلائے، انکے نفوس کا
تزکیہ کرے، انکی حالت کو درست کرے، پھر انکو بمنزلہ اپنے اعضاء کے بنائے
پس تمام عالم میں جہاد کرے اور انکو دنیا میں پھیلا دے یہی مراد ہے
قول باری میں ”تم ہو بہر سب امتوں سے جو بھی گئی عالم میں“ یہ
اسلئے ہے کہ امام تنہا بی شمار قوموں کے جہاد نہیں کر سکتا۔

جب یہ بات ہے تو ضروری ہے کہ اسکی شریعت کا مادہ تمام متحد
اقالیم کے باشندوں کے لئے اور تمام عرب عجم کے لئے بمنزلہ طبعی
مذہب ہو پھر وہ مادہ شریعت اسکی قوم کے علم و ارتقاقات کے موافق ہو
اور اس میں دوسروں کی بہ نسبت اسکی قوم کا حال زیادہ ملحوظ ہو پھر
تمام لوگوں کو اس شریعت کی پیروی کا حکم دیا جائے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا
کہ ہر ہر قوم کی حالت کو اسی کے سپرد کر دیا جائے یا ہر زمانہ کے
ائمہ پر چھوڑ دیا جائے کہ اس سے تشریح کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا
اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہر ہر قوم کے حالات و عادات کو دیکھ کر ہر ایک
کے لئے جدا گانہ شریعت مقرر کی جائے کیونکہ انکی عادات اور حالات
کا احاطہ انکے شہر اور مذاہب کے اختلاف کے باوجود محال کے دھبہ میں
ہے جب تمام روادے صرف ایک شریعت کی روایت سے عاجز آگئے تو
مختلف شرائع کی نسبت کیا خیال کر سکتے ہو، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
ایک مدت دراز کے بعد دوسرے لوگ شریعت کے مطیع ہوتے
ہیں جس کے لئے نبی کی عمر وفا نہیں کرتی جیسا کہ واقع ہوا ہے اس وقت کی موجودہ مشرعیوں میں

الامام الذی یحب الامم علی ملۃ واحدة یمتاز الی
ان یدعو قومًا الی السنۃ الراشدۃ ویزکیہم ویصلح
شانہم ثم یتخذہم بمنزلۃ جوارح فیجاءہا بل الارض
ویفرقہم فی الآفاق وہو ذلک لئلا ینکتم خیر امتہ
اخرجت للناس وذلک لان ہذا الامام لیس
لا یتأتی منہ مجاہدۃ اعم غیر محصورۃ۔

واذا کان کذلک وجب ان تكون مادۃ شریعتہ
ما ہو بمنزلۃ المذہب الطبیعی لاہل الاقالیم انصاف
عربہم وعبہم ثم ما عند قومہ من العلم والارتقاقات
ویراعی فیہ حالہم اکثر من غیرہم ثم یحیل الناس جمیعاً
علی اتباع ملک الشریعۃ لانه لا سبیل الی ان یعوض
الامر الی کل قوم او الی ائمۃ کل عصر اذ لا یصل منہ
قائدۃ التشریع اصلاً ولا الی ان یطرح ما عند کل قوم
ویمارس کلامہم فیعمل لکل شریعۃ اذا احاطہ بعبادہم
واعتدیم علی اختلاف بلادہم ونباین ادیانہم
کالمتمنع وقد عجز جمہور الرواۃ عن رواۃ شریعۃ
واحدۃ فما ظنک بشرائع مختلفۃ۔

والاكثر انه لا يكون انقياد الاخرين الا بعد عُدَّةٍ
وَمُدَّةٍ لا يَطُولُ عَمْرُ النَّبِيِّ اليها كما وقع في الشرائع
ہیں جس کے لئے نبی کی عمر وفا نہیں کرتی جیسا کہ واقع ہوا ہے اس وقت کی موجودہ مشرعیوں میں

الموجودة الآن فان اليهود والنصارى والمسلمين
ما آمن من ادائهم الاجمع ثم اصبحوا ظاهرين بعد
ذلك فلا آمن ولا ايسر من ان يعتبر في الشرائع
والحدود والارتفاقات عادة قومية المبعوث فيهم
ولا يكتفى كل التعدي على الآخرين الذين ياتون
بعد فيهم في الجنة والاولون يتيسر لهم الاخذ
بتلك الشريعة بشهادة قبولهم وعاداتهم و
الآخرين يتيسر لهم ذلك بالمرغبة في سيرة
الامة والخلفاء فانها كالامر الطبيعي لكل قوم في
كل عصر قدما او حديثا

والاقاليم الصالحة تتولد الامزجة المعتدلة كانت
مجموعة تحت ملكين كبيرين يومئذ احدهما كسرى و
كان متسلطا على العراق واين وخراسان وما لبها
وكانت ملوك ما وراء النهر والهند تحت
حكمة يحيى اليه منهم الخراج كل سنة ، والثاني قيصر و
كان متسلطا على الشام والروم وما لبها وكان
ملوك مصر والمغرب والافريقية تحت حكمه يحيى اليه
منهم الخراج ، وكان كسرى وزير الملكين والسلطان عليهما
بمنزلة اقلية على جميع الارض كانت ايامهم الزمر في جميع البلاد
التي هي تحت حكمها وتغير تلك العادات ودمهم
عنها مفضيا في الجملة الى تنبيه جميع البلاد على ذلك
وان اختلف امورهم بعد ذلك فذكر
الهم زمان شيئا من ذلك حين استشار عمر
في عزوة العجم

اما سائر النواحي البعيدة عن اعتدال المزاج
فليس بها كثير اعتدال في المصلحة الكلية
ولذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم

كسرو و نصارى اور مسلمانوں کے متقدمين میں سے منقرسی
جماعت ایمان لائی پھر ان کو بعد میں غلبہ حاصل ہو گیا تو اس
سے زیادہ عمدہ اور سہل طریقہ نہیں ہے کہ شرائع و حدود اور تدابیر
میں اسی قوم کی عادت کا اعتبار کیا جائے جس میں نبی مبعوث
ہوا ہے اور یہ کہ بعد میں آنے والوں پر تنگی نہ کی جائے بلکہ
ان کے حق میں قدر سے خفقت ہو ، متقدمین کے لئے تو آسان ہوتا ہے
اس شریعت کو قبول کرنا اپنی ملی شہادت اور عادت کی وجہ اور متاخرین
کے لئے آسان ہوتا ہے اس مذہب کے ائمہ اور خلفاء کی سیرتوں میں
رعیت رکھنے کی وجہ سے کیونکہ یہ امر ہر قوم کے لئے ہر زمانہ میں
خواہ وہ قدیم ہو یا جدید بمنزلہ امر طبعی کے ہے ۔

اور وہ ممالک جو مزاج معتدل کی تولید کی صلاحیت رکھتے ہیں
دو بڑے بادشاہوں کے ماتحت تھے ایک کسری جو عراق ، یمن ، خراسان
اور ان کے متصل ملکوں پر تسلط تھا اور ملواریہ اور ہند کے بادشاہ کے
دریہ حکم تھے جو ہر سال اس کو خراج بھیجتے تھے ۔ دوسرا
قیصر جو شام ، روم اور ان کے قرب و جوار کے ملکوں
پر تسلط تھا اور مصر ، مغرب اور افریقہ کے بادشاہ اس کے
دریہ فرمان اور باج گزار تھے ۔

ان دونوں شہنشاہوں کی طاقت کو متزلزل کر دینا اور ان کے
ممالک پر قبضہ کر لینا گویا تمام روئے زمین پر قبضہ کر لینا تھا
ان کے عادات و اطوار آسائش تمام ماتحت ملکوں میں
پھیلے ہوئے تھے اور ان عادات کو بدلنا اور ان سے باز رکھنا
گویا تمام ملکوں کی عادات پر تنبیہ کر دینا تھا اگرچہ بعد میں
ان کے امور مختلف ہو گئے ، ہر زمانے کی قدران حالات
کا ذکر کیا تھا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں میں ان
سے مشورہ لیا تھا ۔ رہے باقی اطراف عالم جو اعتدال
مزاج سے دور تھے سو وہ معلمت کلی میں قابل اعتبار
نہ تھے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ (بانی برصغارا)

واذا نظرت الى مجموع شرائع الملة الخفيفة والاحتلت رسوم العرب وعاداتهم وتأملت تشريعہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی بمنزلة الاصلاح والتسوية تحققت لكل حکم سبباً وتملت لكل امر ونہی مصلحة وتفصيل الکلام طویل

ترجمہ :- اگر تو ملت حنیفی کے جملہ احکام اور عربوں کے رسوم و عادات کو دیکھے پھر شریعت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو کہ اصلاح و تکمیل کا رتبہ رکھتی ہے ایک غائر نظر ڈالے تو ہر ایک حکم کیلئے کوئی سبب اور ہر امر و نہی کے لئے کسی خاص مصلحت کا احاطہ کریگا، اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔

تشریح

قولہ واذا نظرت الخ ماہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد مقامات پر اس مضمون کی گتھیوں کو واضح کیا ہے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں، موصوف "باب ما کان علیہ حال اہل الجاہلیۃ فاصلمہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں :-

(بقیہ ۱۱)

ترجمہ :- جب تک ترک تم سے کنارہ کریں تم بھی ان سے تعرض نہ کرو اور اہل حبشہ جب تک تم سے نہ لڑیں تم ان سے نہ لڑو۔
المحاصل جب اللہ نے مذہب کی کجی کو دور کرنا اور لوگوں کے لئے ایسا گروہ پیدا کرنا چاہا جو ان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ان کی خراب رسموں کو بدل ڈالے تو یہ ان دونوں دونوں کے زوال پر موقوف تھا اور ان کے حال سے تعرض کرنے کے ذریعہ بہولت حاصل ہو سکتا تھا کیونکہ انکی عادتیں تمام صالح ملکوں میں ساری یا قریباً ساری تھیں پس خدا نے ان دونوں سلطنتوں کا نفاذ مقدر کر دیا اور انکی عظمت مسلم نے فرما دیا کہ قیصر و کسری ہلاک ہو گئے اب ان کے بعد قیصر و کسری نہ ہونگے، اور اس حق کو نازل کیا جو تمام دنیا کی بیہودگی کو دور کرے اس طرح کہ نبی صلعم اور صحابہ کے ذریعہ عرب کی اور عرب کے ذریعہ دونوں سلطنتوں کی اور ان کے ذریعہ تمام عالم کی اصلاح کی گئی

ترجمہ :- ترکوا ترک ما ترککم و دعوا الحبشة ما دعوکم و بالجملة فلما اراد اللہ تعالیٰ اقامة الملة الحواء وان یخرج للناس امۃ تامرهم بالمعروف و تنہیهم عن المنکر و تخیر رسومهم الفاسدة کان ذلک موقوفاً علی زوال دولۃ ہذین منیتراً بالتعرض لھا لہما فان حالہما یسری فی جمیع الاقالیم الصالحة و یکاد یسری فی قسیمی الشر بزوال دولتہما و اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بان ہلک کسری فلا کسری بعدہ و ہلک قیصر فلا قیصر بعدہ و نزل الحق الدامع باطل جمیع الارض فی دمع باطل العرب بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ و دمع باطل ہذین المملکین بالعرب و دمع سائر البلاد بملہا وللہ المجد البالغۃ

پ پ پ

ان کنت ترد انظر فی معانی شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحقق اولاً حال الامیین الذین بعثت فیہم النبی مادیہ تشریعیہ وثانیاً کیفیتہ اصلاحہ لہا بالمقاصد المذكورة فی باب التشریع والتیسیر واحکام الملۃ فاعلم انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث بالملۃ الخنیفیۃ الاسماعیلیۃ لاقامۃ عوجہا وازالۃ تحریلہا واثباتہ فہذا وذلک قولہ تعالیٰ "ملۃ ابیکم ابراہیم" ولما کان الامر علی ذلک وجب ان نکون اصول تلک الملۃ مسلمۃ وسنتہا مقررۃ اذا لنبی اذا بعث الی قوم فیہم بقیتہ سنۃ راسخۃ فلا معنی لتغیرہا وتبدیلہا بل العاجب تفریرہا لاد الطوع لنفوسہم واثبت عبد الاحقاج علیہم۔

وکان بنو اسماعیل تواریکوا منہاج ابراہیم اسمعیل فکانوا علی تلک الشریعۃ الی ان وجد عمرو بن لُحی فادخل فیہا الشیاء برائیۃ الرکاسہ ففصل واصل وشرع عبادة الاوثان وسیب السوائب وبجر العجائر فہناک بطل الدین واختلط الصبح بالفاسد وغلب علیہم الجہل والشک والکفر فبعث اللہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مقیماً لعوجہم ومصلیاً لفسادہم فنظر صلی اللہ علیہ وسلم فی شریعتہم فما کان منہا موافقا لمنہاج اسماعیل علیہ السلام او من شعار اللہ البقاء وما کان منہا تحریفاً او افساداً او من شعار الشک والکفر۔ ابطلہ وسجل علی البطلان وماکان من باب العادات وغیرہا فبین آدابہا وکروہاتہا مما یحترز بہ عن غوائل الرسوم ونہی عن الرسوم الفاسدۃ و امر بالصالحۃ وماکان من مسئلۃ عملیۃ اور عملیۃ ترکت فی الفترۃ

اگر تو شریعت رسول صلعم کے حقائق میں غور کرنا چاہے تو اولاً ان اصول کے حالات کی تحقیق کر جن میں آپ کی بعثت ہوئی جو حالات آپ کی شریعت کا مادہ ہیں، ثانیاً ان کے اصلاح کی اس کیفیت کو دریافت کر جو ایسے مقاصد کی وجہ سے ہے جو باب تشریع و تیسیر اور احکام ملت میں مذکور ہیں سو واضح ہو کہ نبی صلعم کی بعثت ملت خنیفیہ اسماعیلیہ کی کجی کو درست کرنے، اسکی تحریف کو دور کرنے اور اس کے نور کو پھیلانے کے لئے تھی و ذلک قولہ تعالیٰ "ملۃ ابیکم ابراہیم" جب حال یہ ہے تو ضروری ہے کہ اس امت کے اصول مسلم اور اس کا طریقہ مقررہ ہو کیونکہ جب نبی ایسی قوم میں مبعوث ہو جن میں عمدہ طریقے باقی ہیں تو ان میں تغیر و تبدل بے معنی ہے بلکہ ان کو باقی رکھنا ضروری ہے کیونکہ انکے نفوس ان کو اچھی طرح سے قبول کرتے ہیں اور ان سے ان پر خوب محبت ہو سکتی ہے۔ بنو اسماعیل اپنے باپ اسماعیل کے طریقہ کو توارنا لیتے رہے اور اسی شریعت پر ثابت قدم رہے یہاں تک کہ عمرو بن لُحی پیدا ہوا اور اس نے اپنی فاسد رائے سے ملت میں بہت سی چیزیں داخل کر دیں پس وہ خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اس نے بت پرستی شروع کی، سائنڈھ پھوٹے، بحیرہ مقرر کئے اس وقت سے دین خراب ہو گیا اور صحیح چیز غلط کے ساتھ مخلوط ہو گئی، لوگوں پر جہل اور شرک و کفر چھا گیا تب حق تعالیٰ نے نبی کریم صلعم کو ان کی کجی کی درستی اور خرابیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا آپ نے ان کی شریعت میں غور کیا اور جس چیز کو اسمعیل مسلک کے موافق یا منجملہ شعار الہی کے پایا اس کو باقی رکھا اور جس میں تحریف یا خرابی پائی یا کونشیاء کفر و شرک پایا اس کو مٹایا اور اسکا بطلان معلوم کر دیا اور جو مورعات وغیرہ کی قسم سے تھے انکی خرابی اور بطلان اس طرح بیان کر دیں کہ انہیں رسمی آلائشوں سے اجڑا کر جاسکے اور اپنے بری رسوم سے منع کیا اور عمدہ کا حکم فرمایا

اعادہا غفۃ طریۃ کما کانت فتمت بذلك
نعمۃ اللہ واستقام دینہ۔

اور جو سائل اصلی یا علی زمانہ فترت میں متروک ہو گئے
تھے ان کو تروتازہ دلیا ہی کر دیا جیسے کہ وہ تھے اس
طرح خدا کا انعام مکمل اور دین مستقیم ہو گیا۔

اسی باب میں آگے چل کر فرماتے ہیں :-
وكان من المعلوم عندهم ان كمال الان ان يسلم
وجهه لربه وليعبده اقصى مجوده وان من ابواب
العبادة الطهارة وما زال الغسل من الجنابة سنة
معمولة عندهم وكانت فيهم الصلوة والزكاة وكان فيهم
الصوم من الفجر الى غروب الشمس وكانت قریش
تصوم عاشوراء في الجاهلية وكان الجوار في المسجد
وبالجملة كان اهل الجاهلية يمتثلون بالاداء التحدثات
وكانوا على بقية دين ابراهيم في ترك الخمر وترك
الخنزير في دقائق الطبيعات غير ما الجاهلية البداهة
وكان بنو اسماعيل على منهج ابيهم الى ان وجه فيهم
عمرو، وكانت لهم سنن متالدة يتلادون على تركها
في ما كلهم ومشرهم ولباسهم وولاتهم واعبادهم و
دفن موتاهم ونكاحهم وطلاقهم واعدادهم و
بيوعهم ومعاملاتهم وما زالوا يحرمون المحارم كالبنات
والامهات والاخوات وغير ما وكانت لهم مزاج في
مظالمهم كالعصا والديات والقصاص والعقوبات
على الزنا والسرقة ودخلت فيهم من الاكاسرة والقيام
علم الارفاق الثالث والرابع۔

ان کو بخوبی معلوم تھا کہ انسانی کمال یہی ہے کہ اپنے رب سامنے
سرنگوں ہو اور انتہائی کوشش سے اسکی عبادت کرے اور یہ کہ ابواب
عبادت میں سے طہارت بھی ہے اور غسل جنابت تو انکا ایک معمول ہی تھا
اور ان میں نماز ہر کفہ بھی مروج تھی اور صبح صادق سے غروب
آفتاب تک روزہ بھی تھا اور قریشی لوگ زمانہ جاہلیت میں عاشورا
کا روزہ رکھتے تھے اور مسجد میں اعتکاف کرنا بھی تھا حاصل یہ کہ
اہل جاہلیت مختلف تعطیلات کے ذریعے خدا کی عبادت
کرتے تھے وہ بقیہ دین ابراہیم تھے۔ نجوم کو نہ ماننے میں اور
دقائق طبیعیات میں غور و غوض د کرنے میں سوائے بدیہی چیزوں
کے اور بنو اسماعیل اپنے باپ کے طریقے پر تھے یہاں تک کہ انہیں
عمو بن لہی پیدا ہوا۔ ان کے ہاں مستحکم طریقے معین تھے جن کے ترک
پر ملامت ہوتی تھی کھانے پینے میں، لباس میں، دعوتوں میں، عیدوں
میں، دفن مردگان میں، نکاح، طلاق، عدت اور سوگ میں اور خیر
و فحش اور معاملات میں، وہ محارم کو حرام سمجھتے تھے جیسے بیٹیاں
مائیں اور سہیلیں وغیرہ اور ان کے ہاں سزائیں تھیں، ظلم و تعدی پر۔
جیسے قصاص، دیت، قسامت اور سزائیں تھیں زنا اور چوری کی
اور ایران و روم کی سلطنتوں کے ذریعے سے ان میں منہرلی اور
تمدنی علوم بھی آگئے تھے۔

لكن دخلهم الفسوق والتظالم بالسبى والنهب و
شيوخ الزنا والنكاحات الفاسدة والربوا وكانوا
تركوا الصلوة والذكر واعرضوا عنها۔

فبعث النبي صلى الله عليه وسلم فيهم وهذا حالهم فنظر في
جميع ما عند القوم فما كان بقية الملة الصميمة

لیکن ان میں بدکاری اور ستم ظریفی آگئی تھی قید کرنے، لوٹ مارڈالنے
زنا کرنے اور نکاح فاسد اور سود خوری کی راہ سے اور انہوں
نے نماز اور ذکر الہی کو بالکل ترک کر دیا تھا۔

پس ان کے ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اپنے انکے
تمام امور میں خود کیا پس جو امور ملت صمیمہ کے باقی تھے (باقی برص ۱۱)

وبالجمله فقد كان وقع في العبادات من الطهارة والصلوة والصوم والزكاة والحج والذكر فتور عظيم من التساهل في اقلمتها واختلاف الناس فيها بسبب عدم المعرفة في اكثرها ودخول تحريفات اهل الجاهلية فيها اسقط القرآن عدم التسق منها وسواءها حتى استقام امرها واما تدبير المنزل فقد كان وقع فيه رسوم ضارة والوانع تعلى وعتو وايضا اختللت احكام السياسة المدنية فنبط القرآن العظيم اصولها وحدها وقتها وذكر من هذا الباب انواع الكباثر وكثيرا من الصغائر

ترجمہ :- غرض کہ تمام عبادات طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ذکر وغیرہ میں ایک عظیم فتور ہوا جو گناہ یعنی اس کے احکام کے اجرا میں تساہل برتا جاتا تھا اور بیجہ ناواقفیت لوگ باہم اختلاف کرتے تھے اور اس میں اہل جاہلیت کی تحریفیات داخل ہو گئی تھیں قرآن پاک نے اس تمام بد نظمی کو دور کر کے اصلاح کی یہاں تک سکودست کر دیا، تدبیر منزل میں بھی نقصان دہ رسوم اور ظلم و سرکشی نے بری طرح دخل پالیا تھا نیز سیاست مدنیہ کے احکام بھی بالکل مختل ہو چکے تھے قرآن عظیم نے اس کے اصول کو بھی منضبط کیا اور ان کی پوری حد بندی کی اور اس باب کے انواع کباثر اور بہت صغائر بیان کئے۔ (بقیہ ص ۱۲)

انکوباتی رکھ کر عمل کی تاکید فرمائی اور اسباب و اوقات شروط و ارکان، آداب مفادات، رخصت و عزیمت اور اداء قضاء کی تعلیم کر کے ان کے لئے عبادات کو منضبط کیا اور معاصی کو بھی ارکان و شروط بیان کر کے منضبط کیا اور گناہوں کی روک تھام کے لئے حدود، سنائیں اور کفارات معین فرمائے، بیان ترغیب و ترہیب کے ذریعہ دین کو آسان کیا، گناہوں کے تمام ذرائع بند کئے اور ان امور پر آمادہ کیا جن سے نیکی کی تکمیل ہوتی ہے۔

اور ملت حنیفیہ کے پیلا نے اور اس کو تمام مذاہب پر غالب کرنے کی انتہائی کوشش فرمائی اور ان کی تمام تحریفیات کو مٹانے کی سعی بلیغ فرمائی اور جو رسوم معصیات انکوباتی رکھا اور ان کا حکم فرمایا اور جو رسوم فاسد تھیں ان سے روک دیا اور ان میں خلافت کبریٰ قائم کی اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے غیروں سے جہاد کیا یہاں تک کہ امر خداوندی پورا ہو گیا گو وہ ان پر شاق ہی گذرتا رہا

البقاء و سبل علی الاخذ بہ و ضبط لهم العبادات بشرع الاسباب والادوات والشروط والارکان طآداب والمفادات والرخصة والعزيمة والاداء والقضاء و ضبط لهم المعاصی بیان الارکان والشروط و شرع فیہا حدودا و مزاجرو کفارات و یشر لهم الدین ببیان الترغیب والترہیب و سلا ذرائع الاثم والحمت علی الکلمات الخیر الی غیر ذلک مما سبق ذکرہ و بالغ فی اشاعة الملة الحنیفیة و تغلبها علی الملل کلبا و ما کان من تحریفیاتہم نفاہ و بالغ فی نفیہ و ما کان من الار تعاقبات الصیحة سبیل علیہ و امر بہ و ما کان من رسوم الفاسدة منعہم عنه و قبض علی ایدیہم و قام بالسلامة الکبریٰ و جاد بہن معہ من دونہم حتی تم امر الشروہم کارہون (حجة الشریک بذات لیسیر۔)

محمد حنیف غفرلہ
مکتوبی

وَذَكَرَ مَسَائِلَ الصَّلَاةِ بِطَرِيقِ الْاجْمَالِ وَذَكَرَ فِيهَا لَفْظَ "اقَامَةِ الصَّلَاةِ" فَفَضَّلَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِذَانِ وَبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْأَوْقَاتِ وَذَكَرَ مَسَائِلَ الزَّكَاةِ أَيْضًا بِالاختصارِ فَفَضَّلَهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْصِيلًا

ترجمہ :- اور تذکرہ کیا مسائل نماز کا اجمالی طور پر اور ذکر کیا اس کی بابت لفظ "اقامتِ صلوٰۃ" جسکی تفصیل فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان، بناء مساجد، جماعت اوقات سے، اور ذکر کئے مسائل زکوٰۃ بھی منظر طریقہ سے جسکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری تفصیل فرمائی

تشریح :- قولہ ففصلها الخ حضرت شاہ صاحب "التہیات الالہیہ" میں تحریر فرماتے ہیں

کشف لی عن اصل الشریعۃ وعن تبیانہا۔ اہل محل علی لسان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما قال عز من قائل :- لَنُبَيِّنَ لِّلنَّاسِ مَا يُزِيلُ الْكِبَاحَ مَثَلًا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا قِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَالْأَقَامَةُ مَا خُوِّدَ مِنْ قَامَتِ الصَّلَاةِ إِذَا وَجَدَ فِيهَا الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَمَعْنَاهَا بَهِنُ التَّرَوُّجِ وَ الشَّاعَةِ فَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّرَوُّجَ الْمَقْصُودَ بِتَوْقِيتِ الْأَوْقَاتِ وَتَعْيِينِ عَدَدِ الرُّكُوعَاتِ وَتَعْلِيمِ صَفَةِ الصَّلَاةِ وَتَشْرِيحِ الْإِذَانِ وَتَاكِيدِ الْمَرْجِعِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْمُنَابَاةِ إِلَى بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ وَحُضُورِهَا فَمَثَلُ هَذِهِ الْأَبْوَابِ تَبْيَانُ لِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَلَوْلَا بَيَانُ الْوَاضِعِ الْمُفْصِلِ لَمْ نَعْلَمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ أَبَدًا. وَكَذَلِكَ يَتَّبِعُ آيَاتُ الزَّكَاةِ بِتَعْيِينِ الْإِنْشَابِ وَالْمَقْدَارِ الْوَاجِبِ الْخَرَجِ وَالْجَنْسِ الْوَاجِبِ الْخَرَجِ جَامِدًا إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ -

ثم عن تبیان تبیانہا علی السنۃ العوائد والاتباعین کما اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال :- اقْتَدُوا بِالذِّیْنِ مِنْ بَعْدِی ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَقَالَ أَصْحَابُی كَالنَّجُومِ بَابِهِمْ اقْتَدِیْتُمْ أَهْتَدِیْتُمْ -

زکوٰۃ کو نصفاً اور واجباً لاخراج مقدار واجب الاخراج جنس کی تعیین کے ساتھ بیان فرمایا ہے پھر اس بیان کی اس جگہ کو جو صحابہ و تابعین کی زبانی ہوئی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ، پیروی کرو ان کی میرے بعد یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کی اور فرمایا کہ، میرے صحابہ پر مثل ستاروں کے میں جسکی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے (باقی بر صفحہ ۱۲۴)

وذكر الصوم في سورة البقرة والحج في سورة الحج والجهاد في سورة البقرة والانفال
وفي مواضع متفرقة والحدود في التوبة والبراءة في سورة النساء والنكاح و
الطلاق في سورة البقرة والنساء والطلاق وغيرها

ترجمہ:- اور ذکر کیا روزہ سورہ بقرہ میں اور حج سورہ الحج میں اور جہاد سورہ بقرہ اور انفال میں اور دوسرے
مقامات متفرقہ میں۔ اور حد و حدود سورہ مائدہ و سورہ نور میں، اور میراث سورہ نساء میں، اور نکاح و طلاق سورہ بقرہ
و سورہ نساء اور سورہ طلاق وغیرہ میں۔

لہ آیات (۱۸۳، ۱۸۴) ۵۲ (۲۰۳، ۲۰۴) ۵۳ (۲۱، ۲۲) ۵۴ (۱۹۰، ۱۹۱، ۲۱۴، ۲۱۵) ۵۵ (۱۲، ۱۳، ۱۹، ۲۵، ۲۶)
(۶۹) ۵۶ (۲۲، ۲۳) ۵۷ (۱۰، ۱۱) ۵۸ (۲۲۲، ۲۲۳) ۵۹ (۱۱، ۱۲، ۱۹، ۲۵، ۳۲، ۳۵، ۱۳۲، ۱۳۰)
لہ (۱، ۲) (۱۲)

مثالہ قصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ فی السفر و
السفر عندنا امر بہم فکفی بہ فعل ابن عمر رضی اللہ عنہما و ابن عباس
بیانا انہ اربعۃ برید

ثم عن ایضا جہاد تدوین اصولہا وفروعہا الحاصل علی
ایدی المجتہدین المتقدمین مثالہ قال اللہ تعالیٰ:-
اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَغُضُّوا وُجُوْهُكُمْ وَاَيِّدُكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ
وَاَنْسُوا اَبْرُؤْ سَلَمَكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ اِلَى الْكُعْبَيْنِ فَتَكُلِمُ الْمُجْتَهِدُ

ان الغسل معناه اسالة الماء فقط او بشرط معها الذک؟
والوجه جہاد من کذا وکذا الی کذا وکذا۔ والی المرافق معناه
مع المرافق وبل کفی مسمی المسح ولو علی شجرة او شریکین
اولا بد من مسح ربع الاراس اذ من مسح کلمہ؟ ثم عن شرح
مذہبہم واقادیسہم والتخرج علی قواعدہم الحاصل علی ایدي

المتأخرین من الفقہاء وما اصدق ما قیل فی ذلک ان
مثله مثل دو حہ نبتت منہا غصون کبار ومن تلک
الغصون غصون اخری صغار و نبتت فی الغصون
الصغار اوراق وادباراھ

پھر ان کے مذاہب اقوال کی شرح اور ان کے قواعد کے مطابق تخریج
کو جو فقہائے متاخرین کے ہاتھوں سے حاصل ہوئی ہے۔ اس کی بات
کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اس کی مثال بڑے پھلے ہوئے درخت
کی سی ہے جس میں بڑے بڑے ٹہنے نکلے اور ٹہنوں سے چھوٹی
چھوٹی شاخیں اور ان شاخوں میں پتے اور کلیاں۔

وَإِذَا عَرَفْتَ الْقِسْمَ الَّذِي تُعَمُّ فَامْنُتْهُ جَمِيعَ الْأُمَّةِ فَهَذَا الْقِسْمُ الْآخِرُ وَذَلِكَ مِثْلُ أَنَّهُ
كَانَ يُعَاظُ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُؤَالُ فَيْجِيبُ

ترجمہ :- جب تو اس قسم کو پہچان چکا جس کا فائدہ تمام افراد امت کے لئے عام ہے تو یہاں ایک اور قسم بھی ہے اور وہ یہ کہ مثلاً کوئی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کیا گیا اور آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔
تشریح :- قولہ سوال الخ مثلاً آفتاب ہمیشہ ایک سمت ایک حالت پر رہتا ہے اور چاند کی سمت بدلتی اور اس کی مقدار بڑھتی گھٹتی رہتی ہے، لوگوں نے چاند کے کم زیادہ ہونے کی وجہ آپ سے دریافت کی اور سورہ بقرہ میں اس کا جواب دیا۔
يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْآيَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ
تجہ سے پوچھتے ہیں حال سنئے چاند کا کہہ دے کہ یہ اوقات مقررہ
ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے۔

یعنی ان سے کہہ دو کہ چاند کا اس طرح پر نکلتا اس سے لوگوں کے معاملات اور عبادات مثل قرآن، اجارہ عت
دت، حل درضاغت، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے اوقات ہر ایک کو بے تکلف معلوم ہو جاتے ہیں بالخصوص حج کہ روزہ وغیرہ
کی قضا تو ان کے غیر ایام میں ہوتی ہے حج کی توقضا بھی ایام مقررہ حج کے سوا دوسرے ایام میں نہیں کر سکتے۔
اسی طرح حضرت نجر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک جماعت کافروں کے مقابلہ کو بھیجی انہوں نے کافروں کو مارا اور مال لوٹ
لائے، مسلمان تو جانتے تھے کہ وہ اخیر دن جمادی الثانی کھے اور وہ رجب کا غرہ تھا جو کہ اشہر حرم میں داخل ہے،
کافروں نے اس پر بہت طعن کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام مہینوں کو بھی حلال کر دیا اور اپنے لوگوں کو حرام
مہینوں میں لوٹ مار کی اجازت دیدی۔ مسلمانوں نے حاضر ہو کر آپ سے پوچھا کہ ہم سے شبہ میں یہ کام ہوا اس
کا کیا حکم ہے؟ تو سورہ بقرہ کی اس آیت میں جواب دیا گیا۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدَ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ
أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْقِتْلَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط
تجہ سے پوچھتے ہیں مہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا ہے کہہ دے
لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ
ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اسکے لوگوں کو وہاں سے
اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک اور لوگوں کو دین سے
بجھانا قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔

یعنی شہر حرام میں قتال کرنا بیشک گناہ کی بات ہے لیکن حضرات صحابہ نے تو اپنے علم کے موافق جمادی الثانی
میں جہاد کیا تھا اسلئے مستحق عفو ہیں ان پر الزام لگانا بے انصافی ہے، نیز لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا
اور خود دین اسلام کو تسلیم نہ کرنا اور زیارت بیت اللہ سے لوگوں کو روکنا اور مکہ کے رہنے والوں کو وہاں سے
نکالنا یہ باتیں شہر حرام میں مقاتلہ کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہیں اور کفار برابر یہ حرکات کرتے رہتے تھے (فوائد)
محمد حنیف غفرلہ لنگوہی

اَوْ بَدَّلِ الْاَنْفُسِ وَالْاَمْوَالَ مِنْ اَهْلِ الْاِيْمَانِ فِي حَادِثَةٍ وَاَمْسَاكِ الْمُنَافِقِينَ وَاتَّبَاعَهُمُ
الْهَوَىٰ فَمَدَحَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُؤْمِنِينَ وَذَمَّ الْمُنَافِقِينَ مَعَ تَهْدِيْدِهِمْ

لغات :- بذل (نہ) دینا، سخاوت کرنا، بذل نفس عن فلاں۔ فلاں کی حمایت میں اپنی جان لڑادی۔ النفس جمع نفس۔ امساک روکنا۔ الہوی خواہش، مدح مدحا تعریف کرنا۔ ذم مذمت برائی بیان کرنا۔ تہدید دھمکانا، خوف دلانا۔

ترجمہ

باہل ایمان کا اپنا جان و مال بے دریغ صرف کرنا کسی خاص حادثہ میں اور منافقین کا بخل کرنا جس پر خدا تعالیٰ نے مومنین کی تعریف اور منافقین کی مذمت فرمائی ان کو دھمکانے اور خوف دلانے کے ساتھ تشریح :- قولہ فی حادثۃ الخ جیسے غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کو شریک لشکر ہونے کے ساتھ ساتھ زادراہ ہوا کی سلاح جنگ وغیرہ کے لئے روپے کی بھی زیادہ ضرورت تھی اسلئے چندہ کی عام اپیل کی گئی۔ منافقین نے لوگوں کو بہکانے اور مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور چندہ دینے میں بھی شرکت نہیں کی اس کے برخلاف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام وہ مال تجارت جو شام کی طرف روانہ کرنے والے تھے شکر کی تیاری کے لئے چندہ میں دیدیا جس کی مقدار نو سو اونٹ، سو گھوڑے، مع سادہ براق اور ایک ہزار دینار طلائی تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا تمام مال و اسباب لا کر چندہ میں دیدیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مال و اسباب نصف لا کر راہ خدا میں دیدیا اور نصف اہل و عیال کے لئے چھوڑا۔ اس پر مومنین کی تعریف میں سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے وہ لڑے ہیں اپنے مال اور جان سے اور انہیں کے لئے ہیں خوبیاں اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

لٰكِنَّ الرَّسُوْلَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ وَاَوْلٰئِكَ لَسَوْفَ الْخَيْرَاتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُقْلِدُوْنَ ۝

اور منافقین کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی :-

خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے اپنے پیچھے رہنے سے جدا ہو کر رسول اللہ سے اور گھبرائے اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ دو دفع کی آگ سخت گرم ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعِدِهِمْ جُلُثِ الرَّسُوْلِ الشِّرْكَوْا كَانْ
يَحْبُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا
لَا تُغَيِّرُوْا فِي الْخِيَرَةِ قُلْ نَارُكُمْ اَشَدُّ حَرًّا تُوْكَاهُوْا
يَنْفَقُوْنَ ۝

یعنی اگر سمجھ ہوتی تو خیال کرتے کہ یہاں کی گرمی سے بچ کر جس گرمی کی طرف جارہے ہو وہ کہیں زیادہ سخت ہے یہ تو ہی مثال ہوئی کہ دھوپ سے بھاگ کر آگ کی پناہ لی جائے۔ ۵

مقام پیش میسنی خود بے رنج نہ بلی حکم بلاستہ اند حکم الست

اَوْ قَعْتُ حَادِثَةً مِنْ قَبْلِ نُصْرَةِ عَلِيٍّ الْكَذَّاءِ وَكَفَّ ضَرَرَهُمْ فَمَنْ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی عَنْهُ
الْمُؤْمِنِينَ وَذَكَرْتُ هُمْ بِتِلْكَ النُّصْرَةِ اَوْ عَرَضْتُ حَالَهُ تَحْتَاجُ اِلَى تَنْبِيْهِ وَرُجْرٍ اَوْ تَعْرِيفٍ اَوْ
اِيْمَانٍ اَوْ اَمْرِ اَوْ نَهْيٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ فِيْ ذَلِكَ الْبَابِ فَمَا كَانَ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ فَلَا بُدَّ
لِلْمُفَسِّرِ مِنْ ذِكْرِ تِلْكَ الْقِصَصِ بِطَرِيقِ الْاَجْمَالِ

لغاً۔ اعداد جمع عدد دشمن، کفّ روکنا، باز رکھنا۔ مقرر نقہاں۔ مقرر (دن) مثلاً احسان کرنا، رجحان
تقریب کسی دوسرے پر ڈھال کے بات کہنا۔ ایما اشارہ کرنا۔ توجہ
اور یا کوئی حادثہ دشمنوں پر فتح دینے اور ان کے ضرر سے محفوظ رکھنے کے مانند واقع ہوا ہوا اور خدا تعالیٰ نے مؤمنین
پر اس کا احسان جتایا اور ان کو وہ نعمتیں یاد دلانی پہلے یا کوئی ایسی خاص حالت پیدا ہوئی جس پر رجحان توجہ یا
تقریب و ایما یا امر و نہی کی ضرورت تھی اور خدا تعالیٰ نے اس بارے میں اس کے مناسب کچھ نازل فرمایا۔ ایسی
خاص حالتوں میں مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان قصوں کو بطریق اختصار بیان کر دے جن کی جانب اشارہ کیا
گیا ہے۔ تشریح۔

قولہ من قبل نصرۃ الیہا کہ معرکہ بدر میں پیش آیا جو فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے بہت ہی سخت آزمائش
کا موقع تھا، وہ تعداد میں تھوڑے بے سرد سامان، فوجی مقابلے کے لئے تیار ہو کر نہ نکلے تھے۔ مقابلہ پر ان سے بھی
تعداد کا شکر پورے ساز و سامان سے کم و عذر کے نشہ میں سرشار ہو کر نکلا تھا، جب کفار کی جمعیت اور تیاری
دیکھ کر مسلمانوں کو تشویش ہوئی اور ہر شخص نے نصرت خداوندی کی دعا کی تو فرشتوں کی کمک آسمان سے مدد کے لئے
پہنچی جو سورۃ انفال میں مذکور ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اِنَّا بِكُمْ
بَالِغٌ مِنْ اَللّٰهِ كَوْنٌ مُّرْفِئٌ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بَشَرًا
وَلَقَدْ نَزَّلْنَاهُ بِرُؤُوسِهِمْ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا مِنْ عِندِ اللّٰهِ
جب تم گئے فریاد کرنے اپنے رب سے تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں
مدد کو بھیجوں گا تمہاری ہزار فرشتے لگا تا آریا والے اور یہ کوئی
اللہ نے فقط خوش خبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس تمہارے
دل اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے۔

سورۃ آل عمران میں اسی نعمت کی یاد دہانی کرائی ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِرُؤُوسِهِمْ اِذْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ قُوَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
تَقِيْلًا
اور تمہاری مدد کر چکے ہیں اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور
تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مالو

قولہ الی تنبیہ و رجحان الیہا جیسے اسیران بدر کو فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی رائے کی بابت سورۃ انفال میں عتاب آمیز لہجہ سے
فرمایا ہے، لَوْلَا كَيْدُ بَنِي النَّضْرِ لَنُصِرْتُمْ فَيَا اَهْلَ الْاِيْمَانِ اَعَدَّ لِلْكَافِرِ عَذَابٌ عَظِيمٌ اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے
سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب۔
محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

وقد جاءت ثلث عشر يضاً بقصة بدر في الألفال وبقصة أحد في آل عمران وبالخندق في الأحزاب وبالحدیثیة في القلم وبنی النضر في الحشر وجاء الخث على فتح مكة وغزوة تبوك في براءة والامارة الى حجة الوداع في المائدة والامارة الى قصة نكاح زينب رضي الله عنها في الأحزاب وتحريم التبریة في سورة التحريم وقصة الإفك في سورة النور واستماع الجنت تلاوته صلى الله عليه وسلم في سورة الجن والاحقاف وقصة مسجد الضار في براءة وأشير الى قصة الإسراء في أول بني اسرائيل وهذا القسم ايضا في الحقيقة من باب التذكير بایام الله ولكن لما توقف حل التعريف في فيه على سماع القصة میتر من سائر الاقسام

ترجمہ میں اور آئے ہیں اشارات قصہ بدر کی جانب سورہ انفال میں اور قصہ احد کی جانب آل عمران میں اور غزہ خندق کی جانب احزاب میں اور حدیبیہ کی جانب سورہ فتح میں اور بنی نضیر کی جانب سورہ حشر میں اور فتح مکہ اور غزوة تبوک پر آمادگی سورہ براءت میں اور حجة الوداع کی طرف اشارہ سورہ مائدہ میں اور نكاح زينب کے قصہ کی طرف سورہ احزاب میں اور تحريم سریرہ کی طرف سورہ تحريم میں اور قصہ افک کی طرف سورہ نور میں اور جنات کے تلاوت نبی سننے کی طرف سورہ جن اور سورہ احقاف میں اور قصہ مسجد ضرار کی طرف سورہ براءت میں اور اشارہ کیا گیا ہے واقعہ معراج کی طرف آغاز بنی اسرائيل میں اور یہ قسم بھی درحقیقت از قبیل تذکیر بایام اللہ ہے لیکن چونکہ اس کی تعریفات کا حل اصلی قصہ کے سننے پر موقوف ہے اسلئے اسکو باقی اقسام سے علیحدہ رکھا گیا۔

لہ آیات (۱۱، ۵) لہ (۱۶۸، ۱۵۳) لہ (۲۵، ۹) لہ (۱۰، ۱) لہ (۱۳، ۱) لہ (۶۶، ۳۸) وابعاد ہا) لہ (۳۰) لہ (۳۶)

۱۱ قولہ السریہ الخ سریرہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو ہم خوابی کے لئے مخصوص کی جائے اسکی جمع سراری ہے پھر اغلب یہی ہے کہ اس کا اشتقاق برتر سے ہے اور بعضوں کے نزدیک سرور سے ہے سورہ تحريم میں جس چیز کی حرمت کا ذکر ہے اسکی نسبت دوایات مختلف ہیں ایک روایت یہ ہے کہ ماریہ قبطیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں ان کو کسی ام المؤمنین کے اصرار سے اپنے حرام کیا تھا۔

۱۲ قولہ قصہ الافک الخ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بے داغ دامن پر بہتان عظیم کا قصہ جو سورہ نور کی آیات (۲۰، ۱۱) میں مذکور ہے۔

۱۳ لہ (۱۹، ۱) لہ (۲۲، ۲۹) لہ یعنی اس مسجد کا قصہ جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق، عداوت اسلام اور مخالفت خدا و رسول پر رکھی گئی تھی۔ جو سورہ براءت کی آیات (۱۰، ۱۱) میں مذکور ہے۔

الباب الثاني

في بيان وجوه الخفاء في معاني نظم القرآن بالنسبة إلى أذهان
اهل الزمان وازالة ذلك الخفاء باوضح بيان

ليعلم ان القرآن قد نزل بلغة العرب سويًا بغير تفاوت وهم فهموا معنى منطوقة بقرينة
جبلوا عليها كما قال "والكذب المبين" وقال "قرآنًا غريبًا لعلكم تعقلون" وقال "الحِكْمَةُ آيَاتُهُ"
ثُمَّ قُضِلَتْ. وكان من مضمون الشارح عدم الخوض في تاويل متشابه القرآن وتصوير حقائق
الصفات الالهية وتسمية المبهمة واستقصاء القصص وما أشبه ذلك ولهذا أمّا كانوا يسئلون
صلى الله عليه وسلم عن شيء من ذلك ولهذا أرفع في هذا الباب شيء قليل

توضيح اللغة

وجوه بمعنى طرق، خفاء پوشیدگی، اذهان جمع ذهن، سويًا برابر، هموار، ونظم ای العرب، قرینہ طبعیت۔ جب
(ض۔ ن) پیدا کرنا۔ خوض (ن) مشغول ہونا۔ استقصاء بتمامہ کرنا، کو پہنچنا، قصص جمع قصہ، حکایت
رفع معنی رُوی

ترجمہ

باب دوم وجوه خفاء نظم قرآن کے بیان میں جو خفا ہمارے زمانہ کے ذہن والوں کے لحاظ سے ہے اور نہایت
وضاحت کے ساتھ اس خفاء کے ازالہ کا بیان۔

جاننا چاہیے کہ قرآن بمید ٹھیک ٹھیک بلا کسی تفاوت کے محاورہ عرب کے موافق نازل ہوا ہے اور اہل عرب اپنے
جملی سلیقہ کے ذریعہ سے قرآن پاک کے معنی منطوق کو سمجھ لیتے تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے "مستم ہے
اس واضح کتاب کی" اور فرمایا (ہم نے اس کو اتارا ہے) "قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھ لو" اور فرمایا "سجائے
یسا ہے اس کی باتوں کو پھر کھول گئی ہیں" اور شارح کی مرضی ہے غور و خوض نہ کرنا متشابہات قرآنی کی تاویل
اور صفات خداوندی کے حقائق کی صورت آفرینی، اور مبہمات کی تعیین اور قصص کی تفصیل میں یہی وجہ ہے کہ
صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس قسم کے سوالات کم پیش کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ
اس کی بابت سلسلہ سوالات کچھ کم ہی منقول ہوا ہے۔ (تشریح)

قولہ اہل الزمان اہل الزمان سے مراد زمانہ نزول سے بعد والے لوگ ہیں پس اس قید کے ذریعہ سے

عہ الترجمة الصمیمہ مکان هذه الجملة هكذا "ولهذا أتينا كما نوايسئلون صلى الله عليه وسلم عن ذلك" لان النص
الفارسي هكذا "ولهذا أتينا بآحضرت صلى الله عليه وسلم كم سوال می کردند" ۱۲ عون

زمان نزول سے احتراز ہے کیونکہ اس وقت فہم معانی میں کوئی خفا نہ تھا۔
 قولہ قرآنہ عربیاً الخ یعنی عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع اور منضبط و پُر شوکت زبان ہے
 نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی، جب خود پیغمبر عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اس کے اولین مخاطب عرب
 ہوں گے پھر عرب کے ذریعہ سے چاروں طرف یہ روشنی پھیلے گی۔

قولہ وسمیۃ البہم الخ یعنی جن چیزوں کو حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہم رکھا ہے ان کی تعین کے پیچھے نہ پڑنا
 مثلاً اصحاب کہف کے کیا کیا نام تھے، ان کے کئے کا رنگ کیسا تھا، جو پرندے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کو صفت احیاء دکھلانے کے لئے زندہ کئے تھے وہ کون کون سے پرندے تھے۔ شہر مدین میں
 حضرت خضیب علیہ السلام کی دو لڑکیوں میں سے جو لڑکی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لئے آئی تھی وہ
 بڑی صاحبزادی تھی یا چھوٹی، ان کے کیا نام تھے اور حضرت موسیٰ نے ان میں سے کس کے ساتھ نکاح کیا
 تھا؟ جس درخت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام سے نوازا گیا وہ کونسا درخت تھا؟ (باقی برص ۱۳۲)

عہ کہتے ہیں کہ غار سے جو تختیاں دستیاب ہوئی تھیں ان میں یہ نام تھے مکسینا، امینیا، مرطوئس، فوائس
 سانیوس، بطنیوس، کشفطوط، حضرت ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق یہ ہیں مکسینا، تمیلخا، مرطوئس، بنیوئس
 ساروئس، دوائوئس، کند سلطونوس، حضرت علی رضی عنہ سے یہ اسما منقول ہیں۔ بملیخا مکسینا، سلینا، مرطوئس
 دربوئس، شازوئس، کشفطوط۔ ابن اسحاق نے یہ نام نقل کئے ہیں بملیخا، مکسینا، جمسینا، مرطوئس، کشفطوط
 ینیوس، میوس، بطنیوس، کند سلطونوس۔ سیوطی نے اتفاق میں یہ نام ذکر کئے ہیں۔ بملیخا، مکسینا، مرطوئس
 یراقش۔ ایوئس، اوئطائس، شلٹطونوس ۱۲

عہ ابن عباس رضی عنہ سے ایک روایت میں مثیلا، دوسری میں سرخ آیا ہے، مقاتل کہتے ہیں کہ زرد تھا، قرطبی کا قول
 ہے کہ زردی مائل بسرخ تھی، کلبی کے قول میں تعلنی اللون اور بعض کے نزدیک آسمانی رنگ کا تھا ۱۳
 عہ حضرت ابن عباس رضی عنہ سے مروی ہے کہ وہ غزوق (ایک آبی پرندہ ہے جو سارس کے مشابہ ہوتا ہے) طاؤس (مور)
 دیک (درغ، حمامہ، کبوتری) تھے، دوسری روایت میں غزوق اور حمامہ کے بجائے وڈ (بط) رال (بچہ تر مرغ)
 ہے مجاہد اور عمرہ کے قول میں غزوق کے بجائے غراب (کوالہ ہے) اور بعض کے قول میں حمامہ کے بجائے لہر (گدھ) ہے
 للعہ ان کا نام لیا اور صفورا یا تھا، صفور یا بڑی تھی۔ یہی بلانے آئی تھی اسی سے آپ کا نکاح ہوا تھا۔ ۱۴
 عہ وہ غناب یا مکرہ (دھول کا دھت) یا سدرہ (بیری) یا عویج تھا جو غرق کہتے ہیں ۱۵

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

و لکن لما مَفَتْ تلك الطبقة و دَاخَلَهُم العجم و تَرَكْتَ تلك اللغة اُسْتُصْبِحَ
فَهِمُ المرادِ في بعض المواضع و اُخْتِيجَ اِلَى تَفْتِيشِ اللغة و النحْو و جَاءَ السَّوَالُ و الجَوَابُ بَيْنَ
ذَلِكَ وَصُفِّتْ كُتُبُ التفسيرِ فَلَزِمَ اِنْ نَدَّ كَمَا مَوَاضِعُ الصَّعُوبَةِ اَجْمَالًا و نَوْرِدَ امثلةٌ فِيهَا
لَسَلَا يَحْتَاجُ عِنْدَ الْخَوِصِّ اِلَى زِيَادَةِ بَيَانٍ و لَا يَقَعُ اِلَّا ضُطْرَارُ اِلَى الْمِبَالِغَةِ فِي الْكَشْفِ عَنِ
تلك المواضع

توضیح اللغة :- استصعب استمعنا مثلاً و دشواریا، صعوبه دشواری، نور د ایراذا پیش کرنا، لانا، امثلة
جمع مثال، اضطرار بے قراری، ترجمہ

لیکن جب اس طبقہ کا دور گزر گیا اور عربی لوگ داخل ہونے لگے نیز وہ زبان بھی متردک ہو گئی تو اس وقت
بعض مقامات پر شارح کی مراد سمجھنے میں دشواری پیدا ہوئی اور علم لغت و علم نحو کی چھان بین کی ضرورت پڑی
اور سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا اور تفسیر کی کتابیں تصنیف کی جانے لگیں، بدین وجہ ہمارے ذمہ لازم ہے کہ
ہم مشکل مقامات اجمالی طور پر ذکر کریں اور ان کی مثالیں بھی پیش کریں تاکہ معانی قرآن میں غور و خوض کے
وقت طول بیان کی حاجت نہ پڑے اور ان مقامات کو مبالغہ کے ساتھ حل کرنے کے لئے مجبور نہ ہوں۔

(بقیہ ص ۱۳۱)

والذی عنده علم من الكتاب، کا مصداق کون ہے؟ وغیرہ
(خاندلہ) بہات قرآن کے موضوع پر سب سے پہلے سہیلی نے پھر ابن عساکر نے ان کے بعد قاضی
بدر الدین بن جماع نے مستقل کتابیں تالیف کی ہیں، حافظ سیوطی نے بھی ایک جامع کتاب لکھی ہے۔
قولہ شیء قلیل الخ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ فرماتے ہیں،
ما کان قوم اقل سؤالا من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی بہ نسبت
سألوہ عن اثنتی عشرة مسئلة فاجیبوا کم سوال کرنے والی کوئی امت نہیں انھوں نے آپ
سے مرن بارہ سوالات کئے اور انکے جوابات دئے گئے
(بزار)

مجملة ان کے آٹھ سوال سورہ بقرہ میں ہیں (۱) وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي (۲) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاٰيٰتِ
(۳) يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُقَفُّونَ (۴) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ (۵) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخُمْرِ وَ الْفَحْشِ
(۶) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَيْتَامِ (۷) يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُقَفُّونَ قُلِ الْقَفْوُ (۸) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَمْوَالِ
(۹) يَسْأَلُونَكَ فِي الْاَنْسَاءِ (سورہ نساء) (۱۰) يَسْأَلُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِكُمْ فِي الْاَكْلَانِ - اَيْضًا (۱۱)
يَسْأَلُونَكَ مَاذَا اُحِلَّ لَكُمْ - مائده (۱۲) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ - سورہ انفال

عہ آصف بن برخیا، حضرت سلیمان کے میرنشی، یا ذالنور ریا اسلموم یا تمینا یا بلخ یا ضبہ نامی ایک شخص تھا
ما حضرت جبرئیل یا حضرت خضر یا کوئی فرشتہ تھا ۱۲

نقول ان عدم الوصول الى فهم المراد باللفظ يكون تارة بسبب استعمال لفظ غريب وعلاجه نقل معنى اللفظ عن الصحابة والتابعين وسائر اهل المعاني وتارة يكون ذلك لعدم تمييز المنسوخ من الناسخ وتارة يكون لغفلة عن سبب النزول وتارة يكون بسبب حذف المضامير او الموصوف او غيرهما وتارة لابداً الى شيء مكان شيء او ابدال حروف بحروف ادايم باسم او فعل بفعل اولئذ كراجم موضع المفرد وبالعكس او لاستعمال الغيبة مكان الخطاب وتارة بتقديم ماحقه التأخير وبالعكس وتارة بسبب انتشار الضمائر وتعدد المراد من لفظ واحد وتارة بسبب التكرار والاطناب و تارة بسبب الاختصار والايجاز وتارة بسبب استعمال الكناية والتعريض و المتشابه والمجاز العقلي فينبغي لاحل السعادة من الاحباب ان يطلعوا في مبادئ الكلام على حقيقة هذه الامور ونشي من امثاتها ويكتفوا في موضع التفسير باشارة ورمز

ترجمہ ۱۔ پس ہم کہتے ہیں کہ کسی لفظ کی مراد نہ سمجھ پانے کا سبب کبھی تو نادر لفظ کا استعمال ہوتا ہے جس کا علاج اس لفظ کے معنی صحابہ و تابعین اور باقی واقف کار این معانی سے نقل کرنا ہے اور کبھی اس کا سبب منسوخ کو ناسخ سے شناخت نہ کر سنا اور کبھی اسباب نزول سے غفلت کا ہونا اور کبھی مضامیر یا موصوف وغیرہ کا محدود ہونا اور کبھی ایک شے کو دوسری شے سے یا ایک حرف کو دوسرے حرف سے یا ایک اسم کو دوسرے اسم سے یا ایک فعل کو دوسرے فعل سے یا جمع کو مفرد سے یا مفرد کو جمع سے یا غائب کے اسلوب کو مخاطب سے بدل دینا اس کا باعث ہوتا ہے اور کبھی مستحق تاخیر کی تقدیم یا اس کا عکس، اور کبھی اس کا سبب ضمائر کا انتشار اور لفظ واحد سے مراد کا متعدد ہونا اور کبھی بھوار اور مفید طوالت ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کا سبب اختصار و ایجاز اور کسی وقت کنایہ، تعریض، متشابه یا مجاز عقلی کا استعمال ہوتا ہے پس سعادتمند دوستوں کو چاہیے کہ وہ علم تفسیر میں گفتگو کرنے پہلے ان امور کی حقیقت اور ان کی بعض مثالوں سے آگاہی حاصل کریں اور مقام تفسیر میں رمز و اشارہ پر اکتفا کریں۔ تشویع

قولہ اہل المعانی الخ یہاں اہل معانی سے مراد علم معانی دیران کے واقف کار لوگ نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن کو الفاظ قرآنی کے معانی بیان کرنے کا ملکہ تامہ حاصل ہو چنانچہ ابن الصلاح کا قول ہے "وحيث رأيت في كتب التفسير قال اهل المعاني فالمراد به مصنفوا الكتب في معاني القرآن كالزجاج والفرار والافخش وابن الانباري" کہ تم تفسیر کی کتابوں میں جہاں کہیں "قال اهل المعاني" دیکھو تو اس سے وہی لوگ مراد ہیں جنہوں نے قرآن کے معانی میں کتابیں لکھی ہیں جیسے زجاج، فرار، افخش، اور ابن الانباری وغیرہ

قولہ لعدم تمييز الخ ان تام امور کا تفصیلی بیان کتاب میں آگے آرہا ہے :-

محمد حنیف غفرلہ لکھوی

الفصل الاول

فی شرح غریب القرآن و احسن الطریق فی شرح الغریب ما صح عن ترجمان القرآن
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما من طریق ابن ابی طلحہ واعتمدہ البخاری فی صحیحہ غالباً

ترجمہ، فصل اول قرآن مجید کے الفاظ نادرہ کی شرح کے بیان میں۔ شرح غریب قرآن میں سب سے بہتر طریقہ
وہ ہے جو مترجم قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے درجہ صحت کو پہنچا ہے ابن ابی طلحہ کے طریق روایت سے اور
امام بخاری نے اپنی صحیح میں غالب اعتماد اسی پر کیا ہے۔ کسریج
قولہ غریب القرآن الخ مفسر کیلئے غریب قرآن یعنی اس کے کم استعمال ہونے والے الفاظ کی معرفت حاصل کرنا نہایت
فردی امر ہے ورنہ بقول علامہ زرکشی اس کے لئے کتاب اللہ بآقدام کرنا حلال نہیں ہے۔ حافظ بیہقی نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: "أَغْرَبُوا الْقُرْآنَ وَالْتَمَسُوا غُرَائِبَهُ" (قرآن کے معانی سمجھو اور اس کے
غریب الفاظ (کے معانی تلاش کرو) نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "جس نے قرآن پڑھا
اور اس کے غریب الفاظ کے معانی تلاش کئے تو اسے ہر حرف کے بدلے میں بیس نیکیاں ملیں گی اور جو معانی
سمجھے بغیر پڑھے اسے ہر حرف پر کس نیکیاں ملیں گی۔

اسی لئے علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے ابو عبیدہ، ابو عمر الزاہد اور ابن دُرید وغیرہ
اس موضوع کی کتابوں میں العزیزی کی کتاب نے زیادہ شہرت پائی ہے کیونکہ یہ اس نے اپنے شیخ ابن الانباری
کی مدد سے پندرہ سال کی لگاتار محنت کے بعد لکھی ہے۔ اور جو کتاب اس موضوع پر مقبول عام ہوئی ہے وہ راغب
اصفہانی کی "مفردات القرآن" ہے (اتقان)

قولہ عن ترجمان القرآن الخ عبداللہ بن حراش کے طریق پر بواسطہ عوام بن حوشب، مجاہد سے حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہما کا قول منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، بیشک ترجمان القرآن تو یہی ہے "ابن جریر نے حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا ہے کہ قال "لعمریہ ترجمان القرآن ابن عباس؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے
حق میں دعا کی تھی "اللہم فقهہ فی الدین وعلمہ السائل" بار اہا! اسکو دین میں فقیہ بنا اور تاویل (تفسیر) کا
علم عطا فرما، حافظ ابونعیم نے حضرت مجاہد سے روایت کی ہے کہ "ابن عباس اپنی کثرت علم کے سبب بحر (دریا)
کے نام سے موسوم تھے" ابن الحنفیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس اس امت کے جزیر تھے

قولہ من طریق الخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تفسیری اقوال کو مختلف طریقوں سے نقل کیا گیا ہے۔ مثلاً طریق قیس
بواسطہ عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما طریق ابن اسحاق بواسطہ محمد بن عکرمہ اد عن سعید بن
جبیر عن ابن عباس، طریق جوثیر بواسطہ ضحاک عن ابن عباس، طریق بکر بن سہل دمیاطی بواسطہ عبد الغنی

بن سعید عن موسیٰ بن محمد عن ابن جریج عن ابن سفیان، طریق محمد بن عباد مکی بواسطہ ابویحییٰ عن مجاہد عن ابن عباس طریق سدی بواسطہ ابومانک والوصاح عن ابن عباس، طریق کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس طریق مقاتل بن سلیمان، طریق ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس، طریق علی بن ابی طلحہ، ان سب طرق میں بہترین طریق علی بن ابی طلحہ کہے اس کے بعد طریق ضحاک جیسا کہ شاہ صاحب فرما رہے ہیں۔

قولہ ابن ابی طلحہ الخ علی بن ابی طلحہ سالم بن المنار اق اہاشمی (ولاء) ابوالحسن۔ یعقوب بن سفیان نے گواہی کو ضعیف الحدیث، منکر، لیس محمود المذہب اور لیس ہو مبروک ولا ہو حجت کہا ہے اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اشیا، منکرات۔ تاہم ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے، امام مسلم نے کتاب النکاح کے باب حکم العزل میں ایک حدیث ان سے روایت کی ہے، دوسرے محدثین نے ان سے فرائض میں بھی حدیث روایت کی ہے، بالخصوص ان کے تفسیری صحیفہ کی صحت پر تو سب کا اتفاق ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ "مصر میں من تفسیر کا ایک صحیفہ ہے جس کو علی بن ابی طلحہ نے روایت کیا ہے اگر کوئی شخص اس کی طلب کا ارادہ کرے مصر کی طرف جائے تو یہ کچھ بہت بڑی بات) نہیں" ابوجعفر بخاری نے اپنی کتاب "الناسخ" میں اس قول کو مستند بتایا ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ نسخہ مصر میں ابوصالح کا تب لیث کے پاس تھا جسکو انھوں نے معاویہ بن صالح سے بواسطہ علی بن ابی طلحہ ہاشمی حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے امام بخاری نے اپنی کتاب میں جو حضرت ابن عباس کے اقوال بطریق تعلق درج کئے ہیں وہ بیشتر ابوصالح کی روایت سے لئے ہیں، اسی لئے ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے بھی بہت سی روایتیں اپنے اور ابوصالح کے مابین چند واسطوں کے ساتھ بیان کی ہیں بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابوصالح کے شیخ الشیخ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباس رضی سے تفسیر کے متعلق کچھ نہیں سنا بلکہ ان میں مجاہد یا سعید بن جبیر کا واسطہ ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ واسطہ اور یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہے اس روایت کے مان لینے میں کوئی قباحت نہیں غلیلی نے اپنی کتاب "الارشاد" میں کہا ہے کہ ابوصالح کے شیخ معاویہ بن صالح قاضی اندلس کی روایت کو جو وہ بواسطہ علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباس رضی سے روایت کرتے ہیں بڑے بڑے محدثین نے معتبر مانا ہے باوجودیکہ حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباس سے کچھ نہیں سنا۔

قولہ واعتمد البخاری الخ امام بخاری نے اپنی صحیح میں صحیفہ ابن ابی طلحہ کی پوری تفسیر ذکر نہیں کی جیسا کہ حافظ سبکی کو دہم ہوا ہے بلکہ صرف وہی چیزیں لی ہیں جو شرح معانی الفاظ غریبہ سے متعلق ہیں، اس کے برخلاف ہم ابن جریر کو دیکھتے ہیں کہ وہ بطریق ابن ابی طلحہ آیات کی پوری تفسیر بلکہ تائید و منسوخ اور اسباب نزول کو بھی ذکر کرتے ہیں معلوم ہوا کہ ان کا یہ صحیفہ صرف مفردات غریب القرآن ہی کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک عام و اشمل تفسیر ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امام بخاری نے غریب القرآن کی تفسیر صرف انہیں کے صحیفہ سے نہیں کی بلکہ حضرت ابن عباس رضی کے علاوہ اور ولس سے بھی روایات لی ہیں۔

رُحْمَ طَرِيقُ الضَّمَاكِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَوَابُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اسْمِئِلَةَ نَافِعِ بْنِ الْأَدْرِقِ

ترجمہ :- اس کے بعد ابن عباسؓ سے ضحاک کے طریق اور نافع بن الادرق کے سوالات پر ابن عباسؓ کے جوابات کا مرتبہ ہے۔ تشریح

قولہ الضحاک ابو ضحاک بن مزاحم ہلالی (ولائے) بلخی، خراسانی ابو القاسم متوفی ۱۵۰ھ امام احمد، ابن معین اور ابو زرہ نے اس کی توفیق کی ہے، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس نے حضرت ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں کی۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی تمام مرویات میں نظر ہے یہ تو صرف تفسیر میں مشہور ہے، ابن حجر کہتے ہیں امام بخاری نے قول باری "ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ الْأَرْضُ مَرْمَزًا" کی تفسیر میں کتاب اللعان میں کہا ہے "وقال الضحاک الارمزا ای اشارة"۔

(متبیہ) ضحاک سے جو روایت جو جبر کی ہے وہ نہایت ضعیف ہے کیونکہ جو سیر بہت کمزور بلکہ متروک راوی ہے ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں سے کسی نے بھی اس طریق سے کوئی چیز روایت نہیں کی، ہاں ابن مردیہ اور ابوالوشح ابن حبان نے کی ہے۔

قولہ نافع ابو نافع بن الادرق حدادی مقتول ۶۵ھ خارجیوں کا رئیس اعظم تھا۔ خوارج کے چھ بڑے فرقوں نجدات، صفریہ، عجارہ، اباضیہ، ثعالبیہ اور فرقہ اسی کی طرف منسوب ہے، حافظ سیوطی نے "الاتقان" میں بسند متصل روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کے قریب بیٹھے تھے لوگوں نے ہر طرف سے گھیر کر تفسیری سوالات شروع کر دیے، یہ دیکھ کر نافع نے نجدہ بن عویم سے کہا آؤ اس کے پاس چلیں جو تفسیر بیان کرنے کی جرأت کر رہا ہے حالانکہ اسے تفسیر کا کوئی علم نہیں ہے، چنانچہ دونوں نے آکر حضرت ابن عباسؓ سے کہا ہم کتاب اللہ کی کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں آپ ان کی تفسیر کلام عرب کی نظیر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ بیان کریں، آپ نے فرمایا اے کلثف جو چاہو پوچھو، نافع نے کہا قول باری "عن الیمین وعن الشمال عزمین" کا مفہوم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، عزمین ساتھیوں اور ہم سفر لوگوں کے حلقہ بنالینے اور گرد گرد جمع ہوجانے کو کہتے ہیں، نافع نے کہا کیا اہل عرب اس بات سے آگاہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک، کیا تم نے سعید بن ابی سفیان کا یہ شعر نہیں سنا ہے۔

فجاءوا یمیزعون الیہ حتی ینکونوا حول منبرہ عزیزینا

وہ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے تاکہ اس کے منبر کے گرد حلقہ باندھ کر استاد ہو جائیں۔ اسی طرح سے (۱۹۰) اشعار عربیہ استنباط و نقل کرنے کے بعد حافظ سیوطی کہتے ہیں کہ میں نے ان سوالات میں سے دس سے کچھ زائد سوالات ان کے عام طور پر مشہور ہونے کے خیال سے حذف بھی کر دیے ہیں، ان سوالات کو ان کے فن نے فرداً فرداً مختلف اسنادوں کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

ومما ينبغي ان يُعلم ههنا أنَّ الصَّحَابَةَ والتَّابِعِينَ رُتِبُوا لِأَيْضَتِهِمُ اللَّفْظُ بِلازِمٍ مَعْنَاهُ وَقَدْ
يَتَعَقَّبُ الْمُتَاخِرُونَ التَّفْسِيرَ الْقَدِيمَ مِنْ جِهَةِ تَكَلُّفِ اللَّغَةِ وَتَقْصُصِ مَوَارِدِ الاسْتِعْمَالِ وَ
الْغَرَضُ مِنْ هَذِهِ الرِّسَالَةِ سَرْدُ تَفْسِيرَاتِ السَّلَفِ بَعِيدِهَا وَلِتَنْقِيحِهَا وَنَقْدُهَا
مَوْضِعٌ غَيْرُ هَذَا الْمَوْضِعِ وَلِكُلِّ مَقَامٍ مَقَالٌ وَلِكُلِّ نَكْتَةٍ مَقَامٌ

لغات ۱۔ یتعقب نقباً تلاش کرنا، گرفت کرنا، تتبع تلاش کرنا، تعصص کھود کرید کرنا۔ موارد جمع مؤنث بمعنی راستہ
سرد بتامہ نقل کرنا۔ تتبع اصلاح کرنا۔ نقد پرکھنا۔ مقال گفتگو۔

ترجمہ ۱۔ یہ بات معلوم کر لینا بھی کچھ ضروری سی ہے کہ حضرات صحابہ و تابعین کبھی لفظ کی تفسیر اس کے لازمی معنی
سے کرتے ہیں اور متاخرین نکتہ چینی کرتے ہیں اس قدیم تفسیر میں لغات کے تتبع اور مواقع استعمال کی کھود کرید
کرنے کی جست سے۔ اس رسالہ میں ہماری غرض صرف تفسیرات سلف کا نقل کرنا ہے اور ان کی تنقیحات و
تنقیدات کے لئے اس کے علاوہ دوسرا موقع ہے۔ کیونکہ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔
تشریح ۱۔ قولہ بلازم معناه الخ چنانچہ علامہ زرکشی "البرہان" میں لکھتے ہیں،

يَكُونُ فِي مَعْنَى آيَةِ اقْوَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ وَتَكْيِيدِهِ الْمُضْطَلُونَ
لِلتَّفْسِيرِ بِعِبَارَاتٍ مُتَبَايِنَةٍ اِلَّا لَفَظًا وَبِلُغَةٍ مِنْ لَاقِيهِمْ
عِنْدَهُ اِنْ فِي ذَلِكَ اخْتِلَافٌ فِي تَكْيِيدِ اقْوَالِ الْاَوَّلِينَ كَذَلِكَ
بَلْ يَكُونُ كُلُّ وَاحِدِهِمْ ذَكَرٌ مَعْنَى ظَهَرٍ مِنَ الْآيَةِ وَانْشَأَ
اَقْصَرُ عَلَيْهِ لَآءُ اَظْهَرَ عِنْدَ ذَلِكَ الْقَائِلُ اَوْ لِكُونِهِ لِيَقِ
بِمَالِ السَّائِلِ وَقَدْ يَكُونُ بَعْضُهُمْ يَخْبِرُ عَنِ الشَّيْءِ بِلازِمِهِ
وَنَظِيرُهُ وَالْآخَرُ بِمَقْصُودِهِ وَثَمَرَتِهِ وَالْاَكْلُ يُوْثِقُ
اِلَى مَعْنَى وَاحِدٍ غَالِثًا وَلِلْمَرَادِ الْجَمِيعِ لِيَتَفَتَّنَ لِنَظَرِهِ
وَلَا يَفْهَمُ مِنْ اخْتِلَافِ الْعِبَارَاتِ اخْتِلَافَ الْمَرَادَاتِ
كما قيل ۛ

کسی آیت کے معنی میں ان کے اقوال بجزت ہوتے ہیں جبکہ مصنفین
تفسیر ایسی عبارتوں میں ظاہر کرتے ہیں جو متباہین الالفاظ ہوتی
ہیں اور ان سے کم علم لوگ یہ سمجھ کر کہ اسکی بابت اختلاف ہے انکو
مستقل اقوال کے طور پر نقل کرنے لگتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں
بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص وہی معنی ذکر کرتا ہے جو آیت سے
ظاہر ہوتے ہیں اور چونکہ قائل کے نزدیک وہی معنی اظہر یا حال سائل
کے مناسب ہوتے ہیں اسلئے وہ اسی پر اکتفا کر لیتا ہے نیز
کبھی وہ لوگ شے کو اسکے لازم یا نظیر سے اور بعض آخر اس کے
مقصود اور نتیجے سے تعبیر کر دیتے ہیں اور ان سب کا مال ایک ہی معنی
کی طرف ہوتا ہے پس اختلاف عبارت سے اختلاف مراد نہ سمجھنا چاہئے

عبارت شاشتی و حسنک واحد
دکل الی ذاک الجمال یثیر

قولہ ۱۔ وقد يتعقب الخ مع ان تعقبه غير مسلم بل هو من قبيل ۛ
کم من عائب قولاً صحيحاً ۛ وآفته من الفهم السقيم

ۛ ۛ ۛ

ترجمہ، فصل دوم ۱۔ فن تفسیر کے ان مشکل مواضع میں سے جن کا میدان نہایت وسیع اور جن میں بڑا عظیم اخلاق ہے وہ معرفت ناسخ و منسوخ ہے۔
تشریح

(فائدہ) یہود کا طعن تھا کہ تمہاری کتاب میں بعض آیات منسوخ ہوتی ہیں اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو جس عیب کی وجہ سے اب منسوخ ہوئی اس عیب کی خبر کیا خدا کو پہلے سے نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے آیت 'مَا تَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّمَّهَا أَوْ مِثْلَهَا' جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھی دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نازل کر کے بتلا دیا کہ عیب نہ پہلی بات میں تھا نہ پھیلی میں لیکن حاکم مناسب وقت دیکھ کر جو چاہے حکم کرے

ریز نسخ آیتہ اؤ نسیہا : نایت خیرا در عقب می دال جہا
 ہر شریعت را کہ حق منسخ کرد : او کیا برد و عوض آورده ورد
 اندرین شہر حوادث میراوست : در مالک مالک تدبیر اوست
 آنکہ داند دخت اوداند برید : ہرچہ را بغرخت نیکو تر خرید

و اقوی الوجوه الصعبة اختلاف اصطلاح المتقدمين والمتأخرين

ترجمہ، اور وجوہ مفکد میں سے قوی ترین وجہ متقدمین و متأخرین کی اصطلاح کا باہمی اختلاف ہے۔

تشریح

قولہ اختلاف الخ ناسخ و منسوخ کی بحث سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جو علوم و معارف حق تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق ہیں اور جو قصص و واقعات حضرات انبیاء علیہم السلام نے بیان فرمائے ہیں اور جو امور قیامت وغیرہ سے متعلق ہیں ان میں کبھی نسخ نہیں ہوتا نسخ صرف احکام علیہ میں ہوتا ہے اور احکام علیہ بھی دو قسم پر ہیں اول اصول جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، مکارم اخلاق۔ اسی طرح ممنوعات میں وہ چیزیں جو انسان کی روح پر تاریکی لاتی ہیں جیسے زنا، قتل، ظلم، جھوٹ اور بدست پرستی وغیرہ ان میں بھی نسخ نہیں ہوتا، دوم فروع یعنی ان احکام کے قوالب اور صورتیں، متقدمین کا ایک گروہ اس میں بھی نسخ کا قائل نہیں یعنی اس کے نزدیک نہ احکام قرآن میں نسخ ہے نہ آیات کے الفاظ میں چنانچہ علامہ حضری بک مصری نے بیان کیا ہے کہ:-

”علماء سلف میں جن لوگوں نے قرآن مجید میں کسی آیت کے منسوخ ہونے کا انکار کیا ہے ان میں مفسر اعظم ابو مسلم اصمغانی ہیں، ہم نے ان کے اقوال کو امام رازی کی تفسیر میں دیکھا ہے۔ خود امام رازی کی منفی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابو مسلم کی اس رائے کی طرف مائل ہیں۔“

نواب صدیق حسن خاں بھی کسی آیت کو منسوخ نہیں مانتے، نیز علامہ انور شاہ کشمیری کی تحقیق بھی یہی ہے چنانچہ فیض الباری میں ہے کہ ”حقیقت میں کوئی آیت بھی منسوخ نہیں کیونکہ نسخ سے میری مراد یہ ہے کہ وہ تمام باتیں جن پر آیت مشتمل ہے اس طرح سے ختم ہو جائیں کہ کسی لفظ اور کسی جز پر عمل باقی نہ رہے اس طرح کی کوئی آیت قرآن میں نہیں ہے، جو لوگ نسخ کے قائل ہوئے ہیں وہ محض اس وجہ سے کہ آیت کی غایت و انتہا کے سمجھنے سے قاصر رہے، اگر ردائے بدبر اور غور و فکر سے کام لیتے تو یقیناً نسخ کا انکار کر دیتے۔“ بلکہ خود شاہ صاحب (صاحب کتاب) کا بھی یہی نظریہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ہم بعد میں نقل کریں گے لیکن اکثر علماء کے نزدیک قرآن کے بعض احکام میں نسخ ہوا ہے اور یہ قرآن ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ شرائع سابقہ میں بھی یہ بات تھی چنانچہ آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا نکاح درست تھا بلکہ سارا حضرت ابراہیم ؑ کی علاقہ بہن تھیں جیسا کہ تورات میں ہے۔ حضرت نوح ؑ کے ہاں زمین پر چلنے والا ہر جانور حلال تھا، حضرت یعقوب ؑ کے عہد میں دو حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ نکاح درست تھا چنانچہ لیا اور اخیل دو حقیقی بہنیں بیک وقت حضرت یعقوب ؑ کے نکاح میں تھیں لیکن موسوی شریعت میں یہ احکام منسوخ ہو گئے، بہر کیف اکثر علماء نسخ کے قائل ہیں اب وہ آیات کتنی ہیں جن کے احکام میں نسخ ہوا ہے اس کی بابت متقدمین و متأخرین کی اصطلاحات مختلف ہیں۔

وما علم فی هذا الباب من امتیاز کلام الصعابة والتابعین انهم کانوا یتتبعون
النسخ بازاء المعنی اللغوی الذی هو ازالة شئی بشئی لا بازاء مصطلح الاصولیین

ترجمہ :- اور جو کچھ معلوم ہوتا ہے حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے کلام کے استقراء سے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات
نسخ کو اس کے لغوی معنی یعنی ایک چیز کے دوسری چیز سے ازالہ میں استعمال کرتے تھے نہ کہ اہل اصول کی اصطلاح
کے موافق۔

تشریح

قوله الذی هو ازالة شئی النسخ کا اطلاق لغتہ دو معنی پر ہوتا ہے اول ازالہ یعنی محو کرنا، مثلاً دنیا، یقال نسخت (ن)
الریح آثار القوم، ہوائے قوم کے نشانات مٹا دیئے۔ نسخت الشمس الظل۔ آفتاب (یا دھوپ) نے سایہ ختم
دیا (زال) کر دیا۔ سورہ حج کی یہ آیت اسی قبیل سے ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَلَّی الْقُرْآنَ فَشَیْطَانٌ مِنْ الشَّيْطَانِ یَفْضَحُ الشَّكَّ مَا یَلْقَى الشَّيْطَانُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ
اور جو رسول بھی ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے
شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے
شیطان کا ملایا ہوا بھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں
چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے حجتہ اللہ باللہ میں اسکی تفسیر یوں کی ہے :-

ولما ماتت خدیجۃ رضی اللہ عنہا ومات ابو طالب عمر و
تفرقت کلمۃ بنی ہاشم فزع لذلک وكان قد لغت فی
صدہ ان علو کلمۃ فی الهجرة لغتاً اجمالاً فلتقاء ہدیۃ
ونکرہ قد مہب ذہنہ الی الطائف والی ہجر والی الیمامہ
والی کل مذہب فاستعجلہ وذہب الی الطائف فلقی
عناؤ شدیداً ثم الی بنی کنانہ فلم یر منہم مالیرہ فناد
الی مکۃ بعد زمعۃ ونزل وَاٰرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَلَّی الْقُرْآنَ فَشَیْطَانٌ مِنْ الشَّيْطَانِ
اُمْنِیَّتِہ۔ قال اُمْنِیَّتِہ الی یمنی النبا والوعد فیما
تفسرہ من قبل نفسہ والقواء الشیطان ان یكون
خلاف ما اراد اللہ ونسخہ کشف حقیقۃ الحال و
ازالۃ من قلبہ

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا
اور بنو ہاشم کی طاقت منتشر ہو گئی تو اسکی وجہ سے آپ بیچیں
ہو گئے اور اجمالاً آپ کے دل میں القاء ہوا تھا کہ ہجرت سے
آپکی شان بلند ہوگی اسلئے اپنے اپنے غور و فکر سے ہجرت کا قصد
کیا اور آپ کا خیال بھی طائف بھی ہجر بھی یمامہ عرض ہر طرف
گیا۔ مگر آپ عجلت کر کے طائف چلے گئے جہاں سخت تکالیف
اٹھائیں۔ پھر بنو کنانہ کی طرف گئے وہاں بھی کوئی خوشی کی بات
نہ دیکھی تب زمعہ کے عہد میں مکہ آئے اور یہ آیت نازل ہوئی
وَاٰرْسَلْنَا الْوَاٰپِکِی اَرْزُوہِیْہِیْ کہ جن امور کو اپنے دل میں سوچتے
تھے ان کے موافق ایفاء و وعد کی خواہش رکھتے تھے
اور شیطان کا انقار یہ تھا کہ ارادہ باری کے خلاف ہو
اور اس کا نسخہ یہ ہے کہ حقیقت حال منکشف ہو اور آپ کے
دل سے اس خیال کا ازالہ ہو۔

دوسرے معنی ہیں نقل و تحویل یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنا، اسی سے تنازع میراث ہے یعنی ایک شخص کی ملک سے دوسرے شخص کی ملک کی طرف تحویل میراث اور اسی سے ہے نسخۃ الکتاب میں لے کر کتاب نقل کر لی، چنانچہ بخاری شریف کی اس حدیث میں ہے۔

فارس عثمان بن ابی حفصہ رضی اللہ عنہما ان ارسل الینا المصحف حضرت عثمان رضی نے حضرت حفصہ رضی کے پاس ایک آدمی بھیجا نسخہ فی المصاحف تم نہ دیا الیک۔ کہ وہ قرآن کا محفوظ نسخہ بھیجیں تاکہ اس کی نقل لے کر انھیں کو واپس کر دیا جائے۔

اب لفظ نسخ معنی ازالہ میں حقیقت ہے اور معنی نقل میں محاذ یا اس کا عکس ہے یا ان دونوں میں مشترک ہے اسکی بابت چند اقوال ہیں جن کو علامہ ابن حاجب نے کسی ایک ترجیح دے بغیر ذکر کیا ہے مگر امام رازی نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ معنی نقل معنی زوال سے اخذ ہے کیونکہ نقل کے معنی ہیں ایک صفت کو معدوم کر کے دوسری صفت پیدا کرنا اذ زوال کے معنی ہیں مطلق اعدام اور ظاہر ہے کہ لفظ کا معنی عام میں حقیقت ہونا اور معنی خاص میں محاذ ہونا اس کے عکس کے مقابلہ میں اولیٰ ہے لتکثیر الفائدة۔

قولہ مصطلح الاصولیین الخ اصولیین کے ہاں نسخ کے معنی کسی حکم شرعی کی انتہا یا ایسے شرعی طریق کے ذریعہ سے بیان کرنا ہے جو طریق اس حکم سے مؤخر ہو یہاں تک کہ اسکی تعمیل اور بجا آوری جائز نہ رہے، بالفاظ دیگر نسخ وہ خطاب ہے جو خطاب مقدم سے ثابت شدہ حکم کے ارتفاع پر اس طرح دال ہو کہ اگر وہ نہ ہوتا تو یہ حکم ثابت ہی رہتا۔ ان دونوں تعریفوں کا حاصل یہ ہے کہ منسوخ اس حیثیت میں ہونا چاہیے کہ کسی طرح بھی اس کا حکم باقی نہ رہے۔

(تنبیہ) بعض حضرات نے یہ گمان کر کے کہ نسخ سے معاذ اللہ خدا کی نسبت براء ہونے کی قباحیت لازم آتی ہے نسخ کو قابل اعتراض قرار دیا ہے حالانکہ یہ انکے علم کا قصور ہے کیونکہ نسخ اور براء دو علیحدہ علیحدہ اصطلاحات ہیں نسخ تو حسب اوقات ان مصالح و امور کی تبدیلی کا نام ہے جو مکلفین پر عائد کئے جاتے ہیں اور براء یہ ہے کہ اللہ کی مصلحت ہم پر عیاں نہیں تھی وہ ظاہر ہو گئی پس براء میں غیر ظاہر مصلحت اور نسخ میں ظاہر مصلحت کا ظہور ہوتا ہے، ان دونوں میں امتداد کی صورت یہی ہے کہ نسخ میں امتداد فعل، امتداد وجہ، امتداد مکلف اور امتداد وقت پایا جائے اور اس قسم کا نسخ محال ہے مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منسوخ قرار پایا اور نماز عید واجب ہوئی اس میں فعل مختلف ہے نیز پہلے دس تاریخ کو روزہ رکھنا واجب تھا پھر منسوخ ہو کر مستحب ہو گیا پس یہاں وجہ فعل بدل گئی، اسی طرح ایک زمانے تک استقبال بیت المقدس تھا پھر استقبال کعبہ ہوا تو اس میں وقت مختلف ہو گیا یا امتداد مکلف نہ پایا جائے مثلاً زکوٰۃ بنو ہاشم کے لئے جائز نہیں اور غیروں کے لئے جائز ہے پھر کیف نسخ اور براء دونوں الگ الگ اصطلاحات ہیں

محیی خفیف غفرلہ گنگوہی

فنعني النسخ عندهم ازالة بعض الاوصاف من الآية باية اخرى اما بانتهاء مدة العمل او بصرف الكلام عن المعنى المتبادر الى غير المتبادر او بيان كون قيد من القيود اتفاقيا او تخصيص عام او بيان الفارق بين المنصوص وما قيس عليه ظاهرا او ازالة عادة الجاهلية او الشريعة السابقة

ترجمہ: پس نسخ کے معنی ان کے نزدیک ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ ہے دوسری آیت کے ذریعہ خواہ مدت عمل کی انتہاء سے ہو یا کلام کو اس کے متبادر معنی سے غیر متبادر کی جانب پھرنے سے ہو یا کسی قید کے اتفاقی ہونے کا بیان ہو یا تخصیص عام ہو یا منصوص اور مقیس علیہ ظاہری میں امر فارق کا بیان... ہو یا جاہلیت کی کسی عادت یا شریعت سابقہ کا ازالہ ہو۔
تشریح

قولہ عندهم الخ یعنی متقدمین (صحابہ و تابعین وغیرہم) کے نزدیک نسخ کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ دوسری آیت سے کیا جائے عام ازیں کہ یہ ازالہ انتہاء مدت عمل سے ہو یا صرف کلام سے الخ چنانچہ حافظ ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

مراد عامة السلف بالنسخ والمنسوخ رفع الحكم بجملة تارة وهو اصطلاح المتأخرين ورفع دلالة العام والمطلق والظاهر وغيره تارة اما تخصيص او تعقيد او حمل مطلق على مقيد وتفسير وتبيين حتى انهم يسمون الاستثناء والشرط والصفة نسخا لتضمن ذلك رفع دلالة الظاهر وبيان المراد بغير ذلك اللفظ بل بامر خرج عنه

جاتا ہے۔

قولہ اما بانتهاء الخ مثلاً قرآن میں ایک جگہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ کفار سے جو اذیت پہونچے اس پر صبر کریں اور دوسری جگہوں میں پر زور طریقہ پر جہاد کی ترغیب ہے، بعض علماء نے ان دونوں میں تعارض دیکھ کر آیت جہاد کو آیت صبر کے لئے ناسخ کہہ دیا حالانکہ حکم صبر اس وقت تھا جب مسلمان کمزور تھے اور جب وہ جنگ کے قابل ہو گئے تو انھیں جہاد کا حکم دیا گیا پس یہ دو حکم الگ الگ ہوئے یعنی اگر مسلمان کمزور ہوں تو انھیں کے مصائب پر صبر کرنا چاہیئے اور اندرونی طور پر کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ قوی ہو جائیں، پھر جب قوی ہو جائیں تو انھیں جہاد کرنا چاہیئے۔

قولہ او بصرف الكلام الخ اسکی مثال یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم کے مال میں احتیاط نہ کرتے تھے تو اس پر حکم ہوا تھا "ولا تقر بوا"

مَالِ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۖ اور ”إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتِيمِ غُلًّا اِبْتِغَاءً لِّبَطُولِهِمْ نَارًا“ اس پر جو لوگ یتیموں کی پرورش کرنے کے لئے ڈر گئے اور یتیموں کے کھانے اور خرچ کو بالکل جدا کر دیا کیونکہ شرکت کی حالت میں یتیم کا مال کھانا پڑتا تھا اس میں یہ دشواری ہوتی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار کی اب جو کچھ بچتی وہ خراب ہو جاتی اس احتیاط میں یتیموں کا نقصان ہونے لگا اور آپؐ سوال کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی ”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتِيمِ قُلْ اَصْلَاحُ لَهُمْ خَيْرٌ وَّ اِنَّ خَالِصَةً لِّمَالِهِمْ فَاتُخَذُوا اَمْكُمُ ۚ“ یعنی مقصود تو صرف یہ ہے کہ یتیم کے مال کی اصلاح ہو سو جس موقعہ میں عیسیٰ دگی میں یتیم کا لفع ہو تو اس کو اختیار کرنا چاہیے اور جہاں شرکت میں بہتری نظر آئے تو ان کا خرچ شامل کر لو تو کچھ مضائقہ نہیں، بعض لوگوں نے اس کو بھی نسخ میں داخل کر لیا حالانکہ یہ صرف مذکورہ کے قبل سے ہے۔

قوله اتفاقاً الخ جیسے آیت ”وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَفْتَنَكُمُ الْاَذَى“ اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہو کہ ستمائیں گے تم کو کافر کی بابت کہا گیا ہے کہ اس میں قصر نماز کی اجازت صرف خوف کی حالت میں ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوف ختم ہو جانے کے بعد بھی قصر ہی فرماتے تھے پس آپؐ کا فعل آیت کے لئے ناسخ ہے۔
قوله او تنقص من عام الخ حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض آیات وہ ہیں جو از قسم مخصوص ہیں نہ کہ از قسم منسوخ۔ جیسے ”إِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنٌ خَسِيرٌ اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوْا“ ”وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ“ ”اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوْا“ ”فَاَعْمُوا فَانظُرُوا عِشَّتِیْ يٰ اَيُّهَا الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ“ اسی طرح اور وہ آیتیں جو کسی استثناء یا غایت کے ساتھ مخصوص ہیں، جس نے ان آیات کو منسوخ کے تحت داخل کیا ہے اس نے سخت غلطی کی ہے۔

قوله او بیان الفارق الخ جیسے اہل جاہلیت جواز ربوا کو حلت بیع پر قیاس کر کے دونوں کو یکساں سمجھتے اور کہتے ”اِنَّمَا الْبَيْعُ بِشَلٍّ اَوْ رِبَا“ حق تعالیٰ نے مقیس و مقیس علیہ کے درمیان امر فارق ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ”وَأَصْلُ الْبَيْعِ الْبَيْعُ وَرِبَاٌ رَّابِیٌّ“ یعنی بیع اور ربوا میں بڑا فرق ہے کہ بیع کو حق تعالیٰ نے حلال کیلئے اور ربوا کو حرام اسلئے کہ بیع میں جو نفع ہوتا ہے وہ مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور ربوا میں نفع بلا عوض ہوتا ہے۔

قوله او ازالة عادة الخ حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ بعض آیتیں وہ ہیں جن سے زمانہ جاہلیت یا ہم سے پہلی شریعتوں یا آغاز اسلام کے وہ احکام دکھائے گئے ہیں جن کا نزول قرآن میں نہیں ہوا تھا مثلاً باب کی بیویوں سے نکاح کرنے کا ابطال، قصاص اور دیت کی مشروعیت اور طلاق کا تین بار دینے میں انحصار، اس طرح کی آیتوں کو گونا گونا گویں قسم میں داخل کرنا مناسب ہے لیکن نہ کرنا زیادہ بہتر ہے مکی وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے وجہ یہ ہے کہ اگر ان کو بھی ناسخ میں شمار کیا جائے تو پھر پورے قرآن ہی کو ناسخ ماننا پڑیگا۔ کیونکہ قرآن کا کل یا بڑا حصہ رافع امور جاہلیہ ہے

محمد حنیف عفر لہ گنگوہی

فَالْتَمَعَ بَابُ النُّسْخِ عِنْدَهُمْ وَكَثُرَ جَوْلَانُ الْعَقْلِ هُنَا لَكَ وَاسْتَعَتْ ذَاثَرَةُ الْاِخْتِلَافِ
ولهذا ابلغ عدد الآيات المنسوخة خمس مائة وإن تأملت مُتَعَبِّقًا فمى غيرُ محصورة
والمنسوخُ باصطلاح المتأخرين عددٌ قليلٌ لا يتما بحسب ما اُخْتَرْنَا لا من التوجيه وقد
ذكر الشيخ جلال الدين السيوطي في كتاب الإلتقان بتقرير مبسوط كما ينبغي بعض ما
ذكره العلماء ثم حَرَّرَ المنسوخَ الذين فيه رأي المتأخرين على وفق الشيخ ابن العربي فعَدَّ ٤
من عشرين آيةً وللفقيه في الثلاث العشرين نظرًا فلنوردُ كلامه مع التعقيب

لغات: التمسع التماسًا كشاره هنا، جولان دن، گھومنا، پھر لگانا، متعق گہری نظر ڈالنے والا، حرر۔ کتاب
تحریراً خوبصورت و درست لکھا، وفق مطابق، عدہ دن، عدد شمار کرنا، تعقب تلاش کرنا، غلطی پر گرفت کرنا
توجہ، پس وسیع ہو گیا نسخ کا باب ان کے ہاں اور بڑھ گئی عقل کی جولانی اور کشادہ ہو گیا اختلاف کا دائرہ،
اور اسی لئے پہنچ گئی آیات منسوخہ کی تعداد پانچ سو تک اور اگر تو زیادہ گہری نظر ڈالے تو وہ شمار سے باہر ہیں
اور متأخرین کی اصطلاح کے موافق آیات منسوخہ کی تعداد بہت کم ہے بالخصوص اس توجیہ کی زد سے جس کو
ہم نے اختیار کیا ہے، شیخ جلال الدین سیوطی نے ذکر کیا ہے کتاب الإلتقان میں مناسب بسط کیساتھ وہ بیان
جس کو علماء نے ذکر کیا ہے پھر جو آیات متأخرین کی سامنے ہر منسوخ میں ان کو شیخ ابن العربي کے موافق تحریر
کر کے بیس آیتیں گنوائی ہیں لیکن فقیر کون بیس میں بھی اکثر کی نسبت کلام ہے ہم اس موقع پر علامہ سیوطی کے کلام
کو مح تعقیبات پیش کرتے ہیں: **فصل**

ہ قولہ فلا نسخ الا یعنی متقدمین کے نسخ کا دائرہ اتنا وسیع ہو گیا کہ ان کی اصطلاح کو سامنے رکھتے ہوئے ان آیات کو
دیجا جائے جن کی بابت نسخ کا قول کیا گیا ہے تو ان کی تعداد پانچ سو تک ہر شے جاتی ہے بلکہ اس سے بھی زائد :-
ہ قولہ بحسب ما اختارہ الخ شاہ صاحب نے آیات منسوخہ کی جو توجیہات اختیار کی ہیں ان کی رو سے صرف پانچ آیتیں
منسوخ قرار پاتی ہیں اور یہ بھی صرف ایک مصلحت پر مبنی ہے ورنہ شاہ صاحب کا نظریہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آیت
منسوخ نہیں ہے چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد مولانا عبید اللہ سندھی اپنی کتاب "شاہ ولی اللہ اور ان کا
فلسفہ میں فرماتے ہیں :- ہمارے خیال میں شاہ صاحب کا اصل مقصود تو یہی ہے کہ قرآن مجید میں سرے سے
کوئی آیت منسوخ نہیں ہے مگر وہ اس بات کو مصلحت کی وجہ سے صراحتاً نہیں کہتے۔ کیونکہ اس طرح صراحتاً
کہنے سے ان کی بات معتزلہ کے قول کے مشابہ ہو جاتی اور عام اہل علم اس پر غور کرنا ہی چھوڑ دیتے اور شاہ صاحب
جو اصلاح کرنا چاہتے تھے وہ نہ ہوتی اس غرض کے لئے آپ نے یہ حکیمانہ اسلوب اختیار کیا کہ سیوطی نے جو بیس
آیتیں منسوخ مانی تھیں ان میں سے جو مشکل تھی ان کو حل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ منسوخ نہیں ہے اور
نہایت آسان آیتوں میں نسخ مان لیا۔

قولہ: الشیخ ابن العربی الحافظ القضاۃ اشبیلیہ حافظ ابو بکر محمد بن احمد بن احمد معافری مالکی مولود ۴۵۰
متوفی ۵۴۳ھ ان کی کتاب احکام القرآن چار ضخیم جلدوں میں ہے اور عارضۃ الاحوذی علی سنن الترمذی
وغیرہ کتب مفیدہ کے مصنف ہیں، ان کو ابن العربی الف لام کے ساتھ لکھا اور بولا جاتا ہے تاکہ
شیخ محی الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبد اللہ حاتم صوفی۔ ابن عربی
مولود ۵۶۰ھ متوفی ۶۲۸ھ صاحب فتوحات مکیہ و فصوص الحکم سے تشاہیر پیدا
نہ ہو۔

قولہ فعدہ من عشرین آیتہ الخ علامہ جلال الدین سیوطی نے الاقان میں آیات منسوخہ
بالتفصیل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب اکیس آیتیں ہیں جو منسوخ مانی گئی ہیں، اگرچہ
منجملہ اس کے بعض آیتوں میں کچھ اختلاف بھی ہے اور ان کے سوا اور آیتوں میں نسخ کا دعویٰ کرنا
صحیح نہیں اور استئذان و قیمت کی آیتوں کو محکم ماننا زیادہ صحیح ہے لہذا ان دو آیتوں کو نکالنے کے
بعد محض اکیس آیتیں منسوخ رہ جاتی ہیں پھر ان پر ایک آیت "فایما تو لو فلم وجہ اللہ"۔
حسب ما ئے ابن عباس رہ اور بھی اضافہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ آیت "لو ان وجہک شطر
المسجد الحرام" کے ساتھ منسوخ مانتے ہیں اور اس طرح پوری بیس آیتیں منسوخ قرار پاتی ہیں
اور ان کو میں نے ذیل کے ابیات میں نظم بھی کر دیا ہے۔

قد اکثر الناس فی المنسوخ من عدہ	واذ علوا فیہ ایا لیس تخصمہ
ولہاک تحریر آی لا مزید لہا	عشرین حذرہا الخ ذاق ذوالکبر
ای التوجہ حیث المرء کان وان	یوصی لا یلیہ عند الموت محتضر
وحرمة الاکل بعد النوم مع رفیق	وفدیرہ لم یطیق الصوم مشہر
وحق تقواہ فی ما صبح فی اثر	وفی الحرام قتال للادوی کفر و
والاعتداد بحول مع وصیتہا	وان یدان حدیث النفس والظفر
والحلف والحبس للزانی ترک اولی	کفر واشہادہم والصبر والنفر
ومنع عقد الزان او لزانیہ	وما علی المصطفیٰ فی العقد محظر
ودفع مہر لمن جارت وآیتہ منی	والاکذاک قیام اللیل مستظر
وذید آیتہ الاستئذان من ملکک	وآیتہ القسمۃ الفضلی لمن حضر و

محمد صنیف غفرلہ گنگوہی

فَمِنْ الْبَقَرَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى "كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا أَحْضَرْتُمْ أَحَدَكُمْ الْمَوْتَ" الْآيَةُ مَنْسُوخَةٌ قَبْلَ بَايَةِ الْمَوَارِيثِ وَقِيلَ بِحَدِيثٍ "لَا وَصِيَّةَ لَوَارِثٍ" وَقِيلَ بِالْإِجْمَاعِ حَكَاهُ ابْنُ الْعَرَبِيِّ قُلْتُ بَلْ مَنْسُوخَةٌ بَايَةِ "يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ" وَحَدِيثُ "لَا وَصِيَّةَ" مُبَيِّنٌ لِلنَّسْخِ

ترجمہ: سورۃ بقرہ سے قول ہاری، کتب علیکم اھ، یہ آیت منسوخ ہے کہا گیا ہے کہ آیت میراث سے اور کہا گیا ہے کہ حدیث، لا وصیتہ لوارث، سے اور کہا گیا ہے کہ اجماع سے، یہ ابن العربی نے بیان کیلئے، میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ آیت، یوصیکم اللہ سے منسوخ ہے اور حدیث لا وصیتہ اس نسخ کو بیان کرنے والی ہے۔

قول من البقرة انہا من آیتوں کی تفصیل ہے جن کی بابت منسوخ ہونے کا قول ہے سو سورۃ بقرہ میں اس قسم کی چھ آیتیں ہیں (۱۱) پہلی آیت میں ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا أَحْضَرْتُمْ أَحَدَكُمْ الْمَوْتَ أَنْ تَرَكَ خَيْرًا
وَالْوَصِيَّةُ لِلْعَالِيقِينَ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ: دیکھ لو کہ تم کو اس وقت جب کسی کو موت بھر لگے۔
[بھڑکے کچھ مال وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور
رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ، نہ سنا جاہلیت میں لوگوں کا دستور تھا کہ زیادہ نمود کے طور پر بھیدی لوگوں کے لئے وصیت کر جاتے اور ماں باپ اور سب اقارب محروم رہتے تھے، ابتداء اسلام میں اس آیت کے ذریعہ سے ارشاد ہوا کہ ماں باپ اور جملہ اقارب کو انصاف کے ساتھ دینا چاہیے پس سب صلحت ایک معین وقت تک اس حکم پر عمل ہوا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

قول، بایۃ الموارث اب آیت مذکورہ کے لئے مانع کون ہے، اس کی بابت میں قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ آیت میراث سے منسوخ ہے یعنی سورۃ نسا کی اس آیت سے،

يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَتَيْنِ
حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے۔

قول، بحديث الخود و سراقول یہ ہے کہ حدیث، لا وصیتہ لوارث، سے منسوخ ہے جو دس صحابہ کرام یعنی ابو امامہ، عمرو بن عاص، انس بن مالک، ابن عباس، جندب بن شیبہ، جابر بن عبد اللہ، برادر بن مالک، علی بن ابی طالب اور ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور امامہ کے ہاں مقبول ہے

عہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی امامہ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن عمر بن عمر بن عاص، بلفظ دان اللہ تعالیٰ قد علما کل ذی حق حقہ فلا وصیتہ لوارث، احمد، نزار، البیہقی، الموصلی، عمار بن ابی اسامہ، طبرانی، ابن عساکر، بلفظ، فلا تجوز لوارث وصیتہ، ابن ماجہ، دارقطنی، ابن عساکر، بلفظ، لا وصیتہ لوارث، دارقطنی، ابن عباس، بلفظ، لا تجوز الوصیتہ (بانی برص ۱۲)

دقتیہ، قرآن غیر قرآن سے منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو ایک قول قویہ ہے کہ قرآن کا نسخہ بجز قرآن کے اور کسی شے سے نہیں ہو سکتا کیونکہ ارشاد باری ہے: "ما نسخ من آیتہ او منہا نأت بخر منہا اذ ملکہا" اور ظاہر ہے کہ قرآن سے بہتر یا اس کے مانند اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہ قرآن ہی ہے نہ کچھ اور، لیکن بعض حضرات کا قول ہے کہ قرآن کا نسخہ قرآن ہی پر موقوف نہیں بلکہ سنت سے بھی ہو سکتا ہے، دگوازی قبیل آمادہ، کیونکہ اس کا بھی من جانب اللہ ہونا ثابت ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وما یطعن من الہدی" تیسرا قول یہ ہے کہ اگر سنت حکم الہی و وحی کے طریق سے ہو تو وہ نسخہ ہو سکتی ہے اور اجتہادی ہو تو اس سے قرآن کا نسخہ نہیں ہو سکتا یہ بات ابن حبیب نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں درج کی ہے (اتقان)

۱۔ قولہ قبل بالا جماع الخ تیسرا قول یہ ہے کہ اجماع کے ذریعہ سے منسوخ ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ تو ہے لیکن نسخہ نہ مدیث ہے نہ اجماع بلکہ آیت میراث ہے اور حدیث اس نسخہ کا بیان ہے۔
حضرت قتادہ، طاؤس، ادرسن بھری وغیرہ حضرات آیت کو منسوخ ہی نہیں مانتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ وصیت اور میراث کے درمیان جمع کی صورت ممکن ہے، علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ آیت گواہ ہے لیکن وہ معنی کی رو سے خاص ہے اور والدین سے وہ ماں باپ مراد ہیں جو کھریار قیت کی وجہ سے وارث نہ ہوں اور اقربین سے مراد ورثہ کے ماسوا دیگر رشتہ دار ہیں، اما شعبی دینی اور امام مالک سے مروی ہے کہ آیت میں صرف وجوب منسوخ ہے۔ اور نہ بیت اور استحباب اب بھی باقی ہے۔

بعض کے نزدیک آیت بعض وجہ سے اب بھی مہول بہا ہے یعنی اس صورت میں کہ جب مودف کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس کی اولاد حسب شرع میراث تقسیم نہ کرے گی اور یہ گمان ہو کہ اس کے مرنے کے بعد ایک دوسرے پر ظلم کرے گا تو ایسی صورت میں مرنے والے پر تہذیب و ورثہ کے لئے ان کے ہوں کے مطابق وصیت کرنا اور اس پر گواہ کر لینا ضروری ہے تاکہ اس کے بعد کوئی دوسرے پر ظلم اور حق تلفی نہ کر سکے اس تو مجاہد پر آیت وصیت اور آیت میراث میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲) لوارث الا ان یشاء والود حصہ، دارکلمی، ابن عدی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بلفظ، لا وصیت لوارثہ ابن عدی عن جابر بن جریج عن زید و التبرار بلفظ، ولیس لوارث وصیتہ، وعن علی بن عیوب عارث بن ابی اسامہ عن ابن عمر بلفظ، وان لا وصیت لوارث، ۱۲،

قوله تعالى «وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ» قِيلَ مَنْسُوخَةٌ بقوله «فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ» وقيل محكمة «ولا» مقدرة على وجه آخر وهو أن المعنى وعلى الذين يطيقون الطعام فدية هي طعام مسكين وأخير قبل الذكر لأنه متقدم رتبة وذكر الضمير لأن المراد من الفدية هو الطعام والمراد منه صدقة الفطر عقيب الله تعالى الأمر بالصيام في هذه الآية بصدقة الفطر كما عقيب الآية الثانية بتكبيرات العيد

لغات: يطيقون الماتق طاقته رکھنا، قادر رہنا، فليصمه (ن) صوما سے امر غائب ہے روزہ رکھنا، حکم دہ آیت جس کے معنی کا ظہور اس حد تک پہنچ جائے کہ اس میں بذریعہ تاویل کوئی اور معنی پیدا کرنے کی گنجائش نہ رہے اور نہ اس میں منسوخ ہو نیکاح احتمال رہے، طعام کھانا، آخر رمضان را بد شیدہ کرنا، ضمیر استعمال کرنا، عقیب تعقیباً پیچھے لانا۔ ترجمہ:

قول باری۔ «وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ» کی بابت کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے قول باری «فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ» سے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت حکم ہے اور اس میں کلمہ «لا» مقدر ہے میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ایک دوسرا طریقہ ہے اور وہ یہ کہ آیت کے یہ معنی ہیں «جو لوگ کھانا دینے کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے۔ پس یہاں ضمیر کو اس کے مرجع سے پہلے اس لئے ذکر کیا گیا کہ مرجع رتبہ کے اعتبار سے مقدم ہر اور ضمیر کو نہ کہ اس لئے لائے کہ درحقیقت فدیہ سے مراد طعام ہی ہے اور طعام سے مراد صدقۃ الفطر ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزوں کے حکم کے بعد صدقۃ الفطر کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ دوسری آیت (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) (آیت و تکبر والشر علی ما حکم، میں) تکبیرات عید کو بیان فرمایا ہے۔ بحث نمبر ۴:

قولی «وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ» کی بابت ایک قول ہے کہ یہ منسوخ ہے اور تاخیر اس کے بعد دہائی آیت ہے روزہ کی ان کے ذمہ بلا ہے ایک فقیر کا کھانا، کی بابت ایک قول ہے کہ یہ منسوخ ہے اور تاخیر اس کے بعد دہائی آیت ہے یعنی «فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ» (سو جو کوئی ہمارے تم میں سے اس ہینہ کو تو ضرور رکھے روزے اس کے) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی تو طاقت رکھتے ہیں مگر استبداد میں چونکہ روزہ کی بالکل عادت نہ تھی اس لئے ایک ماہ کامل پے در پے روزہ رکھنا ان کو نہایت شاق تھا تو ان کے لئے یہ سہولت فرمادی گئی تھی کہ اگرچہ تم کو کوئی غذائیل مرض یا سفر کے پیش نہ ہو مگر صرف عادت نہ ہونے کے سبب روزہ کو دشوار ہو تو اب تم کو اختیار ہے چاہو روزہ رکھو یا ہو روزہ کا بدلہ دو ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ یا پھر جب دہ روزہ کے عادی ہو گئے تو یہ اجازت باقی نہ رہی بلکہ آیت «فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ» سے منسوخ ہو گئی۔ قولی «وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ» کی بابت دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم ہے اور اس میں لائے نافیہ مقدم ہے اور تقدیر مہلت «لا يطيقون» ہے جیسے سورہ نسا کی آخری آیت «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا» کی بابت کہا گیا ہے کہ اس

میں لامقدر ہے ای ان لاتعلوا، اس صورت میں آیت شیخ فانی کے حق میں ہوگی اور «یطیقونہ» کی ضمیر موم کی طرف راجح ہوگی مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ انتہائی غم رسیدہ ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ ہر روزہ کا فدیہ دیدے۔

قولیٰ حنفی وجہ آخر الخ شاہ صاحب آیت کو منسوخ ہونے سے بچانے کے لئے ایک اور توجیہ کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک آیت میں طعام مسکین سے مراد صدقۃ الفطر ہے اور مستی یہ ہیں «وعلی الذین یطیقون الطعام فدیۃ» ہی طعام مسکین، کہ جو لوگ صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے کھانا کھلانے پر قادر ہیں ان پر فدیہ واجب ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے، پس حق تعالیٰ نے اولاً کتب علیکم الصیام سے روزہ کا حکم فرمایا پھر «وعلی الذین یطیقونہ» سے صدقۃ فطر کو واجب کیا اس کے بعد «ولکبر والتذکر علی ما ہدکم» سے نافرعی کا حکم فرمایا جن کی نفس الامری ترتیب بھی اسی طرح ہے کہ پہلے ماہ صیام کے روزے رکھتے ہیں پھر نازعید سے بیشتر صدقۃ فطر دیتے ہیں اس کے بعد نازعید کی اورنگی ہوتی ہے۔

قولیٰ فاضل توجیہ مذکور پر «یطیقونہ» کی ضمیر کا مرجع فدیہ ہے جو بعد میں ہے پس امانا قبل الذکر لازم آیا جو جائز نہیں۔ شاہ صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں مرجع ترتیبہ مقدم ہے کیونکہ «فدیۃ» ہی طعام مسکین «مبتداً موصوفہ» اور «وعلی الذین یطیقونہ» خبر مقدم ہے اور وجب مرجع ترتیبہ مقدم ہو تو امانا قبل الذکر جائز ہوتا ہے، اس پر یہ اشکال ہوا کہ جب ضمیر کا مرجع فدیہ ہے تو یطیقونہ میں ضمیر مذکر کیسے آئی لفظ فدیہ تو مؤنث ہے، اس کا جواب دیتے ہیں کہ لفظ فدیہ بتاویل طعام ہے اور لفظ طعام مذکر ہے مجوز تذکر الضمیر۔

(تنبیہ) شاہ صاحب نے جو توجیہ ذکر کی ہے لطائف رشیدیہ میں حضرت گنگوہی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن بقول صاحب عون یہ توجیہ بہت ہی بعید ہے اس واسطے کہ لغت عرب اور ان کے کتب کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں کسی شئی پر قدرت پاب ہونے کی مختلف تعییرات اور تفسر کی کمی بیشی کے لحاظ سے متعدد درجات ہیں جس کا ادنیٰ درجہ استطاعت اور آخری درجہ طاقت ہے جو وہیں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی کالم کے کرنے میں انتہائی مشقت ہو پس یہ نہیں کہا جاتا انی اطاق ان اصح القتیالی فی کہیں قسم اپنے منہ تک اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں کیونکہ اس میں کوئی مشقت ہی نہیں ہاں یہ کہہ سکتے ہیں انی اطاق ان اہل ہذا البحر الثقیل کہ میں یہ بھاری پتھر اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں پس حق بات وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ روزہ انتہائی شدت و ثقب اور مشقت عظیمہ ہی کے ساتھ رکھ پاتے ہوں جیسے شیخ فانی اور بہت ہی بوڑھی عورت تو وہ ہر روزہ کا فدیہ دیدیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ «ان الآیۃ نزلت فی اشج الکبیر الہرم والعموز الخبیرۃ الہرمۃ» پس آیت کتب علیکم الصیام کے مخاطب تین طرح کے ہوتے اول مقیم اور ثانی لوگ دوم مریض و مسافر ان کے لئے افطار کا اجواز اور فضا کا وجوب ہے سوم شیخ فانی وغیرہ ان کے لئے فدیہ۔

اداکرنا ہے پس نہ آیت منسوخ ہے اور نہ کسی زائد کلمہ کے مقدر ماننے کی احتیاج ہے۔

قوله تعالى: "أَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةُ الْقِيَامِ الرَّافِعُ" الآية ناسخه لقوله "كَمَا كَتَبَ عَلَى الْكَافِرِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ" لَأن مقتضاها الموافقة فيما كان عليهم من تحريم الاكل والوطي بعد النوم ذكره ابن العربي وحكى قولاً اخر انه نسخ لما كان بالسنة قلت معنى "كَمَا كَتَبَ" التشبيه في نفس الوجوب فلا نسخ انما هو تغيير لما كان عندهم قبل الشرع ولو لم نجد دليلاً على ان النبي صلى الله عليه وسلم شرع لهم ذلك ولو سلم فاما كان ذلك بالسنة

ترجمہ: قول باری "اے لوگو! یہ ناسخ ہے" کما کتب اللہ کے لئے کیونکہ اس کا مقتضی موافقت کا ہونا ہے ان امور میں جو اگلی امتوں پر حقے یعنی سو جانے کے بعد کھانے پینے اور وطی کی حرمت میں یہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے اور ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ نسخ ہے اس حکم کا جو ثابت تھا سنت سے، میں کہتا ہوں کہ کما کتب کا مقصد تشبیہ و تنسیل ہے نفس وجوب میں پس یہاں نسخ نہیں ہے بلکہ اس مال کی تغیر ہے جو اس اجازت سے پہلے تھا اور ہم نے کوئی دلیل نہیں پائی اس بات کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ مشروع کیا تھا اور اگر اسے مان لیا جائے تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ثابت بالسنة تھا بقتلہ

قولہ "اے لوگو! شروع میں حکم تھا کہ رمضان میں اول شب میں کھانے پینے اور عورتوں کے پاس ہلنے کی اجازت تھی مگر مورہ بنے کے بعد ان چیزوں کی ممانعت تھی جیسا کہ امام احمد وغیرہ نے کعب بن مالک سے روایت کیا ہے بعض لوگوں نے سونے کے بعد عورتوں سے قربت کی پھر ما صرفعت ہو کر ندامت کا اقرار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی "اے لوگو! لیلۃ الصیام الاثرانی نساکم اللہ" کہ حلال ہوا انکو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے پس اس آیت نے قول باری "کما کتب علی الذین منکم" کے حکم کو منسوخ کر دیا کیونکہ کما کتب میں مقتضائے تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح سابقہ امتوں پر ایام الصیام میں شب کے وقت سو جانے کے بعد پھر اٹھ کر کھانے پینے اور مباشرت کرنے کی حرمت تھی ویسے ہی یہ باتیں مسلمانوں پر بھی حرام ہیں حالانکہ آیت "اے لوگو! میں ان کی اجازت دیدی گئی" قولہ ان نسخ الخ شیخ ابن العربی نے دوسرا قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ آیت "اے لوگو! اس حکم حرمت وطی کے لئے نسخ ہے جو ان کے ہاں ارشاد نبوی سے ثابت اور معمول پہ تھا۔

قولہ التشبیہ الخ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آیت "کما کتب" میں طریق ادار اور تحدید اوقات وغیرہ برابر میں تشبیہ مقصود نہیں بلکہ صرف فرضیت و وجوب میں تشبیہ مقصود ہے ای کتب فرض حکم الصیام کما کتب علی الذین منکم پس یہاں نسخ نہیں ہے بلکہ عادت جاہلیت کی تغیر ہے کما ان کے ہاں روزہ کی ابتدا بعد النوم ہوتی تھی اسلام میں اس کی ابتدا فجر سے قرار دی گئی۔ قولہ ولم نجد الخ یعنی ابن العربی کا یہ کہنا کہ آیت ثابت بالسنة حکم کے لئے نسخہ اور اول تو تسلیم نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم مذکور مشروع کیا تھا اور اگر تسلیم بھی کریں تو بس یہی ہوگا کہ جو حکم ثابت بالسنة تھا وہ آیت سے منسوخ ہو گیا نہ یہ کہ خود آیت "کما کتب" منسوخ ہو گئی

قوله تعالى: يَسْتَوُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ الْآيَةُ مَنْسُوخَةٌ بِقَوْلِهِ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً
اخرجه ابن جرير عن عطاء بن ميسرة قلت هذه الآية لا تبدل على تحريم القتال بل
تبدل على تجويزه وهي من قبيل تسليم العلة واطهار المانع فالمعنى ان القتال في الشهر
الحرام كبير شديد ولكن الفتنة أشد منه فجاز في مقابلتها وهذا التوجيه ظاهر من
سياقها كما لا يخفى

ترجمہ: قول باری، "یستونک" آیت، "وقاتلوا المشرکین کافۃ" سے منسوخ ہے، اس روایت نسخ کو
ابن جریر نے عطاء بن میسرہ سے نقل کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ آیت حرمت قتال پر دلالت نہیں کرتی
بلکہ اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور یہ حکم کی علت کو مان کر اس کے موانع کے اظہار کے قبیل سے ہے اب
معنی یہ ہو گئے کہ اگرچہ شہر حرام میں قتال نہایت سخت ہے لیکن فتنہ کفر و شرک اس سے بھی زیادہ سخت ہے
لہذا اس کے مقابلہ میں قتال جائز ہے، یہ توجہ پر سیاق آیت سے عیاں ہے۔ نقش سچ؛

قوله يستونك الآية بقوله يقاتلونك آية، "يستونك" ہے جس کی بابت کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے اور
نسخ سورۃ توبہ کی یہ آیت ہے، "وقاتلوا المشرکین کافۃ" کا یہاں قاتلوکم کافۃ، (اور لڑو سب مشرکین سے ہر حال میں
جسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت یعنی، "یستونک عن الشہر الحرام"۔
مشرکین سے جنگ کی حرمت پر دال نہیں بلکہ اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور یہ اس قبیل سے ہے کہ
حکم کی علت کو مان کر اس کے موانع بھی ظاہر کئے جائیں، یہ پوری آیت یوں ہے،

یَسْتَوُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قَاتِلُوا فِيهِ قُلُوبَ قَاتِلِ
فِيهِ كِبَرٌ وَهُوَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
وَأَخْرَاجُ الْإِلَهِ مِنْهُ الْكِبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ
مِنَ الْقَتْلِ ط

تجہ سے پوچھتے ہیں ہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا؟ کہہ دے
لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور
اس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اس کے
لوگوں کو وہاں سے اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک
اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شہر حرام میں قتال کرنا بے شک گناہ کی بات ہے لیکن لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا
اور خود دین اسلام کو تسلیم نہ کرنا اور زیارت بیت اللہ سے لوگوں کو روکنا اور مکہ کے رہنے والوں کو وہاں سے
نکالنا یہ باتیں شہر حرام میں مقاتلہ کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہیں اور کفار و کافریہ حرکات کرتے رہتے ہیں۔ خلاصہ
یہ شہر حرام میں بلا وجہ اور ناحق لڑنا بیشک اشد گناہ ہے مگر جو لوگ کہ حرم میں بھی کفر پیدائیں
اور بڑے بڑے فساد کریں ان سے لڑنا منع نہیں بلکہ ان کی حرکات کی روک تھام کے لئے مقاتلہ جائز ہے
کیونکہ اخف کے مقابلہ میں اشد کی مدافعت ضروری ہے :-

محمد صنیف غفرلہ گنگوہی

قوله تعالى: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ إِلَى قَوْلِهِ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ الآية منسوخة بآية: أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا والوصية منسوخة بالميراث والسكنى ثابتة عند قوم منسوخة عند آخرين بحديث ولا سكنى قلت هي كما قال منسوخة عند جمهور المفسرين ويمكن ان يقال يستحب ان يجوز للميت الوصية ولا يجب على المرأة ان تسكن في وصيته وعليه ابن عباس وهذا الوجه ظاهر من الآيات

لغات: يتوفون توفی، قائل فلان مرگیا، متاع سامان زندگی، جس سے فائدہ اٹھایا جائے، الحول سال سکنی رہائش گاہ۔ ترجمہ:

قول باری: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ، تا، متاعاً الى الحول، یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے، اربعہ اشہر وعشراً، اور وصیت میراث سے منسوخ ہے اور سکنی ایک جملوت کے نزدیک باقی ہے اور ایک جملوت کے نزدیک وہ بھی حدیث لاکنی سے منسوخ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ آیت جیسا کہ علامہ نے بیان کیا، جمہور مفسرین کے نزدیک منسوخ ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وصیت میت کے لئے مستحب یا جائز ہے مگر عورت پر زمانہ وصیت میں سکونت واجب نہیں ہے حضرت ابن عباس کا مذہب ہے اور اس آیت سے ظاہر ہے۔ بشرح:

قوله والذين يتوفون منكم ويذرون ازاواج وصية { اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور چھوڑ جائیں اپنی عورتیں

لازواجهم متاعاً الى الحول بطر اخراج { تو وصیت کر دیں اپنی عورتوں کے واسطے عین دنیا

ایک برس تک بغیر کھانے کے گھر سے، سال بھر ۱۰ اور نفقہ و سکنی کی وصیت کرنا ابتداء میں چالیس سال کی مدت اس آیت سے منسوخ ہوگئی، وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ اَزْوَاجًا تَرْتَبِعُنَّ بِالنَّفْسِ اَرْبَعَةَ اشْهُرٍ وَعَشْرًا،

اور جو لوگ مر جائیں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چار مہینے اٹھارہ برس رکھیں اپنے آپکو

چار مہینے اور دس دن، اور وصیت نفقہ میراث سے منسوخ ہوگئی اور ان کا رزق یا تم پر مقرر کر دیا گیا،

اب رہی وصیت سکنی سو احناف کے نزدیک یہی ساقط ہوگئی کیونکہ موت کی وجہ سے شوہر کی ملک منقطع ہوگئی اور

اس کا مال ورثہ کی میراث ہوگیا البتہ امام شافعی اس کے قائل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

اكتبی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجلہ۔

قولہ دیگر ان یقال الخ اس تو جہ یہ ہے کہ مرد کے ذمہ اپنی زوجہ کے لئے ایک سال کا

نفقہ اور سکنی کی وصیت ہے مگر عورت پر خواہ مخواہ ایک سال تک اس کے گھر میں رہنا ضروری نہیں بلکہ صرف بابت نفقہ

عہ لعلہ اشار الی قول عطارد فان قال، ثم جلد الميراث فنسخ السکنی فتعذر حیث شارت ولا سکنی ہا، (بخاری) ۱۲ عن

عہ قال عطارد قال ابن عباس نسخت هذه الآية یعنی فان خرج من، مدتہا عندہا فتعذر حیث شارت بخاری، ۱۲

قوله تعالى "وَإِنْ تَبَدُّوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخَفُّوهُ يَخَافُكُمْ بِهِ اللَّهُ" الآية منسوخة بقوله بعده "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" قلت هو من باب تخصيص العام بَيَّنَّتِ الآية التأخر في أن المراد ما في أنفسكم من الاخلاص والنفاق لا من احاديث النفس التي لا اختيار فيها فان التكليف لا يكون إلا فيما هو في وسع الانسان

لغات تبدوا ابدان ظاهرا کرنا، مخفوه خطا چھپانا، محاسبکم محاسبہ حسابات کی جانچ کرنا، یكلف تکلیف کسی امر کا حکم دینا، دسح طاقت، احادیث النفس وہ خیالات باطلہ جو دل میں آئیں :- ترجمہ :
قول باری، "وَإِنْ تَبَدُّوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ" منسوخ ہے اس کے بعد والی آیت "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا" سے، میں کہتا ہوں کہ یہ تخصیص عام کی قسم سے ہے اور پہلی آیت نے بیان کر دیا کہ "مَا فِي أَنْفُسِكُمْ" سے مراد اخلاص و نفاق ہے نہ کہ دلی وسادس جن پر انسان کا کچھ اختیار نہیں کیونکہ تکلیف شرعی ان ہی امور میں ہوتی ہے جو انسان کی قدرت میں ہوں :-
تشبیہ :

قولہ "وَإِنْ تَبَدُّوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ" سورۃ البقرہ کی چھٹی آیت جس کی بابت منسوخ ہونیکا قول ہے یہ ہے،
وَإِنْ تَبَدُّوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخَفُّوهُ يَخَافُكُمْ بِهِ اللَّهُ اگر ظاہر کرو گے اپنے حقیقی بات یا چھپاؤ گے حساب لگا اسکا اللہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور معلوم ہوا کہ دل کے خیالات پر بھی حساب اور گرفت ہے تو صحابہ کرام گھبراے اور ڈرے کیونکہ ان چیزوں سے احتراز ممکن نہیں تو حق تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیت نازل فرما کر یہ حکم منسوخ کر دیا،
لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے،
یعنی مقدور سے باہر کسی کو تکلیف نہیں دے جاتی اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال اور خطرہ پائے اور اس پر عمل نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں :-

قولہ تخصیص العام الخ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نسخ کی ضرورت نہیں کیونکہ آیت از قبل تخصیص عام ہے پس ما فی انفسکم میں جو ہمیں حق بعد والی آیت نے بتا دیا کہ یہ قسم مقصود نہیں یہاں تک کہ دلی وسادس پر بھی گرفت ہو بلکہ صرف اخلاص اور نفاق مراد ہے کیونکہ تکلیف مقدور پھر ہوتی ہے اور وسادس پر کسی کو قدرت نہیں،
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ان اللہ مجاوز عن ما تو سوسہ بہ صدورہا لم تقل بہ او تکلم "کہ حق تعالیٰ نے میری امت سے ان وسادس کو درگزر فرمادیا جو ان کے دلوں میں آئیں جیتک کہ وہ ان پر عمل نہ کریں یا زبان پر نہ لائیں درودہ البخاری و مسلم بن ابی ہریرہ :-

(بقیہ ۱۵۲) چار مہینے دس دن، اس توجیہ کی بنا پر کوئی آیت منسوخ نہ ہوگی قال بہ ابن عباس و البخاری و ابن تیمیہ :- ماشیہ

ومن آل عمران: قوله تعالى «اتقوا الله حق تقاته» قيل انه منسوخ بقوله «فاتقوا الله ما استطعتم» وقيل لا بل هو محكم وليس فيها آية يصح فيها دعوى النسخ غير هذه الآية قلت حق تقاته في الشرك والكفر وما يرجع الى الاعتقاد وما استطعتم في الاعمال من لم يستطع الوضوء يتيمم ومن لم يستطع القيام يصلي قاعدا وهذا التوجيه ظاهر من سياق الآية وهو قوله «ولا تموتوا شيئا الا وانتم مسلمون»

ترجمہ: اور سورۃ آل عمران سے قول باری، اتقوا اللہ حق تقاتہ، کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے «فاتقوا اللہ ما استطعتم» سے اور کہا گیا ہے کہ نہیں بلکہ یہ حکم ہے اور سورۃ آل عمران میں کوئی آیت ایسی نہیں جس کی نسبت دعویٰ نسخ صحیح ہو سوائے اس آیت کے، میں کہتا ہوں کہ حق تقاتہ، شرک و کفر اور امور اعتقادیہ میں ہے اور ما استطعتم اعمال میں ہے کہ جب کو وضو کی قدرت نہ ہو وہ بیچہ کرنا پڑے، یہ توجیہ سیاق آیت، «ولا تموتوا الا وانتم مسلمون» سے ظاہر ہے نہ مرنا مگر اسلام کی حالت میں، قتل سے؛
قوله اتقوا اللہ الخ ساتویں آیت جس کی نسبت منسوخ ہونے کا قول ہے سورۃ آل عمران کی یہ آیت ہے،
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتوا
الا وانتم مسلمون
اور نہ مریو مگر مسلمان

اس آیت میں اللہ سے اس کے شایان شان ڈرنے کا حکم ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ خدا کا امر متناہی ہے اور اس کا حق غیر متناہی اس واسطے کہ بقار امر بقار تکلیف سے ہے اور دار تکلیف دینا ہر جو متناہی ہے بخلاف حق باری کے کہ اس کی بقار بقار ذات ہے اور ذات باری غیر محدود ہے پس اس کے حق کے مطابق کوئی نہیں ڈر سکتا، ادھر نزول آیت کے بعد صحابہ نے پوری پوری رات ناز میں کھڑے ہو کر گزارنی شروع کر دی یہاں تک کہ ان کے پاؤں دریا گئے تو حق تعالیٰ نے سورۃ لقابن کی آیت، «فاتقوا اللہ نا استطعتم» دسو ڈرو اللہ سے جہاں تک ہو سکے، نازل فرما کر حکم سابق کو منسوخ کر دیا۔

قوله في الشرك الخ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ نہیں بلکہ حق تقاتہ شرک و کفر اور اعتقادی امور سے متعلق ہے اور دوسری آیت «ما استطعتم» کا تعلق اعمال سے ہے اور یہ توجیہ آیت کے الفاظ، «ولا تموتوا الا وانتم مسلمون» سے ظاہر ہے کہ اس قسم کے مواقع میں اسلام ملے اعمال نہیں ہوتے بلکہ قلبی ایمان مراد ہوتا ہے کیونکہ موت اعمال کا سلسلہ تو تقریباً ختم ہی ہو جاتا ہے، علامہ زکشی نے البرہان میں اس توجیہ کو شیخ عارف ابوالحسن شاذلی سے نقل کیا ہے انہوں نے پہلی آیت کو توحید پر اور دوسری کو اعمال پر محمول کیا ہے، ابن عطار فرماتے ہیں کہ پہلی آیت مقررین کے حق میں ہے اور دوسری آیت ابرار کے حق میں ہے فان حال المقرین الخروج عن الوجود المجازی بالکلیۃ و ہو حق التقوی، وقال القاشانی فاتقوا اللہ فی ہذہ المخالفات والآفات فی مواضع البلیات ما استطعتم بحسب مقامکم و وسعکم من قدر ما تم و مرتبکم (روح البیان)۔ معہ روای دیگر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

ومن النساء قوله تعالى "وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتَوْهُمْ نُسُوبَهُنَّ" الآية منسوخة بقوله
 "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ" فُلَّتْ ظَاهِرُ الْآيَةِ أَنَّ الْمِيرَاثَ لِلْمَوَالِي وَالْبَرِّ وَالصَّلَةِ
 لِمَوْلَى الْمَوَالِي فَلَا نُسَبَ.

لغات: عقدت (رض) عقدنا۔ ایمن قسم کو پکا کرنا، معاہدہ کرنا ایمان جمع میں قسم، نصیب حصہ، حق،
 ارحام جمع رحم، موالی جمع مولیٰ بمعنی قریب، رشتہ دار، برائی، مکہ عطیہ، احسان، موالاة دوستی کرنا، مدد کرنا
 مولی الموالاة جو کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے اور اس سے عہد و پیمان کر لے۔ ترجمہ: اور سورہ نسا سے قول باری
 "وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ" منسوخ ہے قول باری "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ" سے، میں کہتا ہوں کہ آیت کے ظاہر معنی یہ ہیں
 کہ میراث موالی کے لئے ہے اور صلہ نیک مولی الموالاة کے لئے ہے پس نسخ نہیں رہا۔ تشبیح:

قولہ "وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ" منسوخ آیت سورہ نسا کی ہے معنی "وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتَوْهُمْ نُسَبَهُنَّ" (اور جن سے معاہدہ
 ہوا تھا) ان کو دیدوان کا حصہ.....
 ابتداء اسلام میں قوارث کا اعتبار موافقہ، ہجرت، موالاة فی الدین وغیرہ سے ہوتا تھا قرابت کا لحاظ نہیں تھا
 چنانچہ ہاجرین حضرات جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وطن، قوم، بھائی بندوں سے ٹوٹے ان میں اکثر
 لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکیلے اکیلے مسلمان ہو گئے تھے اور ان سب کا کنبہ اور تمام اقربا کا ٹھہر چلے آئے تھے
 تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہاجرین اور انصار مدینہ میں سے دو دو آدمی کو آپس میں بھائی بنادیا
 تھا وہی دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، بعد میں جب ہاجرین کے دوسرے قرابت دار بھی مسلمان
 ہو گئے تو آیت "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ" نے حکم منسوخ کر دیا اور بتا دیا کہ قدرتی رشتہ ناتا اس بھائی پارہ سے
 مقدم ہے، میراث رشتہ ناتے کے موافق تقسیم ہوگی، ہاں زندگی میں سلوک احسان ان رفیعوں سے بھی کئے جاؤ
 اور مرتے وقت ان کے لئے کچھ وصیت کر جاؤ تو مناسب ہے مگر میراث میں کچھ حصہ نہیں، اسی طرح ایک طیف یعنی
 بیوفائی نہ کرنا عہد و پیمان کرنا والا اپنے عیلف کے مال کا چھٹا حصہ پانا تھا یہ بھی منسوخ ہو گیا۔ قولہ قلت الخ شاہ صاحب فرماتے
 ہیں کہ ظاہر آیت "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ" سے معلوم ہوتا ہے کہ میراث قوارث کے لئے ہے اور بر و صلہ مولی الموالاة کیلئے ہے
 اور یہی فاتویم نصیبہم میں مراد ہے لہذا یہاں نسخ نہیں ہے، لیکن یہ توجہ سورہ احزاب کی آیت "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ
 بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أُولِيَ الْبُرُكُم مَّعْرُوفًا" میں تو صحیح ہے وہی سورہ نسا کی آیت
 "فَآتَوْهُمْ نُسَبَهُنَّ" سے اس کے لحاظ سے یہ توجہ بہت بعید ہے اس میں حق یہی ہے جو امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ جو شخص کسی
 کے ہاتھ پر اسلام لائے اور وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے ناناوان دینے اور وارث ہونے کا معاہدہ کرے تو یہ
 معاہدہ صحیح ہے اب اس کی طرف سے ناناوان بھی دینا ہوگا اور کسی طرح کے وارث نہ ہونے کی صورت میں وہ اس کا وارث
 بھی ہوگا، حاصل یہ کہ سورہ احزاب و انفال کا مفاد یہ ہے کہ میراث اقربا کے لئے ہے عہدہ موجود ہوں اور حسن سلوک، احسان،
 وصیت، نعمت و مدد اور سہارا دینا اور خیر خواہی کرنا مولی الموالاة کیلئے ہے اور سورہ نسا کی آیت مولی الموالاة کی میراث سے بحث کرنا
 ہے کہ جب ذوی الفروض، عصباء اور ذوی الارحام نہ ہوں تو وارث ان کو ملے گی۔

قوله تعالى "وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ" الآية قيل منسوخة وقيل لا ولكن تمأون الناس في العمل بها قلت قال ابن عباس رضي الله عنهما هي محكمة والامر للاستيعاب وهذا أظهر قوله تعالى "وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ" الآية منسوخة بآية النور قلت لا نسخ في ذلك بل هو مبتدأ الى الغاية فلما جاءت الغاية بآية النبي صلى الله عليه وسلم أريد السبيل الموعود كذا وكذا فلا نسخ

لغات: قسم تقسیم، تہاؤن سستی، فاحشہ قبیح گناہ، زنا، فاحیہ انتہاء، سبیل راہ، طریق بہ توجہ: قول باری، "وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ" یہ آیت کہا گیا ہے کہ منسوخ ہے اور کہا گیا ہے کہ نہیں مگر لوگ اس پر عمل کرنے میں سستی کرتے تھے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حکم ہے مادر امر استجبانی ہے اور کہا ظاہر تر ہے، قول باری، "وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ" یہ آیت نور سے منسوخ ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں نسخ نہیں بلکہ یہ تمتد الی الغایۃ تھی جب اس کی انتہا کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ موعود کو بیان فرمادیا کہ یہ ہے تو اب نسخ نہیں رہا۔ تشبیح:

قولہ "وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ" نوید آیت جس کی بابت منسوخ ہونے کا قول ہے سورۃ نسا کی یہ آیت ہے، "وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ" جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور محتاج تو فارز قوم منہ و قولوا لهم قولاً معروفاً [ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے اور کہہ دو ان کو معقول بات یعنی تقسیم میراث کے وقت برادری اور کنبد کے لوگ جمع ہوں جن کو میراث کا حصہ نہیں پہنچتا یتیم اور محتاج ہوں ان کو کچھ کھلا کر حسب موقع ترکہ میں سے کوئی چیز دے کر رخصت کر دو، یہ آیت سواریت سے پہلے تھا جب آیات سواریت میں مال کے حقدار معین کر دے گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

قولہ "وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ" یعنی آیت کا منسوخ نہ ہونا بلکہ بقول ابن عباسؓ اس کا حکم ہونا اور امر کا استجبانی ہونا ظاہر تر ہے کیونکہ اگر مذکورین کا حق معین ہوتا تو خداوند تعالیٰ اس کو ضرور بیان فرماتے۔

قولہ "وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ" آیت جس کی بابت منسوخ ہونے کا قول ہے سورۃ نسا کی یہ آیت ہے: "وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ يَتَّخِذُهَا مَثَلاً" اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ [ان پر چار مرد اپنوں میں سے پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو بند کرو الموت أو بحبل اللہ لہن سبیلاہ] ان عورتوں کو گھروں میں یہاں تک کہ اٹھالیو سے ان کو موت

یا مقرر کر دے اللہ ان کے لئے کوئی راہ

یعنی اگر کسی کی زوجہ کا مرتکب نہ ہونا معلوم ہو تو اس کے لئے چار گواہ قائم ہونے چاہئیں اور ان کی گواہی کے بعد عورت کو گھر میں مقید رکھنا چاہئے یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اللہ اس کے لئے کوئی سزا مقرر فرمائے، اس وقت تک (باقی بر)

ومن المائدة قوله تعالى "ولا الشهر الحرام" الآية منسوخة بأباحة القتال فيه قلت
لا نجد في القرآن ناسخاً له، ولا في السنة الصحيحة ولكن المعنى ان القتال المحرم
يكون في شهر الحرام أشد تغليظاً كما قال النبي صلى الله عليه وسلم في الخطبة "الآذان
وما نكحكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا

ترجمہ: سورہ مائدہ سے قول باری، "ولا الشهر الحرام" منسوخ ہے اشہر حرام میں اباحت قتل سے، میں کہتا ہوں کہ
ہم اس کا ناسخ نہ قرآن میں پاتے ہیں نہ حدیث صحیح میں، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جو قتال حرام ہے وہ شہر حرمہ میں
اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ تمہاری جان اور مال تمہارے اوپر
اسی طرح حرام ہے جیسے تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینہ تمہارے اس شہر میں حرمت رکھتا ہے۔ تشریح:
قوله ولا الشهر الحرام کی دلیل یہ آیت جس کی بابت منسوخ ہو گیا قول ہے سورہ مائدہ کی یہ آیت ہے،
يا ايها الذين آمنوا اكلوا مشائركم ولا الشهر الحرام اكلوا ايمانكم والوا احوالكم لا تحلوا للشر والفساد ولا تاكلوا اموالكم
میں کو، یہ آیت قول باری، "فاكلوا المشركين حَيْثُ وَجَدْتُمْهُمْ" اور، "فاكلوا المشركين كَافَةً" کما یقالوكم کافۃ، سے منسوخ
ہے جس کی تشریح آیت ۱۲ میں گذری، امام فقہی کا قول ہے کہ سورہ مائدہ کی صرف ہی آیت منسوخ ہے:-
قوله لا تجدوا لہم شاه صاحب فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں کیونکہ اس کا ناسخ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث صحیح میں بلکہ آیت کا
مقصد صرف اس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ جو قتال حرام ہے وہ اشہر حرم میں اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے:-
رواہ البخاری وشمس ابن عباسؓ بالفاظ ۱۲ محمد ضیف مغفر لہ لنگوی

(تقیید ۱۵۸)

نانیہ کے لئے کوئی مد مقرر نہیں تھی کچھ عرصے بعد سورہ نور میں اس کی حد نازل فرمادی کہ باکرہ کیلئے سو کوڑے
اور ٲیمبر کے واسطے سنگسار کرنا ہے۔
قوله بل ہو متداہم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ نہیں بلکہ اس پر دال ہے کہ عورتوں کو گمروں میں مقید رکھو یہاں
تک کہ حق تعالیٰ ان کے لئے کوئی سبیل نکالے، اب وہ سبیل مل ہے جس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "غدا
عنی قد جعل اللہ لہن سبیلاً" بیان ہے نہ یہ کہ اس کیلئے ناسخ ہے۔
(فائدہ) یہ بات کہ آیت لسنار برٹل کیا جائے گا اور کیا جائے گا تو کس طرح؟ شاہ صاحب نے اس سے تعرض نہیں کیا
سوا اس برٹل اس وقت ضروری ہے جب مسلمانوں کو اجراء حدود کی طاقت نہیں چنانچہ سورہ لسنار کی آیت کا نزول
اسی دور میں ہے جب اسلام کا غلبہ نہیں تھا اور جب غلبہ اور شوکت و قوت حاصل ہو گئی تو آیات حدود نازل ہو گئیں۔

محمد ضیف مغفر لہ لنگوی

قوله تعالى "فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ" وَأُخْرِضَ عَنْهُمْ "الآية" منسوخة بقوله
 "وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ" قُلْتُ معناها: إِنِ اخْتَلَفْتُمُ الْحُكْمَ فَاحْكُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا
 تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَهُمْ فَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَنَا أَنْ تَتْرُكَ أَهْلَ الذَّمِّ أَنْ يَرْفَعُوا الْقَضِيَّةَ إِلَيْنَا
 لِنَحْكُمَ فِيهِمْ فَيَحْكُمُوا بِمَا عِنْدَهُمْ وَلَنَا أَنْ نَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا.
 قوله تعالى "أَوْ اخْرُجْ مِنْ غَيْرِكُمْ" منسوخ بقوله "وَأَشْهَدُ وَأَذْوِي عَدَائِي مُشْكِرُ"
 قُلْتُ قَالَ أَحْمَدُ بظاھر الآية ومعناها عند غيره أو اخرون من غير أقاربكم فيكونون
 من سائر المسلمين

لغات: اپہو جمع ہوی خواہش، اہل الذمہ جزبہ دے کردار الاسلام میں رہنے والے، زمار جمع زیم معنی
 سردار، رئیس، قتل مادل، اقارب رشتہ دار۔ ترجمہ:
 قول باری، "فان جاؤک" منسوخ ہے قول باری، "وان احکم بینہم" سے، میں کہتا ہوں کہ آیت کے معنی یہ
 ہیں کہ اگر تو حکم دینا اختیار کرے تو انہیں انزل اللہ کے موافق حکم کر اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کرو، الحاصل۔
 ہمارے لئے جانتے ہیں کہ ہم ذمیوں کو چھوڑ دیں اس بات کہ وہ مقدمات کا مراجعہ اپنے مائدہ کے یہاں کریں۔
 اور وہ اپنے شرائع کے موافق اس کا فیصلہ کریں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم خود اپنے منزل من اللہ احکام سے ان
 کا فیصلہ کر دیں، قول باری، "وآخران من غیرکم" منسوخ ہے آیت، "وآشہد واذوی عدائی مشکر" سے میں کہتا ہوں
 کہ انا احمد ظاہر آیت کے قائل ہیں اور دوسروں کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ یا وہ دو تہارے قرابت داروں
 کے علاوہ سے ہوں پس گواہان وصیت مسلمانان غیر قرابت داروں میں سے ہوں گے۔ نقش یہ:
 قولہ فان جاؤک الخ بارہوی آیت جس کی بابت منسوخ ہونے کا قول ہے سورۃ مائدہ کی یہ آیت ہے
 فان جاؤک فاحکم بینہم او اعرض عنہم سو اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے ان میں یا منھ پھیر لے
 حضرت ابن عباس، مجاہد اور عکرمہ وغیرہ اکابر سلف سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار ابتدا میں تھا
 اخیر میں جب اسلام کا تسلط اور نفوذ کامل ہو گیا تو ارشاد ہوا، "وان احکم بینہم ما انزل اللہ" یعنی ان کے نزاعات کا فیصلہ
 قانون شریعت کے موافق کرو اعراض کا اختیار نہیں۔

قولہ قلت معناہ الخ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اگر تمہارے خود حکم دینا منظور ہو تو قانون خداوندی
 کے موافق حکم کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کرنا، الحاصل ہمارے لئے دونوں باتیں جانتے ہیں
 اگر ہم چاہیں تو ذمیوں کو اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ مقدمات کا مراجعہ اپنے مائدہ کے یہاں کریں تاکہ وہ اپنے
 شرائع کے موافق اس کا فیصلہ کر دیں اور چاہیں تو ہم خود اپنے منزل من اللہ احکام
 سے ان کا قضیہ چلا دیں۔
 (باقی برص ۱۶)

وَمِنَ الْأَنْفَالِ قَوْلُهُ تَعَالَى: "إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ" الْآيَةُ مَسْخُوحَةٌ
بِالْآيَةِ بَعْدَهَا قُلْتُ هِيَ كَمَا قَالَ مَسْخُوحَةٌ

ترجمہ :- سورہ انفال سے قول باری "ان یکن منکم ۱۰" اسکے بعد دال آیت سے منسوخ ہے، میں کہتا ہوں کہ بیشک منسوخ ہے جیسا کہ علامہ نے کہا ہے :- **تشریح**

قوله ان یکن الخ چودہویں آیت جو منسوخ ہے وہ سورہ انفال کی یہ آیت ہے :-
ان یکن منکم عَشْرُونَ صَابِرُونَ یُغْلِبُوا الْأَمْتِنَ وَ
ان یکن منکم یَا نِسَاءَ یُغْلِبُوا الْأَعْمَانِ الذِّینَ کَفَرُوا
یَا نِسَاءَ قُدِّمْنَ لَا یُغْلِبُوْنَہ
الذِّینَ خَلَقَ اللّٰهُ عَنْکُمْ وَ عَلَیْکُمْ مَضَعًا لِّان یُکُنْ
مِنْکُمْ یَا نِسَاءَ صَابِرَةٌ یُغْلِبُوا الْأَمْتِنَ وَ ان یکن منکم
الْفُ یُغْلِبُوا الْأَعْمَانِ

قوله منسوخہ الخ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی عنہما سے منقول ہے کہ پہلی آیت میں مسلمانوں کو دس گنا کافروں کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم تھا جب لوگوں کو بخاری معلوم ہوا تو اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی، یعنی خدا نے تمہاری ایک قسم کی کمزوری دیکھ کر پہلا حکم اٹھالیا اب صرف اپنے سے دو گنی تعداد کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ضروری اور بھگنا حرام ہے۔

دقیقہ کا قولہ او آخر ان الخ تیرہویں منسوخ آیت سورہ مائدہ کی ہے اور وہ یہ ہے،
یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرَا حَكْمَ الْمَوْتِ
عَلَيْكُمْ أَوْ آخِرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ
[تم میں سے یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا
اے ایمان والو! گواہ درمیان تمہارے جبکہ ہوئے کسی کو
تم میں موت وصیت کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہئیں
تم میں سے یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا]

یعنی مسلمان اگر مرنے وقت کسی کو اپنا مال وغیرہ حوالے کرے تو بہتر ہے کہ دو معتبر مسلمانوں کو گواہ کرے مسلمان اگر نہ ملیں جیسے سفر وغیرہ میں اتفاق ہو جاتا ہے تو دو کافروں کو گواہ بنائے اما اعداد و متاخرین کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے لیکن دوسرے حضرات کے نزدیک گواہوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے جیسا کہ سورہ طلاق کی آیت :-
وَأَشْهِدُوا ذُوَى مَنَاسِكٍ مِنْكُمْ مِّنْ غَيْرِكُمْ
قوله من غیر الخ یعنی امام احمد کے علاوہ دیگر علماء کے نزدیک "او آخران من غیرکم" کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہوں تو مسلمان مگر تمہارے قرابت دار نہ ہوں بلکہ اجنبی ہوں اس صورت میں نسخ نہ ہوگا، مگر یہ تفسیر اس لئے ہے جو ہے کہ آیت میں اولاً خطاب اہل ایمان سے ہے تو اسی میں غیریت مانا جائے گی :-

وَمِنْ بَرَاءَةِ قَوْلِهِ تَعَالَى: «إِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا» مَسْخُوحَةٌ بِآيَاتِ الْعُذْرِ وَهِيَ قَوْلُهُ: «لَيْسَ عَلَى الْكَافَّةِ حَرْجٌ» الْآيَةُ وَقَوْلُهُ: «لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ» الْآيَتَيْنِ قُلْتُ خِفَافًا أَيْ مَعَ أَقْلٍ مَا يَتَأْتِي بِهِ الْجِهَادُ مِنْ مَرْكُوبٍ وَعَبْدٍ لِلْعُدْمَةِ وَنَفَقَةٍ يَقْنَعُ بِهِمَا وَثِقَالًا مَعَ الْحَدَمِ الْكَثِيرَةِ وَالْمَرَكَبِ الْكَثِيرَةِ فَلَا نَسْمَ أَوْ نَقُولُ لَيْسَ النَّسْمُ مُتَعَيِّنًا

لغات:- انفروا (من) انفروا، نفیرا لڑائی کے لئے چل پڑنا، خفاف جمع خفیف ہلکا، ثقال جمع ثقیل بوجھل۔ الآئی نابینا، ضعفاء جمع ضعیف کمزور۔ مرکوب سواری جمع مرکب۔ نفقہ نادرہ۔ خدم جمع خادم۔

ترجمہ:- سورہ برات سے قول باری "انفروا" منسوخ ہے عذر والی آیات سے یعنی قول باری "لیس علی الکافی" اور "لیس علی الضعفاء" سے۔ میں کہتا ہوں کہ خفاف سے مراد یہ ہے کہ ضروریات جہاد مثلاً مرکب، غلامان خدمت، سامان خورد و نوش کی کم از کم مقدار کے ساتھ ہوں اور ثقال یہ کہ کثیر خدم اور کثیر سواروں کے ساتھ ہوں پس نسخ نہیں ہے یا ہم کہتے ہیں کہ نسخ متعین نہیں ہے۔ تسعیر یہ۔

قولہ انفروا الخ پندرہویں آیت جس کی بابت منسوخ ہونے کا قول ہے سورہ برات کی یہ آیت ہے:-

إِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ کی راہ میں۔

یعنی پیادہ ہوں یا سوار، فقیر ہوں یا غنی، جوان ہوں یا بوڑھے، تندرست ہوں یا بیمار، مجرد ہوں یا اہل دیال والے جس حالت میں ہوں نکل کھڑے ہوں، یہ حکم آیات عذر سے منسوخ ہو گیا، روایت میں ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم نے (جو نابینا تھے) عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مجھ پر بھی نکلنا لازم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، پس یہ اختیار میں کر تیار ہو گئے اس پر آیت فح "لَيْسَ عَلَى الْكَافَّةِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَاجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرْبُوعِ حَرْجٌ" یعنی ان معذور لوگوں پر جہاد فرض نہیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت برات "لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْبُوعِ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرْجٌ" سے منسوخ ہے۔

قولہ ای مع اقل الخ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آیت میں معذور وغیر معذور ہر شخص کے لئے حکم عام نہیں ہے بلکہ حکم انہیں کے لئے ہے جو جہاد پر قادر ہوں اور قدرت سے مراد یہ ہے کہ ضروریات جہاد کی کم از کم مقدار پر قادر ہوں پس آیت منسوخ نہیں ہو پاتی۔

قولہ اذ نقول الخ یا ہم کہتے ہیں کہ نسخ متعین نہیں بلکہ جس وقت دشمن کا ہجوم سخت ہو اور امیر وقت کی طرف سے نفیر عام ہو تو ایسی صورت میں ہر شخص کو نکلنا ضروری ہے کوئی عذر پیش نہیں لاسکتا پیادہ ہو یا سوار، فقیر ہو یا مالدار، تندرست ہو یا بیمار بشرط الا مکان والقدرة فی الجملة۔

محمد حنیف عفر لکھنؤی

ومن النور قوله "تعالى" الزانی لا ینکم إلا زانیۃ " الآیۃ منسوخۃ بقوله تعالى "وانکحوا
 الایمان منکم" قلت قال احمد بظاهر الآیۃ ومعناها عند غیرہ ان مکتب الکبریۃ لیس
 بکفۃ الا للزانیۃ اولا یمتدح اختیار الزانیۃ وقوله "وجہام ذلک" اشارۃ الی
 الزنا والشرب فلا نسلم وأما قوله "وأنکحوا الایمان" فعام لا ینسب لخاص

لغات: زانی بدکار، الایمان جمع ایم راند، بیہ، الکبریۃ مراد زنا، کف ر مثل، نظیر، ترجمہ:
 سورہ نور سے قول باری، الزانی لا ینکم الا زانیۃ، منسوخ ہے قول باری، وانکحوا الایمان منکم، سے میں کہتا ہوں
 کہ امام احمد ظاہر آیت کے قائل ہیں اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ مکتب کبریہ زانیہ ہی کا
 کفور ہے یا یہ کہ زانیہ کو اختیار کرنا مستحب نہیں ہے اور آیت میں "حرم ذلک" سے زنا و شرب کی طرف اشارہ ہے
 اس لئے نسخ نہیں ہے اور قول باری، وانکحوا الایمان، عام ہے وہ خاص کو منسوخ نہیں کر سکتا۔
 نفس بیچ، قولہ الزانی الا یمسواہم آیت جس کی بابت منسوخ ہو نیکا قول ہے سورہ نور کی یہ آیت ہے۔
 الزانی لا ینکم الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحہا | زانی نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ سے اور زانیہ
 الا زانی او مشرکۃ و حرم ذلک سے المؤمنین | اسے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرکہ اور حرام ہوا ہے
 مؤمنین پر، یہ آیت سورہ نور کی اس آیت سے منسوخ ہے۔

وانکحوا الایمان منکم والصالحین من عبادکم | اور نکاح کرو دو رانڈوں کا اپنے اندر اور جو نیک
 و ایمانگم ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں

یعنی جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیہ اور رنڈوے ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا کرو
 حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی تین کاموں میں دیر نہ کر، نماز فرض کا جب وقت آجائے
 جنازہ جب موجود ہو اور رانڈ عورت جب اس کا قبول جائے۔ قولہ قال احمد الخ امام احمد ظاہر آیت کے
 قائل ہیں یعنی ان کے ہاں زانی اور زانیہ کا نکاح جائز نہیں یہاں تک کہ وہ تائب ہو جائیں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
 جائز ہے۔ قولہ ومعنا ہا الخ یعنی دوسرے ائمہ کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہیں کہ زانی یا کدما من کا کفو نہیں بلکہ زانیہ
 ہی کا کفو ہے یعنی جو مرد یا عورت اس عادت شنیع میں مبتلا ہوں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی عقیف
 مسلمان سے ان کا تعلق یا ازدواج قائم کیا جائے ان کے مناسب تو یہی ہے کہ ایسے ہی کسی بدکار و تباہ مال سے
 ان کا تعلق ہو۔ کس عدم جنس یا ہم جنس پر واز ۛ کبوتر یا کبوتر باز یا باز
 سے ہر کس مناسب گھر خود گرفت بار ۛ بیل بہاغ رفت و زغن سوئے خازار

اور حرم ذلک سے زنا اور شرب کی طرف اشارہ ہے یعنی زنا و مؤمنین پر حرام ہے نکاح مراد نہیں بلکہ
 ایک مؤمن مؤمن رہتے ہوئے یہ حرکت کیسے کر لگا حدیث میں ہے، لا ینکح الزانی عین یزنی و ہو مؤمن :-

قوله تعالى "لَيْسَتْ اِذْ نَعْمُ الدِّينُ مَمْلُوكَةٌ اَيْنَا نَعْمُ" الآية قيل منسوخة وقيل لا ولكن تهاون الناس في العمل بما قلت مذهب ابن عباس انها ليست بمنسوخة وهذا اوجه واولى بالاعتقاد ومن الاحزاب قوله تعالى "لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ" الآية منسوخة بقوله تعالى "اِنَّا اَحْكَمْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الَّتِي" الآية قلت يحتمل ان يكون الناسم مقدما في السلاوة وهو الاظهر عندي

ترجمہ: قول باری "لیست اذ نعم اہ" کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور کہا گیا ہے کہ نہیں مگر لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے، میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ وہ منسوخ نہیں اور ان کی زیادہ قابل اعتبار ہے، سورہ احزاب سے آیت "لایحل لک النساء من بعد" قول باری "انا احکمنا لک اہ" سے منسوخ ہے میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے نسخ باعتبار تلاوت منسوخ سے مقدم ہو اور میرے نزدیک یہ بات زیادہ ظاہر ہے۔ - تفسیر ح:

قوله لیست اذ نعم الخ ستر ہو جس کی بابت منسوخ ہوئے کا قول ہے سورہ نور کی یہ آیت ہے یا ایہا الذین آمنوا لیست اذ نعم الذین ملکتم ایما نعم | اے ایمان والو! اجازت لیکر آئیں جو تمہارے ہاتھ کے والذین لم یسلغوا العلم منکم ثلاث مرات " | مال ہیں اور جو کہ نہیں پہنچے بلوغ کو تم میں تین بار قولہ قیل لا الخ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی بخدا! منسوخ نہیں ہوئی مگر لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں تساہل برتنا ہے یہ قول مذہب الخ حضرت ابن عباس کا مذہب بھی یہی ہے کہ آیت منسوخ نہیں چنانچہ مکر مہ ناقل میں کہ دو قرآنی آدمیوں نے ابن عباس سے اس آیت کی بابت دریافت کیا: آپ نے فرمایا: حق تعالیٰ پردہ پوش ہے پردہ کو پسند کرتا ہے، بات یہ ہے کہ شروع میں لوگوں کے دروازوں پر پردے نہ تھے خدام بے روک ٹوک آتے اور غیر دیدنی جگہوں پر ان کی نظر پڑ جاتی اس لئے استیذان کا حکم دیا گیا: بعد میں جب کشائش ہو گئی تو لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی قولہ لایحل لک الخ اٹھا رہی آیت جو منسوخ ہے وہ سورہ احزاب کی یہ آیت ہے

لایحل لک النساء من بعد ولا ان تبدلن من | حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے بعد اور نہ یہ کہ ان کے بدلے ازواج کو اور عجیب حسنہ | کر لے اور عورتیں اگرچہ خوش لگے تجھ کو ان کی صورت اور نہ یہ آیت ہے "یا ایہا النبی انا احکمنا لک ازواجک الٹی آیت ابورمان اہ" جو تلاوت میں آیت منسوخ سے مقدم ہے، مطلب یہ ہے کہ جتنی قسمیں "انا احکمنا اہ" میں فرمادیں اس سے زیادہ حلال نہیں اور جو موجود ہیں ان کو بدلنا حلال نہیں، حضرت عائشہ اور ام سلمہ سے روایت ہے کہ یہ مخالفت آخر کو معروف ہو گئی مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے نہ اس کے بعد کوئی نکاح کیا نہ ان میں سے کسی کو بدلا۔

وَمِنَ الْمُجَادَلَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى إِذَا أَنَا جِئْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدْ مَوَّاهُ الْآيَةُ مَنَسُوخَةٌ بِالْآيَةِ
بَعْدَهَا قُلْتُ هَذَا كَمَا قَالَ وَمِنَ الْمُنَاسَخَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى "فَالْتَوَّالِ الَّذِينَ دُهِبَتْ أَرْوَاحُهُمْ
مِنْهُمَا لَمْ يَلْقَوْا" قِيلَ مَنَسُوخَةٌ بِآيَةِ السَّيْفِ وَقِيلَ بِآيَةِ الْغَنِيمَةِ وَقِيلَ مُحْكَمَةٌ قُلْتُ
الْأَظْهَرُ أَنَّهَا مُحْكَمَةٌ وَلَكِنَّ الْحُكْمَ فِي الْمُهَادَنَةِ وَعِنْدَ قُوَّةِ الْكُفَّاسِ

لُغَاتٍ: اَنَا جِئْتُمْ مَنَاجَاةً سَرَّكَوْشِي كَرْنَا، اَزْوَاجٌ جَمْعُ زَوْجٍ، مَهَادَنَةٌ مَصَالِحَتٌ، ترجمہ: سورہ مجادلہ سے قول باری، اذانا جیتیم اھ، منسوخ ہے اس کے بعد والی آیت سے میں کہتا ہوں کہ یہ بات اسی طرح ہے جیسے علامہ نے کہا، اور سورہ منجنہ سے قول باری، فالوالذین دھبت ارواحہم، کہا گیا ہے کہ منسوخ ہے آیت سیف سے اور کہا گیا ہے کہ منسوخ ہے آیت غنیمت سے اور کہا گیا ہے کہ حکم ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کا حکم ہونا ظاہر تر ہے لیکن حکم صلح اور قوت کفار کے وقت کیلئے خاص ہے۔ فقہر ساج: قولہ اذانا جیتیم الخ انیسویں آیت جو منسوخ ہے سورہ مجادلہ کی یہ آیت ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا أَنَا جِئْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدْ مَوَّاهُ
بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ مَكْرُومَةٌ
[اے ایمان والو جب تم کان میں بات کہنا چاہو رسول سے
تو آگے بھیجوا اپنی بات کہنے سے پہلے خیرات
منافق بے فائدہ باتیں حضرت سے کان میں کرنے کہ لوگوں میں اپنی بُرائی جتائیں اور بعض مسلمان غیر ہم باتوں میں
سرگوشی کر کے اتنا وقت لے لیتے تھے کہ دوسروں کو آپ سے مستفید ہو نیکام موقع نہ ملتا تھا اس وقت یہ حکم ہوا
کہ جو مقدرت والا آدمی آپ سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ خیرات کر کے آیا کرے، جب یہ حکم اترتا
تو منافقین نے مارے بھل کے وہ عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ کو
پسند نہیں، پھر بعد والی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا اور وہ یہ ہے،

وَأَشْفَقْتُمْ أَنَّ تُقَدَّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ
مَكْرُومَةٌ فَادْلُمُ تَفْعَلُوا قَوْلًا لِّلَّهِ عَلَيْكُمْ
كَاتِبِيُمُ الْفُلُوفَةِ وَأَتَوَّالِ الزَّكَاةِ الْآيَةِ
[کیا تم ڈر گئے کہ آگے بھیجا کر دکان کی بات سے پہلے۔
خیراتیں سو جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے معاف کر دیا۔
تم کو ذواب قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ

یعنی جب صدقہ کا حکم دینے سے جو مقصد تھا حاصل ہو گیا تو اب ہم نے یہ وقتی حکم اٹھا لیا۔
دفاۃہم فاذا لم تفعلوا، سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پر عام طور سے عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی بعض روایات
میں حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس حکم پر امت میں سے صرف میں نے عمل کیا میرے پاس ایک دینار تھا
اس سے میں نے دس درہم خریدے پس میں ہر روز ایک درہم خیرات کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
ایک کام کی بات دریافت کر لیتا ۵

بدینا تو اتنی کہ عقبی خری:۔۔۔ غرجان کن ورد حضرت خوری، (بانی برص ۱۶۵)

ومن المزیل قوله تعالى ﴿قُلِ اللَّيْلُ إِلَّا قَلِيلًا﴾ منسوخٌ بأخیر السورة ثم نسخ الأخر
بالصلوات الخمس قلت دعوى النسخ بالصلوات الخمس غیر متبہة بل الحق ان
اول السورة فی تاکید النذیر الی قیام اللیل وأخیرها نسخ التکید الی مجرد النذیر
قال السیوطی موافقاً لابن العربی فہذا احدى وعشرون آية منسوخة علی
خلاف فی بعضها ولا یصح دعوی النسخ فی غيرها والا صحت فی ایتمی الاستثنان ان
القسم الإحکام وعدم النسخ فصارت تسع عشرة وعلی ما حذرنا لا یتعین النسخ إلا فی خمس
آیات

ترجمہ: سورۃ مزمل سے قول باری، ”ثم اللیل الا قلیلاً“، سورہ کی آخری آیتوں سے منسوخ ہے اور پھر
وہ بھی نازنچیکانہ سے منسوخ ہے، میں کہتا ہوں کہ نازنچیکانہ سے نسخ کا دعویٰ مدلل نہیں ہے بلکہ حق بات یہ ہے کہ سورۃ
مزمل کے ابتدائے میں استحباب قیام لیل کی تاکید ہے اور آخر میں صرف اس تاکید کا نسخ کر کے
استحباب غیر موکد کو باقی رکھا گیا ہے۔
علامہ سیوطی نے ابن العربی کے ساتھ اتفاق کر کے کہا ہے کہ یہ اکیس آیتیں منسوخ ہیں باوجودیکہ ان میں بھی
دقیقہ ۱۶۲

قوله فالتو الذین الی بیسویں آیت جس کی بابت منسوخ ہونیکا قول ہے سورۃ ممتحنہ کی یہ آیت ہے،
فان فاکم شی من ازواکم الی الکفار فاعلیتم [اور اگر جاتی رہیں تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف
فالتو الذین ذہبت ازواجہم مثل الفقواط [پھر ہاتھ مارو تو دیدار ان کو جن کی عورتیں جاتی رہیں جتنا انہوں نے خرچ
کیا تھا، اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر زمین میں سے ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو اختلاف دارین کے بعد
تعلق نکاح قائم نہیں رہتا پس اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آجائے تو حکم یہ ہے کہ جو
مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ ہے کہ اس کافر نے جتنا ہر اس پر خرچ کیا تھا وہ اسے واپس کر دے
اور اب عورت کا جو ہر قرار پائے وہ جدا اپنے ذمہ رکھے، اس کے مقابل دوسرا حکم یہ ہے کہ جس مسلمان کی....
عورت کافرہ گئی ہے وہ اس کو جو خرچہ دے پھر جو کافر اس سے نکاح کرے اس مسلمان کا خرچ کیا ہوا ہر واپس کرے
اس طرح دونوں فریق ایک دوسرے سے اپنا حق طلب کر لیں، جب حکم اترا تو مسلمان تیار ہوئے دینے کو بھی اور لینے کو
بھی لیکن کافروں نے دنیا قبول نہ کیا تب آیت مذکورہ نازل ہوئی اور بتایا کہ جس مسلمان کی عورت گئی اور کافر اس کا
خرچ کیا ہوا نہیں پھیرتے تو جس کافر کی عورت مسلمانوں کے ہاں آئے اس کا جو خرچ دینا تھا اس کافر کو نہ دیں بلکہ اسی
مسلمان کو دیں جس کا حق مارا گیا ہے ہاں اس مسلمان کا حق دے کر جو خرچ ہے وہ واپس کر دیں، پھر یہ حکم آیت سیف
یعنی ”وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً“ سے یا آیت غنمت یعنی ”وَالْعُلُوْا إِنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ“ سے منسوخ ہو گیا۔ قولہ الا ظہر
شاہد: فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ نہیں بلکہ اس کا حکم ہونا ہی اظہر ہے لیکن حکم صلح اور قوت کفار کے وقت کیسے ہی خاص ہے

بعض کی نسبت اختلاف ہے، ان کے علاوہ کسی اور آیت میں دعویٰ نسخ صحیح نہیں اور آیت استیذان و آیت قسمت میں صحیح تر مان کا حکم ہونا اور منسوخ نہ ہونا ہے پس صرف انیس آیتیں منسوخ رہ گئیں، اور ہماری تحریر کے بموجب صرف پانچ ہی آیتوں میں نسخ ہو سکتا ہے۔ یہ قشربہ ۳:

قوله ثم الليل الاكسوي آیت جس کی بابت منسوخ ہونے کا قول ہے سورہ مزمل کی یہ آیت ہے
يا ايها المزمل ليل الاقليلا نصفه ادا نقص [۱] اے کپڑے لیٹنے والے کھڑا رہ رات کو مگر تھوڑا سا، ادھیڑات
منه قليلا اوزر عليه [۲] یا اس میں سے کم کر دے تھوڑا سا یا زیادہ کر اس پر،

یعنی رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہو ہاں تھوڑا سا نصف حصہ شب کا اگر آرام کرو تو معاف نہیں
یا ادھیڑ رات سے کچھ جو تہائی تک ہو سکتی ہے، یا ادھیڑ سے زیادہ جو دو تہائی تک ہو، اس سے معلوم ہوا کہ شروع
میں رات کو جاگنا اور طریق مذکور تہجد پڑھنا فرض تھا جس کی آنحضرت صلی اللہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے تقریباً
ایک سال تک پوری تعمیل کی کبھی ادھیڑ بھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں گزاری چنانچہ
روایات میں ہے کہ صحابہ کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سو جاتے اور بھٹنے لگتے تھے، اس کے بعد سورہ مزمل کی
آخری آیت یعنی

علم ان لن نخصوه كتابكم فاقروا [۳] اس نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے سو تم پر معافی۔

ماتيسر من القرآن [۴] بھیج دی اب پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سے
سے اس فرضیت کو منسوخ کر دیا اور فرما دیا کہ تم ہمیشہ اس کو پوری طرح نبھانے کو گے، پھر، فاقروا سے جو بظاہر
وجوب مفہوم ہوتا تھا وہ ناسخچگانہ سے اٹھا دیا پس اب امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے نہ وقت یا مقدار تلاوت
کی کوئی قید ہے۔

قوله بل الحق الحشره صاحب فرماتے ہیں کہ ناسخچگانہ سے نسخ کا دعویٰ مل نہیں بلکہ حق بات یہ ہے کہ سورہ کے
ابتداء میں نماز تہجد کے استحباب کی تاکید ہے اور آخر میں اس تاکید کو اٹھا کر صرف استحباب کو باقی رکھا ہے
لہذا آیت کو منسوخ کہنا بے جا ہے۔

قوله والامح واللفظ والامح مبتدأ ہے اور الاحکام اس کی خبر ہے اور، وعدہ نسخ، لالکھا کہ پر معطوف ہے
اور آیت استیذان سے مراد آیت ۱۷ اور آیت قسمت سے مراد آیت ۱۹ ہے۔

قوله الانی خمس الم اور وہ پہلی، پانچویں، چودھویں، اٹھارہویں اور انیسویں آیت ہے۔
رقبہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ انیس آیت مذکورہ ہر ایک ایک آیت یعنی، فاینما تو لو قوم ذبحہ الشر،
حسب رائے ابن عباس اور زکیٰ اضافہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ آیت، فو لدجک شطرا المسجد الحرام، کے ساتھ
منسوخ مانتے ہیں اس طرح پچھویں آیتیں منسوخ قرار پاتی ہیں جن کو میں نے اشعار میں نظم بھی
کر دیا ہے، موصوف نے دس اشعار اتقان میں تحریر کئے ہیں من شار فلیراج الیہ۔

فصلؑ وایضا من المواضع الصعبة معرفة أسباب النزول ووجه الصعوبة فیہا ایضا اختلاف المتقدمین والمتأخرین

ترجمہ :- فصل (سوم) نیز دشوار ترین مقامات سے معرفت اسباب نزول ہے اور اس میں بھی دشواری کی وجہ متقدمین و متأخرین کا اختلاف ہے۔ منتقش یہ :

قول من معرفة اسباب النزول الخ معرفت اسباب نزول بھی علم تفسیر کا ایک دشوار ترین مسئلہ ہے، علماء نے اس موضوع پر بھی مختلف کتابیں لکھی ہیں جن میں اولیت کا شرف امام بخاری کے شیخ علی ابن آکیدنی کو حاصل ہے لیکن ان میں واحد کی تصنیف زیادہ مشہور ہے کیونکہ وہ ایسی معلومات پر مشتمل ہے جن کی تفسیر کو بڑی ضرورت پڑتی ہے، جعبری نے اس کی سندیں مدف کر کے اس کا مختصر تیار کیا ہے، حافظ ابن حجر نے بھی ایک قابل قدر کتاب لکھی تھی مگر افسوس کہ تکمیل سے قبل ہی موصوف کا انتقال ہو گیا، شیخ جلال الدین سیوطی کی "باب النقول فی اسباب النزول" بھی بہت عمدہ کتاب ہے جو تفسیر جلالین کے حاشیہ پر مطبوع ہے :-

(فائدہ) معرفت اسباب نزول کے بہت سے فائدے ہیں (۱) حکم کے مشروع ہونے کی حکمت کا علم

(۲) حکم کا سبب کے ساتھ مخصوص ہونا رجن کے نزدیک سبب کی خصوصیت کا اعتبار ہے (۳) کبھی لفظ عام ہوتا ہے مگر اس کی تخصیص پر کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) قائم ہو جاتی ہے اس لئے جس وقت سبب نزول معلوم ہو جائے گا تو اس سبب کی صورت کے ماسوا پر تخصیص کا اقتضار ہو جائے گا (۴) سبب نزول کی معرفت سے آیات کے معانی واضح ہو جاتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں الجھن نہیں ہوتی، واحدی کا قول ہے "سبب نزول سے واقفیت کے بغیر اس آیت کی تفسیر کرنا ممکن ہی نہیں" ابن دقیق العبد کا قول ہے "معانی قرآن کے سمجھنے کے لئے ایک قوی طریقہ اسباب نزول کا بیان ہے" شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ "سبب نزول کی معرفت آیت کے سمجھنے میں مدد دیتی ہے

کیونکہ سبب کے علم سے سبب کا علم حاصل ہونا ضروری ہے" (۵) سبب نزول کے علم سے حصر کا دم دور ہو جاتا ہے امام شافعی آیت "قل لا اجد فیما اوحی الی عنی الا حرمات اللہ" کی بابت فرماتے ہیں کہ جب کفار نے خدا کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ کو حلال قرار دیا تو ان کی سند کی مقابلہ میں خدا کا اظہار ہوا کہ جن چیزوں کو مردار و خون سور کے گوشت وغیر خدا کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کو، تم نے حلال قرار دیا ہے یہ تو حرام ہیں، اس موقع پر ان چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں کا حلال ہونا مراد نہیں کیونکہ یہاں صرف حرمت ثابت کرنا ہے حلت سے بحث نہیں، امام الحرمین فرماتے ہیں کہ یہ قول نہایت عمدہ ہے (۶) سبب نزول ہی کے ذریعہ اس شخص کا نام معلوم ہوتا ہے جس کے بارے میں کوئی آیت اتری ہے اور آیت کے مہم حصہ کی تعیین بھی اسی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے مثلاً مروان ابن الحکم نے آیت "والذی قال لوالدیه اوف لکم" کے متعلق کہا تھا کہ یہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (باقی بر صفحہ ۱۶۸)

والذی ینظر من استقراء کلام الصحابة والتابعین انهم لا یستعملون "نزلت فی کذا" لمحض قصۃ کانت فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی سبب نزول الآیۃ بل ربما ینکرون بعض ما صدقت علیہ الآیۃ مما کان فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم او بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقولون "نزلت فی کذا" ولا یلزم ہناک انطباق فی جمیع القیود بل ینکفی انطباق فی اصل الحکم فقط۔

تو جس کلام صحابہ و تابعین کے استقراء سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرات "نزلت فی کذا" صرف ایسے قصہ کے لئے استعمال نہیں کرتے جو زمانہ نبوی میں واقع ہو کر نزول آیت کا سبب ہوا ہو بلکہ بسا اوقات آیت کے کسی مفرد کو جس کا وجود زمانہ نبوی یا اس کے بعد ہوا ہو ذکر کر کے "نزلت فی کذا" کہہ دیا کرتے ہیں تو ایسے موقع پر تمام قیود کا انطباق ضروری نہیں بلکہ اصل حکم کا انطباق کافی ہے۔ فتنہ بیچ؛ قولہ والذی ینظر الخ حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ سبب نزول کی شناخت ایک ایسی بات ہے جو صرف صحابہ کو ان قرآن کے ذریعہ سے معلوم ہوتی تھی جو کہ ان معاملات کے ساتھ وابستہ ہوتے تھے اور اس پر بھی بسا اوقات کسی صحابی نے سبب نزول کو یقین اور جزم کے ساتھ بیان نہیں کیا بلکہ ہی کہا، "احسب ہذہ الآیۃ نزلت فی کذا" ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ صحابہ کا یہ قول "نزلت فی کذا" کبھی یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کے نزول کا فلاں سبب تھا اور کبھی اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ سبب نزول نہیں لیکن ایسا مفہوم آیت میں داخل ہے، جیسے تو یوں کہ "غنی ہذہ الآیۃ کذا" اس آیت سے مراد لی گئی ہے، ذکر کشی نے، البرہان، میں بیان کیا ہے کہ صحابہ و تابعین کی عادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب ان میں کوئی کہتا ہے "نزلت ہذہ الآیۃ فی کذا" تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ آیت فلاں حکم کو شامل ہے نہ یہ کہ ذکر کردہ وجہ آیت کا سبب نزول ہے اور ان کا یہ کہنا آیت کیساتھ حکم پر استدلال کرنے کے قبیل سے ہوتا ہے نہ کہ از قبیل بیان سبب وقوع، اس کی ایک مثال حامز بن زید کی روایت ہے کہ ہم اندھیری رات میں سفر میں تھے قبلہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس طرف ہے اس لئے ہر شخص نے اپنے قیاس کے مطابق نماز پڑھ لی صبح ہوئے ہر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، فاینالو لو انکم وجہ اللہ، اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ تشریف لائے وقت اپنی سواری پر چڑھ کر اس کا منہ تھا نفل نماز ادا فرمائی، پھر آیت، وللہ المشرق والمغرب، پڑھ کر کہا یہ اسی کی بابت نازل ہوئی ہے (ترمذی)

(بقیہ ص ۱۶۹)

کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو حضرت عائشہؓ نے مروان کے قول کی تردید کی اور اس آیت کا صحیح سبب نزول بیان فرمایا۔ محمد حنیف عفر لہ گنگوہی

وقد یؤمنون سو الا سئل عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم او حادثة تحققت في تلك الايام المباركة واستنبط صلى الله عليه وسلم حكمها من آية وتلاها في ذلك الباب ويقولون "نزلت في كذا" وربما يقولون في هذه الصورة "فا نزل الله تعالى قوله كذا" او "فانزلت" فكانت اشارة الى ان استنباطه صلى الله عليه وسلم من هذه الآية والقارها في تلك الساعة بخاطر المبارك ايضا نداء من الوحي والنفث في السروع فلذلك يمكن ان يقال "فانزلت" ويمكن ايضا ان يعبر في هذه الصورة بتكرار النزول

ترجمہ :- اور کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد میں کوئی ایسا پیش ہو یا آپ کے زمانہ مبارک میں کوئی حادثہ واقع ہوا اور آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم کسی آیت سے مستنبط فرمایا اور اس آیت کو اس موقع پر تلاوت کیا تو ایسے واقعات کو بیان کرتے ہوئے بھی کہہ دیا کرتے ہیں "نزلت فی کذا" اور کو بھی ایسی خاص صورتوں میں "فا نزل اللہ تعالیٰ قوله کذا" یا صرف "فانزلت" بھی استعمال کرتے ہیں اور گویا یہ اشارہ ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی آیت سے استنباط اور آپ کے قلب مبارک میں اس وقت اس آیت کا القاربھی وحی اور نفث فی السروع کی ایک قسم ہے، اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے "فانزلت" اور اگر کوئی اس کو تکرار نزول کے ساتھ تفسیر کرے تو یہی ممکن ہے۔ بحثیں ہم؛ قولہ وتلاھا فی ذلک الباب الخ اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا تو اس نے آپ سے دریافت کیا: اوالا قائم! آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں کی ایک انگلی پر زمینوں کو دوسری سمندر دھریں تو تیسری پہاڑوں کو چوٹیں اور تمام مخلوقات کو پانچویں انگلی پر رکھ لے؟ اسی وعت آیت "وما قدرنا الشرح حق قدرہ" نازل ہوئی، یہ حدیث صحیح بخاری میں، فتلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الفاظ کے ساتھ اُن کی دوسری مثال وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ "عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سنی تو وہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: میں آپ سے ایسی تین باتیں دریافت کرتا ہوں جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا (۱) قیامت کا پہلا نشان کیا ہے؟ (۲) اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ (۳) اولاد کو اس کجاپ یا ماں سے کونسی چیز مشابہ کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: جبریلؑ ان باتوں کی خبر مجھے اسی وقت دی ہے، انہوں نے کہا: جبریلؑ نے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، یہ سن کر وہ کہنے لگے: یہ فرشتہ یہودیوں کا دشمن ہے، اس وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلِ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ" ابن حجر شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ سیاق عبارت حدیث سے خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یہودیوں کے عقیدہ کی تردید کے لئے پڑھی تھی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت اسی وقت اتری ہو۔ محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

وَيَذْكُرُ الْمُحَدِّثُونَ فِي ذِيلِ آيَاتِ الْقُرْآنِ كَثِيرًا مِنَ الْأَشْيَاءِ لَيْسَتْ مِنْ قِسْمِ سَبَبِ
النُّزُولِ فِي الْحَقِيقَةِ، مَثَلُ اسْتِشْهَادِ الصَّحَابَةِ فِي مَنَاطِرِ أَتَمِّمْ بَايَةَ أَوْ تَشْيِيلِهِمْ
بَايَةَ أَوْ تَلَاوَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةَ لِلْاسْتِشْهَادِ فِي كَلَامِهِ الشَّرِيفِ أَوْ رَوَايَةِ
حَدِيثٍ وَافَقَ الْآيَةَ فِي أَصْلِ الْغَرَضِ أَوْ تَعْيِينِ مَوْضِعِ النُّزُولِ أَوْ تَعْيِينِ أَسْمَاءِ
الْمَذْكُورِينَ بِطَرِيقِ الْإِتْهَامِ أَوْ بَيَانِ طَرِيقِ التَّلَفُّظِ بِكَلِمَةٍ قُرْآنِيَةٍ أَوْ فَضْلِ سُورَةٍ
آيَاتٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ صُورَةٍ امْتِثَالِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ أَوْ أَمْرِ الْقُرْآنِ
وَنَحْوِ ذَلِكَ وَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْ هَذَا فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ أَسْبَابِ النُّزُولِ وَلَا يَشْتَرِطُ أَحَاطَةُ
الْمُفَسِّرِ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ أَمَّا شَرْطُ الْمُفَسِّرِ أَنْ يُرَاجِعَ الْأَوَّلُ مَا لَعَنَ مِنْهُ الْآيَاتُ
مِنَ الْقَصَصِ فَلَا يَتَيَسَّرُ فَهُوَ الْإِيْمَاءُ بِتِلْكَ الْآيَاتِ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ تِلْكَ الْقَصَصِ
وَالثَّانِي مَا يَخْتَصُّ الْعَامَّ بِالْقِصَّةِ أَوْ مَثَلُ ذَلِكَ مِنْ وَجْهِ ضَرْبِ الْكَلَامِ عَنْ
الظَّاهِرِ فَلَا يَتَيَسَّرُ فَهُمْ الْمَقْصُودُ مِنَ الْآيَاتِ بَدْوْنِهَا

ترجمہ

محمدین آیات قرآنی کے ذیل میں ایسی بہت سی اشیاء ذکر کرتے ہیں جو فی الحقیقت اسباب نزول میں داخل
نہیں ہوتیں مثلاً صحابہ کا اپنے باہمی مناظرات میں کسی آیت سے استشہاد، یا تمثیل دینا، یا اپنے کلام کے
استشہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی آیت کو تلاوت فرمانا، یا محمدین کا کسی ایسی حدیث کو روایت کرنا
جس کو آیت کے ساتھ اس کی غرض، یا موقع نزول، یا اسماء مذکورہ فی الآیۃ کے مبہم کی تعین میں موافقت
حاصل ہو، یا کلمہ قرآنی کے لئے ادارت لفظ کا طریقہ، یا سورتوں اور آیتوں کے فضائل، یا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے امثال امر قرآنی وغیرہ کی صحیح تصویر، درحقیقت یہ تمام باتیں اسباب نزول میں شمار نہیں
ہیں اور نہ ان کا احاطہ کرنا مفسر کی شرائط میں داخل ہے، مفسر کے لئے تو صرف دو چیزوں کی معرفت شرط
ہے ایک وہ واقعات جن کی طرف آیات تشریح ہوں کہ ایسی آیات کے ایماء کا سمجھنا واقعات کے علم کے
بغیر میسر نہیں آسکتا۔ دوسرے وہ قصے جن سے عام کی تخصیص یا اور کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہو۔ مثلاً
آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھرتے ہوں وغیرہ کہ آیات کے اصل مقصد کا علم ان قصص کی معرفت
کے بغیر ممکن نہیں۔

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

عہ قولہ "وَنَحْوِ ذَلِكَ" لیس فی الاصل ولعلہ من دیادۃ المترجم ۱۲ عون عہ غرض بہ : قال قولاً وہو یعینہ
دیریدہ دلم لیبرج ۱۲ عون

وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ هُنَا أَنَّ قِصَصَ الْأَنْبِيَاءِ السَّابِقِينَ لَا تُذَكَّرُ فِي الْحَدِيثِ إِلَّا عَلَى سَبِيلِ الْقِلَّةِ فَالْقِصَصُ الطَّوِيلَةُ الْعَرِيضَةُ الَّتِي تَكَلَّفَ الْمُفَسِّرُونَ رَوَايَتَهَا كُلُّهَا مَنْقُولَةً عَنْ عُلَمَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَقَدْ جَاءَ فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ مَرْفُوعًا لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكْذِبُوا هُمْ

ترجمہ:- یہاں یہ جان لینا مناسب ہے کہ حضرات انبیاء سابقین کے قصے احادیث میں کم مذکور ہیں۔ اور ان کے وہ لمبے چوڑے تذکرے جن کے بیان کرنے کی تکلیف عام مفسرین برداشت کرتے ہیں وہ سب علماء اہل کتاب سے منقول ہیں الا ماشاء اللہ، صحیح بخاری میں مرفوعاً مروی ہے ”تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب۔“
تشریح

قوله في صحيح البخاري الإمام محمد بن البخاري (كتاب التفسير باب قول الله تعالى "قُلُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا")
میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال:-

كان اهل الكتاب يقرؤون التوراة بالعبرانية ويفسرونها بالعربية لاهل الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوا قولا
آمنّا باللّٰه وما انزل الينا
کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترایم پر
کیونکہ دونوں صورتوں میں غلطی کا اندیشہ ہے اگر جھوٹ کہیں اور وہ سچ ہو یا سچ کہیں اور وہ جھوٹ ہو لیکن صحیح بخاری کی حدیث عبد اللہ بن عمرو

بَلَّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَخَدَّ ثَوَاعِنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرْجَ وَ
مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَدًّا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ
میری طرف سے دوسروں کو پہنچا دو گو ایک ہی بات ہو اور بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص فص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

حدیث بالا کے معارض ہے، اس کی بابت حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ آغاز اسلام میں بنی اسرائیل سے خیانت کرنا اور ان کی باتیں سننا منہی عنہ تھا لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شائع ہو جانے کی وجہ سے انکے اور آپ کے کلام میں التباس کا خوف جاتا رہا اور اجار اہل کتاب کی تحریف کردہ کتب سماویہ کی

عنه اي اذا كان ما يخبرونكم به ممكناً لئلا يكون في نفس الامر صدقاً فتكذبوه او كذباً فتصدقوه فتفتقروا في الحرج ولم يرد الله من
تکذیب ہم فیما ورد شرعنا بخلافه ولا عن تصدیقهم فیما ورد شرعنا بوقافہ نہ علی ذلک الشافعی ۱۲ ف

باتیں سنکر مسلمانوں کے دل میں اپنے دین کی بابت شکوک و شبہات پیدا ہونے کا اندیشہ نہ رہا تو اہل کتاب سے روایت کرنے کی اجازت ہو گئی۔ حضرت شاہ صاحب حجۃ اللہ الباقی فرماتے ہیں۔

اقول الروایۃ عن اہل الکتاب تجوز فیما سبیلہ
سبیل الاعتبار و حیث یکون الامن من الاختلاط
فی شرائع الدین ولا تجوز فیما سوی ذلک
علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

احادیث اسرائیلیہ برائے استشہاد ذکر کی جاسکتی
ہیں نہ کہ برائے اعتقاد کیونکہ ان کی تین قسمیں
ہیں اول وہ جنکی صحت کا ہمیں اپنی کتاب کے ذریعہ سے علم ہے
جو انکی صداقت پر شاہد ہیں یہ قسم تو صحیح و درست ہے دوم
وہ جنکی کذب کا علم ہے جو ہماری کتاب کے خلاف ہے۔ سوم وہ جو سکوت
عزیمہ نہ از قبیل اول ہے نہ از قبیل دوم مساوی نہ ہم تصدیق کریں
گے نہ تکذیب۔

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ جو بات ان سے منقول ہو اگر وہ صحیح ہو اور ہماری شریعت کے
موافق ہو تو ہم اس کی تصدیق بھی کریں گے اور اس پر عمل بھی کریں گے۔ اور اگر وہ صحیح تو ہو لیکن ہماری شریعت
کے موافق نہ ہو تو اس کی تصدیق تو کریں گے لیکن اس پر عمل نہ کریں گے اور وہ نسخ یا تحریف پر محمول ہوگی اور
اگر وہ صحیح ہی نہ ہو یا اس کی اصل کا انکشاف نہ ہو تو اس کی نہ تصدیق کریں گے نہ تکذیب۔ صرف اجمالی طور پر
یہ کہیں گے کہ جو بات اللہ کی طرف سے ہے وہ حق ہے
محمد حنیف غفرلہ لنگوہی

عہد وقال السید جمال الدین وجہ التوفیق بین انہی عن الاشتغال بما جاہر عنہم و بین الترخیص المفہوم من ہذا
الحديث ان المراد بالحدث ہنہا التحدث بالقصص من الآیات العجیبۃ (کحوایۃ قتل بنی اسرائیل الطہیم فی
توتہم و تفصیل القصص المذكورۃ فی القرآن لان فی ذلک عبرۃ و موعظۃ) والمراد بالہی ہناک نقل احکام
کتبہم لان جمیع الشرائع منسوخۃ بشریۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وقال القاری المخرج فی شرح
الامم و نزل اللہ علی محمدا باجرۃ الکذب علیہم بل دفع لتوہم المخرج فی التحدیث عنہم وان لم یعلم صحتہ و اسنادہ لبعث الزمان کذا فی شرح
السنتہ و تبعہ زین العرب و اشار الیہ المظہر و ہو مقید بما اذللہم کذب ما قالہ علماء اولئنا (کذا فی المرقاۃ) وقال المناوی
المأذون فیہ التحدیث بقصصہم و المنہی عن العمل بالاحکام للنسخا (کذا فی السراج المنیر) ۱۲

وليعلم ان الصمابة والتابعين رُبها كانوا يذكرون قصصاً جزئية "لسد اهب
المشركين واليهود وعاداتهم من الجبهالات لتتضمن تلك العقائد والعادات
ويقولون نزلت الآية في كذا ويكررون بذلك انها نزلت في هذا القبيل
سواء كان هذا او ما أشبهه او ما يُقارب، ويقصدون اظهار تلك الصورة
لا بخصوصها بل لأجل ان التصوير صالح لتلك الامور الكلية ولهذا تختلف
اقوالهم في كثير من المواضع وكل يُجزم ان الكلام الى جانب وفي الحقيقة المطالب
متحدة والى هذه النكتة اشار ابو الدرداء رضي الله عنه حيث قال لا يكون احد فقيهاً
حتى يحمل الآية الواحدة على محامل متعددة

ترجمہ

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حضرات صحابہ و تابعین بعض اوقات مشرکین و یہود کے مذاہب اور ان کی جاہلانہ عادات
کے مخصوص قصے اس لئے ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ عقائد و عادات اچھی طرح واضح ہو جائیں اور کہہ دیتے ہیں نزلت
الآیۃ فی کذا، اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں آیت اسی طرح کے موقع پر نازل ہوئی عام ازیں کہ سبب
نزل بعینہ وہی واقعہ ہو یا اس کے مانند یا اس کے قریب اور کوئی ہو، اس صورت خاص کے اظہار سے
ان کا مقصد اس کی تفصیل کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ بتانا ہوتا ہے کہ یہ صورت ان امور کلیہ کے لئے
ایک اچھی تصویر ہے۔ اسی لئے بہت سے مواضع میں ان کے اقوال باہم مختلف اور اپنی اپنی طرف کھینچے ہوئے
نظر آتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں سب کا مطلب ایک ہی ہوتا ہے، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اسی نکتہ کی طرف
اشارہ کیا ہے کہ کوئی شخص فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں ایک آیت کو متعدد معانی پر حمل
کرنے کا ملکہ پیدا نہ ہو جائے۔

تشریح

قولہ حتی یحمل الخ علامہ زرکشی نے برہان میں کہا ہے کہ بعض علماء نے اس بات کو قرآن کا معجزہ قرار دیا ہے کہ
اس کا ایک ایک کلمہ بیس یا کم و بیش وجہ پر دار ہے اور یہ بات انسان کے کلام میں پائی نہیں جاتی
مقاتل نے اپنی کتاب کے آغاز میں یہ حدیث ذکر کی ہے "لا یكون احداً" جس کا مطلب بعض نے یہ بیان
کیا ہے کہ وہ شخص ایک لفظ کو متعدد معانی کا متحمل دیکھے اور لفظ کو ان پر وارد کرے بشرطیکہ وہ معانی
باہم متضاد نہ ہوں، بعض نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مراد اشارات باطنی کا بھی استعمال کرنا ہے کہ صرف ظاہری تفسیر
اکفا کرنا۔

۱۰ اخرجه ابن سعد موقوفاً بلفظ "لا یفقه الرجل کل الفقه" وابن عساکر فی تاریخہ بلفظ "انک لن تفقه کل الفقه حتی تری
لفقه آن وجوباً" و ذکرہ مقاتل مرفوعاً بلفظ "لا یكون الرجل فقیهاً کل الفقه حتی یرى للفقرآن وجوباً
کثیراً" ۱۲

وعلیٰ هذا الأسلوب كثيراً ما يذكر في القرآن العظيم صورتان صورة سعيداً يذكر فيها بعض أوصاف السعادة وصورة شقيّ يذكر فيها بعض أوصاف الشقاوة ويكون الغرض من ذلك بيان أحكام تلك الأوصاف والأعمال لا التعريض بشخص معين كما قال سبحانه "وَوَضَّيْنَا لِلنَّاسِ أَوَّلَ مَا جَاءَهُمُ الْإِنشَاءَ حَبْلَةً أُمُّهُ كُرْهًا وَدُفَعَتْ كُورَهَا" ثم ذكر صورتين صورة سعيداً وصورة شقيّ

ترجمہ :- اسی اسلوب پر بجزرت بیان ہوتی ہیں قرآن عظیم میں دو صورتیں ایک سعید کی جکے ذیل میں بعض اوصاف سعادت ذکر کئے جاتے ہیں اور ایک شقی کی جس کے تحت میں بعض اوصاف شقاوت مذکور ہوتے ہیں اور اس سے غرض صرف ان اوصاف و اعمال ہی کے احکام کا بیان کرنا ہوتا ہے کسی خاص شخص کی جانب تعریض نہیں ہوتی چنانچہ ارشاد باری ہے "اور ہم نے حکم کر دیا انھیں کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا پیٹ میں رکھا اسکو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جتنا اسکو تکلیف سے" اس کے بعد شقی اور سعید کی دو صورتیں ذکر فرمائیں۔

تشریح

قولہ بوالدینہ الا حدیث میں ماں کی خدمت گزاری کا تین مرتبہ حکم فرما کر باپ کی خدمت گزاری کا ایک مرتبہ حکم فرمایا ہے، لطف یہ ہے کہ آیہ ذرا میں والد کا ذکر صرف ایک مرتبہ لفظ والدینہ میں ہوا اور والدہ کا تین مرتبہ ذکر آیا لفظ والدینہ میں پھر حملہ امہ میں پھر وضعتہ میں۔ (فوائد)

قولہ ثم ذکر صورتین الا اور وہ یہ ہیں :-

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ لَبَنًا أَسَدًا وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْلَمَ صَالِحًا تُرْضَهُ لَوْ كُنْتُ يُدْرِي فِي دِينِي لَأَتَّبَعْتُ آيَتَكَ وَإِلَٰهِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچ گیا چالیس برس کو کہنے لگا کہ رب میرے میری قسمت میں کہ کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں نیک کام جسے تو راضی ہو اور مجھ کو دیکھ لو کہ میں تیری باتوں سے پیروی کرتا ہوں۔

اور جس نے کہا اپنے ماں باپ کو میں بیزار ہوں تم سے کیا وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے اور گڈنگی میں بہت جماعتیں مجھ سے پہلے اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے کہ اے خدایا تیری توایمان لے آج تک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے پھر کہتا ہے یہ سب کہا نیاں ہیں پہلوں کی۔

یہ ہے ادب، نافرمان اور نالائق اولاد کا ذکر ہے کہ والدین اسکو ایمان کی بات سمجھاتے ہیں وہ نہیں سمجھتا اور نہایت گستاخانہ خطاب کر کے ایذا پہنچاتا ہے۔

ومثل ذلك قوله تعالى "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أُنْزِلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ وَ
 قِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرٌ" وعلى مثل هذا تحمل قوله تعالى "وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قُرْبِيَّةً كَانَتْ أُمَّةً مُطْمَئِنَّةً" وقوله تعالى "هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ
 مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زُجْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا" الآية وقوله تعالى
 "فَكَذَّبَ الظَّالِمُونَ الَّذِينَ هَمُّوا فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ" وقوله تعالى "وَلَا تُطْعَمُ كُلُّ
 خَلْقٍ مِثْلَيْنِ" ولا يلزم في هذه الصورة ان توجد تلك الخصوصيات بعينها
 في شخص كما لا يلزم في قوله تعالى "كَمَثَلِ خُبَّةٍ أَثْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُبُلَةٍ
 مِثْلُ خُبَّةٍ" ان توجد خُبَّةٌ بهذه الصفة انما المقصود تصويرُ زيادة
 الاجر لا غير فان وجدت صورة ثواب في المذكور في اثر الخصوصيات او
 كلها كان من قبيل لزوم ما لا يلزم

ترجمہ

اسی کے مثل ہے قول باری "اور جب کہا جائے ان سے کہ کیا اتارا ہے تمہارے رب نے تو کہیں کہانیاں ہیں
 پہلوں کی" اور کہا گیا پر سبز گاروں کو کیا اتارا تمہارے رب نے بولے نیک بات "اندا اسی پر محمول کرنا چاہئے
 قول باری "اور بتلائی اللہ نے ایک مثال" ایک بستی تھی چین امن سے "اور قول باری "وہی ہے جس نے تم کو
 پیدا کیا ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام پکڑ لے۔ پھر جب مرد نے ثورت
 کو ڈھانکا "اور قول باری "کام نکال لیا ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں" اور قول باری
 "اور تو کہا مت مان کسی کسی کھانے والے بقدر کا" اور اس صورت میں یہ بات کچھ ضروری نہیں کہ بعینہ
 وہ خصوصیات کسی فرد میں پائی بھی جاتی ہوں جیسے قول باری "جیسے ایک دانہ اس سے اُگیں سات
 بالیں ہر بال میں سو سودانے" میں لازم نہیں آتا کہ اس صفت کا کوئی دانہ پایا بھی جائے یہاں تو صرف
 کثرتِ اجر کی تصویر مقصود ہے اگر کوئی صورت پائی بھی جائے جو مذکور کے موافق ہو اکثر یا تمام خصوصیات
 میں تو وہ "لزوم بالیلوم" کے قبیل سے ہوگی۔ تشریح

قولہ وضرب اللہ الخ تفسیر کواشی وغیرہ میں ہے کہ آیت میں قریہ سے مراد قریہ ایلم ہے جو بلخ اور مصر کے درمیان
 ہے اس کے باشندے نہایت آرمید و آسودہ تھے مگر وہ کفرانِ نعمت میں مبتلا ہوئے یہاں تک کہ روٹی سے
 استغناء کرنے لگے، بعض علماء کے نزدیک بستی سے مراد مکہ معظمہ ہے (جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی
 مری ہے) جہاں ہر قسم کا امن چین تھا اور باوجود وادی غیر ذی اندام ہونے کے طرح طرح کے پھل

اور میوے کھنے چلے آتے تھے۔ اہل مکہ نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی، شرک و عصیان بے حیائی اور اہل ہام پرستی میں منہمک ہو گئے، لیکن شاہ صاحب اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ ان آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں معنی بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا لا اعلیٰ التعلین حوالہ دیکر کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہو سکتا ہے۔

قولہ ہوالذی خلقکم الخ اگر سلف سے ہی منقول ہے کہ ان آیات میں صرف آدم و حواء کا قصہ بیان فرمایا ہے لیکن حضرت حسن بھری وغیرہ کی رائے کے موافق خاص آدم و حواء کا نہیں بلکہ عام انسانوں کی حالت کا لفظ کھینچا گیا ہے شاہ صاحب کی رائے بھی یہی ہے، اور آدم و حواء کی طرف ہجر کا نام بدلنا اسارت رکھنے کی نسبت حدیث مرفوعہ جو ترمذی میں ہے حافظ عماد الدین ابن کثیر نے بت لایا ہے کہ وہ تین و حرم سے معلول ہے۔ رہے آثار مع غالباً اہل کتاب کی روایات سے مانجوز ہیں (نوائذ مجدث و تفسیر)

قولہ ولا تلعب الا سورۃ القلم کی ان چار پانچ آیتوں میں چند اوصاف مذکور ہیں، بہت قسمیں کھانے والا۔ بے قدر۔ طعنے دینے والا۔ چغل خور، بھلے کام سے روکنے والا۔ حد سے بڑھنے والا، بڑا گنہگار۔ اُجڑ۔ بدنام کہتے ہیں کہ قریش کا ایک سردار ولید بن مغیرہ تھا اس میں یہ سب اوصاف مجتمع تھے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”یہ سب کافر کے وصف ہیں۔ آدمی اپنے اندر دیکھے اور یہ خصلتیں چھوڑے۔“

قولہ انما المقصود الخ یعنی آیت ”کشل جتہ الخ جو تمثیل ہے اس میں مرن کثرت اجر کی تصویر مقصود ہے کہ اللہ کی راہ میں تھوڑے مال کا بھی ثواب بہت ہے۔ سات سو، سات سو سے سات ہزار اور اس سے بھی زیادہ جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی کی مرفوع حدیث اس پر دال ہے۔

من ارسل بقلۃ فی سبیل اللہ واقام فی بیتہ فذلہ
بکل درہم سبعمائۃ درہم یوم القیامۃ ومن غزانی
سبیل اللہ والنفع فی جہۃ ذلک فذلہ بکل درہم
سبعمائۃ الف درہم ثم تلا فیہ الآیۃ واللہ یعلم
لمن یشاء۔“

جس نے خرچ بھیجا جہاد کیلئے اور خود بیٹھ رہا اپنے گھر
تو اسکے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ہوں گے
قیامت کے روز۔ اور جو جہاد کرے اور اس میں خرچ
بھی کرے تو اس کے لئے ہر درہم کے عوض ساتھ لاکھ
درہم ہو گئے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی واللہ لیا علف لمن یشاء

نیز ابن مردویہ، ابو حاتم اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ۔“ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا رب زد امی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”من الذلذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔“ اپنے پھر عرض کیا رب زد امی تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”انما یؤتی الصابرین اجرہم بغیر حساب۔“

عصید غفرلہ کنگو سی

وربما تدفع شبهة ظاهرة الورود او يجاب عن سوال قريب الفهم بقصد ايضاح الكلام السابق لا لأجل سوال سائل وقد في ذلك العصاره شبهة حدثت بالفعل وكثيراً ما يفهم من الصحابة في تقريظ ذلك المقام سوالاً فيقررون المطلوب في صورة الجواب والسوال وان نظراً بالتحقيق والتفحص فالكل كلام واحد متسق لا يتسق نزول بعض عقيب بعض جملة واحدة منتظمة ولا يتأتى فلفظ القيود على قاعدة وقد يذكر الصحابة تقدماً وتأخراً والمراد بذلك التقديم والتأخر الرتبي كما قال ابن عمر في آية والذين يكنزون الذهب والفضة هذا قبل ان تنزل الزكاة فلما نزلت جعلها الله طهراً للأموال ومن المعلوم ان سورة براءة متأخرة في السور وهذه الآية في تناقص القصص المتأخرة وكانت فرضية الزكاة متقدمة بسنين ولكن مراد ابن عمر تقدم الاجال رتبة على التفصيل وبالجملة فشرط المفسر لا يزيد على نوعين من هذه الأنواع الاول قصص الغزوات وغيرها مما وقع في الآيات الإجماع الى خصوصياتها فالمعلم تلك القصص لا يتأتى فهم حقيقتها والثاني فوائد بعض القيود وسبب التثنية في بعض المواضع مما يتوقف على معرفة حال النزول وهذا البحث الاخير في الحقيقة فن من فنون التوجيه

وضع اللغة

انتقص كمود كريد كرنا، متسق اتسق۔ الامر مرتب ہونا، يست سعة گناش ہونا، عقيب بعد، لا يتأتى تاتيا سہل دسان ہونا، فک جدا کرنا، يکثرون (من) کثرا۔ المال: جمع کرنا، طهرة پاکي، سورج سورة، سنين جمع سنه یعنی سال (حالت جری میں ہے) الايام اشارہ، تشدد سختی۔ توجه، کبھی ظاہر الورود شبہ کودور کیا جاتا یا کسی قریب الفہم سوال کا جواب محض کلام سابق کے ایضاح مطلب کے قصد سے دیا جاتا ہے نہ کہ کسی ایسے سوال کی وجہ سے جو واقع ہوا ہو اس زمانہ میں یا کسی ایسے شبہ کی وجہ سے جو پیدا ہوا ہو بالفضل، اور بسا اوقات صحابہ ایسے مقام کی تقریر کرتے ہوئے کوئی سوال بطور خود غور و فکر کرتے اور مطلب کو سوال وجواب کی صورت میں بیان فرماتے ہیں اگر تم بغرض تحقیق خوب چھان بین سے کام لیں تو یہ تمام کلام باہم مربوط و متصل معلوم ہوتا ہے جس میں قلبیت و بعدیت کی گناش نہیں۔ اور ایک ایسا منظم جملہ نظر آتا ہے جس کی قیود کا تجزیہ کسی قاعدہ پر نہیں ہو سکتا، بعض اوقات صحابہ تقدم وتأخر ذکر کرتے ہیں جس سے مراد تقدم وتأخر باعتبار مرتبہ کے ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے آیت ، والذین اھ،، (اور جو لوگ کاڑھ رکھتے ہیں سونا اور چاندی)

کی بابت کہا ہے کہ یہ نزول زکوٰۃ سے پہلے ہے جب زکوٰۃ نازل ہوئی تو خداوند تعالیٰ نے اس کو مالوں کے لئے پاکی بنایا، حالانکہ یہ معلوم ہے کہ سورہ براءۃ سب سورتوں سے بعد میں نازل ہوئی اور یہ آیت ان قصص میں ہے جو سب میں متاخر ہیں اور زکوٰۃ کی فرضیت ساہا سال پہلے ہو چکی ہے، لیکن ابن عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ اجمال مرتبہ تفصیل سے مقدم ہے، بالجملة جو امور مفسر کیلئے شرط میں وہ ان دونوں سے زیادہ نہیں ہیں ایک غزوات وغیرہ کے قصے جن کی خصوصیات کی جانب مختلف آیتوں میں ایسی تعریضات ہیں کہ جب تک ان واقعات کا ظلم نہ ہو اس وقت تک آیات کی حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی، دوسرے بعض قیود کے فوائد اور بعض مقامات میں تشدد کے ایسے اسباب جن کا ظلم کیفیت نزول کی معرفت پر موقوف ہوتا ہے اور یہ بحث اخیر دراصل فنون توجہ میں سے ایک فن ہے برقتشیح؛

قولہ بقصد ایضاً الکلام الخ اس کو ایک مثال سے سمجھو، امام بخاری نے کتاب التفسیر میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آیت ”کلوا واشربوا حتی یبیین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود“ نازل ہوئی تو لوگوں نے یہ کیا کہ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں میں سفید و سیاہ دو دھاگے باندھ لیتے اور جب تک وہ صاف طور پر ممتاز نظر نہ آتے کھاتے رہتے اس پر حق تعالیٰ نے لفظ ”من العجربا“ نازل فرمایا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ خیط الابيض و خیط الاسود سے مراد سوا دلیل و بیامں نہا رہے :-

قولہ کما قال ابن عمرؓ الخ امام بخاری نے حدیث زہری میں خالد بن اسلم سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ”ہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ نکلے تو آپ نے فرمایا، ”ہذا قبل ان تنزل الزکوٰۃ فلما نزلت جعلها اللہ طہرة للاموال“ کہ یہ آیت دو الذین یکنزون اخذ۔ نزول زکوٰۃ سے پہلے ہے جب زکوٰۃ نازل ہوئی تو حق تعالیٰ نے اس کو مالوں کے لئے پاکی بنایا، حالانکہ یہ معلوم ہے کہ آیت مذکورہ سورہ براءۃ کی ہے جو سب سورتوں سے بعد میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت برادؓ سے روایت کیا ہے، ”آخر آیت نزلت دیستفتونک قل اللہ یفیکم فی الکلالۃ“ و آخر سورہ نزلت برادہ حضرت عثمان رضی کی مشہور حدیث میں بھی یہی ہے کہ سورہ براءۃ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت ساہا سال پہلے ہو چکی تھی کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سلمہ میں ہوئی ہے اشار الیہ النوی فی باب السیر من الروضۃ پس حضرت ابن عمرؓ کے قول مذکور میں حقیقی تقدم و تاخر مرا نہیں ہو سکتا بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ اجمال مرتبہ تفصیل سے مقدم ہے تو آیت مجملہ کی تفسیر آیت مفصلہ سے کی جائے گی اور معنی یہ ہونے لگے کہ، ”جو لوگ دولت اکٹھی کرتے ہیں اور خدا کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے یعنی زکوٰۃ کو اس کے طریقہ کے مطابق ادا نہیں کرتے ان کی سزا یہ ہے :- محمد حنیف غفرلہ گناہی

و معنی التوجیہ بیان وجہ الکلام و حاصلُ هذه الكلمة انه قد تكون في آية من الآيات شبهة ظاهرة من استبعاد صورة هي مدلول الآية و تناقض بين الآيتين او اشكال تصور مصدر الآية على ذهن المبتدئ و اخفاء فائدته قيد من القيود عليه فاذا حل المفسر هذا الاشكال انتهى ذلك الحل توجيها كما في آية "يا اخوت هرون" فانهم سئلوا عما استشكلوا من انه كان بين موسى وعيسى عليهما السلام مدة كثيرة فكيف يكون هارون اخا لمريم كان السائل اضمرب في خاطره ان هارون هذا هو هارون اخو موسى فاجاب عنه صلى الله عليه وسلم بان بني اسرائيل كانوا يسمون باسماء الصالحين من السلف و كما سألوا كيف يمشي الانسان يوم الحشر على وجهه فقال ان الذي امثاله في الدنيا على رجلية لقادر ان يمشيه على وجهه **ترجمہ**

اور توجیہ کے معنی ہیں سورت کلام کا بیان اور اس کلمہ کا حاصل ہے کہ کسی کسی آیت میں شبہ ظاہر ہوتا ہے اس صورت کے استبعاد کی وجہ سے جو مدلول آیت ہے یا دو آیتوں کے باہمی تناقض یا ذہن مبتدئ پر تصور مصداق آیت کے دشوار ہونے یا کسی قید کے فائدہ کے مخفی ہونے کی وجہ سے پس جب مفسر اس اشکال کو حل کرتا ہے تو اس کا نام توجیہ رکھا جاتا ہے جیسے آیت "یا اخوت ہارون" میں ان سے سوال کیا گیا اس کی بابت جو انہیں اشکال ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے درمیان طویل مدت ہے تو ہارون مریم کے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں گویا سائل نے اپنے ذہن میں یہ ٹھہرایا تھا کہ یہ ہارون وہی حضرت موسیٰ کے بھائی ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بنی اسرائیل سلف صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے، اور جیسے انہوں نے سوال کیا کہ عشر میں آدمی منہ کے بل کس طرح چلیں گے؟ آپ نے فرمایا: جس نے دنیا میں انسان کو پاؤں کے بل چلایا وہ اس پر قادر ہے کہ اس کو منہ کے بل چلا دے۔ **تشریح**

قولہ و معنی التوجیہ الخ توجیہ کی جو تعریف حضرت شاہ صاحب نے ذکر کی ہے (اور ترجمہ سے ظاہر ہے) وہی صحیح ہے، علامہ زکریا نے برہان میں اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کلام میں ایسا لفظ استعمال کیا جائے جو دو معنی کا حامل ہو جیسے حضرت موسیٰ کی بہن کی حکایت کرتے ہوئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، "اِنَّ اُولٰٓئِکَ عَلٰی اٰہْلِ بَنِیٖکُمْ یَکْفُوْنَ لَکُمْ" و ہم لوہے تاجروں، دیکھا میں بتلاؤں تو ایک گھروالے کہ اس کو پال دیں تمہارے لئے اور وہ اس کا بھلا چاہنے والے ہیں) کہ اس میں "لہ" کی ضمیر حضرت موسیٰ اور فرعون دونوں کی طرف لوٹنے کا احتمال ہے، ابن جریر کہتے ہیں کہ جب فرعون کے گھروالوں نے کہا: انک عرفتہ، تو حضرت موسیٰ کی بہن اسی احتمال مذکور کی وجہ سے یہ کہہ کر نکلیں "اردت ناصحون بلایک" اس کی نظیر ابن الجوزی کا جواب ہے کسی نے ان سے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ابو بکر افضل تھے یا علی؟ انہوں نے جواب دیا: من کانت ابنتہ

تختہ، پس وہ ابنتہ اور تختہ کی خمیر کے ٹکڑے میں پڑ گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ... حضرت علیؓ کے نکاح میں تھیں اور حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں لیکن توجہ کے یہ معنی غیر مناسب بلکہ معنی تو ریہ کے قریب ہیں صحیح تعریف وہی ہے جو حضرت شاہ صاحب نے ذکر کی ہے:-

قولہ کمائی آیت یا اخت ہارون الخ یہاں سے لطیف و تشریح مرتب توجہ کی امثلہ بیان کر رہے ہیں، ... "یا اخت ہارون" اشکال تصور مصداق آیت کی مثال ہے، امام احمد مسلم، ترمذی، نسائی نے حضرت یحیرہ بن شعیبہؓ سے روایت کیا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحران کی طرف بھیجا۔ وہاں لوگوں نے مجھ سے کہا: کیا تم نہیں پڑھتے "یا اخت ہارون" حالانکہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے درمیان ایک طویل مدت کا فاصلہ ہے، میں نے واپس ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا: کوئی ان کو کیوں نہیں بتلادیا کہ بنی اسرائیل انبیاء و صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ حاصل یہ کہ حضرت مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا جو ایک مرد صالح تھا، حافظ قتادہ کہتے ہیں، ہم کو معلوم ہوا ہے کہ جس روز اس شخص کا انتقال ہوا تو اس کے جنازہ میں چالیس ہزار بنی اسرائیل نے شرکت کی جن میں سے ہر ایک کا نام ہارون تھا۔ قولہ و کما سألوا الخ اس صورت کے استبعاد کی مثال ہے جو مدلول آیت ہے، سورہ بنی اسرائیل میں حق تعالیٰ

کا ارشاد ہے
وَنُفِثَ مَنَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ دُجَاهٍ
مِّنْهَا وَبِكَافُورٍ
اور اٹھائیں گے ہم ان کو قیامت کے دن چلیں گے
[منہ کے بل اندھے اندھے اور گولے

شیخین اور امام احمد نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے
قیل یا رسول اللہ! کیف یخیر الناس علی دُجَاهٍ؟
[صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! منہ کے بل کس طرح
چلیں گے؟ فرمایا جس نے آدمی کو پاؤں کے بل
چلایا وہ قادر ہے اس پر کہ منہ کے بل چلا دے
قال الذی امشاهم علی ارجلہم
قادر علی ان یمشہم علی وجوہہم
(فائدہ) یہ قیامت کے بعض موطن میں ہوگا کہ کافر منہ کے بل اندھے گولے گولے جاتے گئے...
باقی فرشتوں کا جہنیوں کو منہ کے بل گھسیٹنا سورہ دوزخ میں اخل ہونے کے بعد ہوگا جس کا ذکر...

سورہ القمر کی اس آیت میں ہے
يَوْمَ يَسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ دُجَاهٍ وَذُوقُوا
مُسْتَسْقَرٍ
[جس دن گھسیٹے جائیں گے آگ میں اندھے منہ
چکھو مزہ آگ کا
محمد حنیف غفرلہ لکھنؤی

و كما سألوا ابن عباس عن وجه التطبيق بين قوله تعالى فإذا أنفخ في الصور فلا أنساب بينهم يومئذ ولا يتساءلون» وبين آية أخرى «وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ» فقال رضي الله عنه عدم التساؤل يوم الحشر والتساؤل بعد دخول الجنة وسألوا عائشة رضي الله عنها فقالوا ان كان السعي بين الصفاد المروءة واجبا فما وجهه «لا جفنا» فاجابت رضي الله عنها بان قومنا كانوا يتجنبونه وبهذا السبب قال عز وجل لا جفاس وعمر رضي الله عنه سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن قيد «إِنْ خِفْتُمْ» «ما معناه فقال صلى الله عليه وسلم صدقة تصدق الله بها يعني لا يكون عند الكرماء في الصدقة مضايقة فلم يكد كما الله سبحانه وتعالى هذا القيد للمضايقة بل القيد اتفاني» وامثلة التوجيه كثيرة والمقصود التلبية على معناها وما يناسب عندى ان اذكر في الباب الخامس ما نقل البخاري والترمذي والحاكم في تفاسيرهم من اسباب النزول وتوجيه المشكل بسند جيد الى الصحابة او الى حضرت صلى الله عليه وسلم بطريق التنقيح والاختصار لفائدة ثلث الاولى ان حفظ هذا القيد من الآثار لا بد منه للمفسر كما لا بد مما ذكرنا من شرح غريب القرآن والاخرى ان يعلم ان اكثر اسباب النزول لا مدخل لها في فهم معاني الآيات اللهم الا شئ قليل من القصص في هذه التفاسير الثلاثة التي هي اصول التفاسير عند المحدثين

نوع (ن) نفعا منحه يهودك مارنا، صور نسلكها، انساب جمع نسب رشتہ داری، يتسارلون تسارلوا ایک دوسرے سے پوچھنا، جناح حرج، گناہ، تجنبونہ تجنبادور رہنا، کرمار جمع کریم، مضایقہ تنگی توہ مجھ، اور جیسے دریافت کی ابن عباس سے تطبیق کی صورت قول باری، پھر جب یهودک ماریں صورتیں تو نہ مراہمتیں ہیں ان میں اس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے، اور دوسری آیت، منکما بعضون نے بعضوں کی طرف لگے پوچھنے، کے درمیان تو انہوں نے جواب دیا کہ عدم سوال میدان حشر میں ہوگا اور سوال جنت میں جائیکے بعد، اور سوال کیا حضرت عائشہ سے کہ اگر صفاد مروہ کے درمیان سعی واجب ہے تو لفظ لا جناح کا کیا مطلب؟ انہوں نے جواب دیا کہ کچھ لوگ اس سے پہنچ کر کہتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے لا جناح فرمایا، حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ، «إِنْ خِفْتُمْ» قید کے کیا معنی؟

عہ متعلق بتنگی ۱۲ عہ متعلق باذکر ۱۲ مفعول لہ لا ذکر ۱۲ اللع ای فی نوع النہیر ۱۲ مہ ای فی تفاسیر البخاری والترمذی والحاکم ۱۲ عون

..... فرمایا کہ یہ انعام ہے جو اللہ نے دیا ہے یعنی کرمیوں کے یہاں انعام میں تنگی نہیں ہوتی پس حق تعالیٰ نے یہ قید تنگی کے لئے ذکر نہیں کیا بلکہ یہ قید اتفاقی ہے، توجہ یہ کہ مثالیں بکثرت ہیں اور مقصود صرف اس کے معنی پر تنبیہ کرنا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جن اسباب نزول و توجہات مشکل کو بخاری و ترمذی اور حاکم نے اپنی اپنی تفاسیر میں صحابہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اسناد صحیحہ سے نقل کیا ہے میں بھی ان کو بطور تنقیح و اختصار بائیں قسم میں دو فائدوں کی غرض سے ذکر کر دوں اول یہ کہ اسنے آثار کا حفظ کرنا مفسر کے لئے ضروری ہے جیسے غرائب قرآن کی وہ شرح ضروری ہے جو ہم نے ذکر کی ہے دوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اسباب نزول کو آیات کے دہائی درہافت کرنے میں کوئی دخل نہیں بجز ان چند قصوں کے جن کا ذکر ان تینوں تفسیروں میں ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح تر ہیں۔ تفسیر: قولہ من وجہ التطبيق الخ تناقض بین الایاتین کی مثال ہے کیونکہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک۔

دوسرے سے بیزار ہونگے کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں مختلف اوقات میں ہوگی لہذا تناقض نہیں ہے۔ قولہ وسالوا عنہ عن الخ ذہن مبتدی پر فائدہ قید کے خفا کی مثال ہے، امام مسلم، احمد، ابوداؤد وغیرہ نے حضرت عروہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے کہ، میں نے حضرت عائشہ سے کہا: میرا خیال ہے کہ اگر کوئی صفا و مروہ کا طواف نہ کرے تو کوئی قباحت نہیں، حضرت عائشہ نے پوچھا: کیوں؟ میں نے کہا: اس لئے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فلا جناح علیہ ان یطوف بہما، فرمایا جو ان کا طواف نہ کرے اس کا حج اور عمرہ ہی تام نہ ہوگا، اگر یہی بات ہوتی تو یوں ہوتا، فلا جناح علیہ ان لا یطوف بہما، جانتے ہو یہ کس صورت میں نازل ہوئی ہے؟ یہ انفار کے حق میں اتری ہے جو حج کیا کرتے تھے دو بتوں کی تعظیم کے لئے اور صفا و مروہ کے درمیان کئی کو برا جانتے تھے، جب دین اسلام سے مشرف ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں، یعنی ان کا طواف کرنا چاہیے اس میں کوئی گناہ اور خرابی نہیں۔

قولہ وعمرہ سال الخ ذہن مبتدی پر فائدہ قید کے خفا کی دوسری مثال ہے، امام مسلم، امام احمد وغیرہ نے یعلیٰ بن امیہ سے روایت کیا ہے کہ، میں نے حضرت عمر سے عرض کیا: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کروناز میں سے اگر ٹکڑا ہو کہ ستاویں گے تم کو کافرا، اور اب لوگ ان چین سے ہیں، فرمایا مجھے بھی اس سے تعجب ہوا تھا جس سے تمہیں تعجب ہو رہا ہے پس میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل و احسان ہے تو اس کو شکریہ۔ کے ساتھ قبول کرو، حاصل یہ کہ، ”ان خفتم“ قید احترازی نہیں اتفاقی ہے۔ محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

وَأَمَّا إِفْرَاطُ مُحَمَّدِ بْنِ اسْمَعِيلَ وَالْوَاقِدِيُّ وَالْكَلْبِيُّ وَمَا ذَكَرُوا تَحْتَ كُلِّ آيَةٍ مِنْ
قِصَّةٍ فَالْثَرَّةُ غَيْرُ صَحِيحٍ عِنْدَ الدَّحْدَثَيْنِ وَفِي أَسْنَادِهِ لَا نَظَرٌ وَمِنَ الْخَطَاءِ الْبَيِّنِ
أَنْ يُعَدَّ ذَلِكَ مِنْ شُرُوطِ التَّفْسِيرِ وَالَّذِي يَرَى أَنَّ تَدْبِيرَ كِتَابِ اللَّهِ مُتَوَقَّفٌ
عَلَى حَفِظِهِ فَقَدْ فَاتَ حَقُّهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَمَا تَوَفَّقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

تَرْجُمَہ :-

رہا محمد بن اسحاق ازرواقدی وکلبی کا افراط اور جو انہوں نے ذکر کیا ہے ہر آیت کے تحت میں قصہ سو
اس کا اکثر حصہ صحیح نہیں محدثین کے نزدیک اور اس کے اسناد میں نظر ہے اور صریح غلطی ہے ان کے اس افراط کو
علم تفسیر کے لئے شرط سمجھنا اور جو یہ سمجھتا ہے کہ ہم کتاب اللہ اس پر موقوف ہے تو اس کا حصہ کتاب اللہ سے فوت
ہو چکا اور نہیں ہے توفیق مگر اللہ کی مدد سے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی
مالک ہے عرش عظیم کا۔ تشبیہ :-

قولہ محمد بن اسحاق الجاہل بن یسار المطلبی المدنی، قدیم مؤرخین عرب میں سے ہے اور مغازی و سیر میں ایک
مقام لکھتا ہے، مذہباً قدری تھا، اس نے منصور عباسی کے لئے، السیرۃ النبویہ، کتاب لکھی ہے جس کو ابن ہشام
نے روایت کیا ہے اور یہ کتاب آج بھی موجود ہے، مؤرخین کلاویں ہے کہ یہ فن تاریخ کی پہلی کتاب ہے
لیکن صحیح ہے کہ اس سے پہلے یحییٰ بن عقبہ متوفی ۱۸۷ھ نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی قلمبند کئے تھے،
ذہبی نے میزان میں لکھا ہے کہ، میرے نزدیک اس کا گناہ نہیں بجز آنکھ اس نے سیرت میں اشیاء منکرہ
منقطعہ اور جھوٹی باتیں بھر دیں، توفی ۲۷۷ھ :-

قولہ الواقدی الجاہل بن محمد بن عمرو اقداسی المدنی، قدیم و مشہور اسلامی مؤرخ ہے ۲۸۷ھ میں مدینہ میں پیدا ہوا
پھر عراق کی طرف منتقل ہو گیا جہاں ایک عرصہ تک قاضی رہا اور ۳۸۷ھ میں بغداد میں وفات پائی،
اس کی ایک کتاب، المغازی النبویہ، ہے جس کو اس کے کاتب محمد بن سعد صاحب طبقات کبریٰ نے روایت
کیا ہے اور ایک، کتاب التفسیر، بھی ہے، اس کو امام بخاری نے متروک اور امام احمد نے کذاب کہا ہے۔
قولہ الکلبی الجاہل بن محمد بن اسماعیل بن بشر بن عمرو الکلبی الکوفی متوفی ۲۸۷ھ واقف انساب، عالم تفسیر اور ماہر اخبار
وایا عجیب ہے، اس کی تفسیر سے زیادہ طویل اور پر از تفصیل کسی دوسرے مفسر کی نہیں پائی جاتی،
امام نسائی اور ابن عدی کہتے ہیں کہ اس سے ثقات نے روایت کی ہے اور تفسیر میں اس کو پسند کیا ہے۔
لیکن اس کی حدیث میں منکرات ہیں، ابوہام تم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث کے ترک پر لوگوں کا اجماع ہے
اور ایک جماعت نے اس کو وضع حدیث کے ساتھ منہم کیا ہے، حافظ سیوطی
کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کا سب سے بڑا اور تجربہ طریق طریق کلبی ہے۔

أما الحذف فعلى أقسام حذف المضاف والموصوف والمتعلق وغيرها كقوله تعالى مَوَلِّكُمُ
 الْبِرَّ مَنْ آمَنَ، اى بر من آمن، وَأَيُّهَا لَقَدْ كُنَّا قَوْمًا مُبْصِرًا، اى ایه مبصرة لانها
 مبصرة غير غمباء، وَأَشْرَبُوا آبَاءَهُمْ فَلُوبِئِهِمْ الْعَجَبُ، اى حب العجب، أَفَتَكُنَّ نَفْسًا دَكِيَّةً بِغَيْرِ
 نَفْسٍ، اى بغير قتل نفس أو فساد، اى بغير فساد، مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، اى من في
 السموات ومن في الارض لآن شيئاً واحداً هو في السموات والارض، ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَ
 ضِعْفَ الْمَمَاتِ، اى ضعف عذاب الحياة و ضعف عذاب الممات، وَأَمَّا أَلْغَرِيَّةُ
 اى اهل القرية، بَدَأَ لَوْ أَنِعْمَ اللَّهُ كَفَرًا، اى فعلوا مكان شكر لنعمة الله كفرًا، يَهْدِي
 لِلَّذِي هِيَ أَقْوَمُ، اى للخصلة التى هى اقوم، بِالنَّارِ هِيَ أَحْسَنُ، اى بالخصلة التى هى احسن
 تَبَقَّتْ لَهُمْ مَكَائِلُ الْحُسْنَى، اى الكلمة الحسنى والجدوة الحسنى، عَلَى مَثَلِ سُلَيْمَانَ، اى على
 عهد ملك سليمان، وَعَدَدْنَا عَلَى دُسُلِكَ، اى على السنة من سلك

توہجہ

بہر حال حذف سو اس کی کئی قسمیں ہیں حذف مضاف، حذف موصوف، حذف متعلق وغیرہ جیسے قول باری لیکن نیکی
 وہ ہے جو ایمان لائے، یعنی اس کی نیکی ہے جو ایمان لائے، اور دی تم نے ثمود کو اونٹنی بصیرت والی، یعنی بصیرت
 افراد زبانی، یہ مراد نہیں کہ وہ بینا تھی نہ کہ اندھی، اور بلائے گئے وہ اپنے دلوں میں بچھا، یعنی بچھڑے کی محبت
 کیا تو نے قتل کیا معصوم نفس کو بغیر نفس کے، یعنی بدون قتل نفس کے، یا فساد کے، یعنی بغیر فساد کے، وہ جو آسمانوں
 اور زمین میں ہے، یعنی جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، یہ مطلب نہیں کہ شی واحد آسمانوں اور زمین میں ہے
 دو ناننگی کا اور دو ناموت کا، یعنی دو عذاب زندگی کا اور دو عذاب موت کا، پوچھ لے بستی سے یعنی بستی والوں
 سے، بدلا انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے، یعنی انہوں نے اللہ کی نعمت کے شکر کے بجائے ناشکری، بدایت کرتا
 ہے اس کی طرف جو سید گئی ہے، یعنی اس خصلت کی طرف جو سید گئی ہے اس کے ساتھ جو احسن ہے، یعنی اس خصلت
 کیساتھ جو عمدہ ہے، پہلے شہر نیکی ان کے لئے ہماری طرف سے تھی، یعنی نیک کلمہ یا نیک وعدہ، سلیمان کے ملک پر،
 یعنی سلیمان کی بادشاہت کے وقت، وعدہ کیا ہے تو نے تم سے اپنے رسولوں پر، یعنی اپنے رسولوں کی زبان پر۔

۱۴-۲- بقرہ۔ آئیں حذف مضاف ہے ۲۷-۵۹-۱۵- بنی اسرائیل۔ اس میں حذف موصوف ہے ۱۲-۹۳-۱- بقرہ۔ اس
 میں حذف مضاف ہے ۱۲-۴۲-۱۵- کہف۔ آئیں حذف مضاف ہے ۱۲-۳۲-۶- ائمہ۔ اس میں حذف مضاف ہے ۱۲-۱۷
 کئی جگہ آیا ہے اس میں حذف موصوف ہے ۱۲-۴۵-۱۵- اسرار۔ اس میں حذف مضاف ہے ۱۲-۸۲-۱۳- یوسف۔
 آئیں حذف مضاف اور مضاف الیہ کو اس کے قائل مقام کرنا ہے ۱۲-۲۸-۱۳- ابراہیم۔ اس میں حذف مضاف و مضاف الیہ ہے
 ۱۲-۹-۱۵- اسرار اس میں حذف موصوف ہے ۱۲-۱۱- غل غم اسجدة۔ ایضاً ۱۲-۶۱-۱۴- انبیاء۔ ایضاً ۱۲-۶۲-۱- بقرہ
 اس میں حذف مضاف ہے ۱۲-۱۹۲-۴- آل عمران۔ ایضاً ۱۲

وَلِيَعْلَمَ أَن تَحْذَرُوا آيَاتِ الْقُرْآنِ أَوْ حِزَابِ الشَّرِّ أَوْ مَفْعُولِ الْفِعْلِ أَوْ مَبْتَدَأِ الْجُمْلَةِ وَمَا شَبَّهَ ذَلِكَ مُطَرِّدٌ فِي الْقُرْآنِ إِذَا كَانَ فِيهَا بَعْدُ دَلَالَةٌ عَلَى حَذْفِهِ فَمَا شَاءَ لِهَذَا الْكُلِّ أَجْمَعَيْنِ أَيْ لَوْ شَاءَ هَذَا أَيْ لَكُمْ لِهَذَا الْكُلِّ "أَلْحَقْهُ مَعَهُ رَبِّكَ" أَيْ هَذَا الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ "لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلٍ أُولَئِكَ أَتُوعَدُونَ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَتْلِهِمْ" أَيْ لَا يَسْتَوِي مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَمَنْ أَنْفَقَ مِنْ بَعْدِ الْفَتْحِ لِحُذْفِ الثَّانِي لِلدَّلَالَةِ قَوْلُهُ "أُولَئِكَ أَتُوعَدُونَ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ" وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ "إِكْفُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" وَمَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ مِنْ آيَاتٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا لَا تَأْنِسُ عَنْهَا مَعْصِرَاتِ الضُّعُفِ ۱۰ أَيْ إِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

اعرضوا

تو حکم دیا جاتا ہے کہ ان کی خبر جزا شرط مفعول فعل اور مبتدا جملہ وغیرہ کا حذف قرآن میں مام طور پر شائع ہو جبکہ ما بعد میں ان کے حذف پر دلالت ہو، سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت کر دیتا تم سب کو یعنی اگر تمہاری ہدایت چاہتا تو تمہیں ہدایت کر دیتا، حق تیرے رب کی طرف سے یعنی یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے، برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑائی کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو کہ خرچ کرے اس کے بعد اور لڑائی کوں، یعنی برابر نہیں وہ جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور جس نے خرچ کیا فتح کے بعد، پس ثانی کو حذف کر دیا۔ کیونکہ قول باری "أُولَئِكَ أَتُوعَدُونَ" اس پر دال ہے، اور جب کہتے ان سے تو اس سے جو تمہارے ساتھ آتا ہے اور پیچھے چھوڑتے ہو شاید تم ہر گم ہو، اور کوئی کام نہیں پہنچتا ان کو اپنے رب کے حکموں سے جسکو وہ مان نہیں جاتے، یعنی جب کہتے ان کو تو اس سے جو تمہارے سامنے آتا ہے اور جو پیچھے چھوڑتے ہو تو وہ اس سے امرائے کہتے بہ تشبیہ

تو لہذا تو شارہ ہدایت کے مفعول کو مفعول حذف ہی کرتے ہیں جس کی علت بقول ننوخی یہ ہے کہ مشیت اور شی کا مادہ ایک ہی ہے مشیت کے معنی ہیں جبل مالیس بشی بر شینا پس مشیت کا مفعول مشیت سے متاثر نہ ہوگا اور شی کو کے بعد ملتی ہوتی ہے لانتقام فی الجواب پس انتقام شی کے لئے انتقام مشیت لازم ہے گویا انتقام شی بالوضع ہوتا ہے اور انتقام مشیت بالانزوم اس لئے مفعول کو حذف کر دیتے ہیں تاکہ انتقام مشیت کی طرف راجع ہو جائے فیكون انتقام مفعولاً بالبعاب

۱۳۶- ۱۱۱ لانتقام اس میں حذف مفعول ہے ۱۲ لکھ ۲۰۴۶ بقبرہ۔ اس میں حذف مبتدا ہے ۱۲ لکھ ۲۰۴۷- الحدید اس میں حذف بعض جملہ یعنی حذف معطوف ہے جس کو حذف اکتفا کہتے ہیں ۱۲ لکھ ۲۵- ۲۳ یس۔ اس میں جزا شرط محذوف ہے جس پر بعد والی آیت دال ہے ۱۲

وَلْيُعْلَمَ أَيْضًا أَنَّ الْأَصْلَ فِي مِثْلِ "وَأَذَقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَأِكَةِ" وَأَذَقَالَ مُوسَى "أَنْ يَكُونَ
 أَذَقًا لِلْفِعْلِ مِنَ الْأَفْعَالِ وَلَكِنَّهُ يُقَالُ هَهُنَا لِمَعْنَى التَّهْوِيلِ وَالتَّخْوِيلِ فَمِثْلُ ذَلِكَ مِثْلُ
 مَنْ يَذْكُرُ الْمَوَاضِعَ الْهَائِلَةَ أَوْ الْوَقَائِعَ الْهَائِلَةَ عَلَى سَبِيلِ التَّعْدَادِ مِنْ غَيْرِ تَرْكِيبِ جُمْلَةٍ
 وَمِنْ غَيْرِ وَقْعِهَا فِي حَيْثُ الْأَعْرَابِ بَلِ الْمَقْصُودُ مِنْ ذِكْرِهَا أَنْ تَرْتَسِمَ صُورَتُهَا فِي
 ذَهْنِ الْمَخَاطَبِ وَيَسْتَوِي مِنْ تِلْكَ الْحَادِثَةِ خَوْفٌ عَلَى خَمِيرَةٍ فَالتَّحْقِيقُ أَنَّهُ لَا يَلِزَمُ فِي
 مِثْلِ هَذِهِ الْمَوَاضِعِ التَّعْيِشُ الْعَامِلِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَلْيُعْلَمَ أَيْضًا أَنَّ حَذْفَ الْجَارِ مِنْ "أَنْ
 الْمَصْدَرِيَّةِ مُطَّرَدٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ وَالْمَعْنَى لِأَنَّ أَوْ بَأَنَّ أَوْ قَتَّ أَنْ وَلْيُعْلَمَ أَيْضًا
 أَنَّ الْأَصْلَ فِي مِثْلِ "وَلَوْ تَكْرَرَتْ إِذَا نَظَرْتُمْ" فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ، وَلَوْ تَكْرَرَتْ الَّذِينَ تَكْلُمُوا إِذَا
 تَكْرَرَتْ الْعَذَابُ" أَنْ يُحْذَفَ جَوَابُ الشَّرْطِ لَكِنْ صَارَ هَذَا التَّرْكِيبُ مَعْقُولًا لِمَعْنَى
 التَّعْجِبِ فَلَا حَاجَةَ إِلَى التَّعْيِشِ الْمَحْذُوفِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ
 توضيح اللغة :-

تہوئل گہرا سٹ میں ڈالنا، تخویف ڈرانا، صائر خوفناک، وقائع جمع قید لڑائی، حیرت جگہ، ترسم پیوست ہو جائے
 لیستولی استیلا، غالب ہونا، تمیر دل، غمرات جمع غمرہ سستی :- تشجہ !
 اور جانتا چاہئے کہ اصل "وَأَذَقَالَ رَبُّكَ" اذ قال موسیٰ، جیسی ترکیبوں میں یہ ہے کہ ہر لفظ اذ طرف کسی فعل
 کا لیکن یہاں اس کو گہرا دینے اور ڈرانے کے سنی کیلئے نقل کر لیا گیا پس یہ ایسے ہے جیسے کوئی خوفناک مواضع
 اور دہشت ناک واقعات کو بطریق تعدد ذکر کرے جلد کی ترکیب اور اس کے حیرا غراب میں۔
 وقوع کے بغیر کیونکہ ان کے ذکر سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی صورت ذہن سامع میں ابھی طرح جم جائے۔
 اور اس حادثہ کے ذریعہ اس کے قلب پر ایک گہرا خوف چھا جائے پس تحقیق یہ ہے کہ ایسے مقامات میں عامل
 کی مستحضروری نہیں واللہ اعلم، اور یہ بھی جانتا چاہئے کہ اُن مصدریہ کے شروع سے جار کو حذف کرنا کلام سخن شائع ہو
 اس کے معنی لائن، بان، وقت اُن ہوتے ہیں، یہ بھی جانتا چاہئے کہ "اگر تو دیکھے جو وقت کہ ظالم ہوں موت کی سختیوں
 میں، اگر دیکھ لیں یہ ظالم اس وقت کو جبکہ دیکھیں گے عذاب" جیسے کلام میں اصل یہ ہے کہ جواب شرط کو حذف کر دیا جائے
 مگر یہ ترکیب معنی تعجب کے لئے منقول ہو گئی اس لئے محذوف کی تلاش کی حاجت نہیں واللہ اعلم :- تشریح :-
 قولہ ان یحذف الخ یعنی نوا اور لولا کے جواب میں اصل یہ ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے جس کی تقدیر لڑائی
 عجبا، امر عظیم، لڑائی سوز قلبیہم، سوز عالم وغیرہ ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ دو جملوں کو آپس میں ربط
 دے کر جملہ واحد کی طرح کر دیتے ہیں جس سے کافی طول آجاتا ہے اس لئے حذف کے ذریعہ تخفیف کر دیتے ہیں

أَمَّا الْإِبْدَالُ فَانْه تَعْرِفُ كَثِيرُ الْفَنُونِ قَدْ يُدْكَرُ فَعْلٌ مَكَانَ فَعِلٍ لَا غَرَضَ فِي شَيْءٍ وَلَيْسَ
 اسْتِقْصَاءُ تِلْكَ الْاِغْرَاضِ مِنْ وَطِيقَةِ هَذَا الْكِتَابِ أَهَذَا الَّذِي يَدَّكُرُ الْإِهْتِكُمُ
 أَيْ يَسْبُ الْإِهْتِكُمُ كَانَ أَصْلُ الْكَلَامِ أَهَذَا الَّذِي يَسْبُ وَلَكِنْ كَرَاهَ ذِكْرُ الْعَبَثِ فَأَبْدَلَ
 بِالذِّكْرِ وَمِنْ هَذَا الْقَبِيلِ مَا يُقَالُ فِي الْعَرَفِ عَرْضُ الشَّيْءِ لِأَعْدَاءِ فَلَانٍ وَالْمُرَادُ
 لَهْلَانٍ وَيَقُولُونَ شَرَفْنَا بِالْمَجِيِّ عَبِيدُ الْحَفَرَةِ أَوْ عَبِيدُ الْجَنَابِ الْعَالِي مَقْلَعُونَ عَلَى هَذِهِ
 الْمَقْدَمَةِ وَالْمُرَادُ تَشْرِيفُ الْجَنَابِ الْعَالِي وَاطْلَاعُ الْجَنَابِ الْعَالِي "وَلَا هُمْ وَمَنْ يُفْعَلُونَ"
 أَيْ مَنْ لَا يَنْصُرُونَ لِمَا كَانَتْ النُّصْرَةُ لَا تَتَصَوَّرُ بِدُونِ الْاجْتِمَاعِ وَالصَّحْبَةِ
 ذَكَرُ "يَصْعَبُونَ" بَدَلَهُ "ثَقُلْتُ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ" أَيْ خَفِيتُ لِأَنَّ الشَّيْءَ إِذَا خَفِيَ
 عَلَيْهِ ثَقُلَ عَلَى أَهْلِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ "فَإِنْ طِبَخْنِي لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا"
 أَيْ عَفَوْنَكُمْ عَنْ شَيْءٍ عَنْ طَبِيخَةٍ مِنْ نَفْسِ مَنْ

تَوْحِيدِ اللَّغَةِ -

شَيْءٍ جَمْعِ شَيْئَةٍ بِمَعْنَى مُتَفَرِّقٍ، اسْتِقْصَاءُ مُسْتَدَكِّ تَرْكُوهَا، آيَتِهِ جَمْعُ الْمَعْبُودِ، يَسْبُ سَبَا كَالِي دِينَا، سَبَّ كَالِي،
 اسْتَدَارَ جَمْعُ عَدُوِّ دُشْمَنِ، عَبِيدُ جَمْعُ عَبْدٍ، ثَقُلْتُ دَكَّ، ثَقُلًا بَهَارِي هَوْنًا، طَبِيخَةٌ خَوْشَدَلِي، تَوْحِيدُ
 اِبْدَالِ اِيكْ كَثِيرُ الْفَنُونِ تَعْرِفُ كَانَا هِي، كَمِي ذَكَرْ كِيَا جَاتَا هِي اِيكْ فَعْلٍ دُوسَرِي فَعْلٍ كِي جَاكْ مُخْتَلَفِ اِغْرَاضِ كِي سِي اِدْرِي
 هِي اِن اِغْرَاضِ كَا اِحَاطَه كَرْنَا اِس كِتَابِ كَا مَقْصِدُ "كِيَا هِي هِي جَوْنَامِ لِيْتَا هِي تَهَارِي مَعْبُودِي كَا" بِمَعْنَى تَهَارِي
 مَعْبُودِ وَخُوكَالِي دِيْتَا هِي اَصْلُ كَلَامِ يُوْنِ تَهَا اِهَذَا الَّذِي يَسْبُ لِيكِنْ لَفْظًا سَبَّ كَا ذَكَرْ بُرْ اَمْلُومْ هُوَا اِس لِي ذَكَرْ
 بَدَلْ كِيَا، اِسِي قَبِيلِ سِي هِي جَوْرَفِ مِيں يُوْلَجَاتَا هِي كِه فَنَالِ كِه دُشْمَنِ بِيَارِي مِيں مَبْتَلَا هُوَكِي اِدْرِي اِدْرِي
 هُوَا هِي، اِدْرِي كِيْتِي مِيں كِه بِنْدِ گَانِ جَنَابِ يِهَاں تَشْرِيفِ لَائِي يَاهِنْدِ گَانِ عَالِي جَنَابِ اِس اَمْرِي دَا قَفِ مِيں
 اِدْرِي اِدْرِي جَنَابِ عَالِي كَا تَشْرِيفِ لَانَا اِدْرِي دَا قَفِ هُوَا هُوَا هِي "اِدْرِي اِن كِي بِيَارِي طَرَفِ سِي رِفَاقَتِ هُوَكِي"
 بِمَعْنَى تَهَارِي طَرَفِ سِي اِن كِي دُوسَرِي هُوَكِي "چُونَكِي نَعْرِتِ بِلَا مِلَاقَاتِ وَصَحْبَتِ مِيں هُو سَكْتِي اِس لِي اِس كِه بَدَلْ يَصْعَبُونَ
 لَائِي" دِه بَهَارِي بَاتِ هِي آسْمَانُوں اِدْرِي زَمِيْنِ مِيں "بِمَعْنَى پُو شَيْدِي هِي كِيُو كِه جَبِ كَسِي شَيْءِ كَا اِلْمِ پُو شَيْدِي هُو تُو دِه
 آسْمَانُوں اِدْرِي زَمِيْنِ دَاوُوں پَر گَرَاں هُوْتِي هِي پَهَرِ اَكْرُو دِه اِس مِيں سِي كِيُو پَهَرِ دِيں اِم كُو اِسِي خَوْشِي سِي "تَشْرِيفِ
 قَوْلِهِ اَمَّا الْإِبْدَالُ اِلَّا اِبْدَالُ كَسِي حَرْفِ يَا كِه كِيُو دُوسَرِي كُو لَانَا هِي حَرْفِ كِي مِثَالِ اِبْنِ خَالِ سِي "فَا فَعْلُ" بِمَعْنَى فَا فَعْلُ
 بَتَاتِي هِي اِسْمَلِي يَعْدِ مِيں فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ "آيَا هِي، فَا رَسِي نِي" اِنِّي اَجَبْتُ خُبَّ الْخَيْرِ "كُو مِي اِسِي سِي مَانِي اِدْرِي كِيَا هِي
 كِه خَيْرِ كِي جَاكْ خِيْلِ تَهَا اِدْرِي دُوسَرِي اِدْرِي دَا قَفِ اِن كِي اَكْمَرِ كِي اِمْتِلَا كِتَابِ مِيں مَوْجُودِيں :-

۱۷-۳۶- انبیار۔ آئیں یسب کی جگہ پر ہے ۱۲-۴۲- انبیار۔ آئیں نوردن کی جگہ یصعبون ہے ۱۳-۴۵- ۱۸-۹- ا
 ۱- اس میں خفیت کی جگہ ثقلت ہے ۱۲-۴۵- ۲- انبیار۔ اس میں عفون کی جگہ میں ہے ۱۲

وقد يُدعى اسم مكان اسم "فُظِّلَتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خاضِعِينَ" ای خاضعاً "وَكَاثِبٌ مِنَ الْقَانِثِينَ" ای من القانتات "وَمَّا لَمْ يَمُوتْ بِشَاصِرِ قَيْنَ" ای من ناصو "فَمَا مَنَّكَ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِرِينَ" ای عنه حاجز "وَالْعَصْرَانِ الْإِنْسَانُ كَفَى خُزْرًا" ای افراد بنی آدم افراد اللفظ لانہ اسم جنس "يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا" المعنى يا بني آدم انكم افراد اللفظ لانہ اسم جنس "وَتَحْمِلُهَا الْإِنْسَانُ" یعنی افراد الانسان "كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ إِلَى الْمُرْسَلِينَ" ای نوحاً وحده توهيم اللغات

ظلت افعال ناقصہ میں سے ہے، اعناق جمع عنق گردن، خاضعین سرگندہ، قانتین قنوت سے ہے فرما نبردار ناصر مددگار، چا جر روکنے والا، خسر ثونا، کادح مشقت اٹھانے والا۔ ترجمہ:
 کبھی ذکر کیا جاتا ہے ایک آدم دوسرے آدم کیلئے "پھر رہ جائیں ان کی گردنیں اس کے آگے نہ چلی" اور وہ تھی۔
 بندگی کرینوالوں میں "یعنی بندگی کرینوالوں میں" اور کوئی نہیں ان کا مددگاروں میں "یعنی کوئی نہیں مددگار" پھر تم کوئی نہیں اس سے روکنے والے "یعنی روکنے والا" قسم ہے پھر کی جنتی انسان لوٹے میں ہے "یعنی ہر فرد بنی آدم" انسان کو مفرد اس لئے لائے کہ وہ اسم جنس ہے "اے آدمی تو تکلیف اٹھانے والا ہے اپنے رب تک پہنچنے میں کعب کعب کر" یعنی اے بنی آدم تم کو "لفظ انسان کو مفرد اس لئے لائے کہ وہ اسم جنس ہے" اور اٹھالیا اس کو انسان نے "یعنی افراد انسان نے" جھٹلایا نوح کی قوم نے فریقا اٹھانے والوں کو "یعنی تنہا حضرت نوح کو بد قسمتی"۔
 قول من القانتین الخ یہاں قانتات کے بجائے قانتین یہ بتلانے کیلئے ہے کہ حضرت مریم کامل مردوں کی طرح بندگی و طاعت پر ثابت قدم تھی، بعض نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ قانتین کے خاندان سے تھی۔
 قولہ ایک کادح الخ یعنی رب تک پہنچنے سے ہر آدمی اپنی استعداد کے موافق مختلف قسم کی جدوجہد کرتا ہے کوئی اس کی طاعت میں عنایت و مشقت اٹھاتا ہے کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھاتا ہے پھر غیر کی جانب ہوا شرکی، طرح طرح کی تکلیفیں سہہ سہہ کر آخر پروردگار سے ملتا اور اپنے اعمال کے نتائج سے دوچار ہوتا ہے۔
 قولہ ای نوحاً الخ یعنی قوم نے حضرت نوح کی تکذیب کی اور چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام دعائیت کی تعلیم کرتے ہیں تو ایک کی تکذیب گویا تمام کی تکذیب ہے اس لئے نوحاً کی جگہ المرسلین لائے۔

۱۵۔ ۱۹۔ الشعراء۔ ایک خاضعین خاضعہ کی جگہ میں ہے ۱۲۵۱۲۔ ۲۸۔ محمد ۱۲۵۱۲۔ ۹۔ ۳۔ آل عمران۔ اس میں ناصر بن ناصر کو جگہ میں ہے ۱۲۵۱۲۔ ۲۹۔ الحاقہ۔ اس میں حاجز بن حاجز کی جگہ میں ہے ۱۲۵۱۲۔ ۶۔ ۳۰۔ انشاق ۱۲۵۱۲۔ ۴۲۔ ۲۲۔ احزاب ۱۲۵۱۲۔ ۱۰۵۔ ۱۹۔ الشعراء ۱۲

وقد یؤید ذلک جملة مکان جملة مثلاً اذا ذلک جملة علی حاصل مضمون جملة ثانیة
وسبب وجودها ابدلت منها "وَلَا تَنْتَهِیْ عَنْهُمُ فَاخَوْا اَنْتُمْ" ای وان تمنا لطمهم لایس
بذلک لانهم اخوانکم وشان الاخ ان یخالط اخاه "لَمْ تُؤَبِّهْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ" ای لوجله
ثواباً واثوبة من عند اللہ خیر "اِنْ یُسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهِ مِنْ قَبْلُ" ای ان سرق فلا
عجب لانه سرق اخ له من قبل "مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجَبْرِیْلِ فَانْتِ نَزَّلَهُ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ"
ای من کان عدوًّا للجبیریل فان اللہ عدوله فانہ نزلہ علی قلبک باذنه فعک وک
لیستحق ان یعادیه اللہ تعالیٰ فخذف فان اللہ عدوله بدلیل الا یہ
التالیة وابدل منه فانہ نزلہ علی قلبک

ترجمہ ہے۔

اور کبھی کسی جملہ کو دوسرے جملہ کی جگہ لاتے ہیں مثلاً جب ایک جملہ دوسرے جملہ کے حاصل معنی اور اس کے وجود کے
سبب پر دلالت کرے تو جملہ اولی کو دوسرے جملہ سے بدل دیا جاتا ہے "اور اگر ان کا خرق مالو تو وہ تمہارے بھائی
ہیں" یعنی اگر ان کا خرق مثال کر لو تو کچھ معاف نہیں کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہیں اور بھائی کی شان یا بھی مخالفت اور
سیل جول ہے "البتہ ثواب اللہ کے پاس ہے ہتر ہے یعنی بدل پاتے اور بدلا اللہ کے ہاں ہے ہتر ہے" اگر اس نے چرایا
تو چوری کی تھی اس کے بھائی نے اس سے پہلے "یعنی اگر اس نے چرایا تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ چوری کی تھی اس کے ایک
بھائی نے اس سے پہلے "جو کوئی ہووے دشمن جبریل کا سو اس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے
یعنی جو شخص جبریل کا دشمن ہے تحقیق اللہ اس کا دشمن ہے کیونکہ جبریل تیرے قلب پر اسی کے حکم سے نازل کرتا ہے
پس جبریل کا دشمن اس امر کا مستحق ہے کہ اللہ اس سے دشمنی کرے: یہاں آیت ثانیہ کی وجہ سے فان اللہ عدوله
کو حذف کر کے اس کے بدلے فانہ نزلہ علی قلبک لائے ہیں۔ نقش نیچے:

قولہ کان یسرق الخ یعنی بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس سے پہلے
اس کے ایک بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ یہ اشارہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف تھا، اپنی پاکیزگی جتانے کے لئے محض
ناحق کوٹھی اور عناد سے بنیامین کے جرم کو چھپ کر دیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسف مصوم پر تھوٹی جہمت لگانے سے نہ
شرمائے یہ کریم آیت ثانیہ سے جو کہ وہ معنی سمجھ جاتے تھے اس لئے جملہ اولی کی ضرورت نہ رہی:
قولہ فان اللہ عدوله الخ بعض حضرات نے یہ معنی کئے ہیں "من کان عدوًّا للجبیریل فلیمت غیناً لانه نزلہ" "اے
کہ جو شخص جبریل کا دشمن ہو سو وہ اس شخص میں مرا کرے کیونکہ جبریل تیرے قلب پر اے

وربما يقتضى اصل الكلام التنكير فيُتصرّف فيه بإدخال اللام والإضافة والمعنى على التنكير الاول "وَقِيلَ يَا رَبِّ اِى قِيلَ لَهُ يَارَب فَاُبَدَلُ بِقِيلَ لَانَّهُ اُخْصِرْنِي فِي الْفَلْظِ" حَتَّى الْيَقِيْنِ "اِى حَقِّ يَقِيْنٍ اُضْيِفَ لِيَكُوْنَ اَلْيَسْرُ فِي الْفَلْظِ وَقَدْ يَكُوْنَ سَنَنُ الْكَلَامِ الطَّبِيعِي تَدْكِيْرُ الضَّمِيْر اَوْ تَانِيْثُهُ اَوْ اِفْرَاقُهُ فَيُخْرِجُوْنَ الْكَلَامَ مِنْ ذَلِكِ السَّنَنِ الطَّبِيعِي وَيَذْكُرُوْنَ الْمَوْنُثَ وَبِالْعَكْسِ وَيَجْمَعُوْنَ الْمَفْرَدَ لِبَيْلِ الْمَعْنَى "فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسُ بَارِغَةً قَالَ هَذَا اَرْبِيْ هَذَا الْكَبَرُ" مِنْ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ" وَقَدْ يُذَكِّرُ الْمَفْرَدُ مَكَانَ التَّنْثِيَةِ "وَمَا تَقْهَمُوا اِلَّا اَنْ اَعْنِيَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ" اِنَّ كُنْتُ عَلَى بَيْتِيْةٍ بَيْنَ رَبِّيْ وَاسْتَنْبِيْ سَاحَمًا بَيْنَ عَيْنِيْهِ فَعَمِيْتُ عَلَيْكُمْ "وَالْاَصْلُ فَعَمِيْتُ اَفَرَدَ لِانَّهُمَا كَشَيْءٌ وَاحِدٌ وَمِثْلُهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اُتْلُوهُ - تَرْجُمَا -

اور بعض اوقات اصل کلام تنکیر کو چاہتا ہے لیکن اس میں لام یا اضافت داخل کر کے تصرف کر لیا جاتا ہے اور مثنیٰ اس سابق تنکیر پر رہتے ہیں "اور نبی کے اس قول کا کہ اے رب" اے قیل یارب، قیل سے اس لئے بدلا گیا ہے کہ یہ اس سے زیادہ مختصر ہے۔ لاین یقین کے "اضافت کر دی گئی تاکہ تلفظ میں زیادہ آسان ہو جائے، کبھی کلام کی صفت طبعی کا اقتضا تکریر ضمیر یا تانیث یا افراد ہوتا ہے گمراہ کو اقتضا طبعی سے ہٹا کر مذکر کے بدلے مؤنث اور اس کا عکس اور مفرد کے عوض جمع صرف مثنیٰ کا خیال کر کے لے آتے ہیں "بھرجب دیکھا سورج جھلکتا ہوا بولا یہ ہے میرا رب یہ سب سے بڑا ہے، گنہگار لوگوں سے، بھرجب روشن کر دیا آگ نے اس کے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی" کبھی تفسیر کی جگہ مفرد ذکر دیا جاتا ہے "اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فعل کہ اگر میں ہوں صاف راستہ پر اپنے رب کے اور اس نے بھی مجھ پر رحمت اپنے پاس سے بھر دے تم پر بھی کر دی گئی۔ اصل میں فعیما تھا مفرد اس لئے لائے کہ دونوں مثل شی واحد کے ہیں، اور اسی کے مثل ہے اللہ و رسولہ الہم تشریح قولہ وقیلہ الخ اس سے دو آیت قبل جو لفظ الساتر ہے اس پر محظوف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے ای عندہ علم اولہ و علم قولہ عالیہ السلام یارب الخ۔ قیل کہ میں ہضمیر کا مرجع الشر ہے اور قائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مثنیٰ یہ ہیں کہ قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے اور نبی کا یہ کہنا بھی اللہ کو معلوم ہے کہ اے رب یہ لوگ ہیں کہ یقین نہیں لاتے پس قیل کو ضمیر کی طرف مضاف کر دیا گیا لانہ اُخصرنی فی اللفظ۔

۱۸۵-۲۵۔ الزخرف ۱۲ کہ ۹۵-۲۷۔ واقعہ ۱۲ کہ ۷۸۔ انعام۔ یہ مؤنث کی جگہ ذکر لانے کی مثال ہے ۱۲ کہ ۲۸-۱۸۔ مؤمنون۔ یہ مفرد کی جگہ جمع لانے کی مثال ہے کیونکہ لفظ قوم مفرد ہے تو اس کی صفت مفرد ہونی چاہیے ۱۰۵-۱۔ بقرہ۔ استوفیٰ ضمیر موصول کی رعایت سے مفرد لائی گئی اور بنو نضیم میں مثنیٰ الذی کی مراعات سے جمع لائی گئی ۱۲ کہ ۷۳-۱۰۔ توبہ ۱۲ کہ ۲۸-۱۲۔ ہود ۱۲ کہ ۵۹۔ الاصل اسلمان ۱۲

وقد تقتضى طبيعة الكلام ان يذكر الجزاء في صورة الجزاء والمشرط في صورة الشرط و
 جواب القسم في صورة جواب القسم فيتصرفون في الكلام ويجعلون ذلك الجزء من
 الجملة جملة مستقلة مستأنفة لتتظم بالمعنى ويقومون شيئاً يدل عليه بوجه من
 الوجوه "والترغيب غرقاً في النشيط نطقاً والشبهات شجراً فالشبهات متباعدة لئلا يترتب
 أمراً يترجم كترجيب الترجفة" المعنى البعث والحشر حق يدل عليه يوم ترجف "والسماء
 ذات البروج واليوم اليوم عود وشاهد ومشهود قيل أصحاب الأخدود" المعنى
 المجازاة على الاعمال حق "إذا السماء انشقت وأذنت لربها وحطت وإذا الأرض
 مدت وألقت ما فيها وتخلت وأذنت لربها وحطت يا أيها الإنسان إنك
 كاذب" المعنى الحساب والجزاء كائن

توضيح اللغة

نازعات جمع نازعة نزع دن نزعاً أهيرنا غرقاً وبننا ناشطات جمع ناشطة نشط دن نشطاً كرهولنا
 صابغات جمع صابغة صبغ دن صبغاً تيرنا سابقات جمع سابقة سبق دن سبقاً آگے بڑھنا ترجف دن رجفاً كاپنا
 بروج جمع برج اخدود لمبا كڑھا انشقت انشقا قاپھنا مدت دن مددا پھیلانا تھلت تخلياً خالی ہونا۔

کاوچ دن کہ ما مشقت اٹھانا۔ ترجمہ :

اور کبھی مقتضى ہوتی ہے طبیعت کلام اس کی کہ ذکر کیا جائے جنار کو صورت جزائیں؛ شرط کو صورت شرط میں جواب قسم
 کو صورت جواب قسم میں ہر کسی خاص معنی کی رہایت سے کلام میں تصرف کرتے اور جملہ کے اس جزو کو مستقل جملہ
 بنا دیتے ہیں اور کوئی قرین قائم کر دیتے ہیں جو اس پر کسی نہ کسی طریق سے دال ہو "قسم ہے گھسیٹ لانیوالوں کی
 غوطہ لگا کر اور بند چھڑا دینے والوں کی کھوگر اور تیرنیا والوں کی تیزی سے پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر پھر کام
 بنانیو والوں کی حکم سے۔ مطلب یہ ہے کہ حشر و نشر حق ہے جس پر یوماً ترجف دال ہے۔

"قسم ہے آسمان کی جھیلیں برج ہیں اور اس دن کی جس کا وہہ ہے اور اس دن کی جو حاضر ہوتا ہے اور اس دن
 کی جس کے پاس حاضر ہوتے ہیں مارے گئے کھائیاں کھودنیوالے معنی یہ ہیں کہ اہمال کا بدلہ حق ہے، جب آسمان پھٹ
 جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ اسی لائق ہے اور جب زمین پھیلا دی جائے اور نکال ڈالے جو کچھ آسمان ہے
 اور خالی ہو جائے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ اسی لائق ہے اے آدمی۔ تو تکلیف اٹھانیوالا ہے۔ بمقصد
 یہ ہے کہ حساب و کتاب اور بدلہ ہوئے والا ہے۔

۱۵۶-۳۰۔ النزلت ۱۲۵۵ قبل التقدير لتبعثن ولتحاسبن "بدلیل" انا لروودون فی الحافرة ۱۲۵۵

۱۶۱-۳۰۔ بروج ۱۲۵۵ قبل التقدير "ہم ملونون" بدلیل "قتل اصحاب الاخدود" ۱۲۵۵

وقد يقع في أسلوب الكلام قلب فيقتضي أسلوب الكلام خطاباً ويؤرد في صورة الغائب
رحتي إذا كنتم في الغلب وخزائن بهم يدرج طيبة

اور کبھی اسلوب کلام میں قلب واقع ہوتا ہے کہ اسلوب کلام مقتضی خطاب ہوتا ہے اور غائب کی صورت میں لے آتے ہیں یہاں تک کہ جب تم بیٹھے کشیدوں میں اور لے کر چلیں وہ لوگوں کو آگاہی ہوا ہے "نفس ہیجہ" قولہ وقد يقع الخ اس کی کو اہل معانی کے ہاں التفات کہتے ہیں جس کی مشہور تفسیر یہ ہے کہ کسی معنی کو طرق ثلثہ تکلم بخطاب، غیبت میں سے کسی ایک طریق سے تعبیر کر دینے کے بعد اسی معنی کو دوسرے طریقہ سے تعبیر کیا جائے یہ التفات الانسان سے ماخوذ ہے کہ جس طرح انسان دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں طرف ملتفت ہوتا ہے اسی طرح متکلم ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف ملتفت ہو جاتا ہے "ابن الاثیر نے کثر البلاغہ میں ذکر کیا ہے کہ اسکو "شجاعت العرب" سے یاد کرتے ہیں، اس کی خوبی کی ایک عا وجہ یہ ہے کہ جب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف نقل کیا جاتا ہے تو یہ سامع کی فہم و تصور قلب کا ذریعہ بن جاتا ہے کیونکہ ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے اگر ایک ہی طریقہ سے گفتگو کی جائے تو اس سے بیعت اکتانے لگتی ہے۔ قولہ وجرین ہم الخ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اور اس تبدیلی اسلوب کا نکتہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے خطاب ہے وہ جہاز پر سوار ہونیکے وقت حاضر تھے اور ہلاکت اور ہوائے مخالف کے غلبہ سے ڈرتے تھے لہذا ان سے حاضرین کا خطاب کیا گیا پھر جب خوشگوار ہوا چلی اور وہ ہلاکت کے خوف سے مطمئن ہو گئے اس وقت ان کا وہ حضور قلب باقی رہا جو ابتداء میں تھا اور یہ انسان کی عادت ہے کہ وہ اطمینان قلب کی حالت میں عہد اکو قبول جاتا ہے پس جب وہ خدا کی طرف سے غائب ہو گئے تو حق تعالیٰ نے بھی ان کا ذکر غائب کے صیغہ سے کیا، ابن ابی ہاشم نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ حتی اذا كنتم في الغلب وجرین ہم الخ میں ان لوگوں کی باتیں بیان ہوئیں پھر ان کے غیر کا ذکر پیچھے دیا (الفان تہن فاندک) التفات کی چھ صورتیں ہیں جن کی تفصیل مع امثلہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

طریق التفات	مثال	اصل
۱۔ قلم سے خطاب کی طرف	وما لي لا اعبد الذي فطرني واليه ترجعون	ارج
۲۔ غیبت "	انا فتحا لك فتحة مبينا ليغفر لك الله	لنغفر لك
۳۔ خطاب سے متکلم کی طرف	یہ قسم قرآن میں نہیں ہے	
۴۔ غیبت "	حتى اذا كنتم في الغلب وجرین ہم الخ	و جرین ہم
۵۔ غیبت سے متکلم کی طرف	السر الذي يرسل الرياح فتثير سحابا فسقناه	فساقه الله
۶۔ خطاب "	وستقام لهم شرابا مطورا ان هذا كان لكم جزاء	كان لهم

(بانی برص ۱۹۷۵ء)

وقد يُدرك الانشاء مكان الإخبار والإخبار مكان الانشاء " فامشوا في منابكها " اى لمتشوا
 " ان كنتم مؤمنين " اى ايمانكم يقتضى هذا " لكن اجل ذلك كتبنا على بنى
 اسرائيل " المعنى على قياس حال ابن آدم كتبنا او على مثال حال ابن آدم. فابدل
 منه " من اجل ذلك " لان القياس لا يكون الا بملاحظة العلة فكان القياس نوع
 من التعليل " اراءيت " فى الاصل بمعنى الاستفهام من الروية ثم نقل ههنا ليكون
 تنبيها على استماع كلام يأتى بعده كما يقال فى العرف هل ترى شيئا هل تسمع شيئا

ترجمہ: کہیں نہ کر کیا جاتا ہے انشاء خبر کی جگہ اور خبر انشاء کی جگہ۔ اب چلو پھر اس کے کندھوں پر " اى لمتشوا " اگر ہو
 تم ایمان والے یعنی تمہارا ایمان مقتضى ہوا سکا " اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر " معنی یہ ہیں کہ بنی آدم کے حال
 پر قیاس کر کے یا اولاد آدم کی مثال حال پر قیاس کر کے ہم نے لکھا " مثال حال سے " من اجل ذلك " بدلایا گیا کیونکہ قیاس
 بدون ملاحظہ علت نہیں ہونا گویا کہ قیاس تعلیل کی ایک قسم ہے " تو نے دیکھا " اصل میں رویت سے استفہام کر
 مگر آئینہ کلام کے استماع پر تنبیہ کے لئے استفہام سے نقل کر لیا گیا جیسے عرف میں بولتے ہیں دیکھ ہی مینی ہیج ہی شہوی
 کچھ دیکھتا ہے، کچھ سنتا ہے،

(بقیہ ص ۱۹۶)

علامہ تنوخی اور ابن الاثیر نے بیان کیا ہے کہ واحد، تشبیہ یا جمع کے خطاب سے دوسرے عدد کے خطاب کی
 طرف کلام کو منتقل کر دینا بھی التفات کے قریب قریب ہے اور اس کی بھی چھ قسمیں ہیں جو معاشکہ ذیل میں درج ہیں

بیان	طریق التفات	مثال	اصل
۱	واحد سے اشئین کی طرف	قالوا اجئنا بطغتنا وما وجدنا عليه آبارنا ونكون لکما الکبرياء	وكون لک
۲	" " جمع " "	يا ايها النبی اذا طلقتم النساء	از اطلقت
۳	اشئین سے واحد کی طرف	فلا یخرجکما من الحجۃ فطقی	فطقیان
۴	" " جمع " "	ان شبروا القوم کما بمصر یوتوا واجلو یومکم قبلہ	بیوتکما
۵	جمع سے واحد کی طرف	واقیموا الصلوة ولبشرا المؤمنین	وبغروا
۶	" " اشئین " "	ان استطعتم بیئنا ی آلا ر ربکا کذبان	ربکم کذبون

۱۵۵-۲۹-الملک ۱۲-۹۳۵۲-۱-بقرہ ۱۲-۳۲۵۳-۶-مائہ ۱۲

وقد یوجب تقدیم والتاخیر ایضا صعبۃ فی فہم المراد کما فی الشعر المشہور
بثبوتہ شأنہا سلبت فواءی ۛ بلا جرم اتیت بہ سلا

ترجمہ

اور کبھی تقدیم و تاخیر بھی مراد کے سمجھنے میں دشواری پیدا کر دیتی ہے جیسے مشہور شعر میں ہے ۛ
بثبوتہ نے میرا دل چھین لیا بلا کسی قصور کے جو میں نے کیا ہو قشش ۛ

قولہ وقید بوجہ الخ کبھی تقدیم و تاخیر سے بھی معنی کے سمجھنے میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے اور ایسی آیات
کی دو قسم ہیں قسم اول وہ ہے جس کے معنی میں بحسب ظاہر اشکال واقع ہوتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہو جائے
کہ وہ تقدیم و تاخیر کے باب سے ہے تو اس کے نئی واضح ہو جاتے ہیں جیسے ابن ابی حاتم نے آیت "فَلَا تُفْجِکَ
أَمْوَالُکُمْ وَلَا أَوْلَادُکُمْ الْمَیْرَیثَ الَّتِیْ یَعْزِیْہُمُ ۛہَا فِی الْحَیْوۃِ الدُّنْیَا" کے بارے میں قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس میں تقدیم
و تاخیر ہے اصل کلام یوں ہے "فَلَا تُفْجِکَ أَمْوَالُکُمْ وَلَا أَوْلَادُکُمْ فِی الْحَیْوۃِ الدُّنْیَا الَّتِیْ یَعْزِیْہُمُ ۛہَا فِی الْآخِرۃِ" اسی
طرح آیت "أَنْزَلَ عَلَیْہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَہٗ عِوَجًا قِیَامًا" کی اصل "انزل علی عبیدہ الکتاب قیامًا ولم یعوجھا"
ہے، دوسری قسم وہ ہے جس کے معنی میں ظاہری طور پر کوئی اشکال نہیں ہوتا لیکن کلام میں تقدیم و تاخیر موجود ہے
جس کے دس اسباب ہیں (۱) تنظیم جیسے "إِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتُہٗ یُحِیْطُونَ بِکُلِّ شَیْءٍ" (۲) تبرک جیسے "وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا
غَنَمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ یَّوْفَانِ ۖ لِلَّہِ شِصْہُ" (۳) تشریف مثلاً نر کو مادہ پر، آزاد کو غلام پر، زندہ کو مردہ پر، سماعت کو بصریات
پر مقدم کرنا جیسے "إِنَّ الْمَلَائِکَیْنِ وَالْمَلَائِکَیْنِ" "الْحَرَامَ وَالْحَرَامَ وَالْعَبْدَ وَالْعَبْدَ وَالْأَمَانَ وَالْأَمَانَ"
إِنَّ الشَّیْءَ ذَا الْبُفْرِ وَالْفَوَادِ (۴) مناسبت جیسے "وَلَمْ یَہِیْجِہَا جَالِ مِیْنِ تَرْجُوْنَ وَمِیْنِ تَسْرَحُوْنَ" کیونکہ راحت و آسائش
کے بوقت شام چراگاہ سے واپس آنے کی حالت زیادہ قابلِ غور ہوتی ہے اس لئے کہ وہ شکم سیر ہونے کی وجہ سے
غریبہ نظر آتے ہیں (۵) ہمت بندھانا تاکہ سستی نہ آنے پائے جیسے "مِنْ بَعْدِ وَصِیْئَہِ یَوْمِیْہَا وَدِیْنِ" کہ اس میں
باوجودیکہ فرض کی داویگی شرطاً مقدم ہے وصیت کو پہلے اس لئے لایا گیا ہے تاکہ تعمیل وصیت میں سستی نہ ہونے پائے
(۶) سبقت زمانی۔ باعتبار اس کے ہونا مثلاً لیل کا تقدیم نہار پر، ظلمات کا نور پر، ملائکتہ کا انسانوں پر، ازواج کا
دریت پر جیسے "وَاللَّیْلِ إِذَا یَغْشٰی وَالنَّہَارِ إِذَا تَجَلٰی، وَجَعَلَ الظُّلُمَۃُ وَالنُّوْرَ، السَّیِّطِیْنَ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ رُسُلًا وَمِنَ الْمَلَائِکَۃِ
قُلُوبًا وَجَعَلَ حُجُجَہَکُمْ وَجَعَلَ حُجُجَہَکُمْ وَجَعَلَ حُجُجَہَکُمْ وَجَعَلَ حُجُجَہَکُمْ وَجَعَلَ حُجُجَہَکُمْ وَجَعَلَ حُجُجَہَکُمْ
لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ" یا باعتبار وجوب و تکلیف ہو جیسے "ارْکُوعُوا وَاسْجُدُوا، فَاسْجُدُوا وَاسْجُدُوا وَاسْجُدُوا
یَسْبِقَتْ بِالذَّاتِ ہو جیسے "مُحْسٰی وَنَلَتْ وَرُبَابُحْ"

(۷) سببیت جیسے "لَقَدْ اٰتٰیہُمُ الْبَصٰرَ ثُمَّ وَخِلْظُوْا فَرُوْهُم" میں غصّ بصر کا پہلے حکم دیا گیا کیونکہ



نگاہ ہی بدی کی طرف جانیکا سبب بنتی ہے ۸۷ کثرت جیسے قنکم کا فرزند مومن، انشارق و السابرقہ کہ مومن کے مقابلہ میں کافر کی اور سارقہ کے مقابلہ میں سارق کی کثرت ہے (۹۱) ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی جیسے "اُمّ ارحل مثنون بن اُمّ اہم اُمّ ایدہ بشتون بن اہم کہ یزد جزل سے، عین یزد سے، شمع بصر سے اشرف ہے (۱۰۷) اعلیٰ سے ادنیٰ کی جانب تنزل جیسے "لَا تَأْتِيهِ بَشَرٌ دَلَّاهُ" (التقان بحذف)۔

قولہ کما فی الشعر الخ یہ شعر ابو عمر جمیل بن عبد اللہ بن عمر مزی کا ہے جو عرب کے مشہور عشاق میں سے تھا، شعر میں "بشینہ" جو سلبت کا فاعل ہے اس کو مقدم کیا گیا ہے نیز شاہنا اور اس کی خبر سلاما کے درمیان فصل کثیر ہے جس کی وجہ سے ہم معنی میں دشواری ہوئی، اصل کلام یوں ہے "سلبت بشینہ فواد ی بلا جہم اتیت بہ شاہنا سلاما" قولہ بشینہ الخ بشینہ (کچھینہ) بنت حابس ثعلبہ بن ابو ذین عمر بن الاصب بن حریز بن سعید غدریہ جمیل مذکور کی مشق تھی جس کی کنیت "ام عبد الملک" ہے "وہا یقول جمیل"۔

یا ام عبد الملک اصرینی بدینی صریک اوصینی

یہ اپنے زمانہ کی نہایت حسین و جمیل عورت تھی کسی نے کہا ہے

وَمَا كَلَّ غَضُوبُ الْبَنَانِ بِشِينَةٍ وَلَا كَلَّ مَضْغُولُ الْحِدْلِ بِوَانِي

خود جمیل نے اس کے حسن کی بابت بہت کچھ کہا ہے، اس کے ایک طویل قصیدہ میں ہے

ہی البدر حسنا والفسلہ کو اکب : و شتان مایں بکوا کب والیدر

لقد فضلت بن علی الناک مثل ما بن علی الف شہر فضلت لیلۃ القدر

جمیل بچپن ہی میں اس کا عاشق ہو گیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ اپنے اونٹوں کو وادی بغیض میں بچھا اور ان کو جہرا گاہ میں چھوڑ کر لیٹ گیا، بشینہ کے گھر والے بھی وہیں قریب میں رہتے تھے، بشینہ اپنی ایک بڑوسن کے ساتھ پانی کیسے دیں آنکلی، اونٹوں کے بچے بیٹھے ہوئے تھے، بشینہ کا بچپن تھا اس نے اونکو چھڑا، جمیل نے جھنجھلا کر اسے گالی دی اس نے بھی ترکی راہہ ترکی جواب دیا، بس اس کی گالی جمیل کے دل میں گھر کر گئی اور اس کا وقت سے اس کا عاشق ہو گیا وہی ذلک بقول

وَأَدْلُ مَا قَلَدَ الْمَوَدَّةَ مِثْنًا : بُوَادِي بَغِيضٍ يَا بَشِينُ سَبَابُ

وَقَلْنَا مَا قَوْلًا فَجَارَتْ مِثْلُهُ : نَكَلُ كَلَامٍ يَا بَشِينُ جَوَابُ

کہتے ہیں کہ جب مصر میں جمیل کا انتقال ہوا اور ایک قاصد نے بشینہ کے قبیلہ میں اگر یہ اشعار پڑھے

صَدَعَ الْمُنَى وَنَاكَنِي بِجَمِيلٍ : وَتَوَى بِمَصْرٍ ثَوَاغِيرَ فَعُولٍ

وَلَقَدْ اجْتَرَأَ الدِّلِيلُ فِي دَلْوِي لَتَوَى : نَشْوَانُ بَيْنِ مَزَارِعِ دَوَلٍ

قَوْمِي بِشِينَةٍ فَاذْنِي بِعَوِيلٍ : : وَابْكِي خَلِيلَكَ دُونَ كُلِّ خَلِيلٍ

تو بشینہ ان اشعار کو بار بار پڑھتی رہی یہاں تک کہ تین روز بعد اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

والتعلق ببعید ایضا ما یوجب صعوبۃ وما ینزل من هذا القبیل، إلا أن لا یلزم أن یلزم
 لکن یجوز لهم أجمعین؛ إلا أن لا یلزم الاستثناء على الاستثناء فصعب، فما یلزم أن
 یلزم بالذین، متعلق بقوله، «لقد خلقنا الإنسان فی أحسن تقویم» «یذعوا لله
 فیهما أقرب من کفیع» ای یذعوا من ضرة «کتبتوا بالعصبة أولی القوة» ای
 لتتوا العصبة بها، واما مسحوا برؤوسکم وأسر جکم» ای اغسلوا أرجکم «ولولا
 کلمة منک لکان لنا ما واصل منک» ای ولولا کلمة سبقت من
 ربک واصل منک لکان لنا ما «إلا تفعلوا» «تکون فتنه» متصل بقوله «فعلکم
 النضر» «إلا قول إبراهيم» متصل بقوله «فلا کان لکم» «سوء حسنة فی إبراهيم»
 «یسئلونک کانت حقیقتهما» ای یسئلونک عنها کانت حقیقتهما

توضیح اللفظ :-
 نصب دکن، صعوبت دشوار ہونا، تقویم اندازہ کرنا، مقرر نقصان، تنور دن، نور، مشکل سے اٹھانا، العصبۃ
 جماعت، اصل جمع رجل پاؤں، اصل موت، اسوہ نمونہ، حتی پوری طرح علم رکھنے والا۔ ترجمہ :-
 اور امر بعید سے تعلق اور اس کے مائل اشیاء بھی موجب صوبت ہوتی ہیں مگر لوط کے گھر والے ہم ان کو
 بچالیں گے سب کو مگر اس کی حوریت۔ یہاں استثناء پر استثناء داخل کرنے سے دشواری ہو گئی پھر تو
 اس کے پیچھے کیوں جھٹلائے بدلائے کو؟ یہ اس قول سے متعلق ہے «ہم نے بنایا آدمی کو خوب سے اندازے پر»
 پکارے جاتے اسکو جس کا ضرر پہلے ہوئے نفع سے «تھک جاتے اٹھانے سے کسی مرد زور آور» اور مل لو اپنے
 سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک «یعنی دھو لو اپنے پاؤں» مگر نہ ہوتی ایک بات کہ نکل چکی تیرے رب کی طرف سے تو
 ضرور ہو جاتی تھ پھر اور نہ ہوتا وعدہ مقرر کیا گیا «یعنی اگر نہ ہوتی ایک بات کہ نکل چکی تیرے رب کی طرف سے
 اور نہ ہوتا وعدہ مقرر کیا گیا تو لازمی طور پر ان کو عذاب آگھیرتا» اگر تم یوں نہ کرو گے تو پھیلے گا فتنہ» یہ اس
 قول سے متصل ہے «تم کو حال چلنی چاہیے ابھی ابراہیم کی» تجھ سے پوچھتے تھے ہیں کہ گویا تو اس کی تلاش میں لگا
 ہوا ہے «یعنی تجھ سے پوچھتے ہیں اس کی بات گویا تو کھوج میں ہے» تشریح :-
 قولہ لتتوا الخیر بقولہ یوزید نورت بالحل سے ہے اور آیت میں قلب ہوا واصل یہ ہے «لتتوا العصبۃ بہا»
 اور بعض کے نزدیک نار بہ محل سے ہے اور یار برائے تعدیہ ہے جیسے ذہبت یہ میں ہے :-
 قولہ ای اغسلوا الخ یعنی ابراہیم کسوں میں جو اسحوا کے تحت میں ہو بلکہ منصوب ہے اور اغسلوا فعل محذوف
 بہ محمد حنیف غفرلہ لنگوی

۵۹-۱۴-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰

والزیادة علی السنن الطبیعیة ایضا علی اقسام قد تكون ذلک بالصفة "وَلَا طَاهِرٌ يَلْمِزُ
بِمَجْنَحِيَّةٍ" اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزَعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا

توضیح اللغز: سنن بمعنی طریق، اسی معنی کے لحاظ سے۔ الطبیعیۃ مؤنث لایا گیا ہے۔ طائر پرندہ، مجناحیہ جناح
معنی بازو کا شنیہ ہے۔ دجناحین تھانوں اضافت کی وجہ سے گر گیا، ہلوع ڈرپوک اور لکھی بھیل، جزع بہت
بے صبر، منوع بہت زیادہ روکنے والا، کنوس: قن حملہ؛

طریق طبی پر زیادتی کی بھی چند اقسام ہیں، کبھی یہ صفت سے حاصل ہوتی ہے، اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو
بازوؤں سے، بیشک آدمی بنا ہے جی کا کچا جب پہونچے اس کو برائی تو بے صبرا اور جب پہونچے اس کو بھلائی تو زلفقا
بے تشس لمحہ۔ قولہ والزیادة ان قرآن پاک میں زوائد کا وقوع ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے اس کا انکار
کیا ہے چنانچہ طرطوسی نے "العمدہ" میں مبرک قول نقل کیا ہے کہ قرآن میں کوئی صفت نہیں ہے، لیکن عام علماء، فقہار اور
مفسرین اس سے متفق ہیں کہ قرآن میں صلات کا وقوع ہے ابن خباز نے "التوجیہ" میں کہا ہے کہ ابن کیراج کے
نزدیک کلام عرب میں کوئی زائد لفظ نہیں ہے اور جو بظاہر زائد معلوم ہوتے ہیں وہ تاکید پر محمول ہیں، ابن جینی کا قول
ہے کہ کلام عرب میں جو حرف زائد کیا جاتا ہے وہ مادۃ جملہ کے قائم قائم ہوتا ہے اور اکثر حضرات نے کلام الہی میں اس
عبارت کے اطلاق کا انکار کیا ہے اور اس کا نام تاکید رکھا ہے اسی کو بعض نے صملہ سے اور بعض نے تنعم سے تعبیر
کیا ہے، حاصل یہ کہ کسی حرف کے زائد ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اصل معنی اس کے بغیر حاصل ہوں اور زائد حرف کے آنے
سے تاکید کا فائدہ حاصل ہو جائے والواضع التحکم لایضاً اشئ را لا لفائدة؛

قولہ ولا طائر الخ اس میں طائر کی صفت بطور اس بات کی تاکید کے لئے لائی گئی ہے کہ یہاں طائر سے مراد حقیقہ پرندہ
ہی ہے ورنہ کبھی اس کا اطلاق بطریق مجاز پرند کے سوا اور جانور پر بھی کر دیا جاتا ہے، اور، مجناحیہ، حقیقت
طیران کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ بعض اوقات طیر ان کا اطلاق مجازاً تیز رفتاری پر بھی کر دیا جاتا ہے، اس کی
تفسیر "یقولون بالسننہم" ہے کیونکہ مجازاً قول کا اطلاق غیر سانی قول پر بھی ہوتا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ "ولیقولون فی انفسہم"
قولہ هَلُوعًا الخ ہلوع "ناقص ہلوع" بمعنی سریعۃ السیر سے ہے ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کسی طرف بھگی نہ دکھلائے برائی
اور سخی آئے تو بے صبر ہو کر ٹھہرا۔ اٹھے اور بھلائی اور فراخی نے تو ہاتھ روک لے کنوس بن جائے،
وسئل ابن عباس عن الہلوع فقال ہو کما قال اللہ تعالیٰ "اذا مسہ الشر" بشر بن ابی حازم کا شعر ہے (باقی برص ۳۲)

وَقَدْ تَكُونُ بِالْإِبْدَالِ لَكِنَّ فِيهِ اسْتِضَاعُ الْإِيمَانِ مِنْهُمْ "وَقَدْ تَكُونُ بِالْعَطْفِ التَّفْسِيرِي" حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشَدُّكَ وَبَلَغَ أَمْرُ بَعْضِ سَنَةِ "وَقَدْ تَكُونُ بِالْتَّكْرَارِ" وَمَا يَتَّبِعُ الْكَلَامُ يَنْبَغِي أَنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ "أَصْلُ الْكَلَامِ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ إِلَّا الظَّنَّ

ترجمہ

اور کبھی ابدال سے، غریب لوگوں کو کہ جہاں میں ایمان لائے تھے "اور کبھی عطف تفسیری سے" یہاں تک کہ جب پہونچا اپنی قوت کو اور بڑھ گیا چالیس برس کو "اور کبھی تکرار سے" اور یہ جو پیچھے پڑے ہیں اللہ کے سوا شریکوں کو کارہنے والے سو یہ کچھ نہیں مگر یہ بھی پڑے ہیں اپنے خیال کے۔ اصل کلام ایوں ہے وما یستعبد الذین اہ۔
تشریح: قولہ للذین الخ اس میں بدل کے ساتھ زیادتی ہے جس سے ایہاں کے بعد وضاحت مقصود ہوتی ہے اور اس کا فائدہ بیان اور تاکید ہے، فائدہ بیان تو ظاہر ہے اور فائدہ تاکید اس طرح ہے کہ بدل مائل کی تکرار کی وجہ سے آتا ہے اس لئے گویا بدل اور بدل منہ دونوں کے دو لفظ ہیں، صاحب روح المعانی کہتے ہیں کہ "لن امن منہم" موصول سے بدل ہے مائل کے اعادۃ کے ساتھ یعنی بدل کل من اکل جیسے مررت بربہ باخیک، اور ضمیر محروسہ قومہ کی طرف راجع ہے۔

(بقیہ ص ۲۱)

لَا مَانِعًا لِّلِتَّسِيمِ نَمْلَةٍ ۖ وَلَا مَكْبُتًا لِّلْفَلَقِ بُلْعَا
آیت میں جزوع اور منوع دونوں وصف بلوع کی صفت کا شہ ہیں، اس کی نظیر اس بن حجر کا یہ شعر ہے
الامنی الذی بک یظن ۖ کان قد رای وقد سمعا
المنی تیز فہم کو کہتے ہیں "الذی یظن اہ" اسی کی تفسیر کر رہا ہے، شاعر یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ ایسی روشن دماغ ہستی ہے کہ اگر کسی چیز کے متعلق ظن بھی کرے تو ایسا سمجھو کہ وہ بے ترہیقین ہے۔
دخاندہ، صفت کئی اغراض کے لئے استعمال ہوتی ہے (۱) غصیبہ نکرہ۔ جیسے "فخر عرقبہ مومینہ" (۲) توضیح موزنہ۔ جیسے "الرسول النبی الاتی" (۳) برائے مدح و ثنا۔ جس میں صفات باری تعالیٰ بھی شامل ہیں جیسے "بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین" (۴) بیان مذہب جیسے "فاستغذ باللہ من الشیطن الرجیم" (۵) تاکید رفع ایہاں جیسے "لا تتخذوا الہین شنین" یہاں چونکہ "الہین" تنہیہ کے لئے آچکا ہے اس لئے اس کے بعد "شینین" کا لفظ صفت مؤکدہ ہے جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک کرنے سے مانعت کے لئے آیا ہے اگر صرف "لا تتخذوا الہین" کہا جاتا تو یہ دہم ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مانعت الہ کے دو جنس کو معبود بنانے کی بابت ہے ایک ہی نوع کے متعدد معبود و شکو اختیار کرنا ممنوع نہیں۔

قولہ دہلخ اربعین الخ ظاہر ہی ہے کہ بلوغ اربعین ہی بلوغ اشد ہے اور عطف برائے تاکید ہے کیونکہ چالیس برس کی عمر میں عموماً انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت چالیس برس سے پہلے نہ ہوتی تھی، حدیث میں ہے: «إن الشیطان یجربہ علی وجہ من زاد علی الاربعین ولم یتب» وبقول: بابی: وجہ لایح، کہ جو شخص چالیس سال سے متجاوز ہو جائے اور پھر بھی تائب نہ ہو تو شیطان اس کے چہرہ پر ہاتھ بھیرتا اور قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ شخص فلاح کو نہیں پہونچ سکتا:-

قولہ بالکمر الخ کبھی زیادتی عمر کے ساتھ ہوتی ہے جو تاکید سے پہنچ تر ہونے کے علاوہ محاسن فصاحت میں سے ایک خوبی ہے اور اس کے بہت سے فائدے ہیں:-

(۱) تقریر و تحقیق و ثبوت کیونکہ مشہور منقولہ ہے: «الکلام اذا عمر تقرر» جب کسی بات کو دوبار کہا گیا تو وہ پایہ ثبوت پہونچ کر پختہ ہو جاتا ہے۔

(۲) تاکید (۳) اس چیز پر تنبیہ کی زیادتی جو تہمت کی نفی کرتی ہے تاکہ کلام کی قبولیت پایہ تکمیل کو پہونچ جائے جیسے: «یا قوم اتبعون اہکم سبیل الرشاد یا قوم انما ہذا الخیۃ الدنیا متاع» اس میں تنبیہ مذکور کے لئے مذکور کو مکرر لایا گیا ہے (۴) کلام سابق کی تازگی اور اس کے ہمد کی تجدید: جب بات بڑھ جائے اور یہ اندیشہ ہو کہ مخاطب آغاز کلام کو بھول جائے گا جیسے: «ثم ان ربک للذین ہاجرُوا من بعد ما فتونا ثم جاهدوا وصبروا ان ربک من البعید»

(۵) بیان عظمت اور خوف دلانا جیسے: «الحاقۃ ما الحاقۃ، القارۃ ما القارۃ، واصحاب الیمین بما اصحاب الیمین» حرف اضراب کو مکرر لانا جیسے: «بل قالوا اصنافاً احصاہم بل اقتراہ بل ہو شاعر» اور امثال کا مکرر لانا جیسے: «وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا النور» اور قصص کا مکرر لانا بھی از قبیل مکرر رہی ہے:-

دقائق کا: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: «وان منہم لفریقاً یلقون السنۃ بالکتاب یحسبوا من الکتاب وما یمون الکتاب» اس میں لفظ کتاب تین بار مذکور ہے، امام راغب کہتے ہیں کہ پہلا لفظ کتاب اس نوشتہ پر دال ہے جیسے ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا جس کا ذکر: «قوبل للذین یحسبون الکتاب پائیدہم» میں آیا ہے اور دوسرے لفظ کتاب سے توراۃ مراد ہے اور تیسرے لفظ کتاب سے مراد جنس کتب الہیہ مراد ہے۔

(اتقان تہذیب و عذت)

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى
 الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ، وَلَيْخَشَ لَهُ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ
 خَلْقِهِمْ ذُرِّيَةً ضِعْفًا لِّمَا فُتُو عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ ، يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ
 لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۚ اِیٰ ہی مواقیت للناس باعتبار ان اللہ شرع لہم التوقیت بہا و
 للحج باعتبار ان التوقیت بہا حاصل للحج ولو قيل "ہی مواقیت للناس فی حجہم
 کان اخصر ولكن اُطِنِبَ" لِنَتْنِیْ اَمَّا الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجُمُعِ ۚ اِی
 تنذیر ام القرى یوم الجمع "وَوَكَّرِمْ الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا جَمَادًا" اِی ترى الجبال جامدة
 ادخل الحسان لان الرؤیة فجئی لمعان والمراد ہنما معنی الحسان

توضیح اللغات

ذریۃ اولاد ضیاف جمع ضعیف، اہلۃ جمع ہال چاند، مواقیت جمع میقات مقرر وقت، تنذیر اندازا
 ڈرانا، ام القرى مکہ، جامدہ ساکن، حسان مکان۔ ترجمہ
 اور جب پہونچی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے اور پہلے
 سے فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہونچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہو گئے، اور چاہیے کہ ڈریں
 وہ لوگ کہ اگر جھوڑی ہے اپنے پیچھے اولاد ضعیف تو ان پر اندیشہ کریں تو چاہیے کہ ڈریں اللہ سے "مجھ سے
 پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا کہدے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے" یعنی وہ اوقات ہیں لوگوں کیسے
 بایں اعتبار کہ اللہ نے شروع کیا ہے ان کے لئے ان کے ساتھ توقیت کو اور حج کے لئے بایں اعتبار کہ ان سے توقیت
 حاصل ہے اگر "ہی مواقیت للناس فی حجہم" کہا جائے تو مختصر ضرور ہوتا مگر کلام طویل لایا گیا ہے۔
 "ناکہ ڈرنا دے بڑے گاؤں کو اور اس کے آس پاس والوں کو اور خبر سنا دے جمع ہونے کے دن کی یعنی تو
 ڈرا دے بڑے گاؤں کو جمع ہونے کے دن سے" اور تو دیکھے پہاڑوں کو سمجھے کہ وہ جم رہے ہیں "چونکہ رویت
 چندنی کے لئے آتی ہے اس لئے حسان زیادہ کر دیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں مراد منی حسان ہیں نہ تمشیح
 قولہ ما عرفوا الحج ما عرفوا سے مراد کتاب مقدم ہے اور شکار بیان کمال مخالفت کے لئے ہے پس "کفر واپہ"
 پہلے لما کا جواب ہے اور دوسرے لما کی تکمیل طول عہد کی وجہ سے ہے۔

قولہ فلیتقوا الحج اس میں شکر امن غیر لفظ ہے کیونکہ پہلے فلیخش ہے پھر فلیتقوا۔
 قولہ ولكن اُطِنِبَ الحج بعض کے نزدیک آیت میں نہ تکرار ہے نہ اطناب بلکہ تفسیر بعد التعمیم ہے مطلب یہ کہ
 کہ چاند سے لوگوں کے معاملات اور عبادات کے اوقات ہر ایک کو بے تکلف معلوم ہو جاتے ہیں بالخصوص
 حج کہ اس کی توقضا بھی ایام مقررہ حج کے سوا دوسرے ایام میں نہیں کر سکتے

”كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ النَّبِيُّنَ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَذَا اللَّهُ السَّيِّئِينَ أَمَّنُوا إِلَيْنَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِرَأْيِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“ اَدْخَلَ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ“ فِي تَضَاعُفِ الْكَلَامِ الْمُنْتَظَمِ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ بَيَانًا لِهَافِيزٍ اخْتَلَفُوا وَإِنَّا بَانَ الْمَرَادُ مِنَ الْاِخْتِلَافِ هَهُنَا هُوَ الْاِخْتِلَافُ الْوَاقِعُ فِي أَمَةِ الدَّعْوَةِ بَعْدَ نَزُولِ الْكِتَابِ بَانَ أَمَّنْ بَعْضٌ وَكَفَرُ بَعْضٌ وَقَدْ يُزَادُ حُرُوفُ الْجَمْعِ عَلَى الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ لِتَوْكِيدِ الْوَصْلَةِ فَيَكُونُ مَعْمُولًا لِلْفِعْلِ بِوَاسِطَةِ حُرُوفِ الْجَمْعِ ”يَوْمَ يُخَنَّى عَلَيْهَا“ أَيْ تَحْمَى هِيَ ”وَقَفِينَا عَلَى أَثَرِهِمْ يَعْنِي جَبْنٌ مَرْيَمَ“ أَيْ قَفِينَا بَعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ

تَرْجُمَہ

”تھے سب لوگ ایک دین پر مہر بیچے اللہ نے غیر نوحہری سنا بنیالے اور ڈرا بنیالے اور اناری ان کے ساتھ کتاب بھی کر فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں اور میں جھگڑا ڈالاکتاب میں مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف علم آپس کی حسد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والو کو اس سب بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جس کو چاہے سیدھا راستہ“ داخل کیا ہے جملہ ”وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ“ منتظم کام کے درمیان، اختلافوا کی ضمیر بیان کرنے کے لئے اور یہ بتلانے کے لئے کہ یہاں اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو واقع ہوا ہے امت دعوت میں نزول کتاب کے بعد بایں طور کہ بعض ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا، اور کبھی زیادہ کیا جاتا ہے حرف جرف مل پر اور مفعول پر تاکید اتصال کے لئے پس وہ ہوتا ہے فعل کا معمول حرف جر کے واسطے سے، جس دن کہ آگ دہسکاٹی جائے گی اس مال پر ”یعنی وہ مال گرم کیا جائے گا“ اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ مریم کے پیٹے کو بہ نقشیں

قولہ یوم یخنی الخ الخی احاطہ الحمد بہ بہت زیادہ گرم کرنا، یہ اصل میں ”تھی ہی بالنار“ تھا، النار کو حذف کر کے تانیث سے تنکرہ کی طرف منتقل کر لیا جیسے ”رفعت القعۃ ابی الامیر“ میں قصہ کو گرا دینے کے بعد ”رفع الی الامیر“ کہتے ہیں حاصل یہ کہ ”علیہا“ موضع رفع میں ہے کیونکہ یہ قائل کے قائم مقام ہے۔

قولہ وقفینا الخ ای ارسلنا محققہم وجنناہ بعد ہم، قفینا فعل ایک مفعول کی طرف بنفسہ اور دوسرے کی طرف بواسطہ حرف جار متعدی ہے اور ضمیر مجرور نہیں کی طرف راجع ہے تقدیر کلامیوں ہے، قفینا ہم بعیسیٰ بن مریم پس مفعول کو حذف کر کے، علی آثار ہم، کو اس کے قائم مقام کر دیا:

۱۳۱۳-۲- بقرہ ۱۲۵-۳۵-۱۰- توبہ ۱۲۵-۲۶-۶- مائدہ ۱۲۵-۱۲- مصدر معنی الاتصال ۱۲

ومما ينبغي ان يُعلم في هذا المقام فكتة وهي ان الواو تُستعمل في كثير من المواضع لتوكيد الوصلة لا للعطف "اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ" الى قوله تعالى - وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلَاثَةً وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا، وَلِيْمُحْصِ اللَّهُ" وكذلك نُزَادُ الْفَاءُ اَيْضًا قَالَ الْقِسْطَلَانِي فِي شَرْحِ كِتَابِ الْيَحْيَى فِي بَابِ الدَّعْوَى اِذَا حَلَفَ طَوَافُ الْعَمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ هَلْ يُجْزِيهِ مِنْ طَوَافِ الْوُدَاعِ وَيَجُوزُ تَوْشِطُ الْعَاطِفِ بَيْنَ الصِّفَةِ وَالْمَوْصُوفِ لِتَاكِيدِ لُصُوقِهَا بِالْمَوْصُوفِ فَهُوَ "اِذَا يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ" قَالَ سَيَبَوِيهِ هُوَ مِثْلُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَصَاحِبِكَ اِذَا ارَدْتَ بِصَاحِبِكَ زَيْدًا وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ" جُمْلَةٌ وَقَعَهُ صِفَةً لِقَرْيَةٍ وَالْقِيَامُ اِنْ لَمْ تَتَوَشَّطِ الْوَاوُ بَيْنَهُمَا كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرٌ مُؤْتَنٌ وَاِنَّمَا تَوْشِطُ لِتَاكِيدِ لُصُوقِ الصِّفَةِ بِالْمَوْصُوفِ كَمَا يَقَالُ فِي الْحَالِ جَاءَنِي زَيْدٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ وَجَاءَنِي زَيْدٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ اَنْتَهَى

ترجمہ

یہاں یہ نکتہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ واو استعمال کیا جاتا ہے بہت سے مواقع میں تاکید اتصال کیلئے نہ کہ عطف کے لئے۔ جب ہو پڑے ہو پڑنیوالی دالِ قولہ، اور تم ہو جاؤ تین قسم پر، اور کھولے گئے اس کے دروازے، اور تاکہ پاک صاف کرے اللہ، اور اسی طرح فاجبی زیادہ کی جاتی ہے، قسطلانی نے شرح کتاب الحج، باب المعتمر اذا طاف طواف العمرۃ ثم خرج هل یجزیہ من طواف الوداع، میں بیان کیا ہے کہ جائز ہے صفت موصوف کے درمیان عطف کو لانا موصوف کے ساتھ صفت کے لُصُوق کی تاکید کے لئے جیسے "جب کہنے لگے منافق جن کے دلوں میں بیماری ہے" سیبویہ کہتا ہے کہ یہ مررت بزرید و صاحبک کے مثل ہے جبکہ صاحب سے مراد زید ہی ہو، اور زخمخشری نے قول باری، اور کوئی بستی ہم نے غارت نہیں کی مگر اس کا وقت لکھا ہوا تھا مقرر، کے ذیل میں کہلے کہ دہا کتاب معلوم، جملہ لفظ قریہ کی صفت واقع ہے اور قیاس یہ ہے کہ ان میں واؤ نہ آئے جیسے قول باری، اور کوئی بستی نہیں غارت کی ہم نے مگر یہ کہ تھے اس کے لئے ڈرائیوالے، میں نہیں ہے مگر صفت موصوف کے اتصال کی تاکید کیلئے آگیا ہے جسے حال میں کہا جاتا ہے جارنی زید علیہ ثوب اور جارنی زید علیہ ثوب انتہی۔ بخشج، قولہ وفتح الحاء یعنی وکنتم ازواجاً ثلثہ، وفتح الواو، ویحصی اللہ تینوں مثالیں تاکید اتصال

۱۔ ۲۔ واقعہ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰

کی ہیں ان میں واؤ عطف کے لئے نہیں ہے، مگر مشہور یہی ہے کہ ”وَفَتْحُ الْاَوْبَاهَا“ میں واؤ حال کے لئے ہے اور جملہ بتقدیر قد حالیہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ جس طرح ہمانوں کیلئے ان کی آمد سے پہلے از راہ اعزاز و احترام ہمان عالم کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے جتنی دہاں پہونچ کر جنت کے دروازے کھلے جائیں گے کما قال فی موضع آخر ”مَفْتَحُ“ لہم الابواب۔ اور جس طرح دنیا میں جیل خانہ کا پھانک کھلا نہیں رہتا بلکہ جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے کھول کر داخل کرتے اور پھر بند کر دیتے ہیں ایسے ہی جب دوزخی دوزخ کے قریب جائیں گے تو دروازے کھول کر اس میں دھکیل دیا جائے گا اسی لئے کفار کے حق میں بلا داؤ فرمایا گیا، ”حتیٰ اذا جاءوا فافتحت الابواب۔“ قولہ العسطلانی الخ احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک العسطلانی، القشیری، المصری۔ مولود ۱۵۸۲ھ متوفی ۱۶۲۸ھ مشہور علماء حدیث میں سے ہیں، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری اور المواہب اللدنیہ وغیرہ آپکی مشہور کتابیں ہیں۔

قولہ اذ یقول المنافقون الخ اسے بالا کے مطابق اس آیت میں منافقون اور الذین موصوف صفت ہیں اور حرف داؤ وجود درمیان میں آیا ہے عطف کے لئے نہیں تاکید اتصال کے واسطے ہے، لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک واو عاطفہ ہے اور الذین فی قلوبہم مرض سے مراد ضعیف القلب کلمہ گو ہیں۔

قولہ سیبویہ الخ ابو بشر عمر بن عثمان بن قنبر الحارثی دولاۃ المحدثین بسبویہ، متقدمین و متاخرین سب سے زیادہ عالم تھیں، شیراز کی ایک بی بی میں ۱۵۸۲ھ میں پیدا ہوئے اور لہرہ آکر طفیل بن احمد کی مجلس درس کو لازم پکڑا، یونس بن حبیب اور سیب بن عمر وغیرہ سے بھی علم حاصل کیا، آپ سے ابوالحسن اخفش اور قطرب وغیرہ نے تعلیم پائی، بغداد پہونچے اور وہاں جا کر کئی سے مناظرہ کیا جس پر ہارون رشید نے دس ہزار درہم بخشش کئے پھر ابو از داہس ہوئے اور ۱۵۸۲ھ میں رحلت کر گئے آپ کی تصنیف ”کتاب سیبویہ“ علم نحو کی بے نظیر کتاب ہے۔ قولہ الزمخشری الخ ابو القاسم جبار اللہ محمود بن عمر زمخشری، بروز چار شنبہ ۲۷۴ھ رجب ۲۷۵ھ میں بمقام زمخشری جو کہ خوارزم کا ایک قصبہ ہے پیدا ہوئے اور ایک مدت تک مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہے اسی لئے جبار اللہ اللہ کے پڑوکی کہلاتے ہیں، آپ نے علم ادب ابوالحسن بن مظفر نیشاپوری، ابوشیم اصفہانی اور ابو منصور نصر وغیرہ سے حاصل کیا اور زین بقالی محمد بن ابی القاسم وغیرہ نے آپ سے تعلیم پائی، آپ تفسیر و حدیث کلام و لغت، معانی و بیان، بالخصوص ادب و نحو کے زبردست عالم تھے، جرجانیہ خوارزم میں عشر کی شب میں ۱۵۸۲ھ میں آپ نے وفات پائی، کشاف، مفصل، اساس البلاغہ، النائق، زیع الابرار وغیرہ آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔

۱۵۸۲ھ مزید حالات کے لئے دیکھئے ہماری کتاب ”ظفر المحملین باحوال المصنفین“ جو جدید اصنافوں کے ساتھ شائع ہو چکی ہے ۱۲

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

ومن هذا القبيل انتشار الآيات قد يبادرون الى آية مقامها الاصلى بعد ايراد
القصة فيذكرها قبل تمام القصة ثم يعودون الى القصة فيتمونها وقد تكون
الآية متقدمة في النزول متأخرة في التلاوة "قد نرى ثقلب وجبهك -
مقدمة في النزول و"سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ" متأخرة وفي التلاوة بالعكس وقد
يبدون الجواب في أثناء قول الكفار "وَلَا تُؤْمِنُوا بِالْآلِئِمْ تَبَعٌ دِينِكُمْ كُلٌّ اِنَّ
الْهُدَىٰ هٰذَا الَّذِي اَنْ يُوَفَّىٰ اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْفِيْتُمْ" وباجملة هذه البباحث
تحتاج الى تفصيل كثير ولكن يكفي هذا القدر مما ذكرنا ومن طالع من اهل
السعادة واستحضرو هذه الامور واخطروها بالبال في أثناء المطالعة يدارك الغرض
من الكلام بادنى تأمل وقيس غير المذكور على المذكور وما ينتقل من مثال الى

امثلة اخبر

توضيح اللغة: يبادرون مبادنة ملدي كرنا، ثقلب پھرانا، بار بار كرنا، سفير جمع سفير ہونوف، يدرج ادراجا
دال كرنا، اثار درميان، اخطر الشيء ياد دلانا، مال دل -
تقرجه - اى قبل سے انتشار آيات ہے کہ آیت کو جس کا اصل مقام اختتام قسم کے بعد ہے قصہ تمام ہونے سے پیشتر ہی ذکر
کر رہے ہیں اور پھر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کو پورا کرتے ہیں اور کبھی کوئی آیت نزول میں مقدم اور
تلاوت میں مؤخر ہوتی ہے "میشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھانا تیرے منہ کا" یہ نزول میں مقدم ہے "اور اب کہیں گے تو خوف
"مؤخر ہے اور تلاوت میں اس کا عکس ہے، اور کبھی جواب کو کلام کفار کے درمیان ذکر کیا جاتا ہے، "اور نہ مانیو مگر
اس کی جو پہلے تھا ہے دین پر کہہ دے کہ بے شک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ
اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا" الحاصل یہ: باحث بہت تفصیل چاہتے ہیں لیکن جس قدر تم نے بیان کیا وہ کافی
ہے جو سب اذہن اس کا مطالعہ کرے اور ان امور کو دل میں جاگزیں کر لے تو وہ ادنیٰ غور سے کلام کا مقصد پالے گا
اور امور غیر مذکور کو مذکور پر قیاس کر کے ایک مثال سے دوسری مثالوں تک پہنچ جائے گا۔ تسلی ہے۔
قولہ قل ان الہدیٰ الخ یہ فعل اور اس کے متعلق کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور "ان یوفی" بتقدیر لام نعل محذوف
کی علت ہے ای قلتہم ذلک القول ودرجہم الکبیر لان یعطی احد مثل ما اطمینتم، اور اخر من مذکور کا فائدہ یہ ہے کہ
اس سے چار آیت قبل کہا تھا، "واللہ ولی المؤمنین" اب یہاں بتلایا کہ جب مؤمنین کا ولی اللہ ہے اور اس لئے اپنے
لطف و کرم اور ہر بانی سے اسلام کی توفیق دی تو ان کا داؤد ہم پر کیا مل سکتا ہے -

(فصل) لِيَعْلَمَنَّ الْحَكَمُ مَا لَمْ يَلْفَهُمْ مِنْهُ الْعَارِفُ بِاللُّغَةِ الْآتِ مَعْنَى وَاحِدًا وَالْمُعْتَبِرُ فِهِمُ الْعَرَابِ الْأَوَّلُ لَا فُهُمْ مُدَقَّقِي زَمَانٍ شَافَاتِ التَّدَاقِقِ الْفَارِغِ دَاعٍ عُضَالٍ يَجْعَلُ الْمُحْكَمَ مِثْلًا لِلْعُلُومِ جَهْدًا

توضیح اللغت: الأول اولیٰ مؤنث کی جمع ہے، مدقی، متقین قانوں انصاف کی وجہ سے گر گیا، دققی نی اشیء سے ہے باریک بینی سے کام لینا، داریاری، متعال لاصلاح بہ توجہ من: نسل رنجم جاننا چاہیے کہ حکم اس کو کہتے ہیں جس سے زبان کاجاننے والا سوائے ایک معنی کے نہ سمجھ سکے اور اس میں پہلے عربوں کی سمجھ کا اعتبار ہے نہ کہ ہمارے زمانہ کے یاں کی کمال نکالنے والوں کی سمجھ کا کیونکہ دقیق محض ایسا لاصلاح معنی ہے جو حکم کو متشابہ اور مخلوک کو مجہول بنا ڈالتا ہے۔ ہنسی ۱۰

قول: سلیم النکم الخ سورہ آل عمران کے پہلے رکوع میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

ہُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۚ وَلَا تَعْصِمُ عَنْ لُبِّهِمْ قُرْآنٌ كَرِيمٌ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ ۚ وَهُمْ أَصْحَابُ الْأَيْمَانِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ۚ

ابن قتیب نیشاپوری نے اس مسئلہ میں تین قول ذکر کئے ہیں ۱، آیت، کتاب حکمت آیات، کے لحاظ سے پورا قرآن حکم ہے ۲، آیت، کتاب متشابہات ثانی، کے پیش نظر سارا قرآن متشابہ ہے ۳، صحیح قول یہ ہے کہ آیت بالا کے بموجب بعض آیات حکم ہیں جو فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جز اور اصل اصول ہیں، اور بعض دیگر متشابہات ہیں، لغت میں حکم کے اصل معنی منع کرنے اور باز رکھنے کے ہیں بقول، حکمت، معنی رد و منع اسی سے حکمت اللہ ہے یعنی لگام کا وہ حصہ جو گھوڑے کے دونوں جڑوں کی جانب ہو، کیونکہ وہ گھوڑے کو اضطراب سے روکتا ہے۔

اصطلاحی معنی کی بابت علامہ سیوطی نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں ۱، جس امر کی مراد صاف طور پر یا بذریعہ تاویل معلوم ہو وہ حکم ہے اور جس کا علم خدا نے اپنے ہی لئے خاص کیا ہے جیسے قیام ساعت، خروج دجال، اوائلی سور کے حروف مقطوعہ یہ سب متشابہ ہیں ۲، جس کے معنی واضح اور کھلے ہیں، حکم ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ متشابہ ہے ۳، جس امر کی تاویل ایک ہی درجہ پر ہو سکے وہ حکم ہے اور جس کی تاویل کئی وجوہ کا احتمال رکھتی ہو وہ متشابہ ہے ۴، جس بات کے معنی عقل قبول کرتی ہو وہ حکم ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ متشابہ ہے مثلاً نمازوں کی تعداد، روزوں کا ماہ رمضان ہجری کے لئے خاص ہونا ۵، خوشی مستقل بنفسہ ہو وہ حکم ہے اور جو فہم معنی میں غیر کی محتاج ہو وہ متشابہ ہے ۶، جس کے الفاظ گہرے آئے ہوں وہ حکم ہے اور جو اس کے برعکس ہو وہ متشابہ ہے ۷، حکم ناسخ اور فرائض اور وعد و وعید کا اور متشابہ قصص و امثال کو کہتے ہیں ۸، ابن ابی حاتم نے بطریق ہللی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حکمت قرآن کے ناسخ، حلال، حرام، حدود، فرائض اور ان باتوں کا نام ہے جن پر ایمان لایا جاتا اور عمل کیا جاتا ہے اور متشابہات قرآن کے منسوخ، مقدم، مؤخر، امثال، قسموں اور ان باتوں کا نام ہے کہ جن پر ایمان تو لایا جاتا مگر ان پر عمل نہیں کیا جاتا، حضرت شاہ صاحب کے نزدیک مختار یہ ہے کہ حکم وہ ہے جس میں ایک وجہ کے علاوہ کوئی دوسری

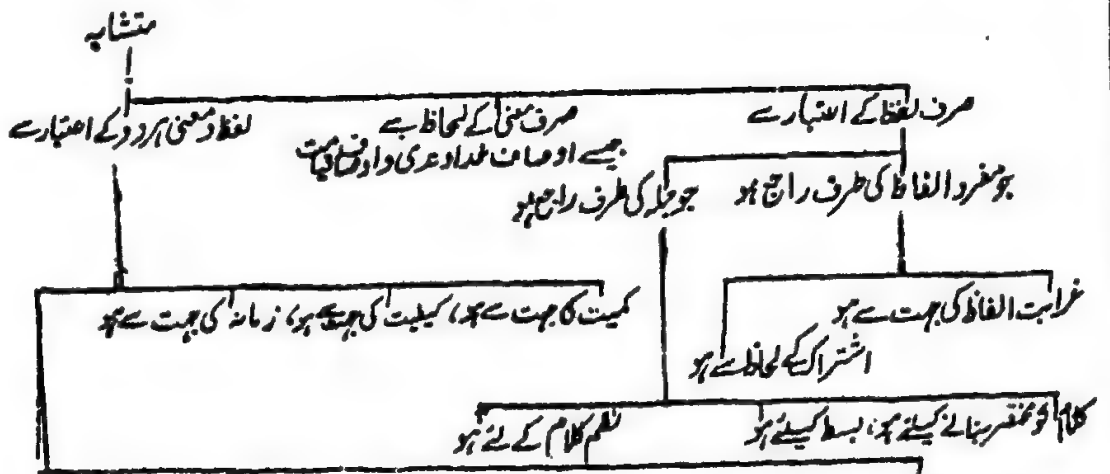
والمتشابه ما احتمل معنيين لاحتمال رجوع الضمير الى المرجعين كما اذا قال شخص اما
ان الامير امرني ان ألعن فلانا لعنة الله او لا اشتراك كلمة في المعنيين فهو التسمي
في الجماع واللمس باليد او لاحتمال العطف على القريب والبعيد نحو "واستعوا ابرؤ سكم
وارجلكم" في قراءة الكسر او لاحتمال العطف والا ستثناف نحو "وما يفلحكم
سأويك" الا الله والسرايعون في العلم
ترجيحاً.

اور متشابہ وہ ہے جو دونی کا محفل ہو ضمیر کے دو مرجعوں کی جانب لوٹنے کے احتمال کی وجہ سے جسے کوئی کہے "مجھ کو امیر نے
حکم کیا ہے کہ فلاں شخص کو لعنت کروں اللہ اسکو لعنت کرے" یاد دمنوں میں کلمہ کے مشترک ہونے کی وجہ سے جسے التسمی
جماع اور ہاتھ سے چھونے میں مشترک ہے یا قریب اور بعید دونوں پر عطف کے احتمال کی وجہ سے جیسے "کل لو اپنے سرور کو
اور اپنے باؤ کو" در صورت قرأت کسریا عطف واستیناف دونوں کے احتمال کی وجہ سے جسے "اور ان کا
مطلب کوئی نہیں جانتا سو اے اللہ کے اور مضبوط علم والے" ہتھی لیتے۔
قولہ والمتشابه الخ حکم کے ذیل میں متشابہ کی بھی قدرے تفصیل گذر چکی، متشابہ وہ ہے جس میں دو معنی کا احتمال ہو،
یا تو اس لئے کہ ضمیر میں دو مرجعوں کی جانب لوٹنے کا احتمال ہے جیسے یہ کہے "ان الامیر امرنی ان العن فلانا لعنة الله"
کہ اس میں لعنة اللہ کی بابت اشتباہ ہے کہ اس کو لعنت کرنے سے کیا مراد ہے آیا شخص مامور پر لعنت کرے یا امر بدیع
لعنت کی ضمیر فلاں کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور الامیر کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔
(بقیہ ص ۲۱۳)

کا احتمال نہ ہو اور متشابہ وہ ہے جس میں چند احتمالات ہوں، چنانچہ موصوف حجة اللہ البانوی میں فرماتے ہیں۔
ارشاد باری ہے اس میں سے بعض آیتیں حکم میں جو کتاب کی اصل
ہیں اور بعض دوسری متشابہ ہیں "میں کہتا ہوں ظاہر ہے کہ
حکم وہ ہے جس میں صرف ایک ہی دمج کا احتمال ہو جیسے "حرام
کردی محبتیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں اور تمہاری اپنیں"
اور متشابہ وہ ہے جس میں چند احتمال ہوں اور ان میں
سے بعض مراد ہوں جیسے قول باری "ہمیں ہے ان لوگوں پر
جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کوئی گناہ اس میں جو انہوں
کھا، عمل کیا ہے اس کو نہ کہیں گے نہ شراب کی اباحت پر جب تک
کسی پر ظلم یا زمین میں فساد نہ ہو" صحیح ہے کہ یہ ان کے حق میں
ہے جو پینے سے تحریم سے پیشتر

قولہ تعالیٰ "منہ آیت محکمات ومنہ متشابہات"
اقول الظاہر ان المحکمات لم یحتمل الا وجه
واحد امثل "حرمت کیم اہلستکم و
بلکم و اخذکم" والمتشابه ما احتمل وجهان
وانما المراد بعضها کقولہ تعالیٰ "لیس علی الذین
آمنوا وعملوا الصلحت جہنم فیما ظنموا"
حملہا الزنوں علی اباحت الخمر ما لم یکن
لنی او افساد فی الارض والصیغ حملہا
علی سائرہا قبل التقریم،

(فائدہ ۱۵) علامہ راغب نے ”مفردات القرآن“ میں بیان کیا ہے کہ قرآنی آیات میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ پر رکھ کر دیکھا جائے تو ان کی تین قسمیں قرار پاتی ہیں (۱) مطلقاً مکمل (۲) مطلقاً متشابہ (۳) من وجہ مکمل اور من وجہ متشابہ پھر متشابہ یا تو فقط لفظ کے اعتبار سے ہو گا یا فقط معنی کے لحاظ سے یا ہر دو کی جہت سے، اول یعنی متشابہ من وجہ اللفظ کی دو قسمیں ہیں ۱۔ جو مفرد الفاظ کی طرف راجع ہو خواہ غرامت للفاظ کی جہت سے ہو مثلاً الآب اور یزیدون یا اشتراک کے لحاظ سے ہو جیسے التید اور الیمین ۲۔ جو جملہ کی طرف راجع ہو اس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جملہ کو مختصر بنانے کے لئے آتی ہے جیسے ”وإن نعظم أن لا نعظموا فی البیئ فاکھونا طاب لکم“ اور ایک وہ جو بسط کلام کے لئے آتی ہے جیسے ”لئیس کثیر شئ“ اور ایک وہ جو نظم کلام کے لئے آتی ہے جیسے ”أثرل علی جنبہ الکتاب ولم یخبل لہ جزأً یثما“ دوم یعنی متشابہ من وجہ المعنی میں اوصاف خداوندی اور اوصاف قہامت کو شمار کرنا چاہیے کیونکہ یہ اوصاف ہمارے تصور میں نہیں آتے، سوم یعنی لفظ و معنی ہر دو کی جہت سے متشابہ کی پانچ قسمیں ہیں (۱) عموم و خصوص کی طرح کمیت کی جہت سے جیسے ”اقتلوا المشرکین“ (۲) وجہ و ندب کے طریقہ پر کیفیت کی جہت سے جیسے ”فاکھونا طاب لکم بن البیئ“ (۳) ناسخ و منسوخ کی طرح زمانہ کی جہت سے ”الفرقان اللہ علی لقابہ“ (۴) مکان اور ان امور کی جہت سے جن میں آیت کا نزول ہوا ہو جیسے ”وئیس الہد“ یا ”اننا لولاء الیوت من ہذہ“ (۵) ان شرطوں کی جہت سے جن کے ساتھ فعل صحیح اور فاسد ہوتا ہے جیسے نماز اور کھانچ کی شرطیں، اس مضمون کو ابھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے اس نقشہ میں ڈھال لو



مکان اور ان امور کی جہت سے ہو جن میں آیت کا نزول ہوا ہے، ان شرطوں کی جہت سے ہو جن کے ساتھ فعل صحیح یا فاسد ہوتا ہے۔
 قولہ ”والمعلم تاویلہ الخ“ میں اختلاف ہے کہ آیا متشابہ قرآن کے علم پر آگاہ ہونا ممکن ہے یا اس کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہیں؟
 اور بہ اختلاف ”والرآذون فی العلم“ کے معطوف و امستتاف ہر مبنی ہے چنانچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ”والرآذون فی العلم“
 اللہ پر معطوف ہے اور ”لیرتولون“ اس کا حال واقع ہو رہا ہے اور مطلب یہ ہے کہ راسخ فی العلم لوگوں کو اس کی تادیل معلوم کر
 انا نوادی نے اسی قول کو پسند کیا ہے چنانچہ وہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ ”بیشک یہ صحیح ترین قول ہے کیونکہ یہ بات بعید از فہم ہے کہ
 حق تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسا ہاتھوں کے ساتھ خطاب فرمائے جو اس کی مخلوق میں سے کوئی میان ہی نہ سکے راقی برہان

وَالْكُنْيَةُ أَنْ يُثَبَّتَ حُكْمٌ مِنَ الْأَحْكَامِ وَلَا يُقْصَدُ بِهِ ثُبُوتٌ عَيْنِيٌّ بَلْ الْمَقْصُودُ انْتِقَالٌ
 ذَهْنِ الْمُخَاطَبِ إِلَى مَا يَلْزِمُهُ لَزُومًا عَادِيًّا أَوْ عَقْلِيًّا كَمَا فِي «عَظِيمِ الْكُرَامَةِ» فَإِنَّ الْمَعْنَى
 كَثْرَةُ الضَّيَافَةِ وَيُفْهَمُ مِنْ «بَلْ يَكُنْ أَلَا مَبْسُوطَتَيْنِ» مَعْنَى الْكُرَمِ وَالسَّخَاوَةِ
 تَرْجِمًا.

اور کنایہ یہ ہے کہ ثابت کیا جائے کوئی حکم اور مقصود بعینہ اس کا ثبوت نہ ہو بلکہ ذہن مخاطب کا مستقل ہونا ہو اس شی کی طرف
 جو اس حکم کو لازم ہو عادت یا عقل جیسے۔ عظیم الریاء کثرت مہمانی اور بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ہے
 کرم و سخاوت مفہوم ہوتی ہے۔ نقش ہے۔

قولہ والکنیۃ الخ بلند کا اس پر اتفاق ہے کہ مجاز حقیقت ہے اور کنایہ تصریح سے لطیف تر ہے اور وجہ یہ ہے کہ عبارت اور کنایہ
 میں انتقال ملزوم سے لازم کی طرف ہوتا ہے جو آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق ہے کیونکہ وجود ملزوم مقتضی وجود لازم
 ہوتا ہے اس لئے کہ ملزوم لازم سے منکف نہیں ہوتا پس «فلان کثیر الریاء» ایسا ہے جیسے یوں کہیں فلان کرم لائن کثیر الریاء
 طرحی کہتے ہیں کہ عرب کی تمام تر فصیح امثال کنایات کے طریق پر جاری ہیں جیسے فلان عقیف الازار طاهر الذیل، حدیث
 میں ہے «کان اذا دخل العشر لفظ الہد شد المتعذر» پس شد متعذر کے ذریعہ ترک و طے سے کنایہ ہے اسی طرح حدیث میں
 عسیلہ کے ذریعہ جملہ سے اور قواریر کے ذریعہ عورتوں سے کنایہ ہے، نیز قرآن پاک میں ملامت، مباشرة، افکار،
 رفت، دخول، استرا و دشمنان کے ذریعہ جماع سے کنایہ موجود ہے۔

قولہ ان یثبت الخ کنایہ لغت کے لحاظ سے کنیت یا کنوت بلکہ ان کذا کا مصدر ہے بمعنی کسی چیز کی تصریح نہ کرنا، یا نبی ہونے
 کی صورت میں معنایں رمی برمی کی طرح آئیگا اور وادی ہونے کی صورت میں دعا یہ ہو۔

(بقیہ ص ۲۱۳)

لیکن صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اور دیگر علماء مفسرین خصوصاً اہلسنت والجماعہ کے نزدیک «والراخون فی العلم» مبتدأ
 اور «یقولون» اس کی خبر اور «الراخون» کا داؤس لطف نہیں استینافیہ ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں
 وہ حکمت اور مشاہدات سب کو حق جانتے ہیں اور جو ہر ان کے دائرہ فہم سے باہر ہے اسے اللہ پر چھوڑتے ہیں کہ وہی
 بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے، حضرت ابن عباسؓ کی قرأت «وَمَا يَعْلَمُ ثَوْبِلَ إِلَّا اللَّهُ وَلِیَقُولَ الرَّاحُونَ فِي الْعِلْمِ أَمَنًا»
 صاف طور سے دلالت کرتی ہے کہ اس آیت میں واؤ عاطفہ نہیں بلکہ استینافیہ ہے، اور اس روایت کا گو قرأت ہونا
 ثابت نہیں ہوتا ہم کم از کم اس کو یہ درجہ ضرور حاصل ہے کہ صحیح اسناد کے ساتھ یہ ترجمان القرآن (ابن عباسؓ) کا قول
 تسلیم کیا گیا اور تفسیر کے بارے میں ان کا بیان نہ ورد کے بیان پر ہر حال مقدم ہوگا، اس کی تائید یوں بھی ہوتی ہے
 کہ خود آیت کریمہ نے متشابہ کے سچے پڑنے والوں کو برا کہا اور کج روی و مفسدہ برداری کا خواہاں بنایا ہے (التقان تفسیراً)

«حنیف غفرلہ لنگوہی»

کی طرح، اہل آسمان کی اصطلاح میں کناہ اس لفظ کو کہتے ہیں جس سے اس کے معنی کا لازم مراد لیا گیا ہو اور ملزوم کا ارادہ کرنا بھی جائز ہو جیسے فلاں طویل النجاد کہ اس میں طویل بنجاد سے مراد طول قامت ہے لیکن اس کے حقیقی معنی کا ارادہ کرنا بھی جائز ہے کہ فلاں لمبے پر تلے والا ہے۔

قولہ عظیم الرماذی اس مثال میں کثرت ضیافت سے کناہ ہے بایں طور کہ عظیم الرماذی سے بکثرت لکڑیاں جلانے کی طرف اور اس سے بکثرت کھانیں پکڑنے کی طرف پھر بہت سے کھانے والوں کی طرف اس کے بعد جہانوں کے بہت ہونے کی طرف پھر معنی مقصود یعنی کثرت ضیافت کی طرف انتقال ہے۔ اسی طرح یہ آیت ہے "واشتعل الشیب" کہ یہ واشتعل شیب الراس سے ملتے جلتے ہے کیونکہ یہ تمام سر کے لئے شیب کے عالم آجائے کا فائدہ دیتا ہے و مثله قولہ تعالیٰ "واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ"۔

دقائق ۴، بدر الدین بن مالک نے کتاب المصباح میں بیان کیا ہے کہ سرخ باتوں سے کناہ کی طرف ایک بار کی کے ارادہ سے عدول کیا جاتا ہے مثلاً وضاحت کرنے ہو موصوف کا حال بیان کرنے یا اس کے حال کی مقدار بتانے یا مدح و ذم، پردہ پوشی، گلدہاشت، تعریف اور الفاظ کے قصد سے یاد دہانہ امر کی تعبیر آسان بات سے اور برے معنی کی تعبیر اچھے الفاظ کے ساتھ کرنے کے لئے کناہ کو لایا جاتا ہے۔

ہ قولہ بل یداہ مبسوطتین الخ سورہ مائدہ میں قول یہود کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد ہے
 "وَلَعَنَّا قُلُوبَنَا قُلُوبًا مَبْسُوطَةً خَلَّتْ مِنْهَا عِزُّهُمْ" یہود کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا انہیں کے ہاتھ بند ہو جائیں
 اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے میں خرچ کرتا ہے جس طرح چاہیے

اس میں "ید اللہ مغلوطہ" سے ان کی مراد یا تو وہی ہے جو "ان اللہ فقیر" سے ہے کہ معاذ اللہ تنگ دست ہو گیا اس کے خزانہ میں کچھ نہیں رہا، یا قل ید غل دامساک سے کناہ ہے یعنی تنگ دست تو نہیں مگر آجکل غل کرنے لگا ہے (العیاذ باللہ) بل یدہ مبسوطہ میں اس کی کا جواب ہے جو حق تعالیٰ کے جود و کرم کی بے نہایت وسعت سے کناہ ہے۔

(تنبیہ) حق تعالیٰ کے لئے جہاں ہاتھ پاؤں آٹھ وغیرہ نفوت ذکر کی گئی ہیں ان سے بھول کر یہی دہم ہونا چاہیے کہ وہ معاذ اللہ مخلوق کی طرح جسم اور اعضاء جسمانی رکھتا ہے پس جس طرح خدا کی ذات اور وجود، حیات، علم وغیرہ تمامی صفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اس کے سوا بیان نہیں ہو سکتی۔

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و دہم :- و زہرہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

منزل تمام گشت و بہا یاں رسید سر :- ما، بچان در اول و صفت و نامہ ایم

اسی طرح ان نفوت و صفات کو خیال کرد، خلاصہ یہ کہ جیسے خدا کی ذات بے چوں و بے جگہوں ہے اس کے سبب، بصر، بید وغیرہ نفوت و صفات کے معنی بھی اس کی ذات اور شان اقدس کے لائق اور ہمارے کیف و کم اور تعبیر کلام کے احاطہ سے بالکل درار الوراہیں :- (فوائد)

خطبہ جمع خطبہ تقریر، شونہ بھری ہوئی، اہلب۔ علی الفرس چلا کر آگے بڑھنے پر اسانا، خیل گھوڑا مراد سوار، راجل جمع راجل پیدل چلنے والا، ستر دیوار، اتفاق جمع عنن گردن، افلال جمع غل ٹھکڑی، حوالی اطراف، جناح بازو رہب خوف، خاطر دل، شجاعت بہادری، سیف تلوار، بیبارہ مہار دہ لڑائی کے لئے مقابلہ پر نکلتا، عنقنی دن ہفتا گھاگھونٹنا، تم منہ بہ منہ سے۔

اور اسی قبیل سے ہے مقصود دیہنی کی تصویر عروس کی صورت سے اور یہ ایک نہایت وسیع باب ہے عربوں کے اختصار و خطبات میں اور قرآن و سنت اس سے پُر ہیں، اور لے آں پر اپنے سوار اور پیادے تشبیہ دی ہے ڈاکوؤں کے سردار سے جبکہ وہ لٹکارتا ہے اپنے ساتھیوں کو کہ اِدھر سے آؤ اور اس طرف سے غمّس پڑو کہ ہم نے ڈالے ہیں ان کی گردنوں میں طوق، تشبیہ دی ہے تدبیر آیات سے کفار کے اعراف کو اس کے ساتھ جس کے ہاتھ جکڑ دے گا میں یا اس کے چاروں طرف دیواریں کھڑی کر دی گئی ہوں تاکہ وہ کچھ دیکھ نہ سکے، اور ملالے اپنی طرف اپنا بازو ڈرے یعنی خاطر جمع رکھے چاروں طرف کی نظیر عرف میں یہ ہے کہ جب کسی کی بہادری بیان کرتے ہیں تو اشارہ کرتے ہیں تلوار سے کہ وہ یوں تلوار چلاتا ہے گویا اس نے مدت العمر تلوار ہاتھ میں نہ چھوڑی ہو، مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دماغ میں سب سے زیادہ بہادر ہے، اسی طرح کسی کا مقولہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بہت ہے کہ زمین پر کسی کو ایسا بہادر نہیں پاتا جو مجھ سے مقابلہ کی تاب رکھتا ہو، یا کہتے ہیں کہ فلاں ایسا کرتا ہے اور ایسی ہیئت سے اشارہ کرتے ہیں جس کا اظہار لڑائی والے اپنے حریف کے مطلوب ہو نیچے وقت کرتے ہیں اگرچہ اس نے کسی یہ کلمہ نہ کہا ہو یا یہ فعل نہ کیا ہو، یا کہتے ہیں کہ فلاں میز لگو گھر ہو رہا ہے، فلاں نے میرے منہ سے لقمہ نکال لیا۔

والتعريض ان يُذكر حكم عام او منكر ويُقصد به تقرير حال شخص خاص او التنبيه على حال رجل معين ورنما يحى في اثناء الكلام بعض خصوصيات ذلك الشخص ولا يطلع المخاطب على ذلك الشخص فيتخير قارئ القرآن في مثل هذا الموضع وينتظر القصة ويحتاج اليها وكان النبي صلى الله عليه وسلم اذا أنكر على شخص يقول "ما بال اقوام يفعلون كذا وكذا" كما في قوله تعالى "وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله أمرا الا ان يقرروا بقرينة من الله او من رسوله ان يخطئوا" الآية، تعريض بقصة زينب واخلها ترجمه

اور تعريض یہ ہے کہ کوئی عام حکم ذکر کیا جائے اور اس سے کسی خاص شخص کا حال بیان کرنا یا کسی شخص خاص کے حال پر تنبیہ کرنا مقصود ہو، بعض اوقات اثناء کلام میں اس شخص کی بعض خصوصیات آجاتی ہیں اور مخاطب اس شخص پر مطلع نہیں ہوتا پس ایسے مقام میں قاری قرآن متخیر ہو کر منتظر قصہ ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے فعل پر انکار کرنا چاہتے تو فرماتے، کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسا کرتے ہیں۔ جیسے اس آیت میں ہے، اور کام نہیں کسی ایسا نادر مرد کا اور نہ ایسا نادر عورت کا جب کہ مقرر کر دے اللہ اور اس کا رسول کوئی کام کہ ان کو رہے اختیار اپنے کام کا یہ حضرت زینب اور ان کے بھائی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ تشریح

قولہ والتعريض الخ تعريض بھی خاص کلام میں سے ایک عمدہ نوع ہے شیخ جرجانی کہتے ہیں کہ بلغاء اس پر اجماع ہے کہ کنایہ انصاح سے ابلغ اور تعريض تصریح سے اوقع ہے، لغت میں تعريض کے معنی ہیر دوسرے پر ڈھالنے بات کہنا، اصطلاح میں تعريض اس کو کہتے ہیں کہ حکم تو ہو عام لیکن مقصود کسی خاص شخص کا حال بیان کرنا یا اس کے حال پر تنبیہ کرنا ہو، علامہ سکاکی کہتے ہیں کہ تعريض وہ ہے جس کا سوق غیر مذکور موصوف کے لیے ہو اور منجملہ تعريض کے ایک بات یہ ہے کہ خطاب ایک شخص کے ساتھ ہو اور مراد اس کا غیر ہو، یہ چونکہ بات کے اس پہلو کی طرف جس کے ساتھ دوسرے امر کی جانب اشارہ ہوتا ہے بہت ہی مائل ہوتی ہے اسلئے اسکو تعريض کہتے ہیں يقال "نظر اليه عن عرض وكم عن عرض" اس نے گوشہ چشم سے دیکھا اور ایک جانب ہو کر گفتگو کی۔

(فائدہ) کنایہ اور تعريض کے درمیان فرق ظاہر کرتے ہوئے زحشری نے کہا ہے کہ شئی کو ایک موصوفہ لفظ کے سوا دوسرے لفظ کے ساتھ ذکر کرنا کنایہ ہے اور تعريض اس بات کا نام ہے کہ ایک شئی کا ذکر اس غرض سے کیا جائے کہ اس سے کسی غیر مذکور شئی پر دلالت قائم ہو سکے، علامہ سکاکی نے "الاغريض في الفرق بين الكناية والتعريض" میں لکھا ہے کہ کنایہ وہ لفظ ہے جس کا استعمال اسکے معنی میں یوں ہو کہ اس سے اسکے معنی کا لازم مراد اور تعريض وہ لفظ ہے جو اپنے ہی معنی میں اس غرض سے استعمال ہو کہ وہ اپنے غیر کی طرف اشارہ کرے۔

(باقی پر ص ۲۱۸)

لہ مقصد البستر علیہ لیکن ابلغ فی الاستعطاف ۱۳ سے ۲۶-۲۲-۱۳ اجواب ۱۳

وَلَا يَأْتِلُ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ " تعریف بابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ففی
هذه الصورة ما لم يطلعوا على تلك القصة لا يدركون مطلب الكلام

ترجمہ

”اور قسم نہ کھائیں بڑے درجہ والے تم میں سے اور کشتش والے“ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی طرف اشارہ ہے، پس ایسی صورت میں جب تک قصہ پر آگئی نہ ہو کلام کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔
کشتش کا:۔ قولہ ولایا تمل الخ حضرت عائشہؓ پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی نادانی سے شریک
ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک حضرت مسطح تھے جو ایک مفلس ہماجر ہونے کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ کے
بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں، قصہ انک سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ کی اعاذ اور خبر گیری کیا کرتے
تھے جب یہ قصہ ختم ہوا اور عائشہ صدیقہ کی برادرت آسمان سے نازل ہو چکا تو حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ آئندہ
سطح کی امداد نہ کروں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی تم میں سے جن کو اللہ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت
دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہیے (باقیہ ص ۲۱۹)

قولہ وما کان المؤمن الخ حضرت زینب بنت جحش بن رباب اسدی۔ امیرہ بنت عبد المطلب کی بیٹی، نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی پھوپھی زاد بہن نہایت حسینہ جمیلہ اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ
ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں جو اصل سے شریف عرب تھے لیکن ردِ کین میں کوئی ظالم ان کو پکڑ لایا اور غلام
بنانکر کے بازار میں بیچ گیا اور حضرت خدیجہؓ نے خرید کر کچھ دنوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا،
جب یہ ہبہ ہمارے ہوئے تو ایک تجارتی سفر کی تقریب سے اپنے وطن کے قریب سے گزرے وہاں انکے اعزہ کو بہت
لگ گیا تو انکے والد، چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہنچے کہ آپ معاوضہ لیکر ہمارے حوالے کر دیں بفرمایا کہ
معاوضہ کی ضرورت نہیں اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے خوشی سے بھائی انہوں نے حضرت زید سے دریافت کیا انہوں
نے کہا کہ میں حضرت کے پاس سے جانا نہیں چاہتا آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ
چاہتے ہیں، حضرت نے ان کو آزاد کر دیا اور بیٹی بدایا، پھر کیف حضرت زینب کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور
زید بظاہر دغا غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے ویسے بھی کچھ سیاہ رنگ تھے اس لیے زینب اور ان کے بھائی عبد اللہ
کی مرضی زید سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ و رسول کو یہی منظور تھا اس لیے آپ نے ان پر زور دیا کہ وہ اس کو
قبول کر لیں اسی پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کر دیا۔
عاشقانِ مالک و آلشہی نشانہ قبر دوست + شگِ چشم گر نظر در چشمہ کوثر کنم
اور دس اشرفی اور ساٹھ درہم ہر ہر حضرت زینب کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے ہو گیا۔

والمجاز العقلي ان يُسند الفعل الى غير فاعله او يُقام ما ليس مفعولاً به مقام المفعول به
لعلاقة المشابهة بينهما والاعاء التكلیم انه داخل في عداۃ وهو واحد من ذلك
الجنس كما یقال بنی الامیر القصر مع ان البانی بعض البنائین لا الامیر انما هو الاھم
بالبناء واثبت الربیع البقل مع ان الثنب هو الحق سبحانه في موسم الربیع واللہ اعلم۔
ترجمہ

اور مجاز عقلی یہ ہے کہ منسوب کیا جائے فعل کو اس کے فاعل کے غیر کی طرف یا رکھ دیا جائے اس کو جو مفعول نہیں
ہے مفعول بہ کی جگہ اس علاقہ مشابہت کی وجہ سے جو ان دونوں میں ہو اور متکلم کے اس دعویٰ کی وجہ سے
کہ وہ بھی اسی شمار میں داخل اور اسی جنس کا ایک فرد ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے محل بنایا، حالانکہ
محل بنانے والے معمار ہوتے ہیں نہ کہ بادشاہ وہ تو بنانے کا حکم کرنے والا ہے، اور موسم بہار نے سبزہ
اگایا، حالانکہ موسم بہار میں اگانے والے حق سبحانہ ہیں واللہ اعلم۔ تشنہ مخ:

قوله والمجاز العقلي ان لفظ مجاز جاز المكان اذا تعداه سے ماخوذ ہے اس کو مجاز اس لئے کہتے ہیں کہ متکلم اس
اسناد کے ذریعہ اصل اور حقیقت سے تجاوز کرتا ہے، مجاز عقلی جس کو مجاز، حکمی مجاز فی الاثبات اور
اسناد مجازی دبقیہ ص ۲۱۸

بڑی جوانمردی تو یہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے، محتاج رشتہ داروں اور غدا کیلئے وطن
چھوڑ نیوالوں کی اعانت سے دست کش ہو جانا بزرگوں اور بہادرروں کا کام نہیں، اگر قسم کھاتی ہے تو
ایسی قسم کو پورا مت کرو اس کا کفارہ ادا کر دو، تمہاری شان یہ ہونی چاہیے کہ خطا کاروں کی خطا سے
اغاض اور درگزر کرو، درغولہ تہیت کہ در استقام نیست، ایسا کر دگے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں کا
درگزر کرے گا کیا تم حق تعالیٰ سے عفو و درگزر کی امید اور خواہش نہیں رکھتے؟

من كان يبر جو عفو ومن فوقہ ۱۔ قلیع عن ذنب الذی دونہ
احادیث میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب سنا ۱۔ الا تجبون ان یغفر اللہ لکم، تو فوراً بول اٹھے، علی یا ربنا
انا نحب، یہ کہہ کر مسطحؓ کی جواب دہ کرتے تھے بدستور جاری فرمادی بلکہ معجم طبرانی کی سندایت میں ہے کہ
پہلے سے دگنی کردی فوائد بزیادہ و حذف:-

قوله اولوا الفضل الخ انسان الیعون میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضور صلعم کے پاس بیٹھے تھے حضرت علی
تشریف لائے تو آپ نے اپنی جگہ سے ہٹ کر درمیان میں بیٹھایا اس حضور صلعم نے خوش ہو کر فرمایا لا یعرف الفضل الا
اولوا الفضل ۱۔ بود چنداں کرامت و فضلش ۲۔ کہ اولوا الفضل خواند ذوالفضل
صورت و سیرتش ہمہ جاں بود ۳۔ زان چشم عوام پہناں پود
روز و شب سال دماہ در ہم کار ۴۔ ثانی اثنبین از ہائی الغار

بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ فعل کو ایسے شخص کی طرف منسوب کریں جو حقیقت میں اس کا قائل نہیں ہے جیسے
ابنت الريح البقل (موسم بہار نے ساگ پات اگایا، اس میں انبات کی نسبت ریح کی طرف مجازاً ہے اور حقیقت میں
اگانے والے حق تعالیٰ ہیں۔

(فائدہ) جمہور کے نزدیک قرآن پاک میں حقائق کی طرح مجاز عقل بھی موجود ہے، فرق ضالہ میں سے فرقہ
ظاہریہ کا نظریہ ہے کہ قرآن میں نہ مجاز لغوی ہے نہ مجاز عقلی، شواخ میں سے ابن القاص اور مالکیہ میں سے ابن
خويزمندا بھی وقوع مجاز کا منکر ہے، ان کا کہنا ہے کہ مجاز ایک قسم کا کذب ہے اور قرآن شائبہ کذب
سے بھی منزہ ہے، مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن میں ایک دو جگہ نہیں ہزاروں جگہ مجاز موجود ہے جسکے انکار کی
گنجائش ہی نہیں رہا ایہام کذب سویہ دہم محض ہے کیونکہ قرآن کے ہوتے ہوئے یہ بات بے معنی ہے، نیز
مجاز عقلی کے انکار سے قرآن پاک کا ایسے بے شمار محاسن و لطائف سے خالی ہونا لازم آتا ہے جن کا تعلق مجاز
و استعارہ کے ساتھ قولہ ان یسئلا لعل الخ طرفین کے اعتبار سے مجاز عقلی کی چار قسمیں ہیں (۱) مسند و سندالیہ
(۲) دونوں حقیقی ہوں، جیسے، واذ تلک علیہم آیاتہم ایمانہ (۳) دونوں مجازی ہوں جیسے، «نار یحوت تجارتکم» (۴)
طرف اول مجازی ہو (۵) طرف دوم مجازی ہو جیسے، «ام انزلنا علیہم سلطانا، حتی تضح الحرب او نارہ»۔
(فائدہ) مجاز کی دوسری قسم مجاز لغوی ہے جس کی بہت سی قسمیں ہیں (۱) کلام کا اطلاق جزا پر جیسے، «واذا انکم تعجبک
اجسامکم»، (۲) جزو کا اطلاق کل پر جیسے، «شیء و جہ ربک»، (۳) خاص کا اطلاق عام پر جیسے، «انار رسول رب العالمین»،
(۴) عام کا اطلاق خاص پر جیسے، «و یستغفرون لمن فی الارض»، (۵) لازم کا اطلاق ملزوم پر جیسے، «هل یستطیع ربک
ان یزل علینا مائدۃ»، (۶) مسبب کا اطلاق سبب پر جیسے یزل لکم من السماء رزقا، (۷) سبب کا اطلاق مسبب
پر جیسے، «ماکانوا لیستطیعون السمع»، (۸) ایک شئی کو اسکے انجام کے نام سے موسوم کرنا جیسے، «انی انی اعصر خرا»،
(۹) حال کا اطلاق محل پر جیسے، «ففی رحمۃ اللہ ہم فیما فلدون»، (۱۰) محل کا اطلاق حال پر جیسے، «فلیدرغ نادیر»،
(۱۱) ایک شئی کو اسکے الہ کے نام سے موسوم کرنا جیسے، «واجعل لی لسان صدق فی الاخرین»، (۱۲) ایک شئی کا نام
اسکی ضد کے نام پر رکھنا جیسے، «نبشرکم بعذاب الیم»، (۱۳) فعل کی اضافت بطریق تشبیہ ایسی شئی کی طرف کرنا
کہ اس سے اس فعل کا صدور ناممکن ہو جیسے، «یرید ان یتفطس»۔

قولہ وابت الريح الخ ریح کی جانب انبات کی اسناد اس حدیث میں آئی ہے جس کو امام بخاری نے کتاب الرقاق میں
حجیر ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے قال
لایائی الخیر الا بالخیر ان بذ المال خضرۃ حلوة و خیر سے خیر ہی آتی ہے، یہ مال نہت خوشگوار شیریں (گھاس کی
ان کل ما ابت الريح یقتل حبطا و یلثم الا مانند ہے، جو جانور ریح کی پیداوار جس سے زیادہ کھالے
اکثرۃ الخضرۃ تا کل حتی اذا امتدت فاصرتا بالیہ اسے بلاکت کے قریب یا بلاک کر دیتی ہے اور جو بیٹ پھر کے
استقبلت الشمس فاجترت و ثلثت و کھلے اور کو کھیں چڑھ کر سورج کی طرف ہو کے جگائی کر سدا
بالت عم حادۃ فاکلت اھ لید پیشاب کر کے پھر کھائے اھ

الباب الثالث

۳: بدیع اسلوب القرآن و لتبیین هذا المبحث فی ثلاثة فصول
(الفصل الاول) لم یجعل القرآن مَبْنُوءًا مَفْضَلًا لِیُطْلَبَ كُلُّ مُطْلَبٍ مِنْهُ فِی بَابٍ اَوْ فِصْلٍ
بَلْ كَانَ كَمَجْمُوعِ الْمَكْتُوباتِ فَرَضًا کَمَا یَكْتُبُ الْمُلُوكُ اِلٰی رَعَايَا هُمْ بِحَسَبِ اقْتِضَاءِ الْحَالِ مَثَلًا
وَبَعْدَ زَمَانٍ یَكْتُبُونَ مَثَلًا اٰخَرًا عَلٰی هَذَا الْقِيَاسِ حَتّٰی تَجْتَمِعُ امْثَلَةٌ كَثِیْرَةٌ فِیْدُ وَنَهَا شَخْصٌ
حَتّٰی یَصِیْرَ مَجْمُوعًا مَرْتَبًا كَذَلِكَ لَزُلَّ الْبَلَاغُ عَلٰی الْاِطْلَاقِ بَلَّ شَأْنُهُ عَلٰی ذِیَّتِهِ صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ لِهَذِهِ عِبَادَةِ سُوْرَةٍ بَعْدَ سُوْرَةٍ بِحَسَبِ اقْتِضَاءِ الْحَالِ

ترجمہ

باب سوم قرآن مجید کے اسلوب بدیع کے بیان میں اور ہم یہ بحث تین فصلوں میں بیان کرتے ہیں
فصل اول قرآن مجید کو اس طرح باب وار اور فصل وار نہیں کیا گیا کہ اسکے ہر بحث کو ایک جداگانہ
باب یا فصل میں بیان کیا جاتا بلکہ قرآن پاک کو مجموعہ مکتوبات کے مثل فرض کرنا چاہیئے جس طرح بادشاہ
اپنی رعایا کو حسب ضرورت وقت ایک فرمان لکھتے ہیں اس کے بعد دوسرا یہاں تک کہ بہت سے شاہی
فرامین جمع ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص ان کو جمع کر کے ایک مجموعہ مرتب کر دیتا ہے اسی طرح شاہ مطلق
(خدا) نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بندوں کی ہدایت کے لئے حسب ضرورت کے بعد دیگرے
سورتیں نازل فرمائیں۔۔۔ تشبیہی مجاز

قولہ بل کان الخ یہاں سے،، حتیٰ بصیر مجموعاً مرتباً، تک فارسی عبارت یوں ہے،،

بلکہ قرآن را مانند مجموعہ مکتوبات فرض کن چنانکہ بادشاہاں بر رعایائے خود بحسب اقتضائے حال
مثال می نویسند و بعد زمانے مثال دیگر و علی ہذا القیاس تا آنکہ امثلہ بسیار جمع شود شخصے آن
امثلہ را تدوین کند و مجموعہ مرتب سازد،

اس میں لفظ مثال و امثلہ فارسی کلمے ہیں بمعنی مرسوم ملکی یعنی شاہی فرمان، مترجم نے اس کو عربی
کلمہ سمجھ کر عربی ہی کی طرح استعمال کر لیا، پس عربی میں اس عبارت کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا،،

بل افرض القرآن مجموع المکتوبات کما یکتب الملوک الی رعایا ہم بحسب اقتضاء الحال
مرسوماً ملکینا و بعد زمان یکتوبن مرسوماً آخر و علی ہذا القیاس حتی تجتمع مراسیم کثیرة فیدونہا شخص
و یجعلہا مجموعاً مرتباً، نیز علی رالک فی العون:-

لہ وعل الفصل الثالث ہو،، بحث اعجاز القرآن،، و اعلم ان ہذہ العبارة من زیادة المترجم لیس
ہذا کمر فی الاصل الفارسی ۱۲ عون

وكان في زمانه صلى الله عليه وسلم كل سورة مخلوطة و مضبوطة على حدة من غير
تدوين السور ثور تهب السور في مجلد بترتيب خاص في زمان ابى بكر وعمر رضي الله
عنهما ومبني هذا المجموع بالمصحف

ترجمہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہر سورۃ جداگانہ مرتب اور محفوظ تھی تدوین کے بغیر، پھر حضرت
ابوبکر و عمر کے زمانے میں تمام سورتوں کو ایک جگہ میں خاص ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا اور یہ مجموعہ
مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔۔۔ نقشِ سچ:

قولہ من غیر تدوین الخ علامہ خطاب فرماتے ہیں کہ، رسول اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو مصحف میں اس
واسطے جمع نہیں فرمایا کہ آپ کو اسکے بعض احکام یا تلاوت کے نسخ کرنے والے حکم کے نزول کا انتظار
باتی تھا، مگر جب آپ کی وفات کے باعث قرآن کا نزول ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس سچے وعدہ کو وفا
کرنے کے لیے جو ان سے اس کی حفاظت کے متعلق فرمایا تھا خلفاء راشدین کے دل میں یہ بات (جمع قرآن کی
خواہش) ڈالی پس اس کام کا آغاز حضرت عمرؓ کے مشورہ کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں سے ہوا۔
قولہ فی زمان ابی بکر الخ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ، حضرت
ابوبکرؓ کو جنگ یرامہ میں صحابہ کے شہید ہونے کی خبر ملی تو اسی وقت حضرت عمرؓ بھی آپ کے پاس آئے
ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ عمر نے میرے پاس آکر کہا کہ معرکہ یرامہ میں بہت سے قاریان قرآن کریم شہید ہو گئے ہیں
اور مجھے ڈر ہے کہ، آئندہ معرکوں میں بھی اگر اسی طرح وہ شہید ہوتے جائیں گے تو بہت سا قرآن ہاتھوں سے
جاتا رہے گا، میری رائے ہے کہ تم جمع قرآن کا حکم دو، میں نے عمرؓ کو جواب دیا جس کام کو رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہیں کیا میں اسے کس طرح کروں؟ عمر نے کہا، واللہ یہ بات بہتر ہے، غرضیکہ وہ مجھ سے
بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا دل کھول دیا اور میں نے بھی وہی رائے اس بارے میں قائم کر لی جو
عمر نے قائم کی تھی، حضرت زید کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے کہا: تم ایک سمجھدار نوجوان ہو اور ہم تم کو ہتھم
نہیں کرتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی تھے اس لیے تم قرآن کی نقش و جو کہ اسے
جمع کرو، زید کہتے ہیں کہ واللہ اگر مجھ کو ایک پہاڑ اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینے کا حکم دیتے
تو یہ بات مجھ پر اتنی گراں نہ ہوتی جس قدر جمع قرآن کا حکم مجھ پر شاق گذرا، میں نے ابوبکر و عمر سے کہا
تم دونوں صاحبانِ دہ کام کس طرح کرتے ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو ابوبکرؓ نے جواب دیا، واللہ یہ
بات بہتر ہے، اور پھر وہ برابر مجھ سے اس بارے میں کہتے رہے تا آنکہ اللہ نے میرا دل بھی اسی بات کیلئے کھول دیا جس
بات کے واسطے ابوبکر و عمر کا دل کھولا تھا، پھر تو میں نے قرآن کی تلاش اور جو شروع کی اور اسے مجھ کی شاخوں اور
سفید پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا اور میں نے سورہٴ توبہ

کے خاتمہ کی آیتیں، لہذا جاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس پائیں ان کے سوا کسی سے یہ باتیں نہ مل سکیں، وہ منقول صحیفہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس ہی تھیں یہاں تک کہ انہوں نے وفات پائی تو عمرؓ نے ان کی حفاظت کی اور ان کے انتقال کے بعد وہ صحائف بھضمہ حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس محفوظ رہے ابن ابی نؤد نے کتاب المصاحف میں عبد خیر سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ مصاحف کے بارے میں سب سے زیادہ اجر حضرت ابو بکرؓ کو ملے گا، خدا ابو بکرؓ پر رحمت نازل فرمائے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کو جمع کیا، اتفاقاً:-

دستبند، امام مسلم نے جو حضرت ابوسعیدؓ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تکتبوا عني شيئا غير القرآن، وہ اس بات کے منافی نہیں کہ ابو بکرؓ نے قرآن کو جمع کیا تھا کیونکہ یہاں پر مخصوص کتابت کی نسبت کلام کہہ رہا ہے جو ایک خاص طور سے لکھی گئی، ورنہ یوں تو قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں لکھ لیا گیا تھا مگر وہ سب ایک ہی جگہ جمع اور مسودوں کی ترتیب کے ساتھ نہ تھا:-

(قائد) حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ قرآن پاک تین مرتبہ جمع کیا گیا، بار اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، بار دوم حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں اور بار سوم حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں جسکی تفصیل آگے آ رہی ہے:-

قولہ دومی ہذا المجموع بالمصحف الخ مظہری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے قرآن کو جمع کیا تو آپؓ نے لوگوں سے کہا کہ اس کا کوئی نام رکھو، سو بعض نے اس کا نام انجیل تجویز کیا مگر اکثر لوگوں نے اس کو ناپسند کیا، پھر کسی نے سفر نامہ رکھنے کی رائے دی وہ بھی اس لیے ناپسند ہوئی کہ یہودی لوگ یہ اپنی کتاب کا نام رکھتے تھے، آخر میں حضرت ابن مسعودؓ نے کہا میں نے ملک حبش میں ایک کتاب دیکھی جو جس کو لوگ مصحف کہتے ہیں، پس قرآن کا نام مصحف رکھ دیا گیا:-

ابن اشنہ نے کتاب المصاحف میں موسیٰ بن عقبہ کے طریق پر ابن شہاب سے بھی اسی طرح کی روایت درج کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے کتاب اللہ کو جمع کر کے اس کا نام مصحف رکھا، اسی راوی نے اس روایت کو کھس کے طریق پر ابن ہریرہ سے بھی روایت کیا ہے (اتقان بتخیر):-

محمد حنیف غفرلہ لنگوہی

عہد اولیات کے موضوع پر ہم نے ایک کتاب لکھی ہے خدا کرے وہ بھی منظر عام پر آجائے
آمین ۱۲

وقد كانت السُّورُ مقسومةً عند الصَّحابة إلى اربعة اقسام القسم الاول السَّبْعُ الطُّولُ التي هي أطولُ السُّورِ والقسم الثاني سُورٌ في كلِّ منها مائة آية أو تزيد شيئاً قليلاً والقسم الثالث ما فيه اقل من المائة وهي الثاني والقسم الرابع المُفْضَلُ وقد أُدْخِلَ في ترتيب المصحف سورتان أو ثلاثٌ من عِدَا المثنائي في المثنئين لمُناسبة سياقها بسياق المثنئين وعلى هذا القياس رُبعا وَفَعٌ في بعض الاقسام ايضا تصارُفٌ

توضیح اللغۃ: سور سورۃ کی جمع ہے، اقوال طوئی موثث کی جمع ہے، المثنائی دہرائی جانے والی آیتیں:۔
عدا: شمار، مثنیین جمع مائتہ (حالت جری میں ہے) سیاق اسلوب کلام:۔ ترجمہ
اور منقسم تھیں سورتیں صحابہ کے یہاں چار قسموں پر قسم اول السبع الطول جو سب سے بڑی سورتیں ہیں قسم دوم وہ سورتیں جن میں سے ہر ایک میں سو یا اس سے کچھ زیادہ آیتیں ہیں قسم سوم وہ جس میں سو سے کم ہیں اور یہی مثنائی ہیں قسم چہارم مفصل، اور داخل کی گئیں مصحف کی ترتیب میں مثنائی والی دو تین آیتیں مثنیین میں سیاق مثنیین کے ساتھ ان کے سیاق کی مناسبت کی وجہ سے علی ہذا القیاس بعض اقسام میں کسی قدر اور بھی تصرف ہوا ہے۔۔۔ تشریح:۔

قولہ وقد كانت السُّورُ الخ سور سورۃ کی جمع ہے جو بقطعتی مہوز وغیر مہوز دونوں طرح آیا ہے، اس کے ماخذ میں کئی قول ہیں (۱) سُورُ بمعنی برتن میں باقی ماندہ مشروب سے ہے، گویا سورۃ قرآن کا ایک ٹکڑا ہے (۲) سورۃ البناء بمعنی قطعہ عمارت سے ہے۔ کہ جس طرح مکان منزل بمنزل بنتا ہے اسی طرح سورتوں سے نئی کہ مصحف مکمل ہوا ہے (۳) سور المدینہ بمعنی شہر پناہ سے ہے۔ کیونکہ سورۃ اپنی آیتوں کا اس طرح احاطہ کرتی ہے جیسے شہر پناہ شہر کے مکانات کو گھیر لیتی ہے (۴) سورۃ بمعنی بلند منزلت سے ہے۔ کیونکہ وہ کلام اللہ ہونے کی وجہ سے مرتفع ہے، نابغہ ذبیانی کا شعر ہے:۔

الم تر ان الله اعطاک سورۃ ۴۰ تترنی کلَّ ملکٍ ولبائتہ نذیب

کیا تو نہیں دیکھتا کہ خدا نے تجھے وہ بلند منزلت دی ہے جسکے گرد ہر بادشاہ کو حفاظت کرتے دیکھا جاتا ہو (۵) سور بمعنی آؤ سرچرماہ نے سے ہے ومنذ قولہ تعالیٰ «از سور و الجہاب» پھر جبری کا بیان آگاہ سورۃ کی حاج مانع تعریف، (۶) جمع سور قرآن ہے جو کسی آغاز اور خاتمہ رکھنے والی آیت پر مشتمل ہو اور کم از کم تین آیتوں پر مشتمل ہو بعض کا قول ہے کہ سورۃ آیتوں کی اس تعداد کا نام ہے جو حدیث کے ذریعہ خاص نام کے ساتھ موسوم ہیں:۔

قولہ السبع الطول الخ سات طویل سورتوں میں پہلی سورۃ البقرۃ اور آخری سورۃ براءۃ ہے، یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے لیکن حاکم و نسائی وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ «سات بڑی سورتیں بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، النعام اور اعراف ہیں، راوی کا بیان کہ ابن عباس نے ساتویں سورۃ کا نام بھی لیا تھا جس کو میں

بھول گیا ہوں» مجاہد مابن جبر سے ابن ابی حاتم وغیرہ کی روایت میں وہ سورہ یونس ہے اور حاکم کی ایک روایت میں وہ سورہ کہف ہے۔

قولہ والقسم الثانی الخ السبع الطول کے بعد انیوالی سورتوں کو، «المثنین» کہتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک سورہ میں سو یا اس سے قدرے زائد آیتیں ہیں، اسکے بعد والی سورتوں کو، «المثنائی» کہتے ہیں کیونکہ وہ مثنین سے دوسرے نمبر پر واقع ہیں یا اس لیے کہ وہ طوال و مثنین کی بہ نسبت زیادہ دہرائی جاتے ہیں یا اس لیے کہ ان میں ہجرت انگریز قصص و اخبار کے ساتھ امثال کو دہرایا گیا ہے۔

قولہ المفصل الخ مفصل ان سورتوں کو کہتے جو مثنائی کے بعد ہیں اور چھوٹی ہیں کیونکہ ان کے مابین بکثرت تسمیہ کے ساتھ فصل واقع ہوا ہے، اسکا خاتمہ بلا اختلاف سورہ ناس ہے اور آغاز کے بارے میں بارہ قول ہیں (۱) سورہ ق ہے، اس بن ابی اوس عذیفہ ثقفی کی روایت میں ہے جس کو امام احمد رو اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ ہم نے صحابہ سے دریافت کیا: تم لوگ قرآن کی منزلیں کس طرح پر کرتے ہو؟ کہا: تین، پانچ، سات، نو، گیارہ، اور تیرہ سورتوں کی کیا کرتے ہیں اور آخری منزل مفصل سورہ ق سے آخر تک کرتے ہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دال ہے کہ آج جس

انداز پر مصحف میں سورتوں کی ترتیب پائی جاتی ہے یہی ترتیب عہد نبوی میں بھی تھی (۲) سورہ حجرات ہر اس کو فودی نے صحیح قرار دیا ہے (۳) سورہ القتال ہے۔ اسکو ماوردی نے بہت سے لوگوں کی جانب منسوب کیا ہے (۴) سورہ جاثیہ ہے۔ اسکو اداوی قاری عیاض ہے (۵) سورہ صافات ہے (۶) سورہ صف ہے (۷) سورہ تبارک ہے۔ یہ تینوں قول ابن ابی الصیف یمنی نے کتاب التنبیہ پر نکات بیان کئے ہیں (۸) سورہ فتح ہے، یہ کمال ناری نے شرح تنبیہ میں ذکر کیا ہے (۹) سورہ نجم ہے۔ اسکو ابن السید نے کتاب مؤطا پر اپنی امالی میں ذکر کیا ہے (۱۰) سورہ الانسان ہے (۱۱) سورہ سج ہے اسکو ابن الفرکاح نے کتاب التعلیق میں مرزوقی سے بیان کیا ہے (۱۲) سورہ الضحیٰ ہے۔ اس کا قائل خطابی ہے اور اسی نے وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ قاری ان کے مابین تکبیر کے ساتھ فصل کرتا ہے: - (اتقان)

(فائدہ) مفصل میں طوال، اوساط اور قصار بھی ہیں، ابن معن کا قول ہے کہ طوال مفصل سورہ عم تک ہیں، اوساط مفصل سورہ ضحیٰ تک اور باقی آخر تک قصار مفصل ہیں۔

قولہ وقد دخل الخ مثلاً سورہ رعد کی آیات ۳۴ ہیں اور سورہ ابراہیم کی ۲۵ سورہ حجر کی ۹۹ سورہ مریم کی ۹۸ سورہ حج کی ۷۸۔ اور یہ سب از قسم مثنائی ہیں لیکن ان کو مثنین میں رکھا گیا ہے، اسی طرح سورہ شعراء کی آیات ۲۲ ہیں اور سورہ صافات کی ۸۲ مگر ان کو مثنائی میں رکھا گیا ہے، نیز سورہ انفال مثنائی میں سے ہے اور سورہ براءت مثنین میں سے ہے اور دونوں کو سبع طول میں رکھا گیا ہے (عون)۔

محمد حنیف غفرلہ لنگوئی

وَأَسْتَنْسَخَ عُمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ ذَلِكَ الْمَصْحُوفِ مِصْحَافًا أَرْسَلَ بِهَا إِلَى الْأَنْفَاقِ
لِيَسْتَفِيدُوا مِنْهَا وَلَا يَبْذُلُوا إِلَى تَرْتِيبٍ آخَرَ

ترجمہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کے مطابق چند نسخے لکھوا کر اطراف میں بھیج دیے تاکہ مسلمان
ان سے فائدہ اٹھائیں اور کسی دوسری ترتیب کی طرف مائل نہ ہوں۔ یہ قشور تاج:
قرآن و اسنخ الخ امام بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہر آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح کے
موقعہ پر شامی اور عراقی دونوں معرکہ آرائی میں شریک تھے، وہاں حضرت حفصہؓ ان دونوں مالک
کے مسلمانوں کا قراءت میں اختلاف دیکھ کر سخت پریشان تھے تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور
کہا: آپ یہود و نصاریٰ کی طرح باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی امت مسلمہ کی خبر گیری کیجئے، حضرت عثمان
نے یہ سنکر حضرت حفصہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفہ آپ کے پاس امانت رکھے ہیں انہیں بھیج دیجئے
تاکہ میں ان کو مصحفوں میں نقل کرنے کے بعد آپ کو واپس کر دوں، انہوں نے وہ صحائف مجھوا دیے
تو آپ نے زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبد الرحمن بن الحارث کو انکے نقل
کرنے پر مامور کیا اور کہا کہ جہاں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید کے اندر اختلاف ہو وہاں اس
لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے، چنانچہ قریشیوں کی اس
جماعت نے مگر حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل کی اور نقل کے بعد وہ صحائف حسب وعدہ حضرت حفصہ کے
پاس بھیج دیے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصحفوں میں سے ایک ایک مالک اسلامیہ میں ارسال کر دیا اور
حکم دیا کہ اس مصحف کے سوا اور جس قدر صحیفے پہلے کے موجود ہوں ان کو سوخت کر دیا جائے، حافظ ابن حجر
کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۳۵ھ کا ہے اور ہمارے بعض مبصرین نے یہ بات غالباً سہواً کہی ہے کہ یہ واقعہ ۳۵ھ کا ہے
رقائدہ، ابن النین وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابو بکرؓ و عثمانؓ کے جمع قرآن میں یہ فرق ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے
ہر ایک سورت کی آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے
صحیفوں میں درج کر دیں، اور حضرت عثمانؓ نے قرآن کے مصحف کو ایک ہی مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ
جمع کر دیا اور تمام عرب کی زبانوں کو چھوڑ کر محض قبیلہ قریش کی زبان پر اکتفا کیا، قاضی ابو بکر الانصاریؒ کہتے ہیں
کہ حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کو ایک ایسا مصحف دیا جس میں کوئی تقدیم تاخیر اور تاویل نہیں وہ تنزیل کے
ساتھ ثبت کیا گیا ہے اس کی تلاوت فسوخ نہیں وہ مصحف اپنے رسم کی ثبت دلیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔
قولہ مصحف الخ حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف ارسال کئے تھے انکی تعداد میں اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ پانچ
تھے، ابن ابی داؤد نے حمزہ زیات کے طریق سے روایت کیا ہے کہ چار تھے، ابو حاتم سبستانی کہتے ہیں کہ جلد
سات مصاحف تھے جن میں سے ایک ایک مصحف مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ کو ارسال کیا گیا اور ایک یمن میں
محفوظ رکھا گیا۔

ولما كان بين أسلوب الثوري وأسلوب مراسيم الملوك مناسبة تامة روحياً في
الابتداء والانتهاء طريق المكاتيب فكما يتبدون في بعض المكاتيب بحمد الله
عز وجل والبعض الآخر ببيان غرض الاملاء والبعض الآخر باسم المرسل والمرسل
اليه ومنها ما يكون رقيقة وشيقة بغير عنوان وبعضها يكون مطولاً وبعضها مختصراً
كذلك سبحانه وتعالى صدق بعض السور بالحمد والتسبيح وبعضها ببيان غرض الاملاء
كما قال عز وجل "ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ، سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا وَ
فَرَّخْنَاهَا" وهذا القسم يشبه ما يكتب "هذا ما صال على فلان وفلان" و هذا
ما اوصى به فلان" وكان النبي صلى الله عليه وسلم كتب في واقعة الحديبية "هذا
ما قاضى عليه محمد" صلى الله عليه وسلم

ترجمہ

جو کہ سورۃ قل کا اسلوب بیان شاہی فرامین کے اسلوب سے پوری مناسبت رکھتا ہے اس لیے انکی ابتداء
وانتہا میں مکاتیب کے طریقہ کی رعایت رکھی گئی پس جس طرح بعض مکاتیب حمد باری سے شروع کرتے ہیں
اور بعض بیان غرض سے اور بعض کاتب یا مکتوب الیہ کے نام سے اور بعض رقیقہ اور شقیقہ بفر عنوان ہوتے ہیں
نیز بعض مکتوب مطول اور بعض مختصر ہوتے ہیں اسی طرح حق سبحانه وتعالیٰ نے بعض سورتوں کو حمد یا تسبیح سے
شروع فرمایا اور بعض کو بیان غرض سے چنانچہ فرمایا اس کتاب میں کچھ بھی شک نہیں راہ بتائی ہے ڈرنے
والوں کو، یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور ذمہ پر لازم کی یہ قسم اس عنوان کے مشابہ ہے جو لکھا جاتا
ہے کہ "یہ وہ ہے جس پر فلاں فلاں نے باہم صلح کی" اور "یہ وہ ہے جسکی فلاں نے وصیت کی" نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے واقعہ حدیبیہ میں لکھا تھا "یہ وہ ہے جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا" تشریح:
قولہ الحمد والتسبیح الخ حمد ثنا کی دو قسمیں ہیں (۱) اللہ کے لیے صفات مدح کا اثبات (۲) اس سے صفات نقص
کی نفی، قسم اول کے قبیل سے پانچ سورتوں میں حمیدہ اور دو سورتوں میں تبارک سے ابتدا ہوئی ہے اور
قسم دوم کے قبیل سے سات سورتوں میں تسبیح کے ساتھ ابتدا ہوئی ہے، تسبیح کہانی کہتے ہیں کہ تسبیح ایک ایسا
کلمہ ہے جسکو اللہ پاک نے کثرت سے استعمال کیا ہے چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل کو مصدر کے ساتھ شروع فرمایا
کیونکہ مصدر اصل شئی ہے پھر سورہ حدید و سورہ حشر میں صیغہ ماضی استعمال فرمایا کیونکہ زمانہ ماضی حال
و استقبال دونوں سے پہلے ہے بعد ازاں سورہ جمع و سورہ تفتاب میں صیغہ مضارع لائے اور سب
کے بعد سورہ اعلیٰ میں امر کا صیغہ استعمال کر کے اس کلمہ کا اس کی ہر جہت سے
استیعاب کر لیا۔

۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-

وَصَدَّرَ بَعْضُهَا بِذِكْرِ الْمُرْسِلِ وَالْمُرْسَلِ إِلَيْهِ، كَمَا قَالَ "تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ" كِتَابُ الْحِكْمَةِ آيَاتُهُ ثُمَّ فَصَّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَيْرٍ، وَهَذَا الْقِسْمُ يَشْبَهُ مَا يَكْتُبُونَ "صَدَرَ الْحُكْمُ مِنْ حَضْرَةِ الْخَلِيفَةِ" أَوْ يَكْتُبُونَ "هَذَا أَعْلَامُ لِسَكْنَةِ الْبَلَدَةِ الْفُلَانِيَّةِ مِنْ حَضْرَةِ الْخَلِيفَةِ" وَقَدْ كَانَ كَتَبَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ" وَصَدَّرَ بَعْضُهَا عَلَى اسْلُوبِ الرِّقَاعِ وَالشَّقِّ بِغَيْرِ عُنْوَانٍ كَمَا قَالَ عَزَّوَجَلَّ "إِذَا جَاءَكَ الْمُتَأَفِّقُونَ، فَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُ فِي زَوْجِهَا" يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُخَرِّمُ؟ وَلَمَّا كَانَتْ الْقَصَائِدُ فِي فَصَاحَةِ الْكَلَامِ مَشْهُورَةً عِنْدَ الْعَرَبِ وَكَانَ مِنْ عَادَاتِهِمْ فِي مَبْدَأِ الْقَصَائِدِ التَّشْبِيهُ بِذِكْرِ مَوَاضِعٍ عَجِيبَةٍ وَوَقَائِعٍ هَائِلَةٍ اخْتَارَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ هَذَا الْاسْلُوبَ فِي بَعْضِ السُّورِ كَمَا قَالَ "وَالضُّعُفُ صَفًا فَالزُّجَرَاتِ زَجْرًا، وَالذَّرِيَّتِ ذَرْبًا فَالْحَمَلِ وَفَرًا، إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ" قَوْصِيمٌ لِلْفَتْحِ

اعلام اطلاع دینا، سکتہ جمع ساکن معنی قاطن یعنی گھر کے لوگ، نوکر چاکر، رقا جمع رقد، پرزہ، شقق — جمع شقہ کپڑے وغیرہ کی لمبی چٹ، قصائد جمع قصیدہ، تشبیب جوانی اور کھیل کود کے زمانہ کا ذکر کرنا۔ تشبیب قصیدہ عورتوں کے ذکر سے مراد کرنا، شعرا کی عادت تھی کہ قصائد مدحیہ کی ابتدا میں تشبیب کیا کرتے تھے پھر ہر چیز کی ابتدا کو تشبیب کہنے لگے اگرچہ ایام شباب کا ذکر نہ ہو۔ ترجمہ اور شروع کیا ہے بعض کو مرسل و مرسل الیہ کے ذکر سے جیسا کہ فرمایا ہے، اتارنا ہے کتاب کا اللہ سے جو زبردست ہے حکمتوں والا، یہ کتاب ہے کہ جان لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت دانے خردار کے پاس سے، یہ قسم اس کے مشابہ ہے جو لکھتے ہیں، حکم بارگاہ خلافت سے صادر ہوتا ہے یا لکھتے ہیں فلاں شہر کے باشندگان کو بارگاہ خلافت کی طرف سے آگاہ کیا جاتا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا تھا اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے ہر قل شاہ روم کے نام، اور شروع کیا ہے بعض کرقوں اور شققوں کے اسلوب پر بلا عنوان جیسے فرمایا، جب آئیں تیرے پاس منافق، سن لی اللہ نے بات اس عودت کی جو جھگڑائی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں، اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے، چونکہ فصاحت کلام میں قصائد کی شہرت تھی عرب کے یہاں اور انکی عادت تھی آغاز قصائد میں عجیب و غریب مقامات اور ہولناک واقعات کے ساتھ تشبیب کرنا اس لئے اختیار فرمایا اللہ نے اس اسلوب کو بھی بعض سورتوں میں جیسے قسم بے صفت باندھنے والوں کی قطار ہو کر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر، قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر پھراٹھا نیوالیاں بوجھ کو جب سورج کی دھوپ تہہ پہنچ جائے اور جب تارے

میلے ہو جاتے ہیں:-

وَمَا كَانُوا يَتَعَتَمُونَ الْمَكَاتِيبَ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَفَوَادِرِ الْوَصَايَا وَتَاكِيدِ الْأَحْكَامِ السَّابِقَةِ وَتَهْدِيدِ مَنْ يَخَالِفُهَا كَذَلِكَ اللَّهُ سَمِعَانَهُ خَتَمَ أَوَاخِرَ السُّورِ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَمَنَابِعِ الْحِكْمِ وَالتَّكَايُدِ الْبَلِيغِ وَالتَّهْدِيدِ الْعَظِيمِ وَقَدْ يَصْدُرُ فِي أَثْنَاءِ السُّورِ الْكَلَامُ الْبَلِيغُ الْعَظِيمُ الْفَائِذَةُ الْبَدِيعِ الْإِسْلُوبِ بِنُوعٍ مِنَ الْحَمْدِ وَالتَّسْبِيحِ أَوْ بِنُوعٍ مِنْ بَيَانِ الْعَمَلِ وَالْإِمْتِنَانِ كَمَا صَدَّرَ بَيَانَ التَّبَايُنِ بَيْنَ مَرْتَبَةِ الْخَالِقِ وَالْمَخْلُوقِ بِـ "قُلْ لِلَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى" اللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ" ثُمَّ بَيَّنَّ هَذَا الْمَدْعَى فِي خَمْسِ آيَاتٍ بِأَبْلَغِ وَجْهِ وَأَبْدَعِ أُسْلُوبٍ وَكَمَا صَدَّرَ بِمُخَاصِمَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي أَثْنَاءِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ بِـ "يٰٓأَيُّهَا إِسْرَآئِيلُ اذْكُرُوا" ثُمَّ خَتَمَهَا بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ أَيْضًا فَابْتِدَاءُ الْمُخَاصِمَةِ بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ وَانْتِهَاءُهَا بِهَا لَهَا مَحَلٌّ عَظِيمٌ فِي الْبَلَاغَةِ وَكَذَلِكَ صَدَّرَ بِمُخَاصِمَةِ أَهْلِ الْكُتُبِ بَيْنَ فِي آلِ عِمْرَانَ بِآيَةِ "إِنِّي أَنزَلْنِي فِي آيَةٍ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامَ" لِيَتَصَوَّرَ مَحَلُّ النِّزَاعِ وَيَتَوَادَّ الْقُلُوبُ وَالْقَالَ عَلَى ذَلِكَ الْمَدْعَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ.

توضیح للغة:

جوامع جمع جامع، کلم جمع کلمہ۔ جوامع الکلم وہ کلام جس کے الفاظ کم اور معنی بہت ہوں، نوادر جمع نادرۃ کیاب و وصایا جمع وصیہ، تہذیب۔ خوف دلانا، منافع جمع منفع چشمہ، نعم جمع نعمت، امتنان احسان جتانہ، ترجمہ اور جس طرح مکاتیب کو کلمات جامعہ، وصایا نے نادرہ اور احکامات سابقہ کی تاکیدات اور ان کی مخالفت کرنیوالوں کیلئے تہذیب و تادیبات پر حجام کرتے ہیں اسی طرح خداوند تعالیٰ نے بھی سورتوں کے آخری حصہ کو کلمات جامعہ اور حکمت کے چشموں اور تاکیدات بلیغہ اور تہذیب و تادیبات عظیمہ پر ختم فرمایا ہے اور کبھی سورت کے درمیان کوئی نہایت مفید اور نرالی اسلوب کا بلیغ کلام شروع کیا جاتا ہے جیسے حمد و تسبیح یا بیان انعام و احسان جیسے شروع کیا ہے خالق و مخلوق کے مرتبہ کے فرق بیان کرنے سے اس آیت میں یہ تو کلمہ تعریف ہے اللہ کو اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو اس نے پسند کیا بھلا اللہ بہتر ہے یا جن کو وہ شریک کرتے ہیں پھر بیان کیا ہے اسی مدعا کو پانچ آیتوں میں نہایت بلیغ طریقے اور نرالی اسلوب کے ساتھ، اور جیسے۔ شروع کیا بنی اسرائیل سے مناظرہ سورہ بقرہ کے درمیان میں یہ یٰٰی اسرائیل اذکر داء سے پھر ختم کیا ہے اس مناظرہ کو اسی کلمہ پر پس مناظرہ کو اسی کلمہ کے ساتھ شروع کرنے اور اسی پر ختم کرنے کا بہت اونچا مقام ہے بلاغت میں، اسی طرح اہل کتاب سے مناظرہ سورہ آل عمران میں اس آیت سے شروع فرمایا ہے بے شک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو بھی مسلمانی حکمران کی ہاں تاکہ محل نزاع کی تعیین ہو جائے اور آئندہ اسی ایک مدعا پر گفتگو کی جائے۔۔۔ تشریح:

الفصل الثانی

قد جرت سنة الله عز وجل في أكثر السور في تفسيرها إلى الآيات كما كانوا يقيمون القصائد إلى الآيات غاية الامرات بين الآيات والآيات فرقا كل منها يثبث لا لتدني نفس المتكلم والسامع إلا أن الآيات مقيدة بالعروض والقافية التي ذكرناها التحليل بين أحد وحفظها الشعراء وبند الآيات على وزن وقافية اجاليتين يشبهان امرأ طبعيا لا على افعال العرب ومبين وتفاعيلهم وقوافيهم المعينة التي هي امر صناعي واصطلاحی وتعليم ما وقع من الامور المشتركة بين الآيات والآيات وتطلق من النشائد بالاذن ذلك الامر العام ثم ضبط امور وقع في الآيات التزامها وذلك بمنزلة الفصل يحتاج إلى تفصيل والله ولي التوفيق

توضيح اللفظ

قصائد جمع قصيدة سات يادس اشعار سے زائد نظم، ابیات جمع بیت وہ منظوم کلام جو دو مصرعوں پر مشتمل ہو، نیشد انشاد اشعر پڑھنا، التذاذل ذیذ پانا، دون تدوینا ترتیب دینا، قوافی جمع قافیہ، نشائد جمع نشید و نشیدہ شعر جس کو ایک دوسرے کے سامنے پڑھیں۔ ترجمہ: فصل (دوم)

جاری ہے سنتہ اللہ اکثر سورتوں میں ان کو آیات کی طرف منقسم کرنے کے ساتھ جیسے شعراء تقسیم کرتے ہیں قصائد کو اشعار کی طرف، غایت امر یہ ہے کہ آیت اور ابیات میں فرق ہے، آیات اور ابیات دونوں پڑھے جاتے ہیں شکم و سامع کے التذاذل نفس کیلئے لیکن ابیات عروض اور قافیہ کے پابند ہوتے ہیں جن کو غلیل بن اسمعٰل مدون کیا ہے اور عام شعراء نے انہیں اس سے حاصل کیا ہے اور آیات کی بنیاد ایک ایسے اجالی وزن و قافیہ پر ہوتی ہے جو امر طبعی سے مشابہ ہوتے ہیں نہ کہ عروضیوں کے افعال تفاعیل اور ان کے معین کردہ قوافی پر جو محض مصنوعی اور اصطلاحی امور ہیں، اور اس امر عام کی تفسیر جو آیات و ابیات میں مشترک ہے اور انکی امر عام کے مقابلہ میں ہم نے "نشائد" کا اطلاق کیا ہے اور پھر ان تمام اسود کو ضبط کرنا جن کا آیات میں التزام کیا گیا ہے اور جو بمنزلہ فصل کے ہے زیادہ تفصیل چاہتا ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے

تقریباً الی الآیات الخ آیات آیہ کی جمع ہے جس کے اصل معنی علامت کے ہیں قال اللہ تعالیٰ ان آیۃ ملکہ یہ چونکہ اپنے لانے والے کے صدق کی اور اس کے متحدی کے عجز کی علامت ہے اس لیے اس کو آیۃ کہتے ہیں، اصطلاح میں آیات قرآن کا وہ حصہ ہے جو اپنے ماقبل اہد با بعد سے منقطع رنگ، ہو جبری کہتے ہیں کہ آیت کی جامع اور مانع تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا قرآن ہے جو چند جملوں سے مرکب ہو اگرچہ تقدیر نہی سہی اور اس کا مبدأ اور مقلع (آغاز و اختتام) ہو

..... پھر وہ کسی سورۃ میں بھی مندرج ہو، شیخ ابو عمر والد انی کا قول ہے کہ میں ہجر ایک کلمہ یعنی مد یا متان کے اور کسی تنہا کلمہ کو آیت معلوم نہیں کر سکا۔

قولہ بالعروض والقافیۃ الخ عروض شعر کے وزن اور بیت کے مصرعہ اولی کے جزو اخیر کو کہتے ہیں اس کی جمع اعارض آئی ہے، قافیہ۔ قفوت اثرہ بمعنی اتبعۃ سے ہے اس کی جمع قواف آئی ہے، انھن کے نزدیک شعر کے آخری کلمہ کو کہتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ شعر کے آخر میں کلمات متشابہ قوافی پر مشتمل ہوتے ہیں نیزہ کہ وہی بعینہ قافیہ ہوتے ہیں پس صحیح مذہب خلیل کا ہے کہ قافیہ حقیقت میں شعر کے آخری ساکن حرف سے اس کے متصل اول ساکن تک کو کہتے ہیں مع اس حرف متحرک کے جو ساکن حرف سے پہلے ہے گویا اس کا دوسرا کنون پر مشتمل ہونا ضروری ہے جیسے اگریوں کہا جائے، ما اطلو لللیل علی من لم ینم، قوافی اس کی قافیہ، لم ینم ہوگا، کبھی قافیہ کا اطلاق بیت اور قصیدہ پر بھی ہوتا ہے جیسے شعرے وقافیۃ عجیب بلیل وزیتہا ۴ تلقیت من جو السماء نزل ولہا وقال امرء یقین ۵

ازدور القوافی عنی زیارا ۴ زیاد غلام جری جواداً
مگر یہ اطلاق بر سبیل توسیع و مجاز ہے ورنہ لازم آئے گا کہ قافیۃ البیت وقافیۃ القصیدۃ کہنا سنگین ہو لاسئلہ امہ اضافۃ الشئ الی نفسه:-

قولہ الخلیل الخ ابو عبد الرحمن خلیل بن احمد بن عمرو بن نیمم فراہیدی، ازروی، یحمدی، بصری مولود ستلہ متوفی ۱۶۰ سید اہل ادب، عارف اخبار عرب، امام نحو لغت، واضع علم عروض، ابو عمرو بن العلاء کے تلمیذ خاص اور سیلو بہ، نصر بن شمیم، ابو محمد یحییٰ بن مبارک یزیدی وغیرہ کے استاد ہیں زہد و عفاف اور رشد و صلاح میں ممتاز مقام رکھتے تھے، نصر بن شمیم کا بیان ہے کہ وہ دیکھنے والوں نے خلیل جیسا اور خلیل نے اپنے جیسا کسی کو نہیں دیکھا، علم عروض سب سے پہلے آپ ہی نے مدون کیا اور بقول بعض علم لغت میں بھی سب سے پہلے آپ ہی نے کتاب تصنیف کی جو، کتاب العین ۵ سے مشہور ہے، ولہ شعر قلیل الا حسن فی شعر العلماء، قال ۵

عش ما بد الک قصو ک المیوت ۴ لا غریب منہ ولا فوٹ
نینا عنی بیت و بھجوت ۵ ال المغنی و تفوؤض البیت

قولہ افاعیل الخ افاعیل تغافل عروضیوں کے یہاں ان اجزاء کی مثلہ ہیں جن سے شعر مرکب ہوتا ہے اور وہ دس ہیں، ان میں سے دو خماسی یعنی پانچ حرفی ہیں یعنی فاعولن، فاعلن اور آٹھ سباعی (سات حرفی) ہیں یعنی مفاعیلن، فاعلاتن، مستفعیلن، مفاعلتن، مفعولاتن، فاع لاتن، مستفع لن ان اجزاء سے سولہ بحرین مرکب ہوتی ہیں طویل، مدید، بسیط، کائن، وافر، ہزج، رمل، رجز، مائید، مضارع، تسبیح، خفیف، مجتث، معتقب، مستعار، متحرک

تفصیلُ هذا الاجمال ان الفطرة السليمة تدرك في القوائد المؤدونة المفقاة والاراجيز الرائقة وامثالها لطفًا وحلاوة بالذوق واذا تأملت سبب ادراك اللطف المذكور فيمكن ورود كلام بعض اجزائه يوافق بعضا مفيد اللذة في نفس المخاطب مع انتظار مثله حتى اذا وقع في نفسه بيت اخر بتوافق الاجزاء المعلوم و تحقق الامر المنتظر تضاعفت اللذة عنده واذا اشتراك البستان في العافية تضاعفت اللذة فالثبات اذ بالابيات بهذا السر فطرة قديمة للناس والامزجة السليمة من اهل الاقاليم المعتدلة متفعة على ذلك توضيح اللغة.

فطرة وہ : صف جس پر ہر موجود اپنی ابتدائی پیدائش میں ہو، المقفاة قافیہ والے اراجیز جمع ارجوزہ بحر جز کا قصیدہ، الرائقہ پسندیدہ، حلوت، لذت۔ ذوق طبیعت، تضافت دو چند ہونا، التذات لذت حاصل کرنا۔ میر بہید امر جہ جمع مزاج، اقالیم جمع اقلیم ملک، صوبہ۔ معتدلہ متساویہ ترجمہ تفصیل اس اجمال کو کہ ہے کہ فطرت سلیمہ محسوس کرتی ہے مومنون و متقین قصائد آمد نفیس رجزوں وغیرہ سے ایک خاص لطف اور خاص نواز اور جب تو لطف مذکور کے احساس کے سبب کی جستجو کرے تو معلوم ہوگا کہ ایسا کلام جس کے اجزاء باہم موافق ہوں مخاطب کے نفس میں ایک قسم کی لذت دیتا اور اس کے مثل دوسرے کلام کا منتظر کرتا ہے اور جب دوسرا شعر اسی موافقت اجزاء کے ساتھ اس کے دل میں آئے اور انتظار والا امر بھی متحقق ہو جائے تو لذت دو بالا ہو جاتی ہے اور جب دونوں شعر قافیہ میں بھی مشترک ہوں تو لذت سے چند ہو جاتی ہے پس اس راز کی بناء پر اشعار سے لذت اندوز ہونا انسان کی فطرت ہے اور معتدل اقالیم کے سلیم المزاج لوگ اس اصول سے متفق ہیں۔

تشریح :- قولہ والاراجیز الخ ارجوزہ کی جمع ہے بحر جز کے قصیدہ کو کہتے ہیں، رجز کے اصلی معنی اضطراب اور شتاب کی ہیں اور اس اوٹ کو بھی کہتے ہیں جو ایک قدم چل کر ٹھہر جائے، اصطلاح عروض میں شعر کی ایک بحر ہے جس کا وزن "مستفعلن چھ بار ہے جیسے :-

ہم کو ملا جو لطف کوئے یار کا نہ کب وہ صبا کو لطف ہے گلزار کا
 ہم کو ملا "مستفعلن" جو لطف کو "مستفعلن" نے یار کا "مستفعلن" کب وہ صبا "مستفعلن"
 نہ کو لطف ہے "مستفعلن" گلزار کا "مستفعلن"۔ محمد حنیف غفرلہ کنگو سی

لے الترجمة الصحیحة الواضحة مکان ہذا الجملة هكذا "وحدث ان ورود كلام يوافق بعض اجزائه بعضا مفيد اللذة في نفس المخاطب ويحبها منتظر الى كلام آخر مثله" اعون۔

ثم وقفت في توافق الاجزاء من كل بيت وفي شروط القافية المشتركة بين الابيات
مذاهب مختلفة ورسوم متباينة فاختار العرب قانوناً وضعه الخليل وأدخله
ايضاحاً والهنود يتبعون قانوناً يحكم به ذوقهم وقرينتهم وكذلك اختار اهل
كل زمان وضعاً وسلكوا طريقاً فاذا انتزعنا من هذه الرسوم والمذاهب المختلفة
امراً جامعاً وتاملنا السير المنتشر وجدنا الموافقة امراً الحميداً لا غير مثلاً يذكر
العرب مقام مستفعلن، مفاعيلن ومفتعلن ويعدون مقام فاعلاتن، فعلاثن على القاعده
توجيه اللغة :-

ہندو مع ہندی، ہندوستانی۔ بعض اوقات امریکہ کے اصلی باشندوں کو بھی ہندو کہتے ہیں، قریبہ طبیعت
انتزعنا انتزاعاً نکالنا، رسوم جمع رسم۔ لیدون دن، عدداً شمار کرنا۔
توجہ سے، پھر ہو گئے ہر شعر کے اجزاء کے توافق اور قافیہ کے شروط کی نسبت جو اشعار میں مشترک ہوتا
ہے مختلف مذاہب اور مختلف طریقے پس اختیار کیا عرب نے ایک خاص قانون جس کو خلیل نے وضع کیا
اور اس کی تشریح کی اور ہندو پروی کرتے ہیں ایک اور قانون کی جو ان کے سلیقے اور مذاق کے تابع ہے اسی
طرح ہر زمانہ کے لوگوں نے ایک خاص وضع اختیار کی اور خاص راہ پر چلے پس اگر ہم ان مختلف رسوم و مذاہب
میں سے امر جامع نکالنا اور سر منتشر کو دریافت کرنا چاہیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اجزاء کلام میں جتنی وقت
ہے نہ کہ کچھ اور مثلاً مستفعلن کی جگہ مفاعیلن اور مفتعلن لے آتے ہیں اور فاعلاتن کے بجائے فاعلاتن کو
بقاعدہ خیال کرتے ہیں۔

تشریح

قولہ مقام مستفعلن الخ اس کی تشریح یہ ہے کہ بحر کے ارکان میں کئی طرح کا تغیر ہوتا ہے جن میں سے ایک رکن
ہے یعنی رکن کے پہلے سبب خفیف کے حروف ساکن کو گرانا، پس جب فاعلاتن سے اور فاعلاتن (متصل) سے
الف گرائیں تو فاعلاتن اور فاعلاتن رہیگا۔ اور مستفعلن (متصل ہو یا منفصل) سے سین گرائیں تو مستفعلن رہیگا
اس کی جگہ مفاعیلن کو رکھا جاتا ہے، اور مفعولات سے فاعلاتن تو مفعولات رہیگا اسکی جگہ فغولات کو
رکھا جاتا ہے جس رکن میں یہ تغیر واقع ہوا اسکو مجنون کہتے ہیں جو بحر کل، رجز، مدیہ، بسیط، سرج
مستدرک، خفیف، منسرح، مجتث، اور مقتضب میں واقع ہوتا ہے (لیکن سبب خفیف جس میں
پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو اس کے سوا اور کسی میں واقع نہیں ہوتا) دوسرا تغیر طی سے یعنی رکن کے پہلے
دو سبب خفیف کے جو تھے حرف ساکن کو گرانا مثلاً جب مستفعلن کی فاعلاتن تو مستفعلن رہیگا اسکی جگہ مستفعلن کو رکھا
جاتا ہے اور مفعولات کی فاعلاتن تو مفعولات رہیگا اسکی جگہ فاعلاتن رکھتے ہیں۔ جس رکن میں یہ تغیر واقع
ہوا اسکو مطوی کہتے ہیں، یہ تغیر بحر بسیط، رجز، سرج، منسرح اور مقتضب میں ہوتا ہے۔ بحر خفیف اور
بحر مجتث میں نہیں ہوتا۔

محمد خفیف غفرلہ گنگوہی

وَيَجْعَلُونَ مُوَافَقَةً مُضْرَبٌ بَيْتٌ بِصَرْفٍ بَيْتٌ ۱: رَوْنَةً وَافَقَةً ۲: رَوْنَةً بِبَيْتٍ بِعَرْضٍ بَيْتٍ
 آخِرُ مِنَ الْفُتُوحَاتِ وَتَجْعَلُونَ فِي الْخُشُوعِ كَثِيرًا مِنَ الْبُحَاثَاتِ بِخِلَافِ شُعْرٍ لَمْ يَفْهَمِ
 فَاتَّ الْبُحَاثَاتِ عِنْدَهُمْ مُسْتَحْتَجَةً ۳ وَكَذَلِكَ تَسْتَحْسِنُ الْعَرَبُ إِنْ كَانَتْ الْقَافِيَةُ فِي
 بَيْتٍ ۴ قَبُولًا ۵ إِنْ يَكُونُ فِي بَيْتٍ آخَرٍ مُنِيرًا ۶ بِخِلَافِ شُعْرٍ أَعْلَى الْعَجْمِ وَكَذَلِكَ شُعْرَاءُ
 الْعَرَبِ يُعَدُّونَ ۷ حَاصِلٌ وَدَاخِلٌ وَنَازِلٌ ۸ مِنْ قِطْعٍ وَاحِدٍ بِخِلَافِ شُعْرٍ أَعْلَى الْعَجْمِ
 وَكَذَلِكَ دَوْرٌ ۹ كَلِمَةٌ فِي الْمَعْنَايَيْنِ بَيْتٌ يَكُونُ نِصْفُهَا فِي مِصْرَاعٍ وَنِصْفُهَا الْآخَرُ
 فِي مِصْرَاعٍ آخَرَ يَصِفُ عِنْدَ الْعَرَبِ الْأَعْلَى الْعَجْمِ وَبِالْجُمْلَةِ فَاتَّ مُوَافَقَةً الْآمِرِ
 الْمَشْتَرِكِ مُوَافَقَةً ۱۰ تَحْمِيدِيَّةٌ ۱۱ لَا مُوَافَقَةً ۱۲ حَقِيقِيَّةٌ ۱۳

توضیح اللفظ

زمان علم عروض کی اصطلاح میں وہ تفسیر جو سبب خفیف یا ثقیل کے دوسرے حرف میں واقع ہو۔ مستحیضہ
 وہ امور جو قبیح سمجھے جاتے ہیں۔ مصرعین مصرع کا تثنیہ ہے اصل میں دروازے کے ایک پٹ کو
 کہتے ہیں پھر شعر کے ایک نصف کے لئے نقل کر لیا گیا اول ہوا یا ثانی۔

ترجمہ ۱۔ اور وہ ایک شعر کی ضرب کی موافقت دوسرے شعر کی ضرب کے ساتھ اور ایک شعر کے عروض
 کی دوسرے شعر کے عروض کے ساتھ ضروری قرار دیتے ہیں اور جائز رکھتے ہیں مشو میں بکثرت دھات
 بخلاف شعراء فارس کے کہ ان کے یہاں زحافات قبیح سمجھے جاتے ہیں، اسی طرح عرب اچھا سمجھتے ہیں اگر
 ایک شعر میں قبیرا ہو کہ دوسرے شعر میں منیرا ہو بخلاف شعراء عجم کے۔ نیز شعراء عرب حاصل داخل، نازل
 کو ایک ہی قسم شمار کرتے ہیں بخلاف شعراء عجم کے، علیٰ ہذا ایک کلمہ کا دو مصرعوں کے درمیان اس طرح
 واقع ہونا کہ آدھا ایک مصرع میں ہو اور آدھا دوسرے میں عربوں کے نزدیک صحیح ہے نہ کہ عجمیوں کے
 نزدیک بہر کیف امر مشترک کی موافقت تثنیہ موافقت ہے نہ کہ حقیقی موافقت۔

تشریح ۱۔ قولہ ضرب بیت الا علم عروض کی اصطلاح میں "ضرب" شعر کے ثانی مصرع کے آخری جز کو کہتے
 ہیں اس کی جمع مضروب، اضراب، امضرب آتی ہے جیسے ذیل کے شعر میں "فیہ ماء" ہے
 فِي فَيْهِ مَاءٌ وَهَلْ يَنْسَلِقُ مِنْ فِي "فِيهِ مَاءٌ"

قولہ فی المشو الا یہ مشا (ن) خشوا۔ الوساۃ بالقطن سے ہے بمعنی ٹیکہ میں روئی بھرنا، اصطلاح میں
 بحر کے ان ارکالوں کو کہتے ہیں جو صدر و عروض اور ابتداء و ضرب کے درمیان میں واقع ہوتے ہیں۔
 قولہ الزحافات الا زحاف زحف کی جمع ہے لغت میں اس کے معنی کسی چیز کا اپنی اصل سے گر پڑنا ہے چنانچہ
 جو تیرنہ پر دنگے اسکو تیر زحاف کہتے ہیں اصطلاح عروض میں زحاف وہ تغیرات ہیں جو ارکان بحر میں واقع
 ہوں ان کی دو قسمیں ہیں مفرد اور مزدوج۔ ان میں سے ہر ایک کی پھر چند قسمیں ہیں۔ (باقی بر ص ۲۳۶)

وَمَبْنِي أَوْزَانِ الْأَشْعَارِ عِنْدَ الْهُنُودِ عَلَى عَدَدِ الْحُرُوفِ بِغَيْرِ مَلَاخِظَةِ الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ
وَهُوَ أَيْضًا مِمَّا يُتَكَلَّفُ دُبُّهُ وَقَدْ سَمِعْنَا بَعْضَ أَهْلِ الْبَلَدِ وَمِمَّنْ يَتَلَدُّ دُبُّهُ تَغْرِيدَاتِهِ
يَخْتَارُونَ كَلَامًا مُتَوَافِقًا بِتَوَافِقِ تَحْمِينِيٍّ بِرَدِيفٍ يَكُونُ تَارِقًا كَلِمَةً وَاحِدَةً وَأُخْرَى
يُؤَيِّدُ عَلَيْهَا وَيُلْشِدُون تَغْرِيدَاتَهُمْ مِثْلَ الْقَصَائِدِ فَيَتَكَلَّفُ ذَوْنَ بَهَا وَلِكُلِّ قَوْيْمٍ
أَسْلُوبٌ خَاصٌّ فِي نَظْمِهِمْ وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ وَقَعَ اتِّفَاقُ الْأَمِيرِ عَلَى الِاتِّفَاقِ أَذْبَاحُ الْحَيَّانِ
وَنَعَائِيٍّ وَاخْتِلَافُهُمْ فِي قَوَائِنِ التَّغْرِيدِ وَالْقَوَاعِدِ مُتَحَقِّقٌ وَقَدْ اسْتَنْبَطَ الْيُونَانِيُّونَ
أَوْزَانًا سَمَوْهَا بِالْمَقَامَاتِ وَاسْتَخْرَجُوا مِنْهَا أَصْوَاتًا وَشُعَبًا وَذَوَّنُوا لَانْفِيسِهِمْ فَتَأْشِدُ يَدُ التَّفْصِيلِ

قوله اللغات

مبنی مار بدو صورا، خانہ بدوش عربی قبائل، تغرید۔ الطائر پرندہ، کالانے میں آواز بلند کرنا اور گنگری
کرنا۔ التذاد لذت حاصل کرنا الحان جمع کمن موزوں آواز، شُر۔ نغمات جمع نغمہ گانے میں شُر، پڑھنے میں
اجبی آواز، اصوات جمع صوت آواز، شعب جمع شعبۂ۔
تَرْجِمَتُہ۔ اور اشعار کے موزان کا مدار ہند کے ہاں حروف کی تعداد پر ہے حرکات و سکنات کے
محاذ کے بغیر اور اس سے بھی مزہ لیا جاتا ہے اور ہم نے بعض دیہاتیوں سے سنا ہے جو لطف اٹھاتے ہیں
اپنی تالوں سے منتخب کرتے ہیں ایسا کلام جس میں خمینی موافقت ہوتی ہے ایسی ردیف سے جو کبھی ایک کلمہ اور کبھی
اس سے زائد ہوتی ہے اور وہ اس کلام کو مثل قصائد کے گاتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں اور ہر قوم کا ایک خاص
اسلوب ہے اپنی نظم میں، اسی طرح قوموں کا اتفاق ہے دکنش آوازوں اور دلفریب نغمات سے لذت پانے
پر حالانکہ گانے کے طریقے اور اس کے قواعد میں ان کا اختلاف ہے یونانیوں نے کچھ اوزان نکالے ہیں جن کا
نام وہ مقامات رکھتے ہیں جن سے آوازیں اور شعبے نکال کر انھوں نے اپنے لئے نہایت مبسوط فن منبسط کیا ہے
تشریح۔ قولہ بردیف الوردیف لغت میں سوار کے پیچھے سوار ہونے والے کو کہتے ہیں، اصطلاح عروض میں وہ ایک
یا ایک سے زائد کلمہ ہے جو قافیہ کے بعد لفظاً و معنیً مکرر ہو، عربی اشعار میں اس کا وجود بہت کم ہے جیسے علامہ
سکاکی کے اس کلام میں ہے ۵

حَتَامُ تَشْكُرُ قَدْرِي أَيُّهَا الزَّمَنُ	بَيْتًا وَتَوْغُرُ صَدْرِي أَيُّهَا الزَّمَنُ
أَمَّا يَهْمُكَ عَنِّي غَيْرُ فَذَرِكْ بِي	مَاذَا اسْتَفْتِ لَهْدْرِي أَيُّهَا الزَّمَنُ
قُلْ لِي أَلِي كَمْ أَرَى الْأَعْدَاءَ تَرْمِقُنِي	قَدْ عَمِلَ صَبْرِي أَمِيرِي أَيُّهَا الزَّمَنُ
أَرَى بَدُورَ الْأَقْوَامِ طَلْعُنْ لَهْمُ	الْأَطْلُوعُ لِبَدْرِي أَيُّهَا الزَّمَنُ

(البیہ ۱۲۵) مفرد جیسے غبن، انصار، نقص، ملی، بعض، عصب، عقل، کف، مزدوج جیسے غبل، ملی مع غبن، غزل
(ملی مع انصار) شکل (کف مع غبن)، نقص (کف مع عصب)، والتفصیل فی العروض۔

واهل الهند تفتنوا لست نعات وقر عوامنها نغيات وقد رأينا اهل البدو
تباعدا عن هذين الاصلاحين وتخطوا بحسب سليقتهم للتاليف والايقاع
فقد بوا لانفسهم اوزانا معدودة بغیر ضبط الکلیات وحصر الجزئیات فاذا
نظرنا بعد هذه الملاحظات الى حكم الحدس لم نجد ههنا امرا مشتركا سوى
الموافقة التخمينية ولا يتعلق تخمين العقل الا بذكر المتوزع الاجمالی لا
بتفصيل القواني المردفة الموصولة ولا يثبت الذوق السليم الا تلك الحلاوة
المحضنة لا الطویل ولا المديد من التجویس

ترجمہ

اہل ہند نے پھر راک بن کر ان سے رائتیاں نکالی ہیں، اور ہم نے دیہاتیوں کو دیکھا ہے کہ وہ ان دولوں
اصطلاحوں سے دور ہیں اور انھوں نے اپنے ذوق کے مطابق چند اوزان مرتب کر لئے ہیں ضبط کلیات
وحصر جزئیات کے بغیر، جب ہم ان ملاحظات کے بعد غور سے دیکھتے ہیں تو نہیں پاتے امر مشترک بجز
تخمینی موافقت کے اور تخمین عقل کا تعلق نہیں گرا کسی اجمالی امر سے نہ کہ قوائی مردفہ و موصولہ کی تفصیل سے
اور پسند نہیں کرتا ذوق سلیم گرا کسی خالص علالت کو نہ کہ طویل اور مديد بحروں کو۔

تشریح

قوله المودرة الخ مردفہ کے اعتبار سے قافیہ کی چھ قسمیں ہیں مقیدہ، مطلقہ، مردفہ، مؤسسہ، مجردہ اور موصولہ
مقیدہ وہ ہے جس کی روی ساکن ہو جیسے طرہ، وقائم، الاعاق، خاوی، المخترق، مطلقہ وہ ہے جسکی روی
متحرک ہو جیسے طرہ، قفانیک من ذکر، کعبیب، ومنزل، مردفہ وہ ہے جس کی روی سے پہلے روف ہو جیسے
عماد، عمید، عمود، قول، قیل، مؤسسہ وہ ہے جس کی روی سے پہلے حرف تاسیس یعنی الف ہو
مجردہ وہ ہے جس کی روی سے پہلے نہ روف ہو نہ تاسیس۔ موصولہ کی دو قسمیں ہیں موصولہ بلا خروج
اور موصولہ مع خروج۔ موصولہ بلا خروج وہ ہے جس کی روی کے بعد حرف وصل ہو جیسے منزکہ (ہاء
ساکنہ ماقبل متحرک) موصولہ مع خروج وہ ہے جس کی روی کے بعد ہاء متحرک مع حرف اشباعی ہو
جیسے منزکہا، منزکہو، منزکہی۔

قوله لا الطویل الخ بحر طویل وہ ہے جس کا وزن فعولن مغایلیں چار بار ہو جیسے

اتسانہ بے ادب ہوں کہوں تو ادھر کو دیکھ، میں تجھ کو دیکھتا ہوں تو چاہے جدھر کو دیکھ
اتحاد، فعولن "بے ادب ہوں" مغایلیں "کہوں تو" فعولن "ادھر کو دیکھ" مغایلیں "میں تجھ کو" فعولن "دیکھتا ہوں"
مغایلیں "تو چاہے" فعولن "جدھر کو دیکھ" مغایلیں۔

قوله والمديد الخ بحر مديد وہ ہے جس کا وزن فاعلان فاعلن چار بار ہو جیسے

اشک سے اپنے بہادوں تجھ کو گردوں تو سہی، آہ سے سینہ ترا ہاں جاک گردوں تو سہی
"اشک سے اپ مغالطن" "بہادوں" فاعلان "تجھ کو گردوں" فاعلان "تو سہی" فاعلن "آہ سے سی" فاعلان "منہ ترا ہاں" فاعلن

ولما أريد حضرة الخلاق جلّ شأنه أن يكلم الإنسان الذي هو قبضته من التراب
نظراً إلى ذلك الحسن الإجمالی لا إلى قوالب مستعسنة عند قوم دون قوم ولما
أراد مالك الملك أن يتكلم على منتهج الأدب متين ضبط ذلك الأصل البسيط لا
هذه القوانين المتغيرة بتغير الأدوار والأطوار ومذاق التمشك بالقوانين المصطلح
عليها هو العجز والجهل وتحصيل الحسن الإجمالی بلا توسط تلك القواعد بحيث لا
يغوت في الأغوار والأعجاء من إبيات شئ ولا يفهم الكلام في كل سهل وجبلي
مُعجَز ومُفْجِع وأنا أنزع هنا من جزيان الحق سبحانه وتعالى على ذلك السنن
اصلاً وأثقل إلى قاعدة وتلك القاعدة أنه تعالى اعتبر في أكثر السور امتداد
الصوت لا الطويل والمديد من الجوس وكذلك اعتبر في الفواصل انقطاع النفس
بالمدة وما تعتمد عليه المدة لا قواعد فن القوانين وهذه الكلمة أيضاً تقتضي بسطاً
فأستقيم لما أقول:

توضیح اللغات: قبضه منی بمر. تراب می. قوالب جمع قالب. منتهج کشادہ راستہ. ادوار جمع دور حکمرانوں کا زمانہ
اطوار جمع طور حال. اغوار جمع غار انجاء جمع نجد بلند زمین۔ سہل نرم زمین۔ جبل پہاڑ۔ مُفْجِع جواب سے
خاموش کر دینے والا۔ سنن طریقہ۔ امتداد درازی۔ فواصل جمع فاصلہ۔ نفس سانس۔ لفظ تفصیل۔
توجہ کرتا۔ جب چاہا خداوند جلّ شأنہ نے ہم کلام ہونا اس انسان سے کہ جو مشیت خاک ہے وہ عایت فرمائی اسی
اجمالی حسن کی نہ کہ ان قواعد کی جو پسندیدہ ہیں ایک قوم کے نزدیک نہ کہ دوسری قوم کے نزدیک اور جب چاہا
مالک الملک نے یہ کلام فرمائے آدمیوں کی روش پر تو منضبط فرمایا اس نے اسی اصل بسط کو کہ ان قوانین
کو جو بدل جاتے ہیں زمانہ اور مذاق کے بدل جانے پر اور اصطلاحی قوانین کی پابندی کا منشاء عجوز و جمل ہے
اور حسن اجمالی کی تحصیل توسط قواعد کے بغیر اس طرح کہ وہ بیان کے نشیب و فراز میں فوت نہ ہو۔ اور
کلام سہل و دشوار کسی مال میں ضائع نہ ہو بے شک معجز اور بشری حد اختیار سے خارج ہے، ہم حق تعالیٰ
کے اس طریقہ کو استعمال فرمانے سے ایک قاعدہ کا استنباط کرتے ہیں اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ
نے اکثر سورتوں میں آدیز کی کشش کا اعتبار کیا ہے نہ کہ بحر طویل و مدید وغیرہ کا اسی طرح فاصلوں میں سانس
کے ٹھہرنے کا اعتبار کیا ہے حرف مدہ پر یا جس پر مدہ ٹھہرے نہ کہ فن قوانین کے قواعد کا۔ یہ کلمہ (کلیہ)
بھی بسط و تفصیل چاہتا ہے سو جو میں کہوں اس کو دھیان سے سن

لہ ای ممکن ایتہ نسبتہ بینہ وبين النسا لق تخلیف لیکن التخطیب ؟ ولکنہ تعالیٰ مع ہذا البون البعید اراد
ان یماطیہ فنظر احد ۱۲ عون

تَرَدُّدُ النَّفْسِ فِي قِصَّةِ الْعُنَى مِنْ جِلَّةِ الْإِنْسَانِ وَإِنْ كَانَ تَطْوِيلُ النَّفْسِ وَقَصِيرُهَا مِنْ مَقْدُورِ الْبَشَرِ وَلَكِنْ إِذَا خُلِّيَ وَطْبَعَهُ فَلَا بُدَّ مِنْ امْتِدَادٍ مُحْدُوْدٍ فَيَحْصِلُ فِي أَوَّلِ خُرُوجِ النَّفْسِ نَشَاطٌ ثُمَّ يَضْمَحِلُّ ذَلِكَ النَّشَاطُ تَدْرِيْجًا حَتَّى يَنْقَطِعَ فِي آخِرِ الْأَمْرِ فَيَمْتَنَاجُ إِلَى اعَادَةِ نَفْسٍ جَدِيدَةٍ وَهَذَا الْاِمْتِدَادُ أَمْرٌ مُحْدُوْدٌ مُجْتَمِعٌ مَبْهَمٌ وَمُقَدَّرٌ بِمَقْدَرِهَا مَنْتَشِرٌ لَا يَضُرُّكَ بِقِصَصَانِ كَلِمَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بَلْ وَلَا نَقْصَانِ قَدْرِ الثَّلَاثِ وَالرُّبْعِ وَكَذَلِكَ زِيَادَةُ كَلِمَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بَلْ وَلَا زِيَادَةُ قَدْرِ الثَّلَاثِ وَالرُّبْعِ وَتَسَمُّعُ فِي ذَلِكَ الْحَدِّ اخْتِلَافٌ عَدِيدٌ الْأَوْتَادِ وَالْاَسْبَابِ وَتَقْدِمْ بَعْضِ الْأَحْكَامِ عَلَى بَعْضٍ فَجُعِلَ لِامْتِدَادِ النَّفْسِ وَزْنٌ مُعْلُوْمٌ وَقَسَمٌ ذَلِكَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ طَوِيلٌ وَمَتَوَسِّطٌ وَقَصِيرٌ أَمَّا الطَوِيلُ فَفَتْحُ سُورَةِ النَّسَاءِ وَأَمَّا الْمَتَوَسِّطُ فَفَتْحُ سُورَةِ الْأَعْلَافِ وَالْاَنْعَامِ وَأَمَّا الْقَصِيرُ فَفَتْحُ سُورَةِ الشُّعْرَاءِ وَسُورَةِ الدُّخَانِ

تَوْضِيْحُ اللَّغَةِ :- تَرَدُّدُ بَارِبَارٍ آتَا قِسْمَهُ بِالنَّهْ- عَنْهُ كَرْدَنَ جَبَلَةٍ فَطَرَتْ طَبِيعَتَهُ- عُقْلٌ وَطَبَعٌ اس کی طَبِيعَتِ پر چھوڑ دیا جائے نَشَاطٌ بِشَاطَتِ- يَفْعَلُ اَضْمَحَالُ زَائِلٌ هُوَ- اَوْتَادٌ جَمْعٌ وَتَدْرِيْجٌ- سَتَرٌ جَمْعٌ :- زَخْرے میں سانس کی آمد و رفت انسان کی فطری بات ہے گو سانس کی درازی و کوتاہی ایک حد تک آدمی کے اختیار میں ہے لیکن جب اس کو اس کی طَبِيعَتِ پر چھوڑ دیا جائے تو اس کا ایک خاص طول ہونا ضروری ہے، اول بار سانس لینے میں ایک فرحت حاصل ہوتی ہے پھر وہ آہستہ آہستہ زائل ہوتی شروع ہوتی ہے حتیٰ کہ بالکل زائل ہو جاتی ہے اندر دوسرے تازہ سانس لینے کی ضرورت پڑتی ہے سانس کی یہ درازی مبہم حد سے محدود اور ایسی منتشر مقدار کے ساتھ معین ہے کہ اس کے لئے دو تین کلموں یا تہائی چوتھائی مقدار کی کمی اسی طرح دو تین کلموں یا تہائی چوتھائی مقدار کی زیادتی مضر نہیں اور اس میں تعدد اوتاد و اسباب کے فرق کی اور بعض ارکان پر بعض کے مقدم ہونے کی بھی گنجائش ہے پس سانس کے اسی امتداد کے لئے خاص وزن قرار دیا گیا اور اس کو طویل و متوسط اور قصیر تین قسموں پر منقسم کیا گیا، طویل جیسے سورہ نساء، متوسط جیسے سورہ الاعراف و الانعام اور قصیر جیسے سورہ الشعراء اور سورہ الدخان۔

تَشْرِیْحُ :- قولہ عددا لاوتاد الخ وتند اور سبب علم عروض کے اصطلاحی لفظ ہیں چنانچہ اہل عروض ارکان شعر کو تین جزؤں سے مرکب مانتے ہیں سبب، تند اور فاعلہ، سبب دو حرفی کلمہ کو کہتے ہیں اگر پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو اس کو سبب خفیف کہتے ہیں جیسے "لم" اور اگر دونوں متحرک ہوں تو سبب ثقیل جیسے "أر" وتند سہ حرفی کلمہ کو کہتے ہیں اگر دو حرف متحرک ہوں اور تیسرا ساکن ہو تو اس کو تند مقرون اور تند مجزوع کہتے ہیں۔ جیسے "غلی" اور اگر درمیان والا حرف ساکن ہو تو اس کو تند مفروق کہتے ہیں جیسے "قؤل" :-

وتام النفس يعتمد على مدّة معتمدة على حرف قافية متسعة يوافقها ذوق الطبع و
يتلذذ من اعادة تامة بعد اخرى وان كانت المدّة في موضع "الف" وفي
موضع "آخر" و"او" و"ياء" وسواء كان ذلك الحرف الاخير باء في موضع وحيثما
او قاف في موضع اخر فيعلمون ومؤمنين ومستقيم متوافقة وخروج ومرتج وحميد
وتبار وفواق وعجاب كلها على قاعدة وكذلك لحوق الالف في اخر الكلام قافية
متسعة في اعادة تامة وان كان حرف الروي مختلفا فيقولون في موضع كريبنا
وفي موضع اخر حذ بنا وفي موضع ثالث بصيرا فان التزم في هذه الصورة موافقة
الروى كان من قبيل "التزام ما لا يلزم" كما وقع في اوائل سورة مريم وسورة الفرقان
وكذلك توافق الايات بحرفين مثل الميم في سورة القتال والنون في سورة الرحمن
فبعد هذه كما لا يخفى وكذلك اعادة جملة بعد طائفة تفيد لذة كما وقع في سورة
استغاث وسورة القمر وسورة الرحمن وسورة المرسلات
نترجمه

اور سانس کا اختتام ایسے حرف مدہ پر ہے جس کا اعتماد کسی حرف پر ہو یہ ایک وسیع قافیہ ہے جس سے ملوق
موافقت کرتا اور اس کے تکرار سے متلذذ ہوتا ہے اگرچہ وہ حرف مدہ کہیں الف، کہیں واو اور کہیں یاء ہوتا ہے
اور گو وہ حرف اخیر کسی جگہ باء ہوتا ہے اور کہیں حیم یا قات پس یعلمون، مؤمنین، مستقیم باہم موافق ہیں
اور خروج، مرتج، حمید، تبار، فواق اور عجاب سب باقاعدہ ہیں، اسی طرح آخر کلام میں الف کا آنا وسیع
قافیہ ہے جس کے امادہ میں پوری خلوت ہوتی ہے گو حرف روی مختلف ہو پس ایک جگہ کریا کہتے ہیں دوسری
جگہ حدیثا اور تیسری جگہ بصیرا، اگر التزام کیا جائے اس صورت میں روی کی موافقت کا تو یہ غیر لازمی شے کی پابندی
کے قبیل سے ہوگا جیسا کہ سورہ مريم اور سورہ فرقان کے آغاز میں واقع ہوا ہے اسی طرح آیات کا توافق کسی حرف
کے ساتھ مثلاً ميم سورہ قتال میں اور نون سورہ رحمن میں خلوات بنتا ہے جو متفق نہیں ہے، اسی طرح
ایک جملہ کو کلام کے بعد بار بار لانا لذت بنتا ہے جیسا کہ سورہ شعراء، سورہ قمر، سورہ رحمن اور سورہ
مرسلات میں واقع ہوا ہے۔
تشریح

قولہ حرف الروی القافیہ کے حرف تہ ہیں روی، تاسیس، دخیل، ردت، خروج، وصل روی شعر
کے اس آخری اصلی حرف کو کہتے ہیں جو قوافی میں مکرر ہو جیسے ضرب اور حرب میں باء، اصلی کی قید سے
تنوین، حرف اشباع، اور جو اس کے حکم میں ہو جیسے لاء سکتے اور علامات ضمائر سب خانہ ہو گئے
روی قافیہ کی اصل اور اس کی جان ہوتی ہے جس سے اس کا خالی ہونا ممکن ہی نہیں اسلئے قصائد کو بحیثیت قوافی اسی
کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے لامیہ شغری، نوزیہ لبی، والیہ ناخنے..... (باقی بر ص ۲۲۱)

وقد تخالفت فواصل أخر السورة أولها التطريب ذهن السامع وللإشعار بلطافت ذلك الكلام مثل "إِذَا" و"هَذَا" في أخر سورة مريم ومثل "سَلَامًا" و"كَلِمًا" في أخر سورة الفرقان و"طِين" و"سَاجِدِينَ" و"مُنْظَرِينَ" في أخر سورة ص مع أن أواسل هذه السور مبنية على فاصلة أخرى كما لا يخفى فجعل الوزن والقافية المذكوران في أكثر السور من المهمات إن كان اللفظ الأخير من الآية صالحاً للقافية فيها ولا يصلح بجملة فيها بيان آلاء الله أو تنبيه للمخاطب كما يقول "وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ" وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا، وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا، لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ، إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

ترجمہ: کبھی سورتوں کے آخری فواصل اول سے مختلف ہوتے ہیں ذہن سامع کی نشاط اور لطافت کلام کی جانب اشارہ کرنے کے لیے جیسے اثلثہ اسوہ مریم کے آخر میں اور سلاماً، کبراً اسوہ فرقان کے آخر میں اور طین، ساجدین، منظرین سورہ ص کے آخر میں حالانکہ ان سورتوں کے شروع دوسری طرح کے فاصلے ہیں، پس اس وزن اور قافیہ کو جو اکثر سورتوں میں مذکور ہیں ہتم بالشان قرار دیا گیا ہے، اگر آیت کے آخر میں کوئی لفظ قافیہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو فہا درہ اسکو ایسے جملہ سے جڑ دیا جائے جس میں نغم خداوندی کا بیان یا مخاطب کیلئے تنبیہ ہو جیسے فرماتے ہیں وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (بقیہ صفحہ ۲۴۲)

میمہ عشرہ، مقصورہ دریدہ وغیرہ۔

قولہ التزام بالایزیم الخ یہ اس بات کا نام ہے کہ شعریاتر کے اندر کلام میں عدم ملفت کی وجہ سے حرف ردی سے پہلے ایک یا دو حرفوں کا التزام کر لیا جائے، ایک حرف کے التزام کی مثال یہ ہے، فَأَمَّا الْبَيْتُ فَلَا تَقْرَءُ مَا السَّائِلِينَ فَلَا تَهْتَرُ، کہ پہلا حرف ردی سے قبل با کا التزام کیا ہے، "أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ" تا آخر آیات، ان میں کاف سے قبل را کا التزام ہے، فَلَا أَسْمُ بِالْحُسَىٰ أَوْ أَرَأَيْتَ" اس میں سین حرف ردی سے پہلے فون مشد کا التزام ہے، "وَالْيَلِيلُ وَالْجَنَّةُ وَالْجَنَّةُ" اس میں قاف سے پہلے سین کا التزام ہے

دو حرفوں کے التزام کی مثال یہ ہے، وَالْمَطْفُوفُ ذِكْتُ سَطُوبُ، مَا أَنْتَ بِمَعْنِي رَيْبُ، بِمَعْنُونِ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْزًا غَيْرَ مَعْنُونٍ، وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ وَطُنَّ ابْنُ الْبِرِّ إِذَا، تین حرفوں کے التزام کی مثال یہ ہے، "تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْتَلَوْنَ" وَإِذَا هُمْ يَمْدُ وَهُمْ فِي الْغِيِّ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ" :- (اتقان)

وقد اُطِيبَ في مثل هذه المواضع أحياناً مثل "فَسُئِلَ بِهِ خَيْرًا" وليستعمل التقديم والتأخير مَرَّةً والقلب والزيادة أخرى مثل "إِلَ يَا مِثْنِ" في الياس وَطُورِ سِينَيْنِ " في سيناء

ترجمہ

اور اس قسم کے مواقع میں کہیں کہیں کسی قدر اطناب سے کام لیا گیا ہے جیسے "سو پوچھ اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہو"، اور کسی جگہ تقدیم و تاخیر بھی مستعمل ہوئی ہے اور کبھی قلب اور زیادتی۔ جیسے ال یاسین، الیاس میں اور طور سینین، سیناء میں:-

تشریح کا قولہ وقد اُطِيبَ الخ جیسے قول باری، ومن شرّ عاصِدٍ اذا حَسَدَ یعنی جب حاسد اپنی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے، اس میں کلمہ اذا حسد تانیہ کے لیے لایا گیا ہے۔ اس صنعت کو صنعت ایغال اور امکان کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کلام کو کسی ایسی بات پر ختم کیا جائے جو کسی ایسے نکتہ کا فائدہ دے کہ کلام کے معنی اس نکتہ کے بغیر بھی تام ہو جاتے ہوں جیسے اِشْعَوْ مَنْ لَا يَسْتَلْكُمُ اَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ، اس میں وہم مہتدون ایغال ہے اگر اس کو نہ لایا جاتا تب بھی کلام کے معنی پورے ہو جاتے کیونکہ رسول لامالہ ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر چونکہ اس جملہ میں لوگوں کو رسولوں کی پیروی پر ابھارنے اور ان کو اس بات کی ترغیب دلانے میں ایک قسم کا مبالغہ مقصود تھا اس لیے اس کو بڑھایا گیا:-

قولہ وليستعمل التقديم الخ جیسے قول باری، اِنَّ اللّٰهَ يَالْتَأَسُ لِرُؤْفٍ رَّحِيمٍ، حافظ سیوطی جلا لیں میں لکھتے ہیں، "وقدم الابلغ للفاصلۃ" کہ یہاں صیغہ ابلغ یعنی رؤف کو رعایت فاصلہ کی وجہ سے مقدم کیا ہے ورنہ بقول سید سلیمان الجملی عادت اس کے برعکس ہے چنانچہ عالم تحریر کہتے ہیں نہ کہ تحریر عالم:-

تنبیہ، علامہ زحشری نے کثاف میں بیان کیا ہے کہ تنہا فواصل ہی کی محافظت پسندیدہ نہیں ہوتی بلکہ معانی و مقاصد کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ کلام بلاغت سے گر جائے گا، اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ قول باری، وبالْآخِرَةِ هُمْ يُوقَنُونَ، میں بالآخرہ کی تقدیم صرف فاصلہ کے لحاظ سے نہیں کی گئی بلکہ یہاں اختصاص کی رعایت بھی رکھی گئی ہے:-

قولہ وطور سینین الخ یہ دونوں مثالیں قلب کی ہیں، زیادتی کی مثال جیسے قول باری، وَتَقْنُونَ بِالْحَمْدِ اَنْظَنُونَ اس میں انظنون کے ساتھ الف کو لاحق کیا گیا ہے کیونکہ اس سورہ کے فواصل کے مقاطع الف ہیں جو وقف میں تنوین سے بدلے ہوئے ہیں پس تساوی مقاطع اور تناسب نہایت فواصل کے لیے نون کے ساتھ الف بڑھا دیا گیا و مثله، فَاَمَلُونَا السَّيْلَا، وَاَطْعَمُوا الرِّسُولَا:-

وَلْيَعْلَمُ هُنَا أَنْ نَسْجَامَ الْكَلَامِ وَسَهْوَلَتَهُ عَلَى اللِّسَانِ لَكُونَهُ مَثَلًا مَسَائِرًا أَوْ لَتَكْرَارِ ذِكْرِهِ فِي الْآيَةِ رَبِّهَا يَجْعَلُ الْكَلَامَ الطَّوِيلَ مَوْزُونًا مَعَ الْكَلَامِ الْقَصِيرِ وَرَبِّهَا تَكُونُ الْفَقْرَةُ الْأَوَّلُ اقْصَرَ مِنَ الْفَقْرَةِ التَّالِيَةِ وَهُوَ يُفِيدُ عَذُوبَةً فِي الْكَلَامِ سَخْنُومًا وَفَعْلُومًا ثُمَّ الْجَحِيمِ صَلَومًا ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذُرْعَاهَا سَلْعُونَ ذُرْعًا عَا فَاسْكَوْمًا كَأَنَّ السَّكْمَ يَقْدَرُ فِي مِثْلِ هَذَا الْكَلَامِ أَنَّ الْفَقْرَةَ الْأُولَى وَالثَّانِيَةَ مِنْ حَيْثُ الْجَمْعُ فِي كَيْفَةٍ وَالثَّلَاثَةَ وَحْدَهَا فِي كَيْفَةٍ، وَرَبِّهَا تَكُونُ الْآيَةُ ذَاتُ قَوَائِمٍ ثَلَاثَ لَحُوْثٍ يَوْمٌ كَبِيضٌ وَجُودٌ وَكُسُودٌ وَجُودٌ فَأَمَّا التَّالِيَتَانِ اسْوَدَّتْ وَجُوهُهُنَّ الْآيَةُ - وَأَمَّا التَّالِيَتَانِ ابْيَضَّتْ وَجُوهُهُنَّ الْآيَةُ وَالْعَامَّةُ يَصِلُونَ الْأَوَّلَ بِالثَّانِي فَيَعْسَبُونَ الْآيَةَ طَوِيلَةً، وَقَدْ لَحِجَّ فِي آيَةٍ فَاصِلَتَانِ كَمَا يَكُونُ فِي الْبَيْتِ الْيُسْأَلُ مَثَالُ ذَلِكَ

كالزَّهْرِ فِي تَرْبٍ وَالبَدْرِ فِي شَرْبٍ : وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالْدَّهْرِ فِي هِمَمٍ
تَوْضِيحُ اللَّفْظِ

النَّسْجَامُ النِّسْجَمُ - الْمَاءُ - بَانِي كَرْنَا، بَهْنَا - الْكَلَامُ - كَلَامٌ كَامَرْتَبٌ هُونًا، لِسَانُ زَبَانٍ، مِثْلُ كِهَادَتِ، الْفَقْرَةُ فَقْرُهُ، كَلَامٌ يَأْجُلُهُ كَالطِّيفِ نَكْتَةً، الْأَوَّلُ أَوَّلِي مَوْثُتٍ كِي جَمْعٌ هِي، اقْصَرَ اسْمُ تَفْضِيلٍ هِي زِيَادَةُ جَهْوَتِ الْتَالِيَةِ تَالِي كَامَوْثُتٍ هِي، تَبَجَّجَ حَلَنَ وَالَا، غِدْوَتَهُ مِثْمَا أَدْرَخُو شَكْلًا هُونًا، فَلَوَادَن، غَلَا بَاتَهُ مِثْلُ تَهْكُرْدِي يَأْجُلِي مِثْلُ طُوقِ ذَالِ النَّاجِمِ رُوزَن، صَلَوَا أَكْ مِثْلُ دَاخِلِ كَرْنَا، سِلْسِلَةُ زَنْجِيرٍ، ذُرْعٌ بَاتَهُ كَامِيعِلَا، يَمَاشُ ذُرْعٌ كَرْنَا، كِهَنِي سِي جَمْعُ كِي أَكْغَلِي تَكْ كَا حَقَّةً، فَاسْكَوْمُهُ اسْكَبَ الشَّيْءُ دَاخِلَ كَرْنَا، كَيْفَتُهُ هِرْگُولِ جِيزِ، تَرَادُزْ كَا پِلُودَا، قَوَائِمُ جَمْعُ قَائِمَةٍ يَأْجُلِي تَهْتِ سَفِيدٌ هُونًا - وَجُودُهُ جَمْعُ وَجْهِ، كُسُودٌ سِيَاهٌ هُونًا، يَصِلُونَ ذُلَا جُوزْنَا تَرْبَلِي شَكْلُوه، تَرْفُ خُوشْخَالِي بَدْرُ جُودِ جُوهِي رَاتِ كَا چَاهَد، شَرْفُ عَزَتِ وَبِزَرْگِي، شَرَا فِت، تَحْرُ دَرِيَا، كَرَمُ نَخْشَشِ فَيَا ضِي، دِهَرُ زَمَانَهُ، هَمَّ جَمْعُ هَمَّةٍ، عَزَمُ قُوَى -

ترجمہ: یہاں یہ جانتا ضروری ہے کہ کلام کی روانی اور زبان پر اس کی سہولت جو وجہ اس کے ضرب المثل ہونے یا آیت میں اس کے مکرر مذکور ہونے سے حاصل ہوتی ہے وہ طویل کلام کو مختصر کلام کے، م وزن بنادیتی ہے اور بعض اوقات پہلے فقرے بعد کے فقروں سے کم ہوتے ہیں اور وہ بھی کلام میں شبہ بنی پیدا کر دیتے ہیں وہ اس کو پکڑو پھر طوق ڈالو پھر آگ کے ڈھیر میں اس کو ڈالو پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو، گویا اس قسم کے کلام میں مشکل کلام کی مدعا یہ ہوتی ہے کہ پہلے اور دوسرے فقرہ کا مجموعہ ایک پلڑے میں ہے اور تہا تیسرا فقرہ ایک پلڑے میں ہے۔

اور کبھی آیت کے تین رکن ہوتے ہیں جیسے » جس دن کہ سفید ہوں گے بعضے مُنہ اور سیاہ ہوں گے بعضے مُنہ، سودہ لوگ کہ سیاہ ہوئے مُنہ ان کے امہ اور وہ لوگ کہ سفید ہوئے مُنہ ان کے امہ « عام طور پر لوگ رکن اول کو دوسرے رکن کے ساتھ جو ذکر آیت کو طویل خیال کرتے ہیں اور کبھی آیت میں دو فاصلے آتے ہیں جیسا کہ یہ شعر میں بھی ہوتا ہے اس کی مثال یہ شعر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازگی میں مثل شکوفہ ہیں اور شرف بزرگی میں جیسے چودہویں رات کا چاند، فیاضی اور بخشش میں دریا کے مانند ہیں اور عزم قوی و ہمت میں دہر کا مثال دے۔

تشریح قولہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اَسْوَدُوْا فَاَمْرُهُمْ اَنْ اُسْکے بعد پوری آیت یوں ہے » اَکْفَرُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ قَدْ اَنْزَلْنَا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ كَافِرُوْنَ، وَاَمَّا الَّذِيْنَ اَبْيَضُوْا فَهُمْ قُلُوْبُهُمْ رَاحَتْهُمْ اِلَيْهِمْ فَاُولَٰئِكَ يَرْجُوْنَ اَوَّلَ يَوْمٍ تَنْفِيْضٍ وَجْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهُ « ہے اور رکن دوم » فَاَمَّا الَّذِيْنَ اَسْوَدُوْا « سے تکفرون تک ہے اور رکن سوم » وَاَمَّا الَّذِيْنَ اَبْيَضُوْا « سے » فَاُولَٰئِكَ يَرْجُوْنَ « تک ہے۔

قولہ فی ایہ فاصلاں الخ اس کی امثلہ یہ ہیں » نَالِكُمْ لَا تَرَوْنَ بِاللَّهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا، ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْرِجُكُمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاءِی الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاقِقُوْنَ فِیْهِمْ، اَفَرَدْنَا مُنْزِلَ فِیْهَا تَحْسَبُوْا اِنْجِنَا، اَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ الشَّعْرِ وَرَسُوْلُهُ وَجْهًا وَّفِی سَبِيْلِهِ، وَالتَّوْرَةُ وَالْاِنْجِيْلُ وَرَسُوْلَاۤیِیْ بَنِيْۤیْسْرَآئِيْلَ «۔

قولہ کالترہ الخ یہ شعر عارف باللہ شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید ابو میری متوفی ۷۸۷ھ یا ۷۹۷ھ کے مشہور تصنیف پر ردہ کا ہے جو موصوف نے تاجدار مدینہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اس وقت کہا تھا جب یہ لاعلاج مرض فالج میں مبتلا ہو گئے تھے جب انہوں نے یہ قصیدہ کہا تو شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ان کے بدن پر اپنا دست مبارک بھیرا اور اپنی چادر میں پسٹ لیا، صبح اٹھے تو بالکل صحتیاب تھے، ومن امثله الشعر یہ ایضاً قول ابی حماس ہے

بجلی بر رشدی، و اشرت بہ یدی و فاض بہ ثندی، و اوری بہ زندگی

رہتم جو نہ کہ فواصل کا مدار وقف پر ہے اس لیے ان میں مرفوع کا مقابلہ مرفوع کے ساتھ یا اس کے برعکس جائز ہے جیسے قول باری » اَنَا خَلَقْتُمْ مِنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ « غَذَا بٌ وَّاجِبٌ اور شہادت ثاقب کے ساتھ آیا ہے اور قول باری » بِنَارٍ مِّنْهُمُ « قَدْ قُدِّرَ اَوَّلُ بَسْمِیْ اور مرقد کے مقابلہ میں آیا ہے۔

رفائدہ قرآن میں بکثرت فواصل کو حروف مدولین اور الحاق فون کے ساتھ ختم کیا گیا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ اس سے طرب انگیزی پر قابو پانا ہے جیسا کہ سیبویہ کا قول ہے کہ اہل عرب ترمیم کی حالت میں کلموں کے ساتھ الف، یا اور نون کا الحاق کرتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد آواز میں کشش پیدا کرنا ہے، جب وہ ترمیم نہیں چاہتے تو ان حروف کا الحاق نہیں کرتے۔ اتفاق

وقد تكون الآية أطول من سائر الآيات والسُرُّ ههنا ان اذاجعل حسن الكلام
الناشئ من تقارب الوزن ووجدان الامر المنتظر وهو القافية في كفة وجعل
حسن الكلام الناشئ من سهولة الاداء وموافقة طبع الكلام وعدم لحوق التغيير
فيه في كفة اخرى فترجم الفطرة السليمة بجانب المعنى فيتترك احد الانتظارين
معملاً ويؤتى الحق في الانتظار الثاني،

وانما قلنا في صدر البحث قد جرت سنة الله عز وجل على هذا في اكثر السور
لانه ما ظهرت في بعض السور رعاية هذه القسم من الوزن والقافية وقعت
طائفة من الكلام على نهم خطيب الخطباء وامثال اهل التلک المسموعة مسامرة
النساء المروية عن سيدتنا عائشة رضي الله عنها فانظر في قوافيها وفي بعض السور
وقع الكلام على منتهج كتب العرب بلا رعاية شيء كمنحاذرة بعض الناس لبعض الان
يختتم كل كلام بشيء يكون مبنياً على الاختتام والسُرُّ ههنا ان الاصل في لغة العرب
الوقف في موضع ينتمى النفس وكيفي نشاط الكلام والمستحسن في عمل الوقف انتم
النفس على البدلة هذا هو الوجه في ظهور صورة الآيات وهذا هو ما فتح الله على
الفقيه والله اعلم

توضيح اللفظ: سائر چیز کا بقید بر مجسمہ، ناشی پیدا ہونے والا، کفہ ترازو کا پلڑا، ہمیں اہل جان بوجھ کر
یا بھولے سے چھوڑ دینا یا تو پورا حق دینا، کج طریقہ، خطب جمع خطبہ تقویٰ، خطباء جمع خطیب، تکت
جمع نکتہ۔ مسامرة رات کو قصہ گوئی کرنا، منہج کشادہ راستہ، محاذرة گفتگو کرنا، جواب دینا، نفس سانس
ترجمہ:- کبھی ایک آیت دوسری آیتوں سے زیادہ لمبی ہوتی ہے اس کا نکتہ یہ ہے کہ جس وقت کلام کے
اس حسن کا کہ جو وزن اور قافیہ سے پیدا ہوا ہے کلام کے اس حسن سے موازنہ کریں جو ادراکی پیماختگی
و سادگی اور اسکی طبعی ترکیب و عدم تغیر سے حاصل ہوا ہے تو فطرت سلیمہ حسن معنوی کو ترجیح دینی پس
ایک قسم کے حسن کے انتظار کو ترک کر کے دوسری قسم کے انتظار کا پورا حق ادا کیا جاتا ہے،
ہم نے شروع بحث میں یہ بات کہ، اکثر سورتوں میں سنت اللہ اس پر جاری ہے، اس واسطے
کہی تھی کہ بعض سورتوں میں اس قسم کے وزن اور قافیہ کی رعایت معلوم نہیں ہوتی پس کلام اللہ کا
ایک حصہ خطباء کے خطبوں اور عقلاء و تکتہ رس کے مراسلات کے کج پر واقع ہے، کیا تو نے عورتوں کا
وہ قصہ نہیں سنا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس کے قوافی دیکھ لے
اور بعض سورتوں میں کلام اہل عرب کے مراسلات کی طرح بلا کسی امر کی رعایت
کے واقع ہوا ہے جیسا کہ بعض لوگوں کی گفتگو آپس میں ہوتی ہے لیکن یہ ضرور ہے

کہ ہر کلام ایسی چیز پر ختم کیا گیا ہے جو ختم کرنے کے قابل تھا، اس جگہ نکتہ یہ ہے کہ لغت عرب میں وقف ایسے موقع پر ہوتا ہے جہاں سانس ختم ہو جائے اور کلام میں نشاط باقی نہ رہے اور مستحسن محل وقف میں سانس کا حرف مدہ پر ختم ہونا ہے، یہی وجہ ہے جس سے آیت کی موجودہ صورت بنی ہے، یہ وہ رموز ہیں جو اس فقر کو اتھاہ ہوئے ہیں واللہ اعلم:-

تشریح: قولہ وقد تکون الآیۃ اطول الخ جیسے سورہ بقرہ کی دو سو بیسویں آیت اور مزمل کی بیسویں آیت اور سورہ مدثر کی اکتیسویں آیت اپنے ماقبل کی آیت سے اطول ہے:-

قولہ مسامرة النساء الخ یہ حدیث اُم زرع کی طرف اشارہ ہے جو یحییٰ اور شہائل قمری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جس کا کچھ حصہ بطور نمونہ ذیل میں درج ہے

جلسہٴ احدى عشرة امرأة تغابذن وتعاقدن ان لا یکن من اخبار انداجہن شیئا قالت الاولی زوجی لحم جمل غث علی راس جبل و غیر لاشہل یرقی ولا شہین فینتقی، قالت الثانیۃ زوجی لا ابنت جبرہ الی اعاف ان لا اذہ اذکرہ اذکرہ عجرہ و جبرہ، قالت الثالثۃ زوجی اعلشقی ان انطق اطلق وان اسکت اعلق، قالت الرابعۃ زوجی کلین تہامۃ لاحسہ ولا قسہ ولا مخافہ ولا سامۃ، قالت الخامسۃ زوجی ان دخل فہد وان خرج امد ولا یسأل عما عندہ قالت السادسۃ زوجی ان کل لک وان شرب اشرب وان اظطجع اظطجع ولا یؤج الکف لیغلم البنت، قالت السابعۃ زوجی عیایا و عیایا و طباقا کل دا و لہ دا و شہک اذ کلک اذ جمع کلک امد

ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کے حالات میں سے کچھ نہ چھپائیں، ایک بولی میرا خاوند دے دیے گوشت کے گوشت کی طرح ہے جو دشوار گزار پسائی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ وہ سہل ہے جو چڑھنا ممکن ہو نہ فربہ ہے کہ اختیار کیا جائے دوسری بولی میں اپنے شوہر کا حال کہہ نہیں سکتی مجھے ڈر ہے کہ اگر ذکر شروع کروں تو ظاہری ادب طنی عیوب سب ہی کہوں، تیسری بولی امیرا شوہر لڑنے لینگ ہے اگر میں کچھ بول پر دوں تو فوراً طلاق اند چپ رہوں تو ادھر میں لنگی رہوں، چوتھی بولی، میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح ہے نہ گرم نہ ٹھنڈا اس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال، پانچویں بولی: میرا شوہر گھر آئے تو چیتا بن جاتا ہے اور باہر جائے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوا سکی تحقیقات نہیں کرتا، چھٹی بولی: میرا خاوند کھانا ہے تو سب نمنا دیتا ہے اور پیتا ہے تو سب جٹھا جاتا ہے لہذا ہے تو کپڑے میں پیٹ جاتا ہے اور ہاتھ نہیں بیڑھتا کہ پہا گندگی معلوم کرے، ساتویں بولی:- میرا شوہر نامرد اندھنہ بے وقوف ہے کہ بات بھی نہیں کر سکتا، ساری بیماریاں اس میں موجود ہیں، سر پھوڑ دے یا زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے

ان مآلو الہ نکررت مطالب الفنون الخمسة فی القرآن العظیم ولہ لم یکتف بموضع واحد قلنا الذی نریدنا افادۃ للتامع ینقسم الی قسمین الاول ان یکون المقصود هناك مجرد تعلیم ما لا یعلم فالمخاطب لم یکن عالماً بالحکم وما کان ذہنہ مدبرکالہ فیعلم ذلك المجهول باستماع الکلام ویصیر المجهول معلوماً والثانی ان یکون المقصود استحضار صورة ذلك العلم فی المذکرۃ لیتکذذب لذة تامة وتلہی القوی القلبیة والإدراکیة فی ذلك العلم ویغلب القوی کلها حتی تنصبغ بذلک العلم کما نکررت احیاناً معنی شعبا علمناہ ونکررت منه لذة فی کل مرة ونحیث التکرار لثلاث اللذة والقرآن العظیم أراد من قسمی الافادۃ بالنسبة الی کل واحد من مطالب الفنون الخمسة تعلیم ما لا یعلم بالنسبة الی الجاهل وصیغ النفوس بتلك العلوم من التکرار بالنسبة الی العالم لا ان اکثر مباحث الاحکام لم یحصل تکرارها لاث الافادۃ الثانية غیر مطلوبة فیها ولذا اؤمر بتکرار التلاوة فی الشریعة ولم یکتف بمجرد الفهم ولكن الفرق انه تالی اختار فی اکثر الاحوال تکرار تلك المسائل بباریة جدیدة و أسلوب غریب لیکون اوقع فی النفس والذی فی الاذهان دون التکرار بلفظ واحد والذی یلخص فی صورة اختلاف التعبیلات وتغایر الأسلوب ویتعلم الخاطر بأسیرة

توسیع اللغۃ مطالب جمع مطلب، لیتلذذ تلذذاً لذت حاصل کرنا، قوی جمع قوۃ تنضیج انصباغاً رنگین ہونا احیاناً جمع حین، صبح رنگنا، الذی لہ یذکر، مخوف دن، خوشا، داخل ہونا، مشغول ہونا، تحقق نقیضاً امور میں گہری نظر ڈالنا، خاطر دل :-

ترجمہ: اگر کوئی پوچھے کہ پنجانہ علوم کے مطالب کو قرآن عظیم میں بار بار کیوں ذکر کیا ایک ہی جگہ پر اکتفا کیوں نہیں کی؟ ہم کہیں گے کہ ہم مخاطب کو جس بات کا فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں وہ دو قسموں پر منقسم ہر ایک یہ کہ مقصود صرف نامعلوم چیز کی خبر دینا ہے پس مخاطب کو یہ حکم پہلے سے معلوم ہوگا اور نہ اسکا ذہن اس سے واقف ہوگا اس لیے وہ ہمارا کلام سنتے ہی اس نامعلوم شئی کو معلوم کر لے گا اور بھول چیز معلوم ہو جائے گی، دوسرے یہ کہ مقصود مخاطب کے دل میں اس علم کی تصویر اس طرح ذہن نشین کرنا ہے کہ اس سے مخاطب کو پوری لذت حاصل ہو اور اس کے قلبی اور ادراکی قوی اس علم میں بالکل محو ہو جائیں اور اس علم کا رنگ اس کی تمام قوتوں پر غالب ہو جائے، جیسے ہم کسی شعر کو جس کے معنی ہمیں معلوم ہیں بار بار پڑھتے اور ہر بار لذت پاتے ہیں اور اسی لذت کی خاطر اسکو مکرر کر رہنا پسند کرتے ہیں، قرآن عظیم نے افادہ کی دونوں قسموں سے علوم پنجانہ کی تعلیم

میں نادانوں کے لیے تعلیم بھول کا طریقہ اختیار کیا ہے اور علماء کے نفوس کو ان علوم کی تکرار سے رنگنا چاہا ہے، لیکن اکثر مباحث احکام میں تکرار واقع نہیں ہوا اس لیے کہ ان میں دوسری قسم کا فائدہ مطلوب نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ شریعت میں قرآن کو بار بار تلاوت کرینیکا حکم دیا گیا ہے اور عرب سمجھ لے لے پر اکتفا نہیں کیا گیا، ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ اکثر حالتوں میں ان مسائل کا تکرار بعد پہلی عبارت اور الہ کے اسلوب میں اختیار فرمایا تاکہ وہ نفس پر زیادہ مؤثر اور ذہن کے لیے زیادہ لذت بخش ہو نہ کہ تکرار بلفظ واحد، اور اختلاف تعبیرات و تغایر اسلوب کی صورت میں ذہن پورے طور پر غور و خوض کرتا اور ذہن مخاطب میں وہ مضمون بالکل اتر جاتا ہے۔

تشریح: قولہ بنقسم الی قسمین الخ اس کی توجیہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی ہر تعلیم اور ہر حکم کے مخاطب و قسم کے آدمی ہو سکتے ہیں ایک وہ لوگ جو پہلے سے اس حکم سے ناواقف ہوں اور اب ان کو صرف واقف بنانا مقصود ہو اور ایک وہ لوگ جن کی پیشتر ہی اس تعلیم کا فائدہ حاصل ہو چکا تھا لیکن ان کے قلب میں یہ کیفیت راسخ نہ ہوئی تھی، اس اخیر گروہ سے محض اس لیے خطاب کیا جاتا ہے کہ ان کے دلوں میں وہ تعلیم خوب جگہ پکڑ جائے اور اس کے اندرونی اعتقادات اس طرح رگ و پے میں سرایت کر جائیں کہ ان کا اثر تمام قوی اور اعضا جسمانی پر ظاہر ہونے لگے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ نیک شخص بخوبی جانتا ہے کہ یتیم و مسکین پر شفقت و رحمت قرب الہی کا سبب اور باعث اجر و ثواب ہے لیکن اس کا حال یہ ہے کہ جب کوئی یتیم یا مسکین خستہ حالی میں اس کے سامنے آتا ہے تو یہ اس سے گھبرا کر بھاگتا اور اس کے ساتھ میل جول سے ناک بھوں چردھاتا ہے گویا اس کو اس بات کا علم ہی علم ہے کہ یتیم پر شفقت کرنی چاہیے لیکن اس خیال کے رنگ میں رنگا ہوا نہیں ہے، اس کے مقابلہ میں دوسرا شخص ہے کہ جب یتیم و مسکین کو دیکھتا ہے تو بے تاب ہو کر اس کی طرف پھٹتا، اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا اور اس کی دلجوئی کرتا ہے، ہر کیف مخاطب اول صرف ایک چیز کا علم حاصل کرتا ہے اور دوسرا اس علم کے رسوخ اور استحکام کا طالب ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ دوسرا مرتبہ پہلے سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

رتنبیہ، عام طور پر قرآن پاک کے بعض کلمات کے تکرار پر بالخصوص سورہ رحمن کی آیت، "نبأی آلاء ربکما تلکذبان، پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کو انکیس بار مکرر کیا گیا ہے جو اسلوب بلاغت کے خلاف ہے مگر یہ اعتراض بالکل غلط ہے کیونکہ تقریر و تنبیہ وغیرہ کی غرض سے کلام کو مکرر لانا فصحاء و بلغاء کے یہاں شائع ذائع ہے جس کی مثالیں ان کے کلام میں بکثرت موجود ہیں چنانچہ عرب کے مشہور شاعر ہلہل بن ربیعہ کے کلام میں مصرع: علی ان لیس عدلاً من کلیم: لیلیٰ اخیلیہ کے کلام میں مصرع: لنعم الغنی یا ثوب کنت ولم تنکن نعمان بن البثیر کی چچا زاد بہن کے کلام میں مصرع: وعدنی اصحابہ ان مالکاً قدقرینا برشعرین مکرر ملا کر ہے۔

ان سألوا لِمَ نُشْرَ هَذِهِ الْمَطَالِبُ فِي الْقُرْآنِ وَلَمْ يُرَاعَ التَّرْتِيبُ فَيَذْكُرَ آلاءَ اللَّهِ أَوَّلًا وَيَسْتَوْفِيَ حَقَّهَا ثُمَّ يَذْكُرَ أَيَّامَ اللَّهِ ثُمَّ مَخَاصِمَ الْكُفَرِ قُلْنَا وَإِنْ كَانَتْ الْقُدْرَةُ الإِلَهِيَّةُ شَامِلَةً لِلْمَمَكِنَاتِ كُلِّهَا وَلَكِنَّ الْحَاكِمَ فِي هَذِهِ الْأَبْوَابِ الْحَكِيمُ وَالْحَكِيمُ مُوَافِقٌ الْمَبْعُوثِ إِلَيْهِمْ فِي اللَّبَانِ وَأُسْلُوبِ الْبَيَانِ وَأَشِيرَ إِلَى هَذَا الْمَعْنَى فِي آيَةِ "لَقَدْ آتَيْنَا الْوِلْدَانَ الْفَصْلَةَ مِنْ آيَتِنَا عَرَبِيًّا وَعَرَبِيٌّ" وَمَا كَانَ فِي الْعَرَبِ إِلَّا فِي وَقْتِ نَزُولِ الْقُرْآنِ كِتَابٌ لَا مِنْ الْكُتُبِ الإِلَهِيَّةِ وَلَا مِنْ مَوْلُفِ النَّبِيِّ وَمَا كَانَ الْعَرَبُ يَعْلَمُونَ مَا اخْتَرَعَ الْمُصَنِّفُونَ إِلَّا مِنَ التَّرْتِيبِ فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِنْ هَذَا فَتَأَمَّلْ قِصَاصَ الشُّعْرَاءِ الْمُخْفَرِ مِنْهُمْ وَاقْرَأْ رِسَالَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَكَاتِبَ عَمْرِو بْنِ الْفَارُوقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِيَتَّضِحَ هَذَا الْمَعْنَى فَلَوْ قِيلَ بِخِلَافِ طَوَرِهِمْ لَبَقُوا فِي حَيْرَةٍ حَتَّى يَضِلَّ إِلَى سَمْعِهِمْ شَيْءٌ غَيْرُ مَعْنِيٍّ فَيُشَوِّشَ فِيهِمْ هُمْ وَأَيْضًا لَيْسَ الْمَقْصُودُ لِحَرْفِ الْأَفَادَةِ بَلْ الْأَفَادَةُ مَعَ الْأَسْتَحْضَارِ وَالتَّكْرَارِ وَهَذَا الْمَعْنَى فِي غَيْرِ الْمَقَرَّبِ أَقْوَى وَأَتَمُّ

ترجمہ: اگر کوئی پوچھے کہ ان مطالب کو قرآن میں منتشر کیوں کیا گیا ترتیب کی رعایت کیوں نہیں کی کہ پہلے آلاء اللہ کو پورے طور پر بیان کرتے پھر ایام اللہ کا ذکر ہوتا اس کے بعد مخاصمہ کفار کی تفصیل ہوتی، ہم کہیں گے کہ اگرچہ قدرت الہی تمام ممکنات کو شامل ہے لیکن اس قسم کے امور کا مدار حکمت پر ہے اور حکمت مبعوث الیہم یعنی عربوں کی زبان اور ان کے اسلوب بیان کی موافقت ہے جس کی طرف آیت میں اشارہ کیا گیا ہے وہ تو کہتے اس کی باتیں کیوں نہ کہو لی گئیں کیا اور پری زبان کی کتاب اور عربی لوگ، اور نہیں تھی اہل عرب کے پاس قرآن نازل ہونے تک کوئی کتاب نہ آسمان نہ انسان کی مرتب کی ہوئی اور نہ وہ اس ترتیب سے واقف تھے جو مصنفین نے اب اختراع کی ہے اگر اس میں شک ہو تو محض بین کے قصائد کو بغور دیکھی لو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مراسلات اور حضرت عمرؓ کے کتبوبات کا مطالعہ کرو تاکہ یہ بات واضح ہو جائے، اگر قرآن ان کے اسلوب کے خلاف ہوتا تو وہ حیرت میں رہ جاتے اور جب ان کے کانوں میں نا آشنا کلام پہنچتا تو ان کی عقلیں پریشان ہو جاتیں، نیز مقصود محض افادہ نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ علم استحضار اور تحقیق کے ساتھ ہو اور یہ مقصود غیر مرتب ہونے کی صورت میں زیادہ قوت اور کمال کے ساتھ حاصل ہوتا ہے:-

لَا لِرَجَاءِ الصَّحْحَةِ كَذَا، وَلَوْ كُنَّا إِلَى سَمْعِهِمْ شَيْءٌ غَيْرُ مَعْنِيٍّ فَيُشَوِّشُ فِيهِمْ، لَانِ النَّصَّ الْفَارِسِيَّ كَذَا، پس اگر خلاف طرز ایساں گفتہ شود، مجرت در مانند و جیسے نا آشنا جگوشیں ایساں رسد فہم ایساں را مغوش سازد ۳۳

ان سألوا الیم لم یختر وزنًا وقافیةً یعتبران عند الشعراء فانهما ألد من هذا
الوزن والقافیة قلنا کوثما ألد یختلف باختلاف الاقوام والاذهان، وعلى التسليم
فإن ادعاء طور من الوزن والقافیة على لسان حضرة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وهو امر
ایہ ظاہرہ علی نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو نزل القرآن علی وزن الشعراء وقافیہم
لحسب الکفار انه هو الشعر المشہور المعروف فی العرب ولربما خذوا من ذلك
الحسان فاضدہ کما اذا اراد البلغاء من اهل النظم والنثر ان یثبتوا امریئہم ورجائہم
على المعاصرين علی رؤس الاشهاد استنبطوا صناعة غریبة وقالوا اهل یتستطیع احد ان
یقول شعرا او غزلا علی هذا الطور او یتکتب کتابا علی هذا النمط ولو کان النشاء هم
على الطور القدیم لما ظهرت براعتهم إلا عند المحققین

توضیح اللغہ

اَلَّذِیْ یَذکر، ابداء ایجاد کرنا، طو سانداز، حال، بلغا، جمع، ملغ، مزینہ علم و شجاعت وغیرہ میں فضیلت
نمط طریقہ، روش، براعت فضیلت میں کامل ہونا۔

ترجمہ: اگر کوئی پوچھے کہ کیونکہ اختیار کیا وہ وزن اور قافیہ جو شعراء کے ہاں معتبر ہے اور وہ اس وزن اور
قافیہ سے زیادہ لذیذ ہے ہم کہیں گے کہ ان کا زیادہ لذیذ ہونا اختلاف اقوام و اذہان کے اعتبار سے
مختلف ہے اور بقدر تسلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے عظیم المثال وزن و قافیہ کی
ایجاد باوجودیکہ آپ اتنی تھے آپ کی نبوت کا کھلا نشان ہے اگر قرآن شعراء کے وزن اور قافیہ پر نازل
ہوتا تو کفار خیال کرتے کہ یہ تو انہی اشعار جیسا ہے جو عرب میں مشہور و معروف ہیں اور کسی شمار میں نہ
لاتے جیسے نظم و نثر کے بلغاء۔ جب اپنا کمال فضیلت، بمعصود پر دلیل کے ساتھ ثابت کرنا چاہتے ہیں
تو کوئی جدید اسلوب اختراع کر کے کہتے ہیں کہ کوئی اس دور پر شعر یا غزل کہہ سکتا ہے یا اس طرز پر
کتاب لکھ سکتا ہے؟ اگر انکی گزارش اسی پڑائے طرز پر ہو تو انکا کمال محققین کے سوا کسی پر نمایاں نہیں
ہو سکتا۔

تشریح: قولہ قلنا کوہما الخ حاصل یہ کہ اول تو وزن و قافیہ کا علی الاطلاق لذیذ ترین ہونا تسلیم نہیں
کیونکہ یہ اختلاف اقوام و اذہان کے اعتبار سے مختلف ہے چنانچہ بعض لوگ ایک خاص وزن
اور مخصوص قافیہ کو پسند کرتے ہیں اور بعض دیگر اسی کو ناپسند کرتے ہیں، اگر قرآن کسی معین وزن
یا خاص قافیہ کی صورت میں نازل ہوتا تو کچھ لوگ اس سے لذت اندوز ہوتے کچھ نہ ہوتے، اور اگر
علی الاطلاق لذیذ ترین ہونا ہی تسلیم کر لیں تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اے
محمد حنیف غفر لکلوہی

معجزات اعجاز القرآن

ان سألوا عن اعجاز القرآن من اى وجه هو قلنا المحقق عندنا انه بوجوه كثيرة ترجمہ ۱

۱۔ اعجاز قرآن کی بحث اگر کوئی پوچھے کہ قرآن کا اعجاز کس وجہ سے ہے؟ ہم کہیں گے کہ ہمارے نزدیک امر محقق یہ ہے کہ اعجاز قرآن بہت سی وجوہ سے ہے:-

تشریح: قولہ بحث الخ یہاں اعجاز قرآن کی بحث ہے جو جلیل القدر اور عظیم الشان علم ہے جس پر بہت سے علماء نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں جیسے ابوسلیمان محمد بن محمد بستی خطابی حنفی رحمہ اللہ کی کتاب ”بیان اعجاز القرآن“ ابو الحسن علی بن عیسیٰ قرطابی معتزلی متوفی ۳۸۰ھ کی کتاب ”النگل فی اعجاز القرآن“ فاضل رافعی بصری کی کتاب ”اعجاز القرآن“ قاضی ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی متوفی ۷۸۰ھ کی کتاب ”اعجاز القرآن“ جو بقول ابن عربی اس موضوع پر بے مثل کتاب ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی مد کی کتاب ”اعجاز القرآن“ اسی طرح دمکانی اور ابن سراج وغیرہ کی تصنیفات، ان کے علاوہ قاضی عیاض مالکی نے کتاب الشفاء میں، امیر کھانی خاں طراز میں، شیخ عبد القادر جبرانی نے دلائل الامجاد میں، زرکشی نے مہربان میں، امام رازی نے تفسیر کبیر میں، ابن حزم نے الملل والنحل میں سیوطی نے القفان میں شینہ آہ عزیز می نے البرہان میں اور سید آلوسی نے روح المعانی میں، مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے وحی الہی میں وجوہ اعجاز پر تفصیل سے کلام کیا ہے:-

قولہ من اى وجه الخ ارباب عقل و دانش کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن عظیم کلام الہی ہے اور اس کا معجزہ ہونا یعنی انسانوں کا اس جیسا کلام لانے سے عاجز رہنا اس کے وحی الہی ہونے کی نشانی۔ دلیل ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ قرآن کا یہ اعجاز کس وصف کے لحاظ سے ہے؟ علماء اسلام نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس کے متعدد جوابات دئے ہیں:-

۱۔ قرآن کا اعجاز دلوں کے چمچے ہوئے مجید ظاہر کر دینا ہے جن تک کسی انسان کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی مثلاً قول باری عز وجل: **اذْهَبْتَ طَائِفَتًا مِّنْكَ اَنْ تَقُولَ: وَیَعْلَمُونَ بِالْقُرْآنِ مَا لَا یَعْلَمُ بَہَا السُّرَّ** (۲) امام حازم نے اپنی کتاب منہاج الملقاء میں بیان کیا ہے کہ قرآن شروع سے آخر تک ایک ہی اسلوب اور ایک ہی اسطیل میں ہے فصاحت و بلاغت وغیرہ کے اعتبار سے اس میں رفع و خفض اور تشبیب و فراز بالکل نہیں پایا جاتا

۲۔ امام خطابی نے اعجاز القرآن میں بیان کیا ہے کہ قرآن کا اعجاز اس کی حیرت انگیز تاثیر ہے جس سے عربی کا ذوق نہ رکھنے والے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، قرآن کے سوا اور کسی منظوم یا منثور کلام کو شکر کر دیکھو ہرگز اس سے یہ بات محسوس نہ ہوگی۔

حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورہ طہ پڑھتے سنا جب آپ ؑ اُمّ کلثومؓ اور امّ یونسؓ پر پہنچے اور اُمّ یونسؓ نے کہا کہ یہ حالت تھی کہ گویا اب سینہ سے نکل پڑے گا، فرماتے ہیں یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام کی خوبی میرے دل میں جم گئی، نیز کہتے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ آیات قرآنی سنتے وقت جان بحق ہو گئے اور ان کا تذکرہ علماء نے مستقل کتابوں میں کیا ہے

دل را اثر روئے تو گل پوش کند ❖ جاں را سخن خوب تو مدہوش کند
ہمتش کہ شراب وصل تو لوش کند ❖ از لطف تو سوغتن فراموش کند
حضرت عمرؓ کے متعلق کون نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنی بہن فاطمہ سے سورہ طہ سنا کر اللہ مانی السموات و الارض سنی تو یہ حال ہوا کہ یا تو سخت غصہ میں بھرے ہوئے تھے اس سورہ کو سنتے ہی ان کا حال دیگر گوں ہو گیا ایک ایک لفظ دل پر تیر و سنان کا کلمہ تا تھا یہاں تک کہ جب فاطمہ ؑ اٰمنوا باللہ و رسولہ پڑھو گئی تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ و اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے کانوں میں اتفاقہ قرآن مجید کی چند آیتیں پہنچ گئیں تو ملکہ بلو ش اسفا ہو گئے، طائف کے سفر میں حضرت خالدؓ مدوانی نے آپ کی زبان سے، وَالسَّمَاءُ وَالْطَّارِقُ سَیُّئٌ تُو اسی وقت پوری سورہ دل میں اترتی چل گئی اور آپ مسلمان ہو گئے، اس قسم کے ایک دو نہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں واقعات موجود ہیں،

۴۴) بعض متکلمین کے نزدیک قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ وہ ایک نبی الی کی زبان سے ادا ہوا ہے چنانچہ ارشاد ہے
وَمَا كُنْتَ تَخْلُوْا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ شَيْءٍ وَلَا تَخْلُوْا مِنْ شَيْءٍ اِذَا لَا رُتَابَ الْمُبْتَلٰی
اور تو پہلے سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتا تھا
اپنے راہنے ہاتھ سے تب تو البتہ پڑتے شبہ میں یہ جھوٹے
کیا انکو کافی نہیں یہ کہ ہم نے تجھ پر کتاب کی کتاب کہ ان پر پڑھی جاتی

ان کے علاوہ پانچ وجوہ اعجاز کی تفصیل خود شاہ صاحب نے کتاب میں کی ہے جن کا بیان آگے کر رہا ہے
علامہ زرکشی نے اپنی کتاب، البرہان، میں لکھا ہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک قرآن کا اعجاز ان تمام امور کی وجہ سے ہے نہ کہ ان میں سے الگ الگ ایک وجہ کے ساتھ کیونکہ قرآن میں یہ سب باتیں موجود ہیں
زفرق تا بقدم ہر کجا کہ فی کسر ❖ کسر ضمہ دامن دن فی کسر کہ با بجا ست

اس لیے اس کو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ خاص کرنے کے کوئی معنی نہیں ہو سکتا، حضرت شاہ صاحب نے، المحقق عندنا نہ وجوہ کثیرہ سے یہی مسئلہ پایا ہے۔

محمد حنیف گنگوہی

منها الأسلوب البديع لان العرب كانت لهم ميادين معلومة يركضون فيها
جواد البلاغة ويحزرون قصبات السبق في مسابقه الاقران بالقصائد و
الخطب والسمائل والمحاورات وما كانوا يعرفون أسلوباً غير هذه الاوضاع
الاربعة ولا يمتكنون من ابداعه فابداً في أسلوب غير اساليبهم على لسان
حضرت صلى الله عليه وسلم وهو الحق عين العجاز

توضیح اللہ

اسلوب طریقہ، روشن، البديع، نوکھا، نرالا، ميادين جمع میدان گھوڑ دوڑ یا کھیل کود کے لیے کثادہ جگہ۔
یرکضون (ن)، رکضا گھوڑے کو ایڑ لگانا، جواد تیز رفتار گھوڑا، سحر زورن (ن)، خرسا جمع کرنا، قصبات
السبق میدان مسابقت میں گڑے ہوئے بانس کہ جواگے سڑے وہی اٹھا لیجائے، یہ غالب
ہونے کی علامت ہوتی ہے، مسابقت آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا، اقران جمع قرن، ہمسرا، مقابل، افضل
جمع وضع روش، یرکضون تمکنا قادر ہونا، ابداع لہجہ، اساليب جمع اسلوب، ۱۔

ترجمہ: انہیں میں سے ایک وہ نرالا اسلوب ہے کیونکہ عربوں کے پاس بلاغت کے چند مخصوص میدان
تھے جن میں وہ اپنی فصاحت کے گھوڑوں کو بگٹٹ اڑاتے اور محضروں سے بردھنے کی سعی کرتے تھے
قصیدوں، خطبوں، رسائل اور محاورات کے ذریعہ سے وہ ان چار اسلوبوں کے علاوہ کوئی اور اسلوب
نہ جانتے تھے اور نہ اس کے اختراع پر قادر تھے پس ان کے مروجہ اساليب کے علاوہ حضور صلی اللہ
صلیہ وسلم کی زبان مبارک پر ایک ممتاز اسلوب کی ایجاد حالانکہ آپ اُمی تھے عین اعجاز ہے۔ ۱۔
تشریح: قولہ الاسلوب البديع الخ وجوہ ۱۰ مجاز میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا عجیب نظم کلام اور
نرالا اسلوب ادا معجز ہے جو کلام عرب کے تمام معمول بہ اور مستعمل وجوہ نظم سے بالکل جدا کا ہے
اور جس کا مثل لانا انسان کے حیضہ قدرت سے باہر ہے۔ ۱۔

قولہ ميادين معلومۃ الخ جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا عرب کا بچہ بچہ شعر و شاعری کا ذوق خدا دار رکھتا تھا
آتش بیان خطباء قبیلہ قبیلہ میں موجود تھے جو کسی یوے سے بڑے شاعر و خطیب کے کلام کو نظر میں نہیں لاتے
تھے فصاحت و بلاغت کلد ہر ایک ایک شخص کے خمیر میں پڑا ہوا تھا لیکن ان کے کلام کے صرف چار اسلوب
تھے قصائد، خطب، رسائل اور محاورات پس یہی ان کے لیے سب سے بڑا سرمایہ نازش و افتخار تھا
اب فصاحت و بلاغت اور شعر و خطابت کی اس گرم بازاری کے عہد میں مکہ کی خاک پاک سے ایک
گوشہ نشین نبی اُمی چالیس سال تک خاموش زندگی بسر کرنے کے بعد یکایک ایک نئے پیغام کی روت
کے ثبوت میں ایک ممتاز اسلوب والا کلام (قرآن) پیش کر کے عرب کے زامور شاعروں، شعلہ فشاں
مقروں خطیبوں اور میدان فصاحت و بلاغت کے شہسواروں کو چیلنج دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ اسکے دعویٰ کی

۱۰۴

ومنها الاخبار بالقصص واحكام الملل السابقة بحيث كان مصداقا للكتب
السابقة بغير تعلیم

ترجمہ ۱۰ انہیں میں سے ایک گزشتہ تواتر اور اہم سابقہ کے احکام کی ایسی تفصیل بیان کرنا ہے جو کتاب
سابقہ کی مصدق ہو لکھے پڑھے بغیر۔

تشریح ۱۰ قولہ الاخبار بالقصص الخ اعجاز قرآن کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں پچھلی قوموں کے ان صحیح
واقعات کا بیان ہے جن کے علم کا کوئی ذریعہ آپ کے پاس موجود نہیں تھا اس لیے کہ اس طرح کے
واقعات کا علم تین طریقوں سے ہی ہو سکتا تھا ایک یہ کہ وہ سب واقعات آپ کے سامنے پیش آتے
دوسرے یہ کہ آپ نے ان کو کسی کتاب میں پڑھا ہوتا، تیسرے یہ کہ آپ کی صحبت ایسے لوگوں کے
ساتھ رہی ہوتی جنہیں ان واقعات کا علم تھا اور آپ ان سے ان کا تذکرہ سنے، قرآن ان تینوں
ذرائع میں سے ہر ایک کی نفی کرتا ہے چنانچہ پہلے ذریعہ علم کی نسبت حضرت نوحی کے قصہ میں ارشاد
وَمَا كُنْتُ بِكَ نَبِيٍّ الْغُرْبَىٰ إِذْ قَعَيْنَا إِلَىٰ نُوحَىٰ
الْأَمْرَ وَمَا كُنْتُ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝
وَمَا كُنْتُ بِكَ نَبِيًّا لِّظُورِ مَا نَادَيْتَ ...
اور نہ تھا تو دیکھنے والا
اور نہ تھا تو طور کے کنارے جب ہم آواز دی

دوسرے ذریعہ علم کی نفی کی نسبت سورہ شوریٰ میں ارشاد ہے
مَا كُنْتُ نَذِيرًا مَا كُنْتُ دَلَالًا لِإِسْرَافٍ
تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایسا
تیسرے ذریعہ علم کی نفی کی بابت سورہ ہود میں ارشاد ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ
تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایسا
یہ باتیں منہلیہ غیب کی خبروں کے ہیں کہ ہم بھی نہیں
تیری طرف نہ تجھ کو انکی خبر تھی اور نہ تیری قوم کو اس سے پہلے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رقیبہ ص ۲۵۳

تکذیب میں سچے ہیں تو سارے قرآن کا نہیں اسکے کسی ایک جز کا ہی مثل لاکر دکھا دیں، پس
عرب کے نامور خطباء اور شعراء کا اس اسلوب بدیع کے جواب میں اپنی شکست اور عجز کا اقرار کرنا
اس کے اعجاز کا بٹن ثبوت ہے۔

کلمے کہ چرخ فلک طودِ دست * ہمہ نور ہا پر تو نورِ دست
شبیہ کہ نا کردہ قرآنِ دست * کتب غائے چند ملتِ دست

وَمِنْهَا الْإِجَارُ بِأَحْوَالٍ مُسْتَقْبَلَةٍ وَكُلَّمَا وُجِدَ شَيْءٌ عَلَى طَبَقِ ذَلِكَ الْإِجَارِ ظَهَرَ
اعجازِ جَدِيداً

ترجمہ ۱۔ انہیں میں سے ایک وجہ آئندہ امور کی پیشین گوئی ہے پس جب بھی کوئی واقعہ اس پیشین گوئی کے مطابق ظہور پذیر ہوگا اعجازِ تازہ ہوتا رہے گا۔

تشریح ۱۔ قولہ وَمِنْهَا الْإِجَارُ بِالْخَوِجِ اعجاز میں سے تیسری وجہ قرآن پاک کی وہ پیشین گوئیاں ہیں جو حرف بحرف صحیح ثابت ہو کر رہیں، ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز اور نمایاں تر پیشین گوئی غلبہِ روم کی ہے جس کا ذکر سورہ روم کے آغاز کی ان آیات میں ہے

أَلَمْ هُمْ كَاذِبِينَ ۝ فُلْجَتِ النُّجُومُ ۝ فِي آيَاتِ الْأَرْضِ ۝ وَهُمْ
مِنْ عَجْدٍ ۝ فَلْيَنْظُرُوا فِي بَصِغِ سَبِينِ ۝
مغلوب ہو گئے ہیں رومی پاس والے ملک میں اور وہ اس
مغلوب ہو چکے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں پر

اس پیشین گوئی میں چند باتیں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہیں اول یہ کہ یہ حد درجہ ناسازگار حالات میں کی گئی جب کہ وہ بیسویں کی فتح کا بعید سا احتمال بھی نہیں ہو سکتا تھا دوم یہ کہ غلبہِ روم کی کوئی طویل مدت مقرر نہیں کی گئی بلکہ صرف نو سال بتائے گئے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ بیسویں کو جس شان کی شکست ہوئی تھی اسکے اعتبار سے قیاس نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ نو برس کی قلیل مدت میں اپنی عظمت پر رفتہ واپس نہ لیں گے سوم یہ کہ وہ بیسویں کو شکست جس شست اور عشرت پسند کمانڈر کے ہاتھوں ہوئی تھی یعنی ہرقل قیصر روم، اب یہ فتح بھی اسی کے زیرِ قیادت ہوئی چہاں ہم یہ کہ اس پیشین گوئی کے جو الفاظ ہیں نہایت واضح اور صاف صاف ہیں ان میں کاہنوں اور نجومیوں کی پیشین گوئیوں کی طرح ابہام و خفایا شک و تردید کی ہلکی سی آمیزش بھی نہیں ہے، یہ کیف قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر درسیوں کو ایرانیوں پر فتح حاصل ہوئی، قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشین گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا، پس قرآن کی یہ پیشین گوئی اور اس کا اس طرح صحیح ثابت ہونا اس کے اعجاز کی بے دلیل ہے،

اسی طرح تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ جب مسلمان صلح حدیبیہ سے واپس لوٹے تو ان میں ایک عام بددلی پائی جاتی تھی اور وہ اس صلح کو اپنے لیے شکست کے مترادف سمجھتے تھے اس پر قرآن نے یہ مژدہ سنایا، اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ حدیبیہ کی صلح کو شکست نہ کہو بلکہ یہ درحقیقت پیش خیمہ ہے ایک عظیم الشان فتح کا جو فتح مکہ کے نام سے مشہور ہے چنانچہ اسی سورۃ میں ارشاد ہے، لَقَدْ فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۝ اِنَّ شَاءَ اللّٰهِ اَمِينٌ ۝ کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں ماموں و محفوظ اگر اللہ نے چاہا، قرآن میں اس طرح کی اور بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جو بعد میں حرف بحرف پوری ہو کر رہیں۔ (روحی الہی، فوائد وغیرہ)

ومنہا الدرجة العلیا فی البلاغة مما لیس مقدورا للبشر

ترجمہ

انہیں میں سے ایک بلاغت کا وہ عالی مرتبہ ہے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔

تشریح ۱۔ قولہ الدرجة العلیا الخ قرآن مجید کے اعجاز کی ایک بڑی وجہ اس کا انتہائی فصیح و بلیغ ہونا ہے، امام خطابی نے اعجاز القرآن میں کہا ہے کہ انسان پر قرآن کا مثل پیش کرنا کئی باتوں کی وجہ سے دشوار ہوا، از آنجملہ یہ کہ انسانوں کا علم عربی زبان کے تمام اسما، افعال و جملة ارضاع کو محیط نہیں ہو سکتا اور ارضاع والفاظ ہی معانی کے ظروف ہیں نیز انسانوں کی فہم اشیاء کے ان تمام معانی کا ادراک نہیں کر سکتی جو ان الفاظ پر محمول ہوتے ہیں اور نہ انکی معرفت مرتب کلام کے ان تمام وجوہ کو پوری طرح معلوم کرنے کے ساتھ مکمل ہو سکتی ہے جن کے سبب سے منظوم کلام کا باہمی ایٹلاف و ارتباط ہوتا ہے اس لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ وجوہ کلام سے سب سے بہتر وجہ چھوڑ کر افضل وجہ کو اختیار کرتے رہیں تا آنکہ قرآن کے مانند کوئی دوسرا کلام پیش کر دیں۔ ترتیب کلام میں تین چیزیں ہوتی ہیں ایک وہ لفظ جو حامل ہو دوسرے وہ معنی جو اس لفظ کے ساتھ قائم ہوں تیسرے امر رابطہ جو لفظ اور معنی میں ربط پیدا کرے اور ترتیب قائم رکھے اب اگر تم قرآن کو غور سے دیکھو تو اس میں یہ امور نہایت اعلیٰ اور عمدہ حالت میں موجود ہیں پہلا یہ کہ الفاظ قرآن سے بڑھ کر فصیح، زوردار اور شیریں تر الفاظ لہی نہیں سکتے اور اس سے اچھی ترتیب اور تلاوم و تشاکل میں بہتر نثر و نظم کا وجود نہیں، رہے معانی سو کسی دانشمند پر یہ بات مخفی نہیں کہ وہ اپنے باپ میں مقدم اور اعلیٰ مقام پر ہیں، یہ تینوں خوبیاں جو متفرق طے پر کلام کی تمام انواع میں پائی جاتی ہیں لیکن ان کا مجموعی طور پر ایک ہی نوع میں ملنا بحر کلام ربانی کے اور کہیں نہیں ہو سکتا۔ یہ علامہ خطابی کا کلام ہے جو بجائے خود نہایت عمدہ ہے لیکن، براہین قاسمہ، میں حضرت ملاؤکی قدس سرہ کا بیان اس سے بھی اعلیٰ وارفع ہے فرماتے ہیں کہ فصاحت اور چیز ہے اور بلاغت اور چیز ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ الفاظ لباس معانی ہیں اور لباس کا حال معلوم ہے کہ کسبھی سم کا ہوتا ہے موزوں و مطابق اور غیر موزوں و غیر مطابق، پھر لباس میں فرق قسم جدا ہوتا ہے اور فرق بالالیٰ جدا یعنی کوئی انگلی کا مثلاً تنزیب کا ہے کوئی نین سمکھ کا (یہ فرق تو ذاتی ہے) اگر کسی انگور کھے پر بیل بوٹا، سباج وغیرہ ہوتا ہے کسی پر نہیں ہوتا (یہ فرق بالالیٰ ہے)، پس بلاغت حسن انطباق کا نام ہے اور فصاحت حسن ذاتی کو کہتے ہیں اور حسن بالالیٰ بدیع میں داخل ہے،

جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو ناظر ان خوش فہم کو یہ بات خود معلوم ہو گئی ہوگی کہ مضمون بنی یعنی ایجاد مضمون اور تہیز ہے اور فصاحت اور بلاغت اور چیز ہے، غرض کلام فصیح و بلیغ نہ فقط مضامین کا نام ہے نہ خاص مضامین عمدہ کو کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس کلام فصیح و بلیغ نہ فقط الفاظ کا نام ہے بلکہ انطباق کے لیے

اول نظر ہوگی درین الفاظ لباس معانی نہ رہیں گے، اگر انطباق تام ہے تو بلاغت بھی بدرجہ کمال ہے پھر اس کے بعد حسن الفاظ بھی ہے درود بھی اول درجہ میں تو فضا جنت بھی کمال کے درجہ کی ہوگی، مگر چونکہ انطباق ایک نسبت باہمی ہے اور نسبت بہ نسبت اطراف خفی ہوتی ہے تو علم انطباق بہ نسبت علم معانی و علم الفاظ خفی ہوگا، پھر اگر معانی بھی خفی ہیں تو انطباق اور بھی خفی ہوگا اور اس وجہ سے جیسے سا اوقات اتحاد معانی کا دم ہوگا ایسے ہی تراؤف الفاظ کا بھی گمان ہوگا مثلاً حسن و جمال کی حقیقت اکثر ایک سمجھی جاتی ہے اور الفاظ مذکور بھی اکثر کم فہموں کے نزدیک مترادف ہیں مگر حقیقت شناسان معانی نہ انکو ایک سمجھتے ہیں نہ مترادف قرار دیتے ہیں، حال کو ایک صفت قائم یا جمیل قرار دیتے ہیں چنانچہ مادہ جیم، میم لام جس سے ایک لفظ جملہ بھی شتق ہے اس بات کا رہبر ہے، مطلب یہ ہے کہ جمال وہ صفت ہے جو تمام اعضاء متناسبہ کے اس طرح ملنے سے پیدا ہو کہ علاوہ ان نسبتوں کے جو باعتبار مقدار آپس میں ہونی چاہئیں وہ نسبتیں بھی ہاتھ سے نہ جائیں جو بحیثیت ادضاع باہمی و طلب ہیں، اور حسن اس صفت مفعولی کا نام ہے جو اوروں کی اطلاع اور ادراک سے صاحب جمال کو حاصل ہوتی ہے حاصل یہ کہ حسن اوروں کو اچھے معلوم ہونے کا نام ہے چنانچہ محاورات مثل استحسنہ داس نے اسکو اچھا خیال کیا، حسن عندہ (اسکو اچھا لگا)، اس پر شاہد ہیں، جب یہ ہے تو پھر حسن و جمال ایک ہو سکتے ہیں نہ مترادف بلکہ حسن، جمال پر متفرع ہوگا، اور اکثر ادراک مدرک میں انو جاب ہے اور طبیعت مدرک سلیم نہیں تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جمال ہو اور حسن نہ ہو کہ مدرک ادراک نہ کر سکا، اور حسن ہو اور جمال نہ ہو کہ مدرک نے بد صورت کو خوبصورت قرار دے لیا، القصد شاذ و نادر ہے لہٰذا لوئی ماہر و فہم ہوگا جو ان کے فرقوں سے آشنا ہو بلکہ بلا تکلف ایک کو دوسرے کے مقام میں استعمال کرتے ہیں، اہل جہم کے نزدیک ایسے لوگ ہرگز فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتے، پھر جیسے خوش آوازوں کی آواز کی خوبی ایک ارسسی اور خلقی ہونا ہے کمال علمی نہیں ہوتا ایسے ہی بے علم انطباق خوبی عبارت کمالات علمی میں معدود نہیں ہو سکتی بلکہ جیسے ادائے مضمون اور انہار مافی الضمیر کے وقت خوش آواز آدمیوں کی آواز کی خوبی بے اختیار ظاہر ہوتی ہے ایسے ہی خوش بیان لوگوں کے منہ سے عمدہ عبارت نکل جاتی ہے اکثر بلکہ تمام شاعران عشاق اور ناثران طاق اسی قسم کے ہوئے ہیں اور اگر کسی دوچار الفاظ و معانی میں وہ تبحر فی الجملہ حاصل بھی ہوئی تو کیا ہوا، خود موائع تمیز کا انطباق تام و عدم انطباق معلوم نہیں ہوتا اور موائع تو درکنار، یہ علم بوجہ اتم اس کو میسر آئے جس کو اول احاطہ و جملہ معلومات ہو، دوسرے کم از کم کسی ایک زبان کے جملہ الفاظ پر محیط ہو، تیسرے حقائق جملہ اشیاء اس کے نزدیک اسی طرح متمیز ہوں۔ جیسے انہوں والوں کے سامنے دائرہ مثلث، مربع، مخمس وغیرہ، چوتھے وضع کلی و جزئی اور وضع اجمالی و تفصیلی الفاظ سے مطلع ہو (باقی بر ۲۵۸)

وَمَنْ لَهَا جُنَا بَعْدَ الْعَرَبِ الْأَوَّلِ مَا كُنَّا لِنَصِلَ إِلَى كُنْهِ ذَلِكَ وَلَكِنَّ الْقَدَرَ
الَّذِي عَلِمْنَاهُ أَنَّ اسْتِعْمَالَ الْكَلِمَاتِ وَالتَّرَكِيبَاتِ الْعَذْبَةِ الْجَزَلَةِ مَعَ
اللطافة وعدم التكلف في القرآن العظيم أكثر منه في قصائد المتقدمين
والمُتَأَخِّرِينَ فَمَا نَا لَا نَجِدُ مِنْ ذَلِكَ فِيهَا قَدَرًا نَجِدُهُ فِي الْقُرْآنِ وَهَذَا أَمْرٌ
ذَوْ قِيٍّ يَتِمَّكُنُّ مِنْ مَعْرِفَتِهِ الْمَهَرَّةُ مِنَ الشُّعْرَاءِ وَلَيْسَ لِلْعَامَةِ مِنَ النَّاسِ
ذَائِقَةٌ فِي هَذَا الْأَمْرِ

توضیح اللغہ

الأول اولی مؤنث کی جمع ہے، کماشی کی اصل اور حقیقت، عذبة خوشگوار، شیریں، الجزلہ عمدہ المہرۃ
ماہر کی جمع ہے یعنی حاذق، بھرپور کار۔

(رقبہ ص ۲۵۷)

وضع کلی واجمالی تویہ کہ ہیئت اجتماع حروف ہجا کو جو الفاظ میں ہوتی ہے اور ہیئت اجتماعی نسب و اضافہ کا
جو معانی میں ہوتی ہے۔ جسے وضع نے باہم مقابل یکدگر رکھا ہو اس کو پورا پورا جاننا ہو، یہ نہ ہو کہ بوجہ تلافی
معانی جو اکثر ایک حقیقت یعنی ہیئت اجتماعی نسب و اضافات مشارالہ کو دوسرے سے ہوتا ہے، ایک
حقیقت کی جگہ دوسری کو موضوع لہ اور مقابل ہیئت اجتماع حروف ہجا سمجھ بیٹھے، اور وضع جسزنی
و تفصیلی یہ ہے کہ خود حروف ہجا کہ مسقط اشارہ اور مصداق مدلول کہ پہچانے،
یہ کمال ہر کسی کو میسر نہیں آسکتا، اول درجہ میں تو اس کا مستحق خداوند جل جلالہ ہے کیوں کہ
اس کا علم محیط ایسا نہیں جو کوئی بات اس سے چھپی ہو حقائق واجبہ جیسے (وکی زوجیت) سے
لے کر حقائق ممکنہ جیسے دو کا طاق ہونا، اور حقائق ممکنہ تک سب اسکو بین و عن معلوم ہیں۔
ادھر حروف ہجا سے لیکر مواد ترکیبی تک سب اس کے پیش نظر اور ان کے مدلولاتِ اصلہ کی
اس کو خبر ہے۔

اور بعد خداوند علیم و حکیم مرتبہ بمرتبہ بلند پر دازان اوج حقیقت اور شہبازان لطائف معرفت اس
دولت کے بہا سے بہرہ ور ہوتے ہیں اقد یہ وہ کمال ہے کہ کوئی کمال اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔
(براہین قاسمہ لمختصا)

محمد حنیف غفرلہ لنگوہی

ترجمہ ۱۔ ہم لوگ چونکہ عرب اول کے بعد میں پیدا ہوئے ہیں اس لیے بلاغت کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے لیکن اتنا ضرور جانتے ہیں کہ شیریں کلمات اور چست بندشوں کا استعمال جس لغافت اور سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ جیسا کہ ہم قرآن شریف میں پاتے ہیں اس قدر متقدمین اور متاخرین کے کسی قصیدہ میں نہیں پاتے اور یہ ایک وجدانی بات ہے جس کو ماہر شعرا ہی جان سکتے ہیں خواہ اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

تشریح ۱۔ قولہ ما کنا لنصل الخ فیصح و یبلغ کلام کی معرفت اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے دو کلاموں میں موازنہ و مزج اہل لسان کے ذوق و وجدان سے متعلق ہے اور اس تفسیر میں ان کے ذوق کا فیصلہ ہی دلیل قاطع کا حکم رکھتا ہے کیونکہ کسی زبان کی نکتہ فہمی کا حق اہل زبان ہی ادا کر سکتے ہیں، قرآن کے اولین مخاطب اہل عرب ہیں جو قدرتی طور پر کلام فہمی و سخن گوئی اور کلام کے نشیب و فراز سے واقفیت میں سرآمد و زکاوت تھے، ان کا بچہ بچہ شعر و شاعری کا ذوق خدا داد رکھتا تھا، انش بیان خطباء پر قبیلہ میں شعلہ بیان مقرر ہر فائدہ ان میں، نامور شعراء ہر کتبہ میں موجود تھے، فصاحت و بلاغت اور شعرو خطابت کی اس گرم بازاری کے دور میں قرآن نے ان سے تحدی کی اور کہا، "فَلْيَأْتُوا بِخَيْرٍ مِّثْلِهِ" مگر بڑے بڑے فصحاء و بلغاء کی زبانیں بار بار کے چیلنج کے باوجود اس کے کسی ایک حصہ کا جواب نہ دے سکیں، لہذا انہیں اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑا،

جب خود اہل زبان کا یہ حال ہے تو غیر اہل زبان اور بعد میں آنیوالوں کا تو ذکر ہی کیا ہے وہ اعجاز قرآن کی گہرائیوں تک کب پہنچ سکتے ہیں، ہاں جو لوگ سلامت ذوق اور استقامت طبع کے ساتھ عرب کے اساتذہ شعر و سخن کے کلام کا مطالعہ کئے ہوئے ہوں اور جنہوں نے علم معانی و بیان پر اساتذہ متقدمین کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اپنے ذوق و وجدان کو بختم اور شاکستہ بنالیا ہو ان کو کسی قدر اعجاز قرآن سے آگہی ہو سکتی ہے ان کے ماسوا پر قرآن کے وجود اعجاز منکشف نہیں ہو سکتے۔

قولہ امر ذوقی الخ صاحب کتاب الطرز فصاحت کلام پر طویل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں، "یہ جو کچھ بھی سمجھنے کہا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی لفظ کے جس تالیف کے فیصلہ کا مدار ذوق سلیم و طبع مستقیم پر ہے قواعد و ضوابط پر نہیں جیسا کہ لوگوں نے سمجھا ہے، علامہ سکا کی فرماتے ہیں کہ، "قرآن کے اعجاز کا علم ادراک میں آتا ہے مگر زبان سے اس کا بیان دلیسا ہی غیر ممکن ہے جیسے وزن کی مدستی کہ ادراک میں آ جاتی ہے مگر زبانی بیان نہیں ہو سکتی یا جیسے نیکنی دغوش آداری کا ادراک ضرور ہوتا ہے لیکن زبان سے ان کی حالت کا اظہار محال ہے اور اعجاز قرآن کا ادراک ان ہی لوگوں کو ہوتا ہے جن کو قدرت کی طرف سے طبع سلیم عطا ہوتی ہے ان کے ماسوا جب معانی و بیان کو اچھی طرح حاصل کر کے انکی خوب مشق بہم نہ پہنچائیں جو وہ اعجاز ان پر منکشف نہیں ہو سکتے۔"

وایضاً نعلم من الغرابۃ فیہ انہ یلبس المعانی من أنواع التذکیر والمخاصمۃ فی کل موضع لباساً یُناسب اسلوب السور وتَقصیرُ یَدُ الْمُتَطَاوِلِ عن ذیلہ وان کان احدٌ لا یفہم ہذا الکلامَ فلیتأمل کل ایراد قصص الانبیاء فی سورۃ الاعراف وھود والشعراء ثم لینظر تلك القصص فی الصافات ثم فی الذاریات لیظهر لہ الفرق وکذلک ذکر تعذیب العصاة وتنعم المطیعین فانہ یدکر فی کل مقام باسلوب حدید ویدکر مخاصمۃ اهل النار فی کل مقام بصورة علی حدیۃ والکلام فی ہذا یطول وایضاً نعلم انہ لا یتصور رعایۃ مقتضی المقام الذی تفصیلہ فی فن المعانی والاستعارات والکنایات التی تکفل ہما فن بیان مع رعایۃ حال المخاطبین الاممیین الذین لا یعرفون ہذا الصناعات احسن مما یوجد فی القرآن العظیم فان المطلوب ہما ان یدکر فی المخاطبات المعروفة التی یعرفہا کل احد من الناس نکتۃ رائقۃ للعامة مرضیۃ عند الخاصة وھذا المعنی کالجمل بین النقیضین ۛ

یزیدک وجہہ حسنا ۛ اذا ما ردتہ نظراً

توضیح اللغہ

غرابۃ ندرت، یلبس لباساً پہنا، ذیل دامن، عصاۃ جمع عاصی نافرمان، تنیم آسودہ حال کردینا، رائقۃ صاف و خوش آئند، مرضیۃ پسندیدہ۔

ترجمہ ۱۔ نیز ہم جانتے ہیں قرآن کی ندرت کہ وہ انواع تذکیر و مخاصمہ کے معانی کو ہر جگہ الفاظ کا ایک ایسا لباس پہناتا ہے جو سورتوں کے اسلوب خاص کے موافق ہوتا ہے اور اسکے ادراک کے دامن تک پہنچنے سے دستِ فرس کوتاہ ہے، اگر کوئی اس بات کو نہ سمجھا ہو تو اس کو چاہیئے کہ انبیاء کے ان قصوں میں تامل کرے جو اعراف و ہود اور شعراء میں واقع ہیں پھر انہیں قصوں کو صافات میں بعد از ان ذاریات میں دیکھے تاکہ باہمی فرق اسلوب ظاہر ہو جائے، اسی طرح گہگہاروں کے عذاب اور فرماں بزاروں کے ثواب کا ذکر ہے جس کو قرآن ہر موقع پر ایک نئے اسلوب میں ذکر کرتا ہے اور دوزخیوں کا جھگڑا انہی صورت میں دکھاتا ہے جسکی تفصیل بہت طویل ہے، اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مقتضائے حال کی رعایت جسکی تفصیل علم معانی میں ہے اور استعارات و کنایات کی رعایت جس کا کلیل علم بیان ہے ان مخاطبین کی حالت رعایت کے ساتھ جو محض ان پرٹھ اور ان فنون سے نا آشنا تھے جس قدر قرآن میں موجود ہے اس سے بہتر متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں مقصود یہ ہے کہ ذکر کئے جائیں ان مشہور مخاطبات میں جن سے سب آدمی واقف ہیں عام فہم اور خواص پسند نکات اور یہ بات اجتماع نقیضین کے مثل ہے۔ جتنا تو اس کو گہری نظر سے دیکھے گا اتنا ہی اس کا چہرہ بخشنے سے زیادہ کریگا۔

متمم ۱۔ قولہ فی سورۃ الاعراف الخ ان سورتوں میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ، اور حضرت ابراہیمؑ علی نبینا وعلیہم السلام کے قصے عجیب انداز اور مختلف اسلوب میں مذکور ہیں، حضرت نوحؑ کا قصہ سورۃ اعراف کے آٹھویں، سورۃ ہود کے تیسرے اور چوتھے، سورۃ شعراء کے چھٹے، سورۃ صافات کے تیسرے، سورۃ ذریت کے دوسرے رکوع میں ملاحظہ ہو، اور حضرت ہود کا قصہ سورۃ اعراف کے نویں، سورۃ ہود کے پانچویں، سورۃ شعراء کے ساتویں سورۃ ذریت کے دوسرے رکوع میں، اور حضرت صالح کا قصہ سورۃ اعراف کے دسویں، سورۃ ہود کے چھٹے، سورۃ شعراء کے آٹھویں، سورۃ ذریت کے دوسرے رکوع میں، اور حضرت لوط کا قصہ سورۃ اعراف کے دسویں سورۃ ہود کے ساتویں، سورۃ شعراء کے نویں، سورۃ صافات کے نویں، سورۃ صافات کے چوتھے، سورۃ ذریت کے دوسرے رکوع میں، اور حضرت شعیب کا قصہ سورۃ اعراف کے گیارہویں، سورۃ ہود کے آٹھویں سورۃ شعراء کے دسویں رکوع میں، اور حضرت موسیٰ کا قصہ سورۃ اعراف کے تیرہویں سے اکیسویں رکوع تک، سورۃ ہود کے نویں، سورۃ شعراء کے دوسرے رکوع سے چوتھے رکوع تک، سورۃ صافات کے چوتھے اور سورۃ ذریت کے دوسرے رکوع میں، اور حضرت ابراہیم کا قصہ سورۃ ہود کے ساتویں، سورۃ شعراء کے پانچویں، سورۃ صافات کے تیسرے، سورۃ ذریت کے دوسرے رکوع میں ملاحظہ ہوں۔

قلمہ خاصیت اہل النار الخ مثال کے طور پر سورۃ صافات میں آیات دیکھو

ہذا ذیٰ عظیم منکم لاٰمرؤ جبار ہم انہم
صاۃ النار تا لو ان انتم لاٰمرؤ جبار ہم
انتم قد منتمو لنا فیمن الکفر ابرہ
واذ یحاجون فی النار فیقول الضعفاء
لذین استکبروا اننا کنا لکم نبیا فہل انتم متنبون
عنا فہیبا من النار قل انہم متکبروا اہل النہما

یہ ایک فوج ہے دہشتی آدمی ہے تمہارے ساتھ جگہ نہ ملو انکو
یہ ہیں گھسٹے والے آگ میں، وہ بولے بلکہ تم ہی ہو کہہ جگہ نہ ملو
تم کو تم ہی پیش لائے ہمارے یہ بلا سو کیا بری قرار گاہ ہے۔
اور جب آپس میں جھگڑینگے آگ کے اندر پھر کہیں گے کز دور
کز دور مرنیوالوں کو ہم حق تمہارے تابع پھر کچھ تم ہم پر سے اٹھا لو
گے حصہ آگ کا کہیں گے جو غرور کرتے تھے ہم سہمی پڑے ہیں اس میں

قولہ مزید کہ الخ صاحب ایضاح نے اس شعر کی نسبت ابو نواس حسن بن ہانی کی طرف کی ہے اور تفتازانی نے مطول میں ابن المعتزل کی طرف، علامہ فناری کہتے ہیں کہ اس میں صاحب ایضاح پر رد مقصود ہے بعض نے ابو نواس ابن المعتزل ہی کی کنیت مانی ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ ابن المعتزل کا نام عبدالصمد ہے جو ابو نواس کی طرح مشہور شاعر ہے، علامہ عبدالرحیم عباسی نے شرح الشواہد میں شعر مذکور ابو نواس کے قصیدہ کا مانا ہے جس کا آغاز یوں ہے

وع الرسم الذی دثرا یغاسی الريح والمطر ا۱۱۰

ومن جملة وجوه العجاز ما لا يتيسر فهمه لغير المتدبرين في اسرار الشرائع وذلك ان العلوم الخمسة نفسها تدل على ان القرآن نازل من عند الله لهداية بني آدم كما ان عالم الطب اذا نظر في القانون ولا حظ تحقيقه وتدقيقه في بيان اسباب الامراض وعلاماتها وصف الادوية لا يتشك ان المؤلف كامل في صناعة الطب كذلك اذا علم عالم اسرار الشرائع ما ينبغى العاقل على اقرا الناس في تهذيب النفوس ثم يتأمل في الفنون الخمسة يتحقق ان هذه الفنون قد وقعت موقعها بوجه لا يتصور احسن منه والنور يدل بنفسه على نفسه

ترجمہ :-

منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک وجہ ایسی ہے جس کو سوائے ان لوگوں کے جو اسرار شریعت میں تدبر کرتے ہیں کوئی نہیں سمجھ سکتا اور وہ یہ ہے کہ علوم پنجگانہ خود اس پر دال ہیں کہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا اور ہدایت انسانی کے لئے جیسے کوئی عالم طب جب کتاب، القانون کو دیکھے اور اسباب امراض و علامات اور ادویہ کے خواص کے بابت اس کی طبیعات کا ملاحظہ کرے تو وہ اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کرتا کہ اسکا مؤلف فن طب میں نہایت کامل شخص ہے اسی طرح جب اسرار شرائع کا عالم ان چیزوں کو جان لے جو تہذیب نفس کے لئے انسان کو تعلیم کی جاسکتی ہے پھر وہ علوم پنجگانہ میں غور کرے تو اسکو بلا شک یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ فنون اپنے اپنے مواقع پر اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ اس سے بہتر متصور ہی نہیں ہو سکتا اور نور تو خود ہی اپنی ذات پر دال ہے :-

نشریح :- قولہ ومن جملة الخ قرآن کے اعجاز کی ایک وجہ اس کے علوم پنجگانہ ہیں، قرآن نے بار بار اپنے آپ کو ہدایت نور، دلیل روشن، رحمت، بصیرت اور حجت کہا ہے، غور کر و قرآن مجید کے اعجاز کو اس سے بردہ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ چالیس سال کی خاموش زندگی کے بعد یکایک ایک امی ایک صحیفہ مقدس لئے ہوئے دنیا کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور اس صحیفہ سے وہ جاہلوں کو دانشوران بوزار اور اونٹ چرانے والے بدویوں کو بہترین تہذیب و تمدن، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کا پیرا تم بنا دیتا ہے اصول اخلاق، قانون حکمت و فلسفہ اور محاسن علم و عمل کی بزم کا گوشہ گوشہ اس کے یہ تو قدس سے بقعہ نور بن جاتا ہے، جو قوانین و ضوابط قرآن نے پیش کئے وہ اس قدر صحیح اور مکمل ہیں کہ آج علوم و فنون کی بڑی گرم بازاری اور انسانی عقل و خرد کی جہت انگیز ترقی و بلند پروازی کے باوجود معاشرت، تہذیب، تمدن، نکاح، طلاق، بیع و شراء، تقسیم میراث اور عام معاملات و اخلاق کے قوانین قرآنی قوانین کے مقابلہ میں ساہا سال کے تجربوں کے بعد ناکام ہی ثابت ہوئے ہیں ۔ سورہ

تخص میں قرآن مجید اپنی اس حیثیت کو بطور متحدی اس طرح بیان کرتا ہے
 لِّل فَاوْزِا بَحْتِا پَرْنِ عِنْدِا تَحْوَ اَهْدِیٰ تو کہہ اب تم لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس کی جو ان دونوں سے
 مِثْمَا اِثْقَا اِنِّیْ لَکُمْ صَلْبَ قَنِیٰ بہتر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو
 قولہ فی القانون الخ کتاب ۱۱ القانون ۱۱ شیخ ابو علی حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا مولود ۳۵۵ھ
 مترونی شکرہ کی طبی تفاسیف میں نہایت جامع اور معرکہ الاراء کتاب ہے جو قلعہ فراداجان میں مقید
 رہتے ہوئے لکھی ہے، اسپین، اٹلی اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں ابھی تک یہ کتاب فن طب میں
 بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

قولہ بدل بنفسہ الخ یعنی اعجاز کی دلیل قرآن سے باہر نہیں ہے بلکہ قرآن خود اپنے اعجاز پر دل ہے
 آفتاب آمد دلیل آفتاب + گو دلیلت باید از دوسے رو متاب
 پس قرآن اللہ اس کے معانی میں غور کرو تو اس کے معجز ہونے کا خود ہی یقین ہو جائے گا
 یزید علی طول المثال ہجرت ۱۱۰۰ کان الیون الناطرات ص ۱۱۱
 (تتمہ بحث) یہاں تک اعجاز قرآن پر مختلف وجوہ سے بحث ختم ہوئی، اب رہ جاتی ہے یہ بات کہ
 قرآن کی کتنی مقدار معجز ہوتی ہے؟ سو اسکی بات مختلف آراء میں، بعض معتزلی علماء اس طرف گئے
 ہیں کہ اسکا تعلق تمام قرآن کے ساتھ ہے، مگر یہ قول بالیقین مراد ہے،
 قاضی کا قول ہے کہ اعجاز کا تعلق ایک پوری سورۃ کے ساتھ ہوتا ہے طویل ہو یا قصیر لقولہ تعالیٰ ۱۱
 فَاَوْفُوا بَسُوْرَہِ مَنْ مِثْلُہُ ۱۱ قاضی نے دوسری جگہ کہا ہے کہ اعجاز قرآن کا تعلق ایک سورۃ یا سورۃ کے
 جتنے کلام کے ساتھ بھی ہوتا ہے مگر اس حیثیت سے کہ اتنے کلام میں بلاغت کی قوتوں کا ایک دوسرے
 پر افضل ہونا چاہا اور واضح ہو جائے، لہذا اگر ایک ہی آیت سورۃ کے حرف کے برابر بڑی
 ہو اگر چہ وہ سورۃ الکوثر ہی کے برابر ہو تو بھی وہ معجز ہے، قاضی نے کہا ہے کہ اس مقدار
 سے کم حصہ میں مشرکین کے معارضہ سے عاجز ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی ہے،
 علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایک اعجاز ایک آیت میں سمجھی نہیں جاتا بلکہ اس کے لئے بکثرت
 آیتوں کا ہونا شرط ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ اعجاز کا تحقق قلیل و کثیر قرآن دونوں کے ذریعہ سے
 ہو جاتا ہے لقولہ تعالیٰ ۱۱ فَاَوْفُوا بَسُوْرَہِ مَنْ مِثْلُہُ ۱۱ قاضی اس کا جواب دیتے ہیں کہ پوری بات حدیث
 تام کی نقل ایک چھوٹی سورۃ کے کلمات سے کمتر کلموں میں پائی نہیں جاتی (آلکان) ۱۔

عہ تفصیلی حالات کیلئے دیکھیے ہمارا کتاب ۱۱ نظر المقلین باحوال المعتضین ۱۱ جو اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے
 اور جدید اضافوں کے ساتھ شائع ہو چکی ہے ۱۱

الباب الرابع

في بيان فنون لتفسير وحل اختلاف ما وقع في تفسير الصحاح والتاليفين

ليعلم أن المفسرين في فرق مختلفة جماعة منهم قصدوا رواية إذا مناسبة للآيات حديثاً لرواها
كان أو موقوفاً أو قول تابعي أو خبراً من السلف وهذا مذهب المحدثين وفرقة منهم قصدوا التناول آيات
الصفات والأسماء فما لم يكن موافقاً لمذهب التنزيه صرفوه عن الظاهر ورزقوا على المخالفين
تعلقهم ببعض الآيات وهذا طريق المتكلمين وقوم استنبطوا أحكاماً فقهية وترجم بعض المجتهدين
على بعض وأوردوا الجواب عن تمسك المخالف وهذا طريق الفقهاء الأصوليين وجمع أو ضموا
نحو القرآن ولغته وأوردوا شواهد كلام العرب في كل باب موقوفة تامة وهذا منصب
الحجاة اللغويين وطائفة يذكرون نكات المعاني والبيان بياناً شافياً فيقصون حق الكلام
وهذا طريق الأدباء ومنهم من يروي قراءات القرآن المأثورة عن الاساتذة
ولا يترك في هذا الباب دققة وهذا صفة القراء وجماعة يتكلمون بنبكات متعلقة
بعلم السلوك أو علم الحقائق بآداب مناسبة وهذا مذهب الصوفيين وبالجملة
الميدان واسع وكل يقصد تفهيم معنى القرآن وكل يخص في فن فيتكلم بقدر قوة
فصاحته وفهمه وبالنظر إلى مذهب اصحابه ومن ثم كان في التفسير سعة لا يمكن
تفريزها فوجدت كتب كثيرة لا يحضرها عدد

توضيح اللغة

فترقى جمع فرقة، جماعة، آثار جمع أثر حديث، سنت، مذهب طريق، تمسك دليل، يكون، موقوفة كامل وكل
منصب عهده، يخوض (ان) خوضاً في الحديث مشغول به، سعة كشادكي، يحضر (ان) حضر، يحضرنا -
ترجمه ۱- باب چهارم فنون تفسیر کے بیان میں اور صحابہ تابعین کے تفسیری اختلاف کے حل میں، جاننا
چاہیے کہ مفسرین کی مختلف جماعتیں ہیں ایک جماعت کا قصد صرف ان آثار کی روایت کرنا ہے جو آیت سے
مناسبت رکھتے ہوں احادیث مرفوعہ ہوں یا موقوفہ یا کسی تابعی کا قول ہو یا اسرائیلی روایت یہ محدثین کا
طریقہ ہے ایک گروہ اسماء وصفات کی آیت میں تاویل کرتا ہے کہ جو مذهب تنزیہ کے موافق نہیں اس کو
ظاہری معنی سے پھراتا اور بعض آیات پر مخالفین کے اعتراضات کو رد کرتا ہے یہ متکلمین کی روشن ہے
ایک قوم مسائل فقہیہ کا استنباط کرتی اور بعض مجتہدات کو بعض پر ترجیح دیتی اور مخالف کے تمسک کا

عہ ہو مذهب اہل السنۃ والجماعۃ ۱۲ عون عہ علم السلوک کا لمبادی و علم الحقائق کا لغایۃ لہ ۱۱۲ ایضاً

جو اب دیتی ہے یہ فقہاء اصولیین کا کتب ہے ایک جماعت قرآن کے غود لغات کی تشریح کرتی اور ہر باب میں کلام عرب کے پورے پورے شواہد پیش کرتی ہے یہ نجات لغویین کا ہمد ہے ایک گروہ علم معانی و بیان کے نکات کو تمام تری بیان کرتا اور کلام کا حق ادا کرتا ہے یہ ادیبوں کا آئین ہے، بعض لوگ قرآن کی ان قرار توں کو نقل کرتے ہیں جو اساتذہ سے مسلسل منقول ہیں اور اس باب میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے یہ قسراء کی شان ہے، کچھ لوگ علم سلوک یا علم حقائق کے نکات کو ادنیٰ مناسبت سے بیان کرتے ہیں یہ صوفیاء کی وضع ہے، الحاصل تفسیر کا میدان نہایت وسیع ہے اور ہر ایک کا مقصد قرآن کے معانی سمجھانا ہے اور ہر ایک نے خاص فن میں غور و خوض کر کے اپنی قوت فصاحت و سخن فہمی کے مطابق اپنی جماعت کے مذہب کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیان کیا ہے اسی وجہ سے تفسیر میں اتنی وسعت ہو گئی جس کی تقریر ناممکن ہے اور اس میں اس کثرت سے کتابیں پائی جاتی ہیں جن کا شمار کل قرآن و قرآن میں ان المفسرین فریق الچہ کردہ صحابہ میں دس حضرات مشہور مفسر ہوئے ہیں خلفاء اربعہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری، عبد اللہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز حضرت انس، ابو ہریرہ، ابن عمر، جابر، ابن عمر، وغیرہ سے بھی کچھ تفسیری روایات منقول ہیں، صحابہ کے بعد طبقہ تابعین ہے جس میں مجاہد، عطاء، عکرمہ، سعید بن جبیر، طاؤس، زید بن اسلم، حسن بصری، محمد بن کعب، ابو العالیہ، ضحاک، عطیہ عوفی، قتادہ، مرہ ہمدانی وغیرہ ہیں پھر تبع تابعین کا طبقہ ہے۔ جو صحابہ اور تابعین دونوں کے اقوال جمع کرتے ہیں جیسے ابن عیینہ، دیکھ، شعبہ، عبد الرزاق، آدم بن ابی اسحاق، ابن راہویہ، روح بن مہادہ، ابن حمید، ابن ابی شیبہ وغیرہ۔

اس کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق خاص خاص علوم سے بحث کی جن کا ان پر غلبہ تھا چنانچہ محدثین نے مناسب آیات روایات اور طرق تحدیث کو جمع کیا جیسے ابن جریر نے جامع البیان میں سیوطی نے الدر المنثور میں اور امام بخاری، ترمذی اور حاکم نے اپنی تفسیروں میں کیا ہے، اور متکلمین اسماء و صفات و الی آیات میں تاویلات کرنے اور مخالفین کے اعتراضات کو رد کرنے کے درپے ہوئے جیسے امام رازی نے تفسیر کبیر میں کیا ہے، فقہاء نے فقہی مسائل کے استنباط پر بلوراز و ردیا جیسے امام فخری نے اپنی تفسیر میں، ابو بکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں، قاضی ثناء اللہ یانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں کیا ہے، اور نجات نے علم نحو کے قواعد و مسائل، وجوہ اعراب اور طرق تراکیب کی طرف متوجہ ہوئے جیسے زجاج نے معانی القرآن میں، ابو حنیفہ نے البحر و انہر میں اور واحدی نے کتاب البسیط میں کیا ہے اہل معانی و بیان قرآن کے اعجاز، المصاب و ایجاز اور اس کے محاکم کے اظہار میں مشغول ہوئے جیسے رعنشری نے کشاف میں اور ابوالسود نے "ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم" میں کیا ہے۔

محمد حنیف غفرلہ

وقصد جماعة جمعها فتكلموا بالعربية مرة وبالفارسية أخرى ولفروا من حيث الاختصار والاطناب ووسّعوا أذيال العلم وقد حصل للفقير بمجد الله وتوفيقه في كل من هذه الفنون مناسبة وأدركت أكثر أصولها وجبلتها سالحة من فروعها فلتحق لي نوع من الاستقلال والتحقيق في كل باب بوجه يشبه الاجتهاد في المذهب والحق في الخاطر من بحر الفيض اللهم فنان أو ثلاثة من فنون التفسير غير لفنون المذكورة وإن سألتني عن الخبر الصدق فاني تلميذ القرآن العظيم بلا واسطة كما اني أؤيسني لروح حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم الذي هو منبع الفتوح وكما اني مستفيد من الكعبة الحسنة بلا واسطة وكذلك متأثر بالصلوة العظمى بلا واسطة

ولو ان لي في كل منبت شعرة : لسانا اشتوقيت واجب حمدا ورأيت ما يلزم ان اذكر حرفين او ثلاثة من كل فن في هذه الرسالة توضيح اللغة

اقبال جمع ذيل دان، خاطر دل، تمنع چشمه، منبت انگی کی جگہ، شعرة بال، لسان زبان، ترجمہ : ایک گروہ نے ان تمام علوم کے کچا کرنے کا بھی ارادہ کیا چنانچہ انہوں نے کئی عربی میں اور کبھی فارسی میں کلام کہا اور طول و اختصار میں جدا طریق اختیار کیا اور اس طرح انہوں نے علم کے دان کو ادھی و سیخ کر دیا، اس فقیر کو محمد اللہ ان تمام فنون میں خاص مناسبت حاصل ہے اور میں نے ان کے اکثر اصول اور ان کے فروع کی ایک معقول مقدار معلوم کی ہے پس مجھے ہر باب میں تحقیق و استقلال حاصل ہو گیا جو اجتہاد فی المذہب کے قریب قریب ہے ان کے علان فنون التفسیر کے دو تین فن اور بھی فیض الہی کے نامتناہی دریا سے قلب فقیر میں القاء ہوئے ہیں اگر توفیق ہو چھ تو میں شاگرد ہوں قرآن عظیم کا بلا واسطہ جیسا کہ میں ایسی ہوں روح پر فتوح حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ایسے ہی میں کعبہ حنار سے بے وسیلہ مستفید اور صلوة عظمیٰ سے اثر پذیر ہوں اگر میرے پاس ہر مال کی جگہ ایک زبان ہوتی بھی میں کا حق اس کی تعریف نہیں کر سکتا، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان علوم میں سے دو تین عربی رسالہ ہذا میں ذکر کروں بہ نقش یہاں

قولہ و تصد جماعة الخ حافظ سیوطی اتقان میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ تمام تفسیروں میں سب سے بڑی اور عظیم التفسیر ابن جریر طبری کی ہے کہ وہ توجہ اقوال اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے اور اعراب و استنباط سے بھی

عہ حکیم المصنف علی ہذا فی الفصل الرابع والخامس من نفس الباب ۱۲ عن

بحث کرتے ہیں اس لحاظ سے وہ دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں، دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ، ”تمام معتبر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فن تفسیر میں اس کی سب سے کوئی کتاب مرتب شدہ نہیں پائی جاتی، نووی نے تہذیب میں کہا ہے کہ ابن جریر کی تفسیر کے مثل کسی نے تصنیف ہی نہیں کی، مگر یہ بات صرف ان حضرات کے دور تک تھی کہ اس وقت تک اس میں کوئی اور کتاب موجود نہ تھی تیرہویں صدی میں مفتی بغداد سید ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی حتی متوفی ۱۲۳۸ھ نے جو تفسیری شاہکار پیش کیا ہے اس نے سابق فیصلہ کو غلط ثابت کر دیا، پس آج عربی زبان میں روایت و درایت، فقہ و حدیث، فصاحت و بلاغت، اعراب و لغت، کلام و تصوف، بر اعتبار سے جامع ترین تفسیر ”روح المعانی“ ہے اور فارسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی ”فتح العزیز“ اردو میں حضرت تھانوی کی ”بیان القرآن“، جز اہم الشہیر الخبزار سے قول، الاجتہاد فی المذہب الی مرتبہ اجتہاد فی المذہب ہے کہ فقہیہ قواعد مقررہ کے اقتضائے مطابق ادلہ سے استخراج احکام پر قادر ہو اور اسی بنیاد پر اس کے لئے بعض فرائض احکام میں اپنے امام کے خلاف کی گنجائش ہو مگر اصول میں وہ اپنے امام کا مقلد اور طرز اجتہاد میں اس کا پیرو ہو۔

(مقنبیہ) شاہ صاحب کی مہارت، ”فحقق لی نوراً من الاستقلال والحقائق فی کل باب یوجہ یشبہ الاجتہاد فی المذہب“ اور اس جیسی دیگر عبارتوں سے بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا ہے کہ شاہ صاحب خود کو مجتہد سمجھتے تھے اور اپنے لئے تقلید شخصی کو ناپسند کرتے تھے، بے شک شاہ صاحب اپنی وسعت ظلم، دقت نظر، قوت استدلال، مکرر استنباط، سلامت فہم، صفائی قلب، پاکیزگی اخلاق، اتباع سنت وغیرہ کمالات ظاہری و باطنی کی نعمتوں سے مالا مال اور عارف جامی کے قول سے

ہرچہ اسباب جمال است رخ خوب تر از ہمسہ بروجہ کمال است کمالا یغنی

کے صحیح مصداق تھے، ظاہر ہے کہ جو شخص ان صفات کا حامل ہو اسے تقلید کی کیا ضرورت؟ لیکن اس کے باوجود فیوض الحرمین (ص ۶۲) میں فرماتے ہیں۔

استفدت منہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ امور
خلاف ما کان عندی وما کانت طبیقیل
الیہ اشد میل فصارت ہذہ
الاستفادۃ من براہین الحق علی
احدہا الوصایۃ بترک اللغات
الی التبیہ، وثانیہا الوصایۃ
بالتقلید بہذہ المذاہب الاربع
لا اخرج منها

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
امین اُمود استفادہ کئے اپنے عندیہ اور شدائد
مسیلان طبع کے خلاف قویہ استفادہ میرے
سے براہین حق بن گیا۔ اول اس بات کی
وصیت کہ میں اسباب کی طرف سے توجہ
ترک کر دوں۔ دوم یہ کہ میں خود کو مذاہب
اربعہ کا پابند نہ کروں ان سے نہ نکلوں

.....

❖ ❖ ❖ ❖

والتوفیق ما استطعت وجبلی تا بی التقليد | تو با امکان تطبیق کروں اور میری طبیعت تقلید کو ناپسند
 و تائف منہ را نہ کن شیء طلب منی التبعید | کرتی تھی لیکن یہ ایسی چیز تھی جو میری طبیعت کے خلاف مجھ سے
 بہ عین نفس | بطور تبعید طلب کی گئی تھی

پس آپ کو آپ کی طبیعت کے خلاف روح مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تقلید پر مامور کیا گیا اور مذاہب اربعہ
 میں سے ایک کی ترجیح کے لئے یوں رہنمائی کی گئی

عزلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب | اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں
 الخفی طریقہ انیقۃ ہی اذ فی الطریق بالسنتا لمعروف | ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت
 اللاتی جمعت و نعت فی زمان البخاری واصحابہ | اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین
 و تنقیح امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی

اس قسم کی اور متعدد عبادات سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ شاہ صاحب مقلد اور مذہب حنفی کے پیرو تھے، اور
 جن عبارات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ تقلید شخصی کو ناپسند کرتے تھے ان کو سمجھنے کے لئے اس زمانہ کے پیدا
 شدہ فقہی جمود سے صرف نظر نہ کرنی چاہیئے، شاہ صاحب کے زمانہ میں بے سند فقہی جزئیات کو احادیث کا درجہ دے
 دیا گیا تھا، فقہاء کی تصریحات کے خلاف کوئی حدیث پیش کرتا تو ایسے رد کر دیتے شاہ صاحب کی نظر میں یہ چیز ناپسند
 ہی وہی وجہ ہے کہ آپ فقہی جزئیات کو کتاب و سنت پر منطبق کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے (مخلص از شاہ ولی اللہ)
 یہ قولی کھانی اویسی الخ اس تشبیہ کی تشریح فیوض الحرمین کی اس عبارت سے سمجھیے :-

سکنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس سلوک کا راستہ
 و زبان بیدہ فانا اولیٰ سیر و تمینہ بلا واسطہ | طے کرایا اور اپنے دست مبارک سے میری توحید فرمائی پس
 بسیخی و بنینہ

میں آپ کا اویسی اور بلا واسطہ شاگرد ہوں :-
 ۱۳۳۳ھ میں شاہ صاحب کو حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی اور یہاں چودہ ماہ کے قیام میں آپ کو بلا واسطہ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی فیض حاصل ہوا جو عام طور پر روضہ مبارک پر دیر تک مراقب رہنے کی صورت
 میں ہوتا تھا اور کبھی بھی خود رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خواب میں ان فیوض سے مالا مال کئے جاتے تھے
 ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں،

سألتہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا الا روحانی عن الشیعۃ | میں نے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیعہ کے بارے میں روحانی
 فادحی الی ان مذہب باطل | سوال کیا آپ کی جانب سے اشارہ کیا گیا کہ ان کا مذہب باطل ہے
 (بانی برکت ۲)

فصل فی بیان الآثار المرویۃ فی الكتب التفسیریۃ لامحل الحدیث وما يتعلق بها من جملة الآثار المرویۃ فی كتب التفسیر بیان سبب النزول وسبب النزول علی قسمین القسم الاول ان تقع حادثة یتظهر فیها ایمان المؤمنین ونفاق المنافقین کما وقع فی أحد والاخزاب فانزل الله تعالی مدح هؤلاء وودم اولئك لیكون فیضلاً بین الفایقین ودر بما يقع فی مثل هذا من التعارض بخصوصیات الحادثة ما یبلغ حدّاً الكثرة فیجب ان یتذكر مخرج الحادثة بکلام مختصر لیتضح سوق الکلام علی القاری **ترجمہ**

فصل ان آثار کے بیان میں جو کتب تفسیر اہل حدیث میں مروی ہیں اور ان کے متعلقات کے بیان میں، منجملہ ان آثار کے جو کتب تفسیر میں مروی ہیں بیان سبب نزول ہے اور سبب نزول دو قسم پر ہے۔ اول یہ کہ کوئی ایسا حادثہ ہو جس میں مؤمنین کا ایمان اور منافقین کا نفاق کھل گیا جیسا کہ اُحد اور اخزاب میں ہوا تھا پس خدا تعالیٰ نے مؤمنین کی مدح اور منافقین کی مذمت نازل فرمائی تاکہ دونوں گروہوں میں امتیاز ہو جائے، کبھی اس جیسی صورت میں حادثہ کی خصوصیات کی بجانب بکثرت تعریضات ہوتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ مختصر کلام میں اس حادثہ کی تشریح کی جائے تاکہ پڑھنے والے پر سیاق کلام واضح ہو جائے۔ (بقیہ صفحہ ۲۷۰)

اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے جب مجھ اس کیفیت سے آفاقہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام وہ ہے جو معصوم اور واجب الطاعت ہو اس پر باطنی وحی آتی ہو اور یہی نبی ہونے کے معنی ہیں تو ان کا مذہب ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے

وَبَطْلَانُ مَذْهَبِهِمْ يَعْرِفُ مِنْ لَفْظِ الْإِمَامِ وَلَمْ أَفْقَتْ عَرَفْتُ أَنَّ الْإِمَامَ عِنْدَهُمْ هُوَ الْمَعْصُومُ الْمُسْتَرَضَّ طَاعَةُ الْمُوَحَّى إِلَيْهِ وَجِبَابُ طَاعَتِهِ وَهَذَا هُوَ مَعْنَى الْإِنْبِيَاءِ فَمَذْهَبُهُمْ يَسْتَلْزِمُ انْكَارَ خْتِمِ النَّبَوَةِ

آنچے اپنے مکاشفات و مشاہدات کو "فیوض الحرمین" میں جمع فرمادیا ہے۔

(فائدہ) اویسی اویسی بن عامر قرنی یمنی کی طرف نسبت ہے جو قبلہ تابعین و پیشوائے اربعین تھے آئینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو تو پایا ہے لیکن دیدار سے مشرف نہیں ہو سکے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ مصہین میں شریک رہے اور اسی میں جام شہادت نوش فرمایا۔ بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ حدیث "اولیائی تحت قبائی لا یعرفیم غیرہ" (میرے دوست میری قبائ کے نیچے ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچانتا) آپ ہی کے حق میں ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے میں میں رہتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے بلا واسطہ استفادہ کیا ہے یعنی اللہ عزوجل ان المصنف استفاد من روح صلی اللہ علیہ وسلم بغیر توسط احد من الناس کہ استفادہ دیں من روح صلی اللہ علیہ وسلم من غیر واسطہ

والقسم الثاني ان يتم معنى الآية بعمومها من غير احتياج الى العلم بالحادثة التي هي سبب النزول والحكم لعموم اللفظ لا لخصوص السبب وقد ذكر قداماء المفسرين تلك الحادثة بقصدا لاحاطة بالاثار المناسبة للآية او بقصد بيان ماصداق عليها العموم وليس ذكر هذا القسم من الضروريات

نتیجہ :-

دوسری قسم یہ ہے کہ نام ہو جائیں آیت کے معنی اپنے عموم کیساتھ اس حادثہ کے معلوم کئے بغیر ہی جو کہ سبب نزول ہے اور حکم عموم لفظ کا مقبر ہے نہ کہ خصوص سبب کا مگر متقدمین مفسرین نے ذکر کیا ہے اس حادثہ کو، آیت کے مناسب امادین جمع کرنے یا حکم عام کا مصداق بیان کرنے کے ارادہ سے، اس قسم کے قصوں کا ذکر کرنا چنداں ضروری نہیں ہے۔
تشریح اچانہ قول، والکلم لعموم اللفظ النفس میں عموم لفظ کا اعتبار ہے یا خصوص سبب کا؟ اس میں علماء اصول کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ لفظ کے عموم کا اعتبار ہے شاہ صاحب نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جس کی دلیل صحابہ کرام کا مختلف واقعات میں ان آیات کے عموم سے حجت لانا ہے جن کے نزول کے اسباب خاص تھے نیز علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت ظہار سلمہ بن صخر کے بارے میں، آیت لعان ہلال بن اُسیہ کے حق میں اور بعد حذف حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں کی بابت قابل ہوئی تھی مگر بعد میں یہ احکام اوروں کی طرف بھی متعدی ہو گئے،

توال حضرت ابن عباسؓ نے آیت "لا تحسبن الذين يغفرون احد" میں عموم کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اسے اہل کتاب کے اسی قصہ پر منحصر رکھا ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی، جواب حضرت امین عباسؓ پر یہ بات مخفی نہیں تھی کہ لفظ سبب نزول کی بہ نسبت زیادہ عام ہوتا ہے لیکن انہوں نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہاں لفظ سے ایک خاص بات مراد ہے اس کی نظیر آیت "الذين آمنوا ولم يلبسوا اياهم بظلم" میں ہے جس میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک سے کی ہے اور آیت "ان الشرك لظلم عظيم" سے اس پر استدلال کیا ہے ورنہ صحابہ نے اس لفظ سے ہر ظلم کا عموم ہی سمجھا تھا، خود حضرت امین عباسؓ سے بھی ایک حدیث ایسی مروی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ عام کا استہارہ کرتے تھے چنانچہ ابن ابی حاتم نے بخاری سے روایت کیا ہے کہ "میں نے حضرت امین عباسؓ سے آیت "والشارق والسا برقة فاطوا ابيها" کی نسبت دریافت کیا کہ اس کا حکم خاص ہے یا عام؟ فرمایا نہیں، اس کا حکم عام ہے۔ علاوہ اس کا نزول چوری کرنے والی ایک خاص عورت کے معاملہ میں ہوا تھا اتفاقاً لفظاً، :-

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

÷ ÷ ÷

وقد تحقق عند الفقير ان الصحابة والتابعين كثيرًا ما كانوا يقولون نزلت الآية في كذا وكان غرضهم تصوير ما صدقت عليه الآية وذكر بعض الحوادث التي تشملها الآية بعمومها سواء تقدمت القصة او تأخرت اسرائيليا كان ذلك ادجاء حليًا او اسلاميًا استوعبت جميع قيود الآية او بعضها والله اعلم فعلم من هذا التحقيق ان للاجتهاد في هذا القسم مدخلًا وللقصص المتعددة هنالك سبعة فمن انتحضر هذه النكتة يتمكن من حل ما اختلف من سبب النزول بادنى عنايتة

تو جس پر فقیر کے نزدیک یہ محقق ہوا ہے کہ صحابہ و تابعین اکثر فرماتے ہیں کہ یہ آیت فلاں حادثہ میں نازل ہوئی اس سے ان کا مقصد صرف آیت کے مصداق کی تصویر اور بعض ایسے حوادث کا ذکر ہوتا ہے جن کو آیت اپنے عموم کی وجہ سے شامل ہے خواہ واقعہ مقدم ہو یا مؤخر، اسرائیلی ہو یا جاہلی یا اسلامی آیت کے تمام قیود کو مای ہو یا بعض کو ذوالشلم، اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اجتہاد کو بھی اس قسم میں کچھ دخل ہے اور اسباب نزول میں متعدد قصوں کی گنجائش ہے، جو شخص یہ نکتہ محفوظ کرے وہ مختلف اسباب نزول کو مختصری وجہ سے حل کر سکتا ہے۔ یہ تشبیہ ہے؛ یہ قولی و لفظی القصص المتعددة الخ اگر ایک ہی آیت کے نزول کے کئی سبب بیان کئے گئے ہوں تو کسی ایک قول پر اکتفا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ واقعہ کی نوعیت پر نظر ڈالی جائے، پھر اگر ایک راوی نے ایک سبب اور دوسرے نے دوسرا سبب بتایا ہے تو دوسرا قول آیت کی تفسیر تصور کیا جائے گا نہ کہ اس کا سبب نزول، اور اس صورت میں اگر آیت کے الفاظ دونوں کو شامل ہوں تو ان دونوں قولوں میں کوئی منافات نہ ہوگی، اور اگر ایک راوی نے کوئی صریح سبب بیان کیا اور دوسرے نے اس کا عکس تو اس صورت میں پہلا قول قابل اکتفا ہوگا اور دوسرا قول استنباط تصور کیا جائے گا مثلاً امام بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ "لساؤکم خرث لکم" کا نزول عورتوں سے خلاف وضع فطری صحبت کرنے کے بارے میں ہوا تھا، اور صحیح مسلم میں حضرت ہابرق سے روایت ہے کہ "یہودی کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ اس کی پشت کی جانب سے صحبت کریگا اس کا بچہ عینک پید ہوگا" ان کی اس بات کی تردید کے لئے آیت نازل ہوئی، تو اس موقع پر حضرت جابرؓ کا بیان قابل اعتماد اور ابن عمرؓ کا قول استنباط سمجھا جائے گا، حضرت ابن عباسؓ بھی جابرؓ ہی طرح روایت کرتے ہیں اور ابن مسعودؓ کو دو کم ہوا ہے جیسا کہ ابو داؤد اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے، اور اگر ایک نے کچھ سبب بیان کیا اور دوسرے نے اس کے علاوہ بتایا تو جس کی اسناد صحیح ہو وہی قابل اکتفا ہوگا (التقان ملخصاً)۔

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

ومن جملة ذلك تفصيل قصة وقع في نظم القرآن لعمد بعض باصليها فيلخذ المفسرون استقصاء القصة من اخبار بني اسرائيل او عن علم السير فيذكرونها بجميع خصوصياتها وهما ايضا تفصيل ما كان في الآية لعمد بعض ظاهره بحيث كيف هناك العارف باللغة متفحصا فذكر كراه من وظيفة المفسر وما كان خارجا من هذا الباب مثل ذكر بقرة بني اسرائيل اذ كرا كانت ام انثى؟ ومثل بيان كلب اصحاب الكهف ابقع كان ام احمر؟ فهو تكلف مالا يعني و كانت الصحابة رضى الله عنهم يعدون مثل ذلك قبيحا من قبيل تضيق الاوقات

توضيح اللغة

تعمد بعض اشارہ، استقصاء پورے طور پر بیان کرنا، نہ کو پہونچنا، سیر جمع سیرہ، متفحص متلاشی، وظیفہ منسوب، بقرة گائے، ذکر مذکر، انثی مؤنث، کلب کتا، اتبع سبہ سفید انگوں والا، امر سرخ، قبیح براہ، ترجمہ: ازاں جگہ کسی ایک قصہ کی تفصیل ہے جس کی طرف نظم قرآن میں اشارہ موجود ہے پس مفسرین اخبار بنی اسرائیل یا میر و تواتر سے اس قصہ کو اس کی جملہ خصوصیات کے ذکر کرنے لگتے ہیں، اس موقع پر بھی تفصیل ہے اور وہ یہ کہ جس قصہ کی طرف آیت میں کھلا اشارہ ہو کہ زبان کا جاننے والا اس پر اگر رک جائے متلاشی ہو کر تو اس کو بیان کرنا مفسر کا فرض ہے اور جو قصہ اس قسم سے خارج ہو مثلاً بنی اسرائیل کی گائے کا حال کہ نہ تھی یا مادہ یا اصحاب کہف کے کتے کا بیان کہ چلتا تھا یا سرخ؟ سو یہ امور بے فائدہ تفکرات ہیں صحابہ کرام ایسی بحثوں کو برا جانتے اور تفسیر اوقات خیال فرماتے۔۔۔ تشبیح قولہ اذ کرا كانت الخ بعض کہتے ہیں کہ وہ مادہ تھی کیونکہ آیات میں اس کی طرف تانیث کی علامتیں راجع ہیں امام ابو منصور کہتے ہیں کہ وہ مذکر تھا کیونکہ اشارة ارض و تخی حرث ہیولوں کا کام ہے اور تانیث علامات لفظ بقرة کی وجہ سے ہے کہانی قولہ "وقالت طائفة"۔۔۔

قولہ االبقع کان الا حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ ٹیلے رنگ کا تھا دوسری روایت میں ہے کہ سرخ تھا مقاتل کہتے ہیں کہ زرد رنگ کا تھا، قرطبی کہتے ہیں کہ اس کی زردی مائل بسرخ تھی، کلبی کہتے ہیں کہ لعلی اللون تھا بعض کہتے ہیں کہ آسمانی رنگ تھا، بعض کہتے ہیں کہ پیکرا تھا، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔۔۔

واختلفوا فی لونہ علی اقوال لا حاصل ہاں اس کے رنگ کی بابت چند اقوال ہیں جن کا نہ کچھ حاصل ہے ولا طائل تحتها ولا دلیل علیہا ولا حجة ایہا نہ فائدہ نہ ان پر کوئی دلیل ہے نہ ان کی کچھ ضرورت بلکہ بل ہی ہائی عنہ فان مستند ہارجم بالنیب وہ تو نہیں عنہ میں سے ہیں کیونکہ سب انکل کے تیر ہیں۔۔۔

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

وليجفظ ههنا ايضا نكتتان الاولى ان الاصل في هذا الباب ايراد القصص المسموعة بلا تصديق عقل وربما يتخذ جمع من قدماء المفسرين ذلك التعاليف قدوة فيقرضون محملاً مناسباً لذلك التعريض فيقرضونه بصورة الاحتمال فيشتبه على المتأخرين وكثيراً ما يغتبه التقرير على سبيل الاحتمال بالتقرير مع الجزم في كلامهم فيذكرون هذا أمقاً ذلك لان اساليب التقرير لم تكن منقحة في ذلك الزمان وهذا امر مجتهد فيه للنظام العقل في مجال ودائرة قيل ويقال هناك متسعة فينبغي فيه إرخاء العنان ومن حفظ هذه المكنة حكم حكماً فيصلاً في كثير من مواضع اختلف فيها المفسرون ويمكن ان يتحقق في كثير من مناظرات الصحابة انه ليس بقول وانما هو تفتيش علمي يعرضه بعض المجتهدين على البعض والفقير على هذا المحتمل يتحمل قول ابن عباس رضي الله عنهما في آية «والمستعواذوا بكم» (الا اجد في كتاب الله الا المسح لکنهم ابوا الا الفل) فالذي يلقمه الفقير انه ليس بذهاب الى وجوب المسح وليس فيه جزم يجعل الآية على ركنية المسح بل الذي تقر عند ابن عباس رضي الله عنهما هو الفل ولكنهم يقرضون هناك امكالا ويظهرون احتمالاً ليحكم بآي وجه يذكر علماء العصر التطبيق في هذا التعارض وای مسلک یسلکون ومن لم یطعم على حقيقة محاوره السلف یظنه قول ابن عباس ویعدوه مذهباله حاشاه ثم حاشاه

ترجمہ ۱۔

یہاں دو نکتے محفوظ کر لینے چاہئیں اول یہ کہ اصل اس باب میں واقعات کو اسی طرح نقل کرنا ہے جیسا کہ سنا ہے بغیر عقلی تصرف کے مگر متقدمین مفسرین کی ایک جماعت اس تعریض کو پیشوا بناتی اور اس کا کوئی مناسب عمل فرض کہہ کے بزرگ احتمال اس کی تفسیر کرتے ہیں جس سے متاخرین کو اشتباہ ہو جاتا ہے اور یہاں واقعات تقریر علی سبیل الاحتمال تقریر الجزم کے ساتھ مشتبه ہو جاتی ہے اور ایک کو دوسری کی جگہ ذکر کر دیتے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں تقریر کا سلوب متفق نہیں تھا تھے اور یہ مسئلہ اجتہادی ہے جس میں نظر عقلی کی گنجائش اور سبیل دقالت کا دائرہ وسیع ہے پس یہاں لگام ڈھیلی کرنا مناسب ہے جو شخص اس نکتہ کو یاد رکھے وہ بہت سے ان مقامات میں فیصلہ کر سکتا ہے جن میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے اور بیشتر مناظرات صحابہ کے متعلق معلوم کر سکتا ہے کہ وہ ان کا مذہب نہیں ایک مسلمی تفتیش ہے جسکو بعض مجتہدین بعض پریشاں کرتے ہیں، فقیر اسی عمل پر معمول کرتا ہے حضرت سہیل بن عباس کے قول کو جو آیت «واستحوذوا بکم» اور اس کی بابت ہے کہ مجاہد کو تو کلام اللہ میں پیروں کا مسح ہی ملتا ہے مگر صحابہ اس سے دھونا ہی سمجھتے ہیں ۵

(باقی برص ۲۷۴)

النکۃ الثانیۃ ان النقل عن بنی اسرائیل دسیسۃ دخلت فی دیننا ولا تصدقوا اهل الكتاب ولا تحکد بهم قاعدۃ مقررۃ فلزم امران الاول ان لا یترکب النقل عن اهل الكتاب اذا وجد فی سنیۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بیان لتعریض القرآن مثلاً حین ما وجد لقوله تعالیٰ «وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَآلَیْقِیْنًا عَلٰی کُرْسِیِّہِمْ جَسَدًا ثَمًّا اَنَابَ» حمل فی السنۃ النبویۃ وهو قصۃ تریک ان شاء اللہ والمواخذۃ علیہ فای حاجۃ الی ذکر قصۃ صخر المارد والامر الثانی ان الضروری یتقدّر بقدر الضروری فلیکن ذلک ملحوظاً عند التفسیر فلا یقع الکلام الا بقدر اقتضاء التعریض لیمحصل التصدیق بشہادۃ القرآن ولینکف اللسان عن الزیادۃ

توضیح اللفظ ۱۔

دسیسۃ خفیہ سازش و دھادھ، فتنا دھ، فتنا وقتہ، فتنہ میں ڈالنا، آزمائش کرنا، کرسی تحت، جسد جسم، آنا ب توبہ ہونا، توبہ کرنا، یکف دن، کفار و کنا، باز رکھنا، لسان زبان، ترجمہ؛ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اسرائیلی روایات کا نقل کرنا ایک ایسی بلا ہے جو ہمارے دین میں راہ پاگئی مالاکنہ ان کی نہ تصدیق کر دینے تکذیب، قاعدۃ مقررہ ہے تو یہاں دو باتیں لازم ہیں اول یہ کہ اہل کتاب سے نقل کا ارتکاب نہ کیا جائے جب کہ حدیث نبوی میں تعریض کلام اللہ کا بیان موجود ہو مثلاً قول باری «اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا اس کے تحت پر ایک دھڑ پھر دھڑ جوع ہوا» کا محل جب حدیث نبوی میں موجود ہے یعنی الثمار اللہ کے ترک کرنے اور اس پر مواخذہ ہونیکا قصہ تو کیا ضرورت ہے قصہ صخر مار دے کے ذکر کی، دوم یہ کہ ضروری امر بقدر ضرورت ہی مقدر ہوتا ہے لہذا الوقت بقیۃ یہ ملحوظ خاطر رہنا چاہیے اور کلام اقتضاء تعریض کے بقدر ہی ہونا چاہیے تاکہ قرآنی شہادت سے اس کی تصدیق ہو سکے اور اس سے زیادہ بیان سے زبان کو روکنا چاہیے؛ تشبیہ

دبقیہ ص ۲۴۰ فقیر جو اس کا مطلب سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرضیت مسیح کی طرف نہیں گئے اور نہ اس میں آیت کو رکینیت مسیح پر محمول کرنے کا یقین ہے بلکہ ان کے نزدیک دھونا ہی مقرر ہے لیکن یہاں وہ ایک اشکال کو بیان اور ایک احتمال کی تقریر کرتے ہیں تاکہ دکھیں کہ علامہ زمانہ اس تعارض کی تطبیق میں کونسی راہ اختیار کرتے ہیں جو شخص سلف کے معادہ سے واقفیت نہیں رکھتا وہ اس کو حضرت ابن عباسؓ کا قول سمجھ کر ان کا مذہب قرار دیتا ہے۔ حاشا وکلا۔

لہ قد تقدم الکلام علی ہذا من المصنف فی الفصل الثالث من الباب الثانی فی التبیہ الاولیٰ ۱۲

لہ ۲۳-۲۴-۲۵ ص ۱۲

سہ قولہ قصۃ تشرک ان شاء اللہ الخ صحیح بخاری (کتاب الانبیاء) میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے
 عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال سلیمان بن داؤد لا طوفن الیہ علی سبعین امرأة
 بن داؤد لا طوفن الیہ علی سبعین امرأة عمل کل امرأة فارنا یحب اعدنی سبیل اللہ
 فقال لہ صاحبہ ان شاء اللہ فسلم یقل ولم تل شیئا الا واحدًا ساقطاً حردی
 شتیہ فقالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوقاہا
 لجاہد وانی سبیل اللہ۔

کہہ لیتے تو ہر ایک حرم کے بطن سے مجاہد پیدا ہوتا۔۔۔۔۔

مفسر ابوالسعود اور سید محمود آلوسی نے آیت کی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے، جب حدیث نبوی میں یہ تفسیر
 موجود ہے تو پھر قصہ صخرہ مار ذکر کرنے کی کیا ضرورت؟ جیسا کہ کاشفی وغیرہ بہت سے مفسرین نے ذکر کیا ہے
 جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے تخت پر دھنوار د شیطان کو قابض کر دیا
 تھا، جس کا ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی ایک بیوی جس کا نام امینہ تھا بت پرستی تھی اور اپنے
 باپ کا مجسمہ بنا کر اس کی پرستش کیا کرتی تھی لہذا خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو یہ سزا دی کہ جس مدت تک
 امینہ نے ان کے گھر میں بت پرستی کی تھی اس مدت تک کیسے وہ تخت سلطنت سے محروم کر دئے گئے اور ان کی
 انگشتی جس میں امّ المکدہ تھا وہ ان کی باندی جرّاحہ کے ذریعہ شیطان کے ہاتھ پڑ گئی اور وہ بصورت سلیمانؑ
 ان کے تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا، پھر مدت ختم ہونے کے بعد انگشتی شیطان کے ہاتھ سے دریا میں گر گئی اس کو
 چھلی نے نگل لیا اور وہ چھلی حضرت سلیمانؑ کے پاس شکار ہو کر آئی اور اس طرح اس کے پیٹ میں سے انگشتی نکال
 کر انہوں نے اپنا ملک واپس لے لیا، اس روایت میں ایک اولوالعزم پیغمبر کی جانب جس قدر خرافات اور ذلیل و احمق
 کی نسبت کی گئی ہے ایک عامی بھی ہرمانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ ایسی روایات کا اسلام کی تعلیم سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے اسی لئے
 محدث ابن کثیر نے ان روایات کے متعلق فیعیلہ دیا ہے :-

ذکر ابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہا من المفسرین ابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہ مفسرین نے اس مقام میں ہدایت
 طہنا آثاراً کثیرة عن جماعة من السلف والکثرہا سلف سے بہت سے آثار کا ذکر کیا ہے جن میں سے اکثر یا سب
 او کلہا متلقة من الاسرائیلیات و فی کثیر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں اور ان میں سے اکثر میں سخت
 منها مکارۃ شدیدة وقد بینا علی ذلک فی مکتبنا نار و بابائیں مذکور ہیں ہم نے اپنی تفسیر میں اس پر تنبیہ کر دی
 التفسیر و اقتصرنا طہنا علی مجرد التلاوة اور یہاں صرف تلاوت پر اکتفا کیا ہے :-
 و البدایة و النہایة جلد ۲ ص ۲۶ ملخص از قصص القرآن :-

وہمنا نکتۃ لطیفۃ الی غایۃ فلا تغفل عنہا وہی انما قد تذکر فی القرآن العظیم قصۃ
فی موضع بالاجمال و فی موضع بالتفصیل کما قال تعالیٰ " اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ "
ثم قال " اِنِّیْ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ " فہذا
المقولۃ ہی المقولۃ المتقدمۃ ذکر ثبوت بنوع من التفصیل فیمكن ان یعلم من التفصیل تفسیر
الاجمال و ینتقل من الاجمال الی التفسیر مثلاً ذکر فی سورۃ مریم قصۃ سیدنا
عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اجمالاً " وَ لَنَجْعَلَنَّ اٰیۃً لِلنَّاسِ وَ سَرَّحْنَا مَثٰوً
كَانَ اَمْرًا مَّقْضٰیًا " و فی سورۃ آل عمران تفصیلاً " وَ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ
قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیۃٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ " الایۃ ففی ہذا المقولۃ بشارۃ تفصیلیۃ و تلك المقولۃ بشارۃ
اجمالیۃ فمن ثم استنبط العبد الضعیف ان معنی الایۃ و رسولاً الی بنی اسرائیل محبباً
بانی قد جئتكم وهذا كله داخل في حيز البشارۃ لیس بمعلق بمحذوف کما
اشار الیہ السیوطی حیث قال فلما بعث اللہ تعالیٰ الی بنی اسرائیل قال لهم انی
رسول اللہ الیکم بانی قد جئتکم واللہ اعلم

ترجمہ :-

یہاں ایک نہایت لطیف نکتہ ہے اس سے غافل نہیں ہونا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ قرآن عظیم میں کسی مقام پر ایک
قصہ کو مجمل بیان کیا جاتا ہے اور کسی جگہ مفصلاً جیسے ارشاد فرمایا " بے شک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے " پھر فرمایا " کیانہ
کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں بھی ہوئی آسمانوں کی اور زمین کی اور ہمارا جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپتا
ہو " پس یہ مقولہ وہی سابق مقولہ ہے جس کو ایک قسم کی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے پس اس تفصیل سے اجمال سابق کی
تفسیر معلوم کی جاسکتی ہے اور اس اجمال سے تفصیل کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں، مثلاً سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا قصہ اجمالاً ذکر کیا گیا " اور اس کو تم کیا چاہتے میں لوگوں کے لئے نشانی اور ہر بانی اپنی طرف سے اور ہے یہ کام مقرر
ہو چکا " اور سورۃ آل عمران میں مفصل طور پر " اور کرے گا اس کو پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف بیشک میں آیا ہوں تمہارے
پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی طرف سے " پس اس مقولہ میں تفصیل بشارت ہے اور وہ مقولہ اجمال بشارت ہے
، اسی لئے بندہ ضعیف نے آیت کے یہ معنی نکالے ہیں کہ کریگا اس کو پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف بشارت دینے والا اس
بات کا کہ آیا ہوں میں تمہارے پاس یہ تمام مضمون بشارت کے ذیل ہے کسی محذوف کے متعلق نہیں جیسا کہ مسلام
سیوطی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب بھیجا اللہ نے اس کو بنی اسرائیل کی طرف تو کہا ان سے بے شک
میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف آیا ہوں تمہارے پاس :-

واللہ اعلم

اگر قرآن کی تفسیر قرآن میں نہ پائے تو سنت صحیحہ (حدیث صحیحہ) میں تلاش کرے کیونکہ حدیث شارح قرآن ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی باتوں کا بھی حکم دیا ہے وہ سب آپ نے قرآن کریم ہی سے سمجھی ہیں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَنَا اَنْزَلْنَا الْيَكِ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ" انا انزلنا الیک الكتاب بالحق لعلکم یتقوا،

اگر سنت میں بھی نہ ملے تو صحابہ کرام کے اقوال کی طرف رجوع کرے کہ بلاشبہ وہ لوگ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے کیونکہ انہوں نے نزول قرآن کے وقت تمام قرآن و احوال کا مشاہدہ کیا تھا اور یوں بھی وہ لوگ کامل سمجھ، علم صحیح اور اعلیٰ صراح کی صفات سے متصف تھے، اگر اقوال صحابہ میں بھی نہ ملے تو پھر نظر و استنباط کی طرف رجوع کرے :-

یہ قول استنبط العبد الخ شاہ صاحب نے جس معنی کا استنبط کیا ہے وہ ترجمہ سے ظاہر ہے لیکن عام مفسرین کا تفسیر یہ ہے کہ سورہ مریم میں حضرت عیسیٰ کے آیۃ للناس ہونے سے مراد بقول ابن عباسؓ یہ ہے کہ لوگ ان کے ذریعہ سے اللہ کی قدرت عظیمہ پر استدلال کریں، جس کی تشریح یہ ہے کہ تمام انسان مرد و عورت کے بننے سے پیدا ہونے میں آدم علیہ السلام دونوں کے بدن پیدا ہوئے اور خواہ کو صرف مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا، چوتھی صورت یہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بدن صرف عورت کے وجود سے ان کا وجود ہوا اس طرح۔ پیدا شدہ کی چاروں صورتیں واقع ہو گئیں پس حضرت عیسیٰ کا وجود قدرت الہیہ کا ایک نشان اور حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے لئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔

فحينئذ لا وجه لاستنباط المصنف من فتاكره.

محمد عقیف غفرلہ گنگوہی

ومن جملة ذلك شرح الغريب وبناءة على تتبع لغة العرب او التفطن لسياق الآية وسباقها والعلم بمنااسبة اللفظ باجزاء جملة وقع هو فيها فهمنا ايضا مدخل للعقل وسعة للاختلاف لان الكلمة الواحدة تجئ في لغة العرب لمعان شتى والعقول مختلفة في تتبع استعمال العرب والتفطن لمنااسبة السابق واللاحق ولهذا اختلفت اقوال الصحابة والتابعين في هذا الباب وكل سلك مسلکاً فينبغي للمفسر المنصف ان يزن شرح الغريب مترئين في استعمال العرب متركة وفي معرفة اقوى الوجوه وارجحها ومناسبة السابق واللاحق اخرى ليُعلم ائى الوجهين اولى واقعد بعد احكام المقدمات وتكتبج موارد الاستعمال وتخص الامشاه

غريب من الكلام جس کا بھنا دشوار ہو، بتا مردار، تتبع تلاش و جستجو، تفطن بھنا، سباق اسلوب، سباق بندش، سعة گنجائش، شتى جمع شتیت بمعنی متفرق بقول جمع عقل، مسلک راہ، مترکہ دژنا تونا، آرنج راج تر، احکام مضبوط کرنا، موارد جمع مورد، تفحص کھود کرید کرنا۔ ترجمہ !
ازاں جملہ شرح غریب ہے جس کا مدار لغت عرب کے تتبع پر ہے یا آیت کے فہم سباق و سباق اور لفظ کی اس مناسبت کے اس سلم پر ہے جو اسکو اجزاء جملہ کے ساتھ حاصل ہے پس یہاں تک عقل کا دخل اور اختلاف کی گنجائش کہ کیونکہ ایک کلمہ زبان عرب میں متفرق معانی کے لئے آتا ہے اور استعمال عرب کے تتبع اور سابق و لاحق کی مناسبت کے فہم میں عقول مختلف ہیں اسی وجہ سے صحابہ و تابعین کے اقوال باہم مختلف ہو گئے اور ان میں سے ہر ایک نے ایک راہ اختیار کی، پس مصنف مفسر کو شرح غریب کے دو پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے ایک استعمال عرب پر تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کونسی صورت اقویٰ اور راجح تر ہے دوسرے لاحق و سابق کی مناسبت پر تاکہ معلوم ہو جائے کہ کونسی جہت ادلیٰ و اعلیٰ ہے مقدمات کو مستحکم، موارد استعمال کے تتبع اور آثار کی کھود کرید کرنے کے بعد یہ تشریح ہ قولی شرح الغریب الخ غرائب قرآن کے معلوم کرنے پر توجہ کرنا ضروری ہے کیونکہ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے "اعربوا القرآن واتمسوا غرابہ" کہ قرآن کے معانی سمجھو اور اس کے غریب الفاظ کو تلاش کرو، اسی لئے بے شمار علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلاً ابو عبیدہ، ابو عمر زہد، ربانی برہان،

۱۔ الترجمۃ الصحیحۃ کنز، ۲۔ ليعرف اقوى الوجوه و ارجحها، ۳۔ ان النفس الفارسی کہذا یکے در استعمالات عرب کہ کلام و جہر اقویٰ و ارجح است و دیگر در مناسبت ۱۲۸۰

محمد صنیف غفرلہ لکھوی

وقد استنبط الفقير في هذا الباب ما لا يخفى لطفه الأعلى المتصقف غليظ الطبع
مثلاً "كتب عليكم القصاص في القتل" حملته على معنى تكافؤ القتل و
اشتراك الاثنين في حكم واحد لئلا يحتاج مفهوم "الأنثى بالأنثى" إلى
مؤنة النسب ولا يتركب توجيهات تفصيل ما دنى الالتفات
توضيح اللفظ

لطف نزاکت وبارکی، متصف بے راہ روی کرینوالا، غلیظ الطبع تند خو، قتل جمع قتل بمعنی مقتول، تکافؤ برابری
آنٹی مؤنث، مؤنثہ مشقت، بوجہ تفصیل اشکلاً لائست ونا بود ہونا۔ ترجمہ
فقیر نے اس باب میں ایسے استنباط کئے ہیں جن کا لطف بجز بے انصاف اور نا فہم کے کسی بخنی نہیں رہ سکتا مثلاً
"کتب علیکم القصاص فی القتل" کو میں نے تکافؤ قتل کے معنی پر اور ایک حکم میں دو کے شریک ہونے پر محمول کیا ہے تاکہ
"الأنثی بالأنثی" کا مفہوم مشقت نسج کا محتاج نہ ہو اور ایسی توجہات کا ارتکاب نہ کرنا پڑے جو ادنی تاہل سے ساقط
ہو جاتی ہیں۔ تشبیہ

قلہ کتب علیکم الخ حجة الشر بالافہ میں حضرت شاہ حبیب کا کلام ملاحظہ ہو: فرماتے ہیں،

قال اللہ تعالیٰ "یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص
فی القتل" الحبر بالحر والعبد بالعبد
والأنثی بالأنثی" الآیۃ نزلت فی جمیع من انبیاء
العرب احدثها اشرف من الآخر فقتل
الاد مع من الاشراف فقال الاشراف لقتلنا
الحبر بالعبد والذکر بالأنثی ولنضاعف الجراح
ومعنی الآیۃ والشر اعلم ان خصوص القصاص
لا یقتصر فی القتل کالمقتل و
(بقیہ صفحہ ۲۸۰)

اور ابن درید وغیرہ، اس سلسلہ میں عزیزی کی کتاب مشہور ترین اور راغب اصفہانی کی تالیف "مفردات القرآن
مقبول ترین کتاب ہے۔

قولہ وبتاؤہ الخ برہان میں ہے کہ غرائب قرآن کی حقیقت کا انکشاف کرینوالا علم لغت کا محتاج ہے اور اس کو لانا
و افعال اور حروف کو بھی بخوبی جاننے کی ضرورت ہے، حروف چونکہ تھوڑے ہیں اس لئے علماء نحو نے ان کے معانی بیان
کردئے جو ان کی کتابوں سے معلوم ہو سکتے ہیں لیکن اسماء و افعال کے لئے لغت کی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے
جیسے ابن سید کی "العالم فی اللغة" ازہری کی "التہذیب" ابن سیدہ کی "الحکم" قزاز کی "الجامع" وغیرہ۔

لِجَاهِلٍ وَالصَّغِيرَةِ وَالْكَبِيرَةِ وَكَوْنُهُ شَرِيفًا أَوْ ذَا مَالٍ فَخَوَّك
وَأَمَّا تَعْتَبَرُ الْإِنْسَانِي وَالْمَقْلَانِ الْكَلِيَّةِ،
فَكُلُّ امْرَأَةٍ مَكَافَةٌ لِكُلِّ امْرَأَةٍ وَلِذَلِكَ كَانَتْ دِيَاتُ
النِّسَاءِ وَاحِدَةً وَإِنْ تَفَادَلَتْ الْأَوْصَافُ وَكَذَلِكَ
الْحَرْبِيَّاتُ فِي الْحَرْبِ وَالْعَبْدُ كَانَتْ فِي الْعَبْدِ نَفْسُ الْقَعَاصِ
الْكَا فَوَإِنْ جَعِلَ الْإِنْسَانُ فِي دَرَجَةٍ وَاحِدَةٍ مِنَ الْحُكْمِ
لَا يُقْتَلُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ لَا الْقَتْلُ مَكَانَهُ الْبَتَّةِ،
ثُمَّ أَشْرَفَ السُّنَّةِ أَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَقْتُلُ بِالْكَافِرِ وَأَنَّ
الْحَرْبِيَّ يُقْتَلُ بِالْعَبْدِ وَالذَّكَرُ يُقْتَلُ بِالْإِنْثَى لِأَنَّ الْإِنْثَى
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَ الْيَهُودِيَّ بِجَارِيَةٍ وَفِي
كِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّ الْقَاتِلَ يَهْدَانِ وَيُقْتَلُ الذَّكَرُ بِالْإِنْثَى

جمال، صغیر و اکبر و کوہ شریف یا مالدار ہو نا وغیرہ بلکہ
نام اور مقامان کلیہ کا اعتبار ہے پس ہر عورت ہر عورت
کے برابر ہے اسی لئے عورتوں کی دیت برابر ہے گو اوصاف
مختلف ہوں، اسی طرح ہر آزاد دوسرے آزاد کا اور ہر
غلام دوسرے غلام کا مثل ہے پس قصاص کے معنی برابری
اور اس بات کے ہیں کہ دو شخصوں کو ایک درجہ کے حکم میں
رکھا جائے اور کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دیا جائے نہ
کہ قتل اس جگہ ضروری ہو، پھر سنت نے یہ ثابت کیا کہ مسلمان
قتل نہ کیا جائے کافر کے بدلے اور آزاد غلام کے بدلے
اور قتل کیا جائے مرد عورت کے بدلے کیونکہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے باندی کے بدلے یہودی کو قتل کیا ہے اور
آپ کے اس خط میں جو ہمدان کے حکام کے نامیوں کو روٹنے
کیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ عورت کے بدلے مرد کو قتل کیا جائے

قولہ حملتہ علی المعنی الخ، جہوراً تمہ و مفسرین کے نزدیک اس آیت میں قصاص یعنی قود اور قسلی یعنی قاتلین دو
مقتولین ہیں، قاتلوں کو ہا اعتبار مایوں مقتولین میں شمار کر لیا گیا، اس صورت میں الانثی بالانثی کی توجہ خیالی
از دقت نہ تھی، شاہ جہا نے اس آیت کی جو توجہ سر مائی وہ نہایت لطیف اور بالکل نئی ہے، ان کے نزدیک
قصاص کے معنی قود، دیت اور جراحات میں برابری اور قسلی کے معنی محض مقتولین کے ہیں قاتل ان کے ساتھ
شریک نہیں، اس صورت آیت کے معنی یہ ہوئے کہ تم پر غرض کیا گیا ہے کہ مقتولین کے باب میں مماثلت اور برابری
کا اعتبار کرو اس طرح کہ مقتولین گروہوں میں تقسیم کئے جائیں آزادی، غلامی، مذکر اور مؤنث ہونے کے
اعتبار سے اور ہر گروہ کا ہر ایک فرد دوسرے فرد کے برابر ہو، ان میں اوصاف خاصہ مثلاً بڑائی، چھٹائی
امیری، غریبی، شرافت اور دولت کا اعتبار نہ ہوگا، پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہر فرد دوسرے کے برابر ہے
اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ بعد تر کے برابر نہیں ہے، قود میں جہور کا یہی مذہب ہے اور دیات و جراحات
میں متفق علیہ، اور ہر انثی دوسرے انثی کے برابر ہے اس کا مفہوم یہ نکلا کہ عورت مرد کے برابر نہیں،
دیات میں تمام علماء کا اور جراحات میں ایک جماعت کا یہی مذہب ہے (حاشیہ اردو) :-

قولہ لستأیحتاج الخ، شاہ صاحب نے آیت کی جو توجہ کی ہے اس کی رد سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی کہ
”الحرب بالحرابہ“ کتب علیکم القصاص کا بیان اور اس کی تفسیر ہے جو اس پر دال ہے کہ دباتی بر ص ۲۸۱ :-

وَمِثْلًا "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِةِ" حملته على معنى يسألونك عن الأهل شهر يعني شهر الحج فقال تعالى "هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ" ومثلاً "هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ" اى لا قول جمع الجنود لقوله تعالى "وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ" "وَحَشِرٌ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ" وهو اقعذ و أنسب بقصة بنى النضير واقوى فى بيان المنية

توضیح اللغة

اہلۃ جمع ہلال چاند، اشہر جمع شہر مہینہ، مواقیت جمع میقات، دیار جمع دار، جنود جمع جند لشکر، مدائن جمع مدینہ شہر، حشر (ن، ض) حشراً جمع کرنا، منۃ احسان :- ترجمہ :- اور جیسے تجھ سے پوچھتے ہیں حال چاندوں کا "محمول کیا ہے میں نے اسکو یسألونک عن الاہل کے معنی پر یعنی سوال کرتے ہیں اشہر جمع کی بابت پس فرمایا "یہ وہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے" اور جیسے "وہی ہے جس نے نکال دیا ان کو جو منکر ہیں کتابوں میں انکے گھروں سے پہلے ہی اجتماع لشکر کے" اسلئے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور بھیجے شہروں میں جمع کرنے والے، اور جمع کئے گئے سلیمان کے پاس اسکے لشکر" یہ معنی بنی نضیر کے قصہ کیساتھ زیادہ چسپاں ہیں اور بیان احسان میں اقوی :- تشریح :- قولہ علی معنی یسألونک الخ یعنی سوال اشہر جمع کی نسبت کیا گیا تھا جس کا جواب "ہی مواقیت للناس والحج" سے دیا گیا پس جواب مطابق سوال ہے :-

قولہ اى الاول جمع الجنود الخ یعنی مطلب یہ ہے کہ ایک ہی ملکہ میں گھبر گئے اور پہلی ہی مڈ بھیڑ پر مکان اور قلعہ چھوڑ کر نکل بھاگے کو تیار ہو بیٹھے کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھلائی، بعض مفسرین کے نزدیک اول الحشر سے مراد ہے کہ اس قوم کیلئے اس طرح ترک وطن کر نیکایہ پہلا ہی موقع تھا، یا یہ کہ ان یہود کا پہلا حشر یہ ہے کہ مدینہ چھوڑ کر بیت سے خیر چلے گئے اور دوسرا حشر وہ ہوگا جو حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیش آیا کہ دوسرے یہود و نصاریٰ کی معیت میں یہ لوگ بھی خیر سے ملک شام کی طرف نکالے گئے (فوائد) :-

(بقیہ صفحہ ۲۸۰) حریت و عبدیت میں برابری کی رعایت معتبر ہے اور جب کوئی آزاد غلام کو قتل کرے تو آزاد پر قصاص واجب کرنا معنی مذکور میں برابری کی رعایت کو مہمل کرنا ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ غلام کو صرف غلام کے بدلے اور عورت کو صرف عورت کے بدلے مارا جائے اور یہ ظاہر قیاس اور اجتماع کے خلاف ہے، اب جن لوگوں نے اس کو تسلیم کیا انھوں نے نسخ کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ آیت قول باری "ان النفس بالنفس" سے منسوخ ہے یعنی آیت قصاص سے حریت و ذکورۃ میں مساوات کی جو شرط مفہوم ہے وہ آیت "ان النفس بالنفس" کے عموم سے منسوخ ہو گئی :-

ومن جملة ذلك بيان النسخ والمنسوخ وينبغي ان يعلم في هذا المقام نكتتان الأولى - ان الصحابة والتابعين كانوا يستعملون النسخ على غير ما اُصطلح عليه الاصوليون وهو قريب من المعنى اللغوي الذي هو الازالة فيعني النسخ عندهم ازالة بعض الاوصاف من الآية المتقدمة بآية متأخرة اما لانها مدة العمل واما صرف الكلام عن المعنى المتبادر واما بيان اقسام قيد من القيود وكذلك تخصيص عام او بيان فارق بين المنصوص والذي يُقاس عليه ظاهراً وما اشبه ذلك وهذا الباب واسع وللعقل هناك جولان للاختلاف مجال ولهذا وصلوا عدد الآيات المنسوخة الى خمسمائة والثانية ان النسخ بالمعنى الاصطلاحي الاصل في بيانه معرفة التاريخ ولكنهم ربما يجعلون اجماع السلف الصالح او اتفاق جمهور العلماء علامة للنسخ فيقولون به وارتكب ذلك كثير من الفقهاء ويمكن ان يكون ما صدقت عليه الآية غير ما صدق عليه الاجماع وبالجملة فان تتبع الآثار المنبئة عن النسخ يعني عمراً كثيراً وفي الوصول الى عمق الكلام صعوبة وللمحدثين اشياء خارجة عن هذه الاقسام يوردونها ايضاً كمنظرة الصحابة في مسألة والاستشهاد بهذه الآية او تمثيلهم بذكر هذه الآية او تلاوة حضرة صلى الله عليه وسلم لهذه الآية بطريق الاستشهاد او رواية حديث يوافق الآية في اصل المعنى او طريق التلفظ بالنقل عنه صلى الله عليه وسلم او الصحابة

توضيح اللغة

انها پھینانا، صرف پھرانا، اتمام کسی کلمہ کو دو متلازم کلمے مثلاً مضاف ومضاف الیہ کے درمیان داخل کرنا۔ جیسے رجل کا لفظ یہ اور من کے درمیان اس قول میں "قطع الشریک ورجل من قالہا" اس لئے کہ اصل ترکیب یوں ہے "قطع الشریک من قالہا ورجلہ" (مصباح) یہاں صرف قید زائد کا بیان مراد ہے، جولان گھومنا، چکر لگانا، مجال چکر لگانے کی جگہ، نتیجہ جستجو، مجتہدہ، بناوے اسم فاعل مؤنث ہے، عمر صحیح ترجمہ کے مطابق یہ لفظ عمر ہے بمعنی بہت پانی، سمندر کا بڑا حصہ، عمق گہرائی، صعوبت دشواری۔ ترجمہ:

لہ ترجمہ الواضحة بهذا "اما لانتہاء مدة العمل او بصرف الكلام عن المعنى المتبادر الى غير المتبادر او بيان اقسام قيد من القيود او تخصيص عام او بيان الفارق بين المنصوص وبين ما قيس عليه ظاهراً وما اشبه ذلك" ۱۲ عن لہ الترجمة المطابقة للاصل بهذا "فان في تتبع الآثار المنبئة عن النسخ عمر كثير" والعمر الماء الكثير ومعظم البحر والجمع غمار وغمر ۱۲ عن -

ازانجملہ بیان ناسخ و منسوخ ہے اور یہاں دونکتے معلوم ہو جانے چاہئیں اول یہ کہ صحابہ اور تابعین حضرات نسخ کا استعمال اسولیوں کی اصطلاح کے علاوہ دوسرے ایسے معنی میں کرتے تھے جو کہ لغوی معنی یعنی ازالہ کے قریب تر ہے پس نسخ کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ پہلی آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ ہو بعد کی آیت سے عام ازیں کہ وہ انتہاء مدت عمل کی وجہ سے ہو یا معنی متبادر سے غیر متبادر کی جانب کلام کے انصراف یا کسی قید زائد کے بیان یا تخصیص عام یا اس امر کے اظہار کے ذریعہ سے ہو کہ امر منصوص میں اور اس امر میں جو اس پر ظاہراً قیاس کر لیا گیا ہے دونوں میں بہت فرق ہے وغیرہ یہ ایک وسیع باب ہے جس میں جولانی عقل اور اختلاف کو پوری گنجائش ہے اسی لئے ان حضرات نے آیات منسوخہ کی تعداد پانچ سو تک پہنچا دی ہے دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اصطلاحی نسخ کے بیان میں اصل یہ ہے کہ نزول آیات کا زمانہ معلوم ہو مگر وہ لوگ کبھی سلف صالح یا جمہور علماء کے اتفاق کو علامت نسخ قائم کر کے اس کے قائل ہو جاتے ہیں بہت سے فقہاء اس بات کے مرتکب ہوئے ہیں حالانکہ یہ ممکن ہے کہ مصداق آیت مصداق اجماع کے علاوہ ہو، الحاصل ان آثار کے تتبع میں جو منظر نسخ ہیں غایت درجہ اشتباہ اور کلام کی گہرائی اور تہ تک پہنچنے میں سخت دشواری ہے، محدثین کے پاس ان اقسام کے علاوہ اور چیزیں بھی ہیں جن کو وہ بیان کرتے ہیں مثلاً کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کا مناظرہ اور اس میں خاص آیت سے استشہاد یا کسی خاص آیت کے ذکر سے ان کی تمثیل یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور استشہاد کسی آیت کو تلاوت فرمانا یا کسی ایسی حدیث کی روایت جو آیت کے اصل معنی میں موافق ہو یا تلفظ کا وہ طریقہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہو:۔ تشوہیح:

قولہ بیان النسخ والمنسوخ الخ ناسخ و منسوخ کی مفصل بحث باب دوم کی فصل دوم میں گذر چکی:۔
 قولہ معرفۃ التاریخ الخ ابن الحصار کا بیان ہے کہ نسخ کے بارے میں ضروری ہے کہ کسی ایسی صریح نقل کی طرف رجوع کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے بات صریح منقول ہو کہ فلاں آیت نے فلاں آیت کو منسوخ کیا ہے، اور کبھی یعنی تعارض پائے جانے کی صورت میں بھی نسخ کا حکم لگا دیا جاتا ہے جبکہ تاریخ کا علم ہو تاکہ مقدم اور مؤخر کی شناخت ہو سکے، لیکن نسخ کے بارے میں عام مفسرین کا قول بلکہ مجتہدین کا اجتہاد بھی نقل صحیح اور واضح معارضہ کے بغیر قابل اعتماد نہ ہوگا، اس معاملہ میں۔ علمائے دو کمزور پہلوؤں کو لے رکھا ہے یعنی کچھ متشدد علماء یہ کہتے ہیں کہ نسخ کے معاملہ میں ثقہ اور عادل لوگوں کی آحاد روایتیں بھی مقبول نہیں اور کچھ اتنے نرم واقع ہوئے ہیں کہ وہ کسی مفسر یا مجتہد کا قول ہی کافی سمجھتے ہیں حالانکہ صحیح صورت ان دونوں کے خلاف ہے (اتقان):۔

فصل فیما بقی من لطائف هذا الباب

من جملۃ ذلك استنباط الاحکام وهذا الباب متسع جداً وللعقل في الاطلاع على الفحوى والایماء والاقتضاءات میدان واسع والاختلاف الکلی حاصل وقد ألهم الفقیر حصراً الاستنباط فی عشرة اقسام وتوتیب تلك الاقسام وتلك المقالة میزان عظیم لوزن کثیر من الاحکام المستنبطة

ترجمہ

فصل (دوم) اس باب کے باقی لطائف کے بیان میں، منجملہ لطائف کے ایک مسائل کا استنباط ہے اور یہ باب نہایت وسیع ہے اور فحوی آیات اور ایما و اقتضاءات کے علم میں عقل کیلئے وسیع میدان اور اختلاف کلی حاصل ہے، فقیر کو دس اقسام میں استنباطات کا حصر اور ان کی ترتیب القاد کی گئی ہے اور یہ مقالہ بہت سے احکام مستنبطہ کی جانچ کیلئے ایک عظیم میزان ہے:- تشوہیح:

قوله فی عشرة اقسام الخ شاء صاحب نے حجة الشرا بانقہ میں ان اقسام عشرہ کی تفصیل یوں فرمائی ہے واضح ہو کہ متکلم کے دلی مقصود کی تعبیر اور اس سے فہم عام ان تعبیر المتکلم عام فی ضمیرہ وفہم السامع یاہ یكون علی درجات مترتبة فی الوضوح والخفاء و اعلاماً ما صرح فیہ بثبوت الحكم للموضوع له عینا و سبق الکلام لاجل تلك الافادة ولم یحتمل معنی آخر،

اسکے بعد وہ ہے جس میں ان تین قیود میں سے کوئی قید نہ پائی جائے بلکہ اس میں یا تو حکم کا ثبوت کسی عنوان کیلئے ہو جو چند افراد کو بطریق شمول یا بطریق بدلیت شامل ہو جیسے الناس، المسلمون، القوم، الرجال اور اسما اشارہ جب انکا صلہ عام ہو اور موصوف جسکی صفت عام ہو اور منفی بلام الجنس، یا کلام خاص اس مقصد کیلئے نہ لایا گیا ہو بلکہ اس موقع سے وہ مطلب لازم آجاتا ہو جیسے جاؤنی زید الفاضل میں زید کی فضیلت، یا اسمیں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو جیسے لفظ مشترک اور وہ لفظ جسکی حقیقت مستعمل ہو لیکن مجازی معنی زیادہ مشہور ہوں اسکے بعد وہ ہے جسکو کلام بجماعے توسط استعمال لفظ کے

وتیلوه ما عدم فیہ احد القیود الثلاثة اما ثبت الحكم لعنوان عام یتناول جمعا من المسمیات شمولاً او بدلاً مثل الناس و المسلمون والقوم والرجال و اسما الاشارة اذا عمت صلتها والموصوف بوصف عام و المنفی بلا الجنس و اما لم یسبق الکلام لتلك الفائدة و ان لزمت مما ہنا لک مثل جاؤنی زید الفاضل بالنسبة الی الفضل و اما احتمل معنی آخر ایضاً کاللفظ المشترك والذی لہ حقیقة مستعملة و مجاز متعارف، ثم تیلوه ما افہم الکلام من غیر توسط استعمال۔

اللفظ فیہ ومعظمہ ثلاثۃ لغویۃ و ہوان —
 یفہم الکلام حال المسکوت عنہ بواسطۃ المعنی
 الی علی الحکم مثل "لَا تَقْسِلْ لَمَّا
 أَفْت" یفہم منہ حرمتہ الضرب بطریق —
 الاولی، والاقتضاد و ہوان یفہمہا بواسطۃ
 لزومہ للمستعمل فیہ عادۃً — او عقلاً او
 شرعاً "اَعْتَقْتُ وَبِعْتُ" —
 یقتضیان سبقَ ملک "مشی" یقتضی —
 سلامۃ الرجل "صلی" یقتضی کوئہ —
 علی الطہارۃ، والایمان و ہوان اداء
 المقصود یکون بعبارات بازاو الاعتبار
 المناسبة فیقصد البلاء مطابقۃ العبارة للاعتبار
 المناسب لزم علی اصل المقصود فیفہم الکلام —
 الاعتبار المناسب کہ کا تعقید بالوصف او الشرط
 یدلان علی عدم الحکم عند عدمہما حیث —
 لم یقصد مشکاکۃ السؤال ولا بیان الصوره
 المتبادرۃ الی الازہان ولا بیان فائدۃ الحکم —
 و شرط اعتبار الایماء ان یجری التناقض بہ
 فی عرف اہل اللسان مثل علی عشرۃ الاشیء اما علی
 واحد — یحکم علیہ الجمهور بالتناقض —
 واما ما لا یدرکہ الا المتعمقون —
 فی علم المعانی فلا عبرۃ بہ —
 ثم یتلوہ ما استدل علیہ بمضمون الکلام و
 معظمہ ثلاثۃ الدرج فی العموم —
 مثل الذئب ذوناب وکل ذی ناب حرام —
 و بیانہ بالاقترا نی،

بغیر اور اس کے بڑے بڑے تین طریقے ہیں، فحوی کلام۔ اور
 وہ یہ ہے کہ بتلائے کلام مسکوت عنہ کا حال اس معنی کے
 توسط سے جسکی وجہ سے وہ حکم ذکر کیا گیا ہے جیسے "ماں
 باپ کو آف بھی مت کہو" کہ اس سے زد و کوب کی حرمت
 بطریق اولی مفہوم ہوتی ہے، اور اقتضاد — اور وہ یہ ہے
 کہ سمجھ میں آجائے اس سے مطلب اس طرح کہ وہ معنی مستعمل
 فیہ کو عادۃً یا عقلاً یا شرعاً لازم ہو جیسے "اَعْتَقْتُ وَبِعْتُ"
 اس کے مقتضی ہیں کہ پہلے سے وہ شئی اس کی ملک ہو اور "مشی"
 مقتضی ہے پاؤں کی سلامتی کو اور "صلی" مقتضی ہے کہ وہ
 طہارت سے تھا، اور ایمان — اور وہ یہ ہے کہ عبارات میں
 مقصود کی ادائیگی مناسب اعتبارات کے بالمقابل ہے پس
 بلاء قصد کرتے ہیں عبارت کے مطابق ہونیکا اس اعتبار مناسب
 کے جو اصل مقصود پر زائد ہے پس کلام سمجھا دیتا ہے اس کے
 مناسب اعتبار کو جیسے شئی کو وصف یا شرط کی ساتھ مقید کرنا
 عدم حکم پر دال ہوتے ہیں ان کے نہ ہونے کے وقت جبکہ نہ
 مشکاکت سوال مقصود ہونہ اس صورت کا بیان جو متبادر
 الی الذہن ہوتی ہے اور نہ فائدہ حکم کا بیان مقصود ہو، اور
 ایماء کے اعتبار کی شرط یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اہل زبان کے
 عرف میں تناقض ہوتا ہو جیسے کوئی "علی عشرۃ الاشیء" کہہ
 کر یہ کہے "اما علی واحد" کہ اس پر جمہور تناقض کا حکم کرتے
 ہیں، رہے وہ امور جن کو علم معانی میں گہری نظر والوں کے
 سوا اور کوئی نہیں سمجھتا سوان کا کوئی اعتبار نہیں ہے،
 اس کے بعد وہ ہے جس پر مضمون کلام سے استدلال ہوتا ہے
 اس کی بھی تین بڑی قسمیں ہیں، کسی شئی کو عموم میں مندرج کرنا
 مثلاً بھیر یا کچلیوں والا ہے اور ہر کچلی والا حرام ہے، اس کا
 بیان قیاس اقترا نی سے ہوتا ہے،

(بانی بر ص ۲۸۶)

ومن جملة ذلك التوجيه وهو فن كثير الشعب يستعمله الشراح في شرح المتون و يحصل به امتحان ذكائهم ويظهر به تباين مراتبهم وقد تكلم الصحابة رضي الله عنهم في توجيه القرآن مع عدم تنقيح قوانين التوجيه في ذلك العصور واكثروا الكلام فيه و حقيقة التوجيه انه ان وقع في كلام المصنف صعوبة فهم توقف الشارح حتى يجعل تلك الصعوبة ولما كانت اذهان قراء الكتاب ليست في مرتبة واحدة لم يكن التوجيه ايضاً في مرتبة واحدة فالتوجيه بالنسبة الى المبتدئين غير التوجيه بالنسبة الى المنتهين فان المنتهى ربما يخطر بباله صعوبة فهم فيحتاج الى حلها والمبتدئ غافل عنها بل لا يقدر ان يحيط بذلك وكثير من الكلام يستصعبه المبتدئ ولا يحصل في ذهن المنتهى شيء من الصعوبة هنالك فاما من احاط بجوانب الازهان فينزل الى حال الجمهور ويتكلم بحسب اذهانهم

ترجمہ

اذا نجل توجیه ہے جو بکثرت شاخوں والا فن ہے جسکو شارحین شرح متون میں استعمال کرتے ہیں اور اس سے انکی ذکاوت کا حصول اور ان کے مراتب کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے، صحابہ نے بکثرت قرآن کی توجیه فرمائی ہے حالانکہ ان کے زمانہ میں قوانین توجیه کی تنقیح نہ ہونے پائی تھی، توجیه کی حقیقت یہ ہے کہ اگر مصنف کے کلام میں کوئی دشواری واقع ہو تو شارح اس پر مرکب جائے یہاں تک کہ اس دشواری کو حل کر دے اور چونکہ کتاب پڑھنے والوں کے ذہن یکساں نہیں ہوتے اس لئے توجیه بھی یکساں مراتب میں نہیں ہے بلکہ مبتدیوں کیلئے توجیه اور ہے اور منتہیوں کیلئے اور، بسا اوقات منتہی کے دل میں صعوبت ٹھکتی ہے جس کے حل کا وہ محتاج ہوتا ہے اور۔۔۔ مبتدی اس سے غافل ہوتا ہے بلکہ وہ اسکا احاطہ کر ہی نہیں سکتا اور بہت سا کلام مبتدی دشوار سمجھتا ہے اور منتہی کے ذہن میں کوئی دشواری نہیں ہوتی پس جو شخص اذہان کے تمام انواع پر حاوی ہو وہ عام پڑھنے والوں کے حال کو اختیار کرتا اور ان کی سمجھ کے مطابق کلام کرتا ہے۔۔۔ تشریح :

قوله التوجيه الخ توجیه کی مفصل بحث باب دوم کی فصل سوم میں گزر چکی فراموش نہ۔۔۔

(بقیہ ص ۲۸۵)

والاستدلال بالملازمة او المناقاة مثل لو كان
الوتر واجبا لم يؤد على الرحلة لكن يؤدى
كذلك ويانه بالشرطى ، والقياس وهو
تمثيل صورة بصورة في علة جامعة بينهما
مثل المحص ربوى كالحفظة (انتهى لمحضها)

اور ملازمت یا منافات کیساتھ استدلال جیسے اگر وتر کی نماز
واجب ہوتی تو سواری پر ادا نہ ہوتی لیکن وہ اس طرح ادا
ہو جاتی ہے ، اس کا بیان قیاس شرطی سے ہوتا ہے ، اور قیاس
اور وہ علت مشترکہ کی وجہ سے ایک صورت کو دوسری سے
تمثیل دینا ہے جیسے گھوڑوں کی طرح چنا بھی ربوی ہے ،

فعمدة التوجيه في آيات المخاصمة تحرير مذاهب الفرق من الخصوم وتفتيح وجه
الانزام والعمدة في آيات الاحكام تصوير صور المسئلة وذكر فوائد القيود من
الاحتراز وغيره والعمدة في آيات التذكير بالآلاء الله تصوير تلك النعم و
بيان مواضعها الجزئية والعمدة في آيات التذكير بآيام الله بيان ترتيب
بعض القصص على بعض وايفاء حق تعريض يوجد في سرود القصص والعمدة
في التذكير بالموت وما بعده تصوير تلك الصور وتقرير تلك الحالات ومن
فنون التوجيه تقريب ما كان بعيداً عن الفهم لعدم الألفة وقطع المعارضة فيما
بين الدليلين او فيما بين التعريضين او فيما بين المعقول والمنقول والتفريق بين الملتبسين
والتطبيق بين المختلفين وبيان صدق وعد أو شير اليه وبيان كيفية
عمله صلى الله عليه وسلم بما أمر به في القرآن العظيم وبالجملة فالتوجيه في تفسير
الصحابة كثير ولا يقتضى حق المقام حتى يبين وجه الصعوبة منضلاً ثم يتكلم في حل
الصعوبة بالتفصيل ثم يزن الأقوال

ترجمہ

عمدہ توجیہ آیات مخاصمہ میں فرقوں کے مذاہب کا بیان اور وجہ الزام کی تفتیح ہے اور عمدہ توجیہ آیات
احکام میں مسئلہ کی صورتوں کی تصویر اور قیود کے فوائد احتراز وغیرہ کو بیان کرنا ہے اور عمدہ آیات
تذکیر بالآلاء اللہ میں نعمات الہیہ کی تصویر اور ان کے خاص خاص مواضع کا بیان ہے اور عمدہ آیات تذکیر
بایام اللہ میں قصوں کی باہمی ترتیب اور اس تعریض کی پورے طور پر توضیح کرنا ہے جو قصہ میں پائی جاتی ہو
اور موت و ما بعد الموت کی تذکیر میں عمدہ توجیہ اس وقت کی تصویر اور اس کے حالات کا بیان ہے، اور
فنون توجیہ میں سے ہے اُس امر کو قریب الفہم کرنا جو نامانوس ہونے کی وجہ سے بعید الفہم ہو اور دو
دلیلوں یا دو تعریضوں یا معقول و منقول کے درمیان سے تعارض اٹھانا اور دو مشتبہ چیزوں میں
فرق اور دو مختلف باتوں میں تطبیق دینا اور اس وعدہ کی صداقت کا اظہار جس کی طرف اشارہ
کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی کیفیت کا بیان اس امر پر جس کا حکم قرآن میں کیا
گیا ہے، الحاصل صحابہ کرام کی تفسیر میں توجیہ کا بہت سا حصہ ہے اور ایسے دشوار مقام کا حق ادا نہیں
ہو سکتا جب تک کہ اس کی دشواری کی وجہ کو تفصیلاً نہ بیان کرے پھر اُس دشواری کے حل کی بابت تفصیل
سے کلام کرے اس کے بعد ان اقوال کی باہمی جانچ کرے :-

محمد حنیف غفرلہ لکھو ہی

وما یفعلہ المتکلمون من الغلو فی تاویل المتشابهات و بیان حقیقۃ الصفات
فہو بعید عن مذہبی فان مذہبی مذهب مالک والثوری وابن المبارک و سایر
القضاء و ذلک ہوا لامر من المتشابهات علی الظواہر و ترک الخوض فی التاویل
ترجمہ

اور متکلمین جس قدر مبالغہ کرتے ہیں مشابہات کی تاویل اور صفات باری تعالیٰ کی حقیقت کے بیان کرنے میں
سو وہ میرے مذہب سے دور ہے کیونکہ میرا مذہب وہی ہے جو امام مالک، سفیان ثوری، ابن المبارک
اور تمام قدام کا مذہب ہے یعنی مشابہات کو ان کے ظاہر پر رکھنا اور ان کی تاویل میں غور و خوض
کو ترک کرنا۔ تشریح :

قولہ المتشابهات الخ یعنی آیات صفات جیسے ”الرحمن علی العرش استوی، وبقی وجہ ربک، لما خلقت
بیڈی، و تَصْنَعُ عَلٰی غُفْنٰی، و السَّوَاتِ مُطَوِّیٰتٌ یَمِیْنٌ، یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ، عَلٰی مَا فَرَّقْتُ فِی جَنْبِ الشَّرِّ،
فَانِی قَرِیْبٌ، و ہُوَ الْقَابِضُ فَوْقَ عِبَادِهِ، وَجَاوِزٌ لِّکَ، فَاَتَّبَعُوْنِیْ یُحْجِبْکُمْ اَنْتُمْ، غَضِبَ اَسْرَ عَلَیْہَا، عِنْدَ
رَبِّکَ، و ہُوَ مَعْکُمْ اِنَّمَا کُنْتُمْ، اِنْ یُطْلَشْ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ“ :-

قولہ حقیقۃ الصفات الخ مسئلہ صفات باری کی تفصیلی گفتگو باب اول کی فصل دوم کے آغاز میں گذر چکی :-
قولہ فان مذہبی الخ القول الجلیل میں فرماتے ہیں کہ استواء بر عرش، ضحک اور اثبات یدین وغیرہ جو صفات وارد
ہیں ہم ان پر بالاحمال ایمان رکھتے ہیں اور ان کا تفصیلی علم اللہ کے حوالے کرتے ہیں، ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ
وہ ہمارے تحریر وغیرہ کیساتھ متصف ہونے کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کی طرح کا سا تو کوئی ہے ہی نہیں :-

قولہ مذہب مالک الخ امام ترمذی نے حدیث روایت پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”اہل علم اور ائمہ مثلاً سفیان
ثوری، مالک، ابن المبارک، ابن عیینہ اور وکیع وغیرہ کے نزدیک اس بارے میں پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ ہم ان
حدیثوں کو اسی طرح روایت کرتے ہیں جس طرح یہ آئی ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں، ان کے بارے میں یہ
نہیں کہنا چاہیے کہ ایسا کیوں کر ہے؟ اور نہ ہم ان کی تفسیر کرتے ہیں نہ ان کے بارے میں کوئی وہم رکھتے ہیں“
قرہ بن خالد نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ ان سے استواء کی بابت سوال ہوا تو انھوں نے جواب دیا کہ
”کیفیت غیر معقول ہے اور استواء امر معلوم ہے اس پر ایمان لانا واجب اور اس کی نسبت سوال کرنا بدعت
ہے“ اسی طرح سفیان ثوری سے سوال ہوا تو انھوں نے کہا کہ میں الرحمن علی العرش استوی سے وہی
سمجھتا ہوں جو تم استوی الی السما سے سمجھتا ہوں :-

قولہ وسائر القدام الخ ابو القاسم لاکائی نے محمد بن الحسن سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ”مشرق سے
مغرب تک تمام فقہاء کا صفات باری تعالیٰ پر بغیر از تفسیر و تشبیہ ایمان لانے کی نسبت اتفاق
رائے ہے“ :- محمد حنیف غفرلہ لکھنوی ۔

وَالنِّزَاعُ فِي الْأَحْكَامِ الْمُسْتَبْطَةِ وَأَحْكَامُ مَذْهَبٍ مَخْصُوصٍ وَطَرَحٌ غَيْرُ ذَلِكَ مِنَ الْأَوْضَاعِ
وَالْإِحْتِمَالُ لِدَفْعِ الدَّلَائِلِ الْقَرَّانِيَّةِ غَيْرُ صَحِيحٍ عِنْدِي وَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ
ذَلِكَ مِنْ قَبِيلِ السُّدُورِ بِالْقَرَّانِ وَأَنْمَا الْإِزْمُ أَنْ يُطْلَبَ مَدْلُولُ الْآيَاتِ
وَيُتَّخَذَ مَدْلُولُ الْآيَةِ مَذْهَبًا أَيْ ذَاهِبٌ ذَهَبَ إِلَيْهِ مُوَافِقًا كَانَ أَوْ مُخَالَفًا وَآمَا
لُغَةُ الْقَرَّانِ فَيَنْبَغِي اخْتِذَاهَا مِنْ اسْتِعْمَالِ الْعَرَبِ الْأَوَّلِ وَلَيْكُنِ الْإِعْتَادُ الْكُلِّيُّ
عَلَى أَثَارِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ

توضیح اللغۃ: نزاع جھگڑا، اختلاف، طرح پھینک دینا، دُالدینا، احکام مضبوط کرنا، اوضاع جمع وضع
احتمال حیلہ کرنا، تدار و جھگڑے میں بات کو ایک دوسرے پر ڈالنا۔ ترجمہ:
اور احکام مستنبطہ میں نزاع، مخصوص مذہب کا استحکام، دوسرے مذاہب کا ابطال اور دلائل قرآنیہ
کے دفع کرنے میں حیلہ سازی میرے نزدیک صحیح نہیں مجھے خوف ہے کہ یہ تدار و بالقرآن کے قبیل سے
نہ ہو، ضروری تو یہ ہے کہ آیات کے مفہوم کو تلاش کیا جائے اور اسی کو مذہب قرار دیا جائے اس کی
طرف جو بھی جانو والا گیا ہو موافق ہو یا مخالف، اور لغت قرآنی کو عرب اول کے استعمالات سے لینا
چاہیے اور صحابہ و تابعین کے آثار پر کلی اعتماد کرنا چاہیے۔ تشوہیح:
قولہ التدار و الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "انما ملک من کان قبلکم بہذا ضربوا کتاب اللہ ببعضہ
ببعض" کی شرح کرتے ہوئے شاہ صاحب حجتہ اللہ باللغۃ میں فرماتے ہیں۔

اقول یحرم التدار و بالقرآن وہو ان
یُسَدَّلُ وَاحِدُ بآیَةٍ فِی رَدِّهِ آخَرُ بآیَةٍ
اُخْرٰی طَلِبًا لِإِثْبَاتِ مَذْهَبٍ نَفْسِهِ وَ
ہِمِّ وَضْعِ صَاحِبِهِ أَوْ ذِہَابًا إِلَى
نُصْرَةِ مَذْهَبٍ بَعْضُ الْأُكْمَةِ عَلَى مَذْهَبٍ
بَعْضٍ وَلَا یَكُونُ جَامِعَ الْهِمَّةِ عَلَى ظُہُورِ
الصَّوَابِ وَالتَّادُّرِ وَبِالنِّسْبَةِ مِثْلُ ذَلِكَ
میں کہتا ہوں کہ قرآن کے ساتھ تدافع حرام ہے اور وہ
یہ ہے کہ ایک شخص کسی آیت سے استدلال کرے اور
دوسرا شخص کسی اور آیت کو پیش کر کے رد کرے اپنا
مذہب ثابت اور دوسرے کی بات باطل کرنے کیلئے
یا بعض ائمہ کے مذہب کو بعض پر غالب کرنے کیلئے اور
اس کا پورا قصدا ظہار حق نہ ہو، اور سنت کیساتھ تدافع
کرنا بھی اسی طرح حرام ہے۔

قولہ من استعمال العرب الخ یہی نے "شعب الایمان میں امام مالک کا قول روایت کیا ہے کہ میرے پاس جو ایسا
شخص لایا جائیگا کہ وہ لغت عرب کا عالم نہ ہو مگر قرآن کی تفسیر کرتا ہو تو میں اس کو ضرور دوسروں کیلئے نمونہ
عبرت بناؤں گا۔"

عہ تم سے پہلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے ہیں کہ انھوں نے اللہ کی کتاب کے بعض کو بعض سے لڑایا ۱۲
محمد حنیف عفر گنگوہی

وقد وقع في نحو القرآن خللٌ عجيبٌ وذلك ان جماعة منهم اختاروا مذهب
 ميبويہ و ما لم يوافقہ فهم يؤمنونہ وان كان تأويلاً بعيداً وهذا عندی غیر صحیح
 بل ينبغي اتباع الاقوى وما كان اوفق للسباق والسباق سواء كان مذهب ميبويہ
 او مذهب الفراد و قد قال عثمان بن عفان رضي الله عنه في مثل " والمقيمين
 الصلوة والمؤتون الزكوة " ستقيمها العرب بالسنتها وتحقق هذه الكلمة عند الفقير
 ان مخالفة المحاورۃ المشهورۃ ايضاً محاورۃ وكثيراً ما يتفق للعرب الأول ان يحوي
 على السنتهم في اثناء الخطب والمحاورات ما يخالف القاعدة المشهورۃ وحيث نزل
 القرآن بلفظ العرب الأول فلا عجب ان تقع السماء احياناً في موضع الواو او
 يورد المفرد مقام التشنيه او المؤنث في مقام المذكر فالمحقق ان يفسر " والمقيمين
 الصلوة " بمعنى المرفوع والله اعلم

ترجیح
 قرآن کے نحو میں ایک عجیب فساد پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مفسرین کی ایک جماعت نے مذہب ميبويہ اختیار
 کیا ہے اب جو اس کے مذہب کے موافق نہ ہو اس کی وہ تاویل کرتے ہیں خواہ تاویل بعید ہی ہو اور یہ بات
 میرے نزدیک صحیح نہیں بلکہ اس امر کا اتباع ہونا چاہیے جو قوی تر اور سیاق و سباق کے زیادہ موافق
 ہو خواہ ميبويہ کا مذہب ہو یا فراد کا، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ " والمقيمين الصلوة والمؤتون
 الزكوة " کے مثل کی بابت فرماتے ہیں " عرب لوگ ان کو اپنی زبانوں سے درست کر لیں گے " فقیر کے نزدیک
 کلمہ ہذا کی تحقیق یہ ہے کہ مشہور محاورہ کی مخالفت بھی محاورہ ہی ہے اور عرب اول کو بکثرت ایسا اتفاق
 ہوا ہے کہ ان کی زبانوں پر خطبات و محاورات کے اثناء میں ایسے الفاظ جاری ہوئے جو مشہور قاعدہ کے خلاف
 تھے اور قرآن چونکہ عرب اول کی زبان میں نازل ہوا ہے اسلئے کوئی تعجب خیز بات نہیں اگر کہیں واؤ کی جگہ
 یا، تشنیہ کی جگہ مفرد اور مذکر کی جگہ مؤنث آجائے پس محقق بات یہ ہے کہ " والمقيمين الصلوة " کی تفسیر
 حالت رفعی کے اعتبار سے کی جائے و اشرا علم :-

تشریح :-
 قولہ الفراد الخ ابو زکریا یحییٰ بن زیاد بن عبد اللہ بن منظور الاسلمی الذہبی، کوفین میں سب سے زیادہ نحو و لغت
 اور فزون ادب کے واقف تھے یہاں تک کہ امیر المؤمنین فی الخو کہلاتے تھے، ثعلب کا قول ہے کہ اگر فرد نہ ہوتا تو
 علم لغت ہی نہ ہوتا، یہ کوفہ میں پیدا ہوئے پھر بغداد منتقل ہو گئے، راہ مکہ میں عسلہ میں وفات پا گئے،
 موصوف ماہر نحو، عالم لغت، فقیہ و متکلم، واقف ایام عرب، عارف نجوم و طب کے باوصف مائل
 باعزال تھے :-

قولہ ستقيمها العرب الخ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول پر کئی وجوہ سے قوی اشکال پڑتا ہے اول یہ کہ

صحابہ کی نسبت یہ کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے فصیح ہو کر عام گفتگو میں غلطی کریں گے چہ بجا یہ کہ قرآن شریف میں، دوم یہ کہ قرآن جس کو انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے نزول کے مطابق سیکھا، یاد کیا، ایک ایک شوشہ تک کو بڑی مضبوطی کیساتھ محفوظ رکھا، زبانوں پر رواں کیا، ان سے تلفظ کی غلطی واقع ہونا بعید از عقل ہے سوم یہ کہ وہ سب کے سب پڑھنے اور لکھنے میں اسی لفظی غلطی پر قائم رہیں یہ ناممکن ہے چہ آرم یہ کہ حضرت عثمان رضی کی بابت یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے آگاہ ہونے کے باوجود غلطی کو درست کرنے سے منع کر دیا۔

ابن ابی ہریرہ وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عثمان رضی سے اس روایت کی صحت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے اسناد کمزور مضطرب اور منقطع ہیں بلکہ اس سلسلہ میں بہتر روایت عبد اللہ بن عبد اللہ بن عامر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ”جب مصحف کی تیاری سے فراغت ہو گئی تو وہ حضرت عثمان کے پاس لایا گیا حضرت عثمان نے اس پر نظر ڈال کر کہا ”حسنتم واجلتم اری شیئاً سنقیمہ بالسنینا“ (تم نے بہت اچھا اور نہایت عمدہ کام کیا، میں اس میں کچھ غلطی دیکھتا ہوں جس کو ہم اپنی زبانوں سے درست کر دیں گے)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ الفاظ قریش کی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں کے لکھ دیئے گئے تھے حضرت عثمان نے وعدہ کیا کہ وہ اس طرح کے الفاظ کو قریش کی بول چال کے مطابق درست کر دیں گے چنانچہ مقابلہ وصحت کے وقت آپ نے یہ وعدہ پورا بھی کر دیا، پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کی زبان سے جو الفاظ ادا ہوئے تھے راوی نے ان کو پوری طرح ادا نہیں کیا الفاظ میں کچھ رد و بدل کر ڈالی اسی وجہ سے اشکال لازم آگیا۔

قولہ ”وتحقق هذه الكلمة الخ علماء نے لفظ ”والمقيمين الصلوة“ کے اعراب کی کئی وجہیں ذکر کی ہیں۔

- (۱) ”مقطوع الی المرح“ ہے بتقدیر اندح کیونکہ یہ وجہ بلیغ تر ہے۔
- (۲) ”یؤمنون بما أنزل الیک“ میں جو مجبور ہے اس پر معطوف ہے اور تقدیر ”و یؤمنون“ — بالمقيمين الصلوة ”ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام ہیں، اور ایک قول کے لحاظ سے ملائکہ ہیں، بعض کہتے ہیں کہ عبارت کی تقدیر ”یؤمنون بدين المقيمين“ ہے لہذا اس سے تمام مسلمان مراد ہوں گے۔
- (۳) لفظ قبل پر معطوف ہے یعنی تقدیر عبارت ”ومن قبل المقيمين“ ہے پس لفظ قبل (مضاف) کو حذف کر کے مضاف لیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ گویا منصوب بنزع خافض ہے۔

- (۴) لفظ ”قبلک“ میں جو کاف خطاب ہے اس پر معطوف ہے (۵) ”ایک“ کے کاف پر معطوف ہے
- (۶) ”منہم“ میں جو ضمیر ہے اس پر معطوف ہے، شاہ صاحب نے جو توجیہ ذکر کی ہے وہ ترجمہ کے ظاہر ہے :-

وَأَمَّا الْمَعَانِي وَالْبَيَانُ فَهُوَ عِلْمٌ حَدَثٌ بَعْدَ انْقِرَاضِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَا يُفْهَمُ مِنْهُ فِي عَرَفِ جُمْهُورِ الْعَرَبِ فَهُوَ عَلَى الرَّاسِ وَالْعَيْنِ وَمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ خَفِيٍّ لَا يُدْرِكُهُ إِلَّا الْمُتَعَمِّقُونَ مِنْ أَهْلِ الْفَنِّ فَلَا تُسَلِّمُ أَنْ يَكُونَ مَطْلُوبًا فِي الْقُرْآنِ ، وَأَمَّا أَشَارَاتُ الصُّوفِيَّةِ وَاعْتِبَارَاتُهُمْ فَلَيْسَتْ فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ فَنِّ التَّفْسِيرِ وَأَمَّا يُظْهِرُ عَلَى قَلْبِ السَّالِكِ عِنْدَ اسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ أَشْيَاءَ وَتَتَوَلَّدُ لَهُ فِي نَظْمِ الْقُرْآنِ وَمِثْلُ مَا يَتَصَفَّ بِهَ السَّالِكُ مِنْ حَالَةٍ أَوْ مَعْرِفَةٍ حَصَلَتْ لَهُ كَمِثْلِ مَنْ سَمِعَ مِنَ الْعُشَّاقِ قِصَّةَ لَيْلَى وَالْمَجْنُونِ فَتَذَكُّرُ مَعشوقَةٍ لَهُ فَيَسْتَحْضِرُ مَا كَانَ مِنَ الْمَعَامَلَةِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَحْبُوبَتِهِ

توضیح اللغة

انقرض ختم ہونا، متعمق معاملہ کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرنیوالا، سالک جس نے مراتب سافلہ کی تکمیل کر لی ہو، عشاق جمع عاشق :- ترجمہ :

رہا علم معانی و بیان سو وہ ایک ایسا علم ہے جو حضرات صحابہ و تابعین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہے اسلئے اسکے جو مسائل عرف جمہور کے موافق سمجھ میں آئیں وہ سر آنکھوں پر اور جو ایسے دقیق امور ہیں جن کو گہری معلومات رکھنے والے اہل فن کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تو انکی نسبت ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ وہ قرآن میں بھی مطلوب ہیں، اور صوفیائے کرام کے اشارات و اعتبارات درحقیقت علم تفسیر سے نہیں ہیں بلکہ قرآن سننے کے وقت بعض باتیں قلب سالک پر ظاہر ہوتی ہیں جو نظم قرآن اور سالک پر طاری شدہ حال یا اس کو حاصل شدہ معرفت کے مابین پیدا ہوتی ہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی عاشق لیلیٰ و مجنوں کا قصہ سنے اور اپنی محبوبہ کو یاد کرے جس سے اُن واقعات کی تصویر جو محبوبہ کے ساتھ گزر چکے اس کی نظروں کے سامنے کھینچ جائے :- تشریح :

قولہ واما اشارات الصوفیۃ الخ شیخ ابن اصرار نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ " میں نے امام ابو الحسن واحدی مفسر کا یہ قول دیکھا ہے کہ ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے کتاب حقائق التفسیر تصنیف کی ہے پس اگر اس کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ کتاب تفسیر ہے تو بے شک وہ کافر ہو گیا " میں کہتا ہوں کہ جن صوفیہ پر وثوق ہے ان کی نسبت گمان ہے کہ اگر وہ اس طرح کی کوئی بات کہتے ہیں تو اسے تفسیر کے نام یا خیال سے ذکر نہیں کرتے اور نہ شرح کلمہ کے طریقہ پر جاتے ہیں اسلئے کہ اگر یہ بات ہو تب تو وہ گویا فرقہ باطنیہ کے

لہ ترجمۃ الصیحتہ ہکذا " و تتولد فیما بین نظم القرآن و بین ما یتصف بہ السالک من الحالۃ و بین المعرفۃ الحاصلۃ لہ " اسی تولد تلک الاشیاء و ظہر علی قلب السالک فیما بین نظم القرآن و حالۃ و معرفۃ ۱۲ عون
عہ ارجع ضمیر المفرد لانہما کعلم واحد ۱۲ ایضاً -

مسک پر چلنے والے شمار ہوں گے، بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ انھوں نے اُس چیز کی ایک نظیر دی ہے جس کے ساتھ قرآن آیا ہے پھر بھی کاش وہ لوگ اس طرح کا تساہل نہ کرتے۔

علامہ نسفی نے کتاب العقائد میں کہا ہے کہ تمام نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور اُن سے ایسے معانی کی طرف عدول کرنا جن کے مدعی اہل باطن ہیں الحاد ہے، علامہ تفتازانی نے اس کی شرح میں بیان کیا ہے کہ ملاحظہ کا نام باطنیہ اسلئے رکھا گیا کہ انھوں نے نصوص کے ظاہر پر محمول نہ ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ نصوص کے کچھ باطنی معانی بھی ہیں جن کو صرف معلم و شیخ ہی جانتا ہے، اس سے ان کا مقصد شریعت کی بالکل نفی کرنا ہے، بعض محققین کا قول ہے کہ گو تمام نصوص اپنے ظواہر پر ہیں تاہم اُن میں ایسی باریکیوں کی طرف کچھ مخفی اشارات بھی ہیں جو صرف ارباب سلوک ہی پر منکشف ہوتی ہیں اور اُن باریکیوں کو مراد لئے گئے ظواہر کیساتھ تطبیق دینا ممکن ہے، یہ قول کمال ایمان اور خالص عرفان و خدا شناسی کے باب سے ہے،

شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی سے دریافت کیا گیا کہ آپ اُس شخص کی نسبت کیا خیال کرتے ہیں جس نے آیت ”من ذا الذی اشفع عنده الا باذنہ“ کے معنی یہ لئے ہوں ”مَنْ ذَلَّ“ ذَلَّ بمعنی ذلت سے ہے یعنی جو شخص کہ ذلیل ہوا ”ذَمَّ“ اسم اشارہ ہے اور مشار الیہ نفس بمعنی صاحب ہے ”يُشَفُّ“ شفاؤ سے ماخوذ ہے ”ع“ وعی سے امر کا صیغہ ہے، تو موصوف نے فتویٰ دیا کہ ایسا شخص مُکذَّب ہے (اتقان) :-
قولہ ”وتولد له الخ“ علامہ زرکشی نے ”البرہان“ میں لکھا ہے کہ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں صوفیہ کے کلام کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ تفسیر نہیں بلکہ وجدی کیفیات ہیں جو بوقت تلاوت طاری ہوتی ہیں جیسے آیت ”یا ایہا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلوکم من الکفار“ کی بابت صوفیاء کا یہ کہنا کہ ”الذین یلوکم“ سے مراد نفس ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر ”مواقع الخوم“ میں لکھتے ہیں

اعلم یا نبی! ان الشر جل ثناؤه لما اراد ان یزنی عبده الخاص الی المقامات العلیہ قرب منہ اعداؤه حتی یعظم جہادہ لہم ویشتغل بحجارتہم ولا قبل محاربتہ غیرہم من الاعداء الذین ہم منہ ابعد قال اللہ تعالیٰ ”یا ایہا الذین قاتلوا الذین الآئہ“ وحفظ الصوفی وکل موفقی من ہذہ الآئہ ان ینظر فیہا الی نفسہ الامارۃ بالسوء التی تحملہ علی کل محظور و مکروہ وتعدل بہ عن کل واجب و مندوب۔

بیٹا! جان لے کہ جب اللہ جل ثناؤہ نے چاہا کہ اپنے خصوصی بندہ کو مقامات عالیہ پر پہنچائے تو اس کے دشمنوں کو اس سے قریب کر دیا تاکہ ان کیساتھ اس کا جہاد عظیم ہو اور وہ بعیدی دشمنوں کیساتھ لڑائی کرنے سے پہلے قریبی دشمنوں کیساتھ جنگ کرنے میں مشغول ہو سو فرمایا ”یا ایہا الذین ام“ اس آیت سے ہر صوفی منش اور صاحب توفیق کا حصہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس امارہ کو کڑی نظر سے دیکھے جو اس کو ہر خطرناک اور امر مکروہ کے کرنے پر آمادہ کرتا اور ہر واجب و مندوب امر سے غفلت میں

لَمْخَالِفَةِ الَّتِي جَبَلَهَا الشَّرُّ عَلَيْهِا —
وہی اقرب الکفار والاعداء الیہ فاذا جاءہما
وَقَتْلُہَا اَوْ اَسْرًا فَمِنْذَرٌ لِّہَا اَنْ یَنْظُرَ فِی
الْاَعْيَارِ عَلٰی حَسْبِ مَا یَقْتَضِیْہِ مَقَامُہَا فَالْنَفْسُ
اَشَدُّ الِاعْدَاءِ شَکِیْمَةٌ وَاَقْوَامُہَا عَزِیْمَةٌ فَمُجَاهِدُہَا
ہُوَ الْجُہَادُ الْاَکْبَرُ وَمَعْنٰی الْجُہَادِ مَخَالِفَةُہَا ہُوَاہَا وَ—
تَبْدِیلُ صِفَاتِہَا وَجَمَلُہَا عَلٰی طَاعَةِ الشَّرِّ —

ڈالتا ہے اس مخالفت کی وجہ سے جس پر اسکی پیدائش ہے
اور وہی سب سے قریبی کافر اور دشمن ہے پس جب بند اس سے
جہاد کر کے اسکو مار ڈالے یا اپنی گرفت میں لے لے تب اس کو
یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ غیروں کی طرف نظر اٹھائے پس نفس
سب سے بڑا متکبر اور بکا مکار دشمن ہے اس سے جہاد کرنا جہاد
اکبر ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اسکی خواہشات کی مخالفت کرے
اور اس کی صفات میں تبدیلی لاکر اسکی طاعت میں لگائے

ای شہاں کشیم ما خصم بروں : ماند از و خصم بر در اندروں
قد رجعنا من جہاد الاصفہریم : ایں زماں اندر جہاد اکبریم
سہل شیر آں و انکہ صہبا بشکند : شیر آزا و انکہ خود را بشکند

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ مسائل السلوک میں فرماتے ہیں کہ

مسائل تصوف دو طرح کے ہیں اول وہ جن پر قرآن
پاک اُن وجوہ سے دال ہے جو اہل علم واجتہاد کے نزدیک
معتبر ہیں، اس قسم کا نام تفسیر، استنباط اور فقہ رکھا
جاتا ہے اس قسم کے مدلول قرآن ہونے میں کوئی کلام نہیں
قسم دوم وہ ہے کہ نہ بعینہ اس پر قرآن کی کوئی دلالت ہے
اور نہ اس پر جو علت شرعیہ میں اس کا مشارک ہے البتہ
وجوہ مناسبہ میں سے کسی وجہ مناسبت سے اس پر قرآن
کی دلالت ہے اس قسم کا نام اعتبار ہے اور اسی کے مدلول
قرآن ہونے کی بابت کلام ہے بعض اس کے مثبت ہیں جوہت
سے صوفیاء کرام کی روش سے ظاہر ہے اور بعض اسکے منکر ہیں
جو حاملین علوم ظاہرہ کے کلام سے ظاہر ہے اور اس سلسلہ
میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ انکار بجائے اگر دلالت سے
مراد اس معنی کا مقصود ہونا ہو بلا واسطہ جیسے امر مخصوص
یا بالواسطہ جیسے امر ثابت بالقیاس، اور اثبات بجائے اگر
دلالت سے مراد وہ ہو جو عام ہے۔

مسائل التصوف قسمان قسم دل علیہ القرآن
بوجوہ الدلالات المعبرۃ عند اہل العلم والاجتہاد
تنصیفاً ویسوی تفسیراً واستنباطاً ویسوی فقہاً
والکلام فی کون ہذا القسم مدلولہ للقرآن
وقسم لا دلالة للقرآن علیہ بعینہ ولا علی ما
یشارک فی العلۃ الشرعیۃ لکن لہ دلالة علی
ما یناسبہ بنحو من المناصبۃ —
ویسوی اعتباراً و ہذا القسم مما ینسکھوا فی کونہ
مدلولاً لہ فکلم من مثبت لہ وہو —
ظاہر صنیع کثیر من الصوفیۃ و کم من ناف لہ
وہو ظاہر کلام حملۃ العلوم الظاہرۃ والقول
الفصل فی الباب ان النفی حق ان اُرید —
بالدلالۃ کون ذلک المعنی مقصوداً بلا واسطۃ
کا لمقصود او بواسطۃ کالتأبیت بالقیاس و
الاثبات حق ان اُرید بالدلالۃ ما ہو اعم من ثبوتہ
باعد الطریقین المذكورین ومن ثبوت الشیء من اصلہ بنحو من لاصالۃ من غیر ان یقصد مع القول بارادۃ المعنی الظاہری قطعاً۔

وہنا فائدہ "معمۃ" یعنی الاطلاق علیہا وہی ان حضرتہ صلی اللہ علیہ وسلم جَعَلَ
فَنَ الْعَبَارِ مَعْتَبَرًا وَسَلَّكَ ذَلِكَ الطَّرِيقَ لَتَكُونَ سَنَةً لِعُلَمَاءِ الْأُمَّةِ وَيَكُونَ ذَلِكَ
فَتْحًا لِبَابِ مَا وَهَبَ لَهُم مِنَ الْعُلُومِ

ترجمہ

یہاں ایک مہتمم بالشان فائدہ ہے اس پر آگئی ہو جانی چاہیے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فن اعتبار کو معتبر قرار دیا ہے اور اس راہ کو خود چل کر دکھایا ہے تاکہ علماء امت کیلئے سنت بنے اور ان
پر وہی علوم کا ایک دروازہ کھل جائے :- تشریح :

قوله فن الاعتبار لفظ اعتبار۔ عبور بمعنی ایک شئی سے دوسری شئی کی طرف منتقل ہونے سے ماخوذ ہے
الفاظ کو عبارات اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ معانی کو زبان قائل سے عقل سامع تک پہنچاتے ہیں اور اسی لئے اہل
تعبیر کو معتبر کہتے ہیں کہ وہ متخیل سے معقول کی طرف منتقل ہوتا ہے و يقال "مسعود من اعتبر بغيره" (نیک بخت وہ
ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑے) کیونکہ اس کی عقل حال غیر سے اپنے حال کی طرف منتقل ہوتی ہے ۔
چو برگشتہ بختی در افتد ببند : از و نیک بختاں بگيرند ببند

قال تعالى "فاعتبروا يا اولي الابصار" یہی بن مواذ کہتے ہیں "من لم يعتبر بالمعاصرة استغنى عن الموعظة"
وسیعط میں ہے "معنی الاعتبار النظر فی الامور ليعرف بها شئی آخر من جنسها" اعتبار کے معنی امور میں غور و فکر
کرنا ہے تاکہ انہی امور کی جنس سے شئی آخر کی معرفت حاصل ہو۔

پھر اعتبار قیاس شرعی کے لحاظ سے عام ہے کیونکہ قیاس شرعی اصل سے فرع کی طرف نقل حکم کو کہتے ہیں اور اعتبار
کے معنی ایک شئی سے دوسری شئی کی طرف منتقل ہونا ہے، امام راغب کہتے ہیں کہ ہر وہ خبر جو ایسی بات ظاہر
کرے جس کا اعتقاد لازم ہے اسکو خبر اعتقادی کہتے ہیں اور جس کا مقتضی یہ ہو کہ اس سے نصیحت حاصل کی جائے
اسے خبر اعتباری کہتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام، اہم سابقہ اور قرون ماضیہ کی خبریں :-

قوله وسلك الممثال کے طور پر آیت "لَسْبَدُ آيَاتُ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ" مسجد قبا کی
بابت نازل ہوئی ہے اور آئے اس کو بطریق اعتبار اپنی مسجد کے حق میں تلاوت فرمایا، اسی طرح آیت
"أَتَايَرُّيدُ الشَّرَّ لِيَذْهَبَ عَنْكَمُ الرِّجْسُ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" خاص طور سے ازواج مطہرات کے
حق میں نازل ہوئی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراؑ، علیؑ، حسنؑ، حسینؑ کو ایک
چادر میں لیکر فرمایا "اللَّهُمَّ تَوَلَّوْا أَهْلَ بَيْتِي فَادْهَبْ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا" جس سے اس حقیقت کو ظاہر کرنا
ہے کہ گواہیت کا نزول ازواج کے حق میں ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور
فضیلتِ تطہیر کے اہل ہیں :-

محمد صنیف مغفرہ نگار

کایۃ "فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی" قَرَأَهَا فِي مَسْئَلَةِ الْقَدْرِ بِالْتَمَثِيلِ وَاِنْ كَانَ مَنْطُوقُ الْاٰیَةِ اَنَّ مَنْ عَمِلَ هَذِهِ الْاَعْمَالُ تُهْدِيْهِ اِلٰی طَرِیْقِ الْجَنَّةِ وَ النِّعَمِ وَمَنْ عَمِلَ بِضَدِّهَا نَفَتْهُ لِهَ طَرِیْقِ النَّارِ وَالتَّعْذِیْبِ وَلٰكِنْ یُمْكِنُ اَنْ یُعْلَمَ بِطَرِیْقِ الْاِعْتِبَارِ اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ خَلِقَ لِحَالَةٍ تَجْرِیْ عَلَیْهِ تِلْكَ الْحَالَةُ مِنْ حَیْثُ یَذُرِّیْ اَوْ لَا یَذُرِّیْ فِهَذَا الْاِعْتِبَارُ وَقَعَ لِهَذِهِ الْاٰیَةِ اِسْتِبْطَاطُ بِمَسْئَلَةِ الْقَدْرِ وَكَذٰلِكَ اٰیَةُ "وَلَنْفُسٍ وَّمَا سَوَّاهَا" فَمَنْطُوقُهَا اِنَّهُ اُظْلِعَ عَلٰی الْبَرِّ وَالاِثْمِ وَلٰكِنْ بَیْنَ خَلْقِ الصُّوْرَةِ الْعِلْمِیَّةِ بِالْبَرِّ وَالاِثْمِ وَخَلْقِ الْبَرِّ وَالاِثْمِ اَجْمَالًا فِی وَقْتِ نَفْخِ الرُّوْحِ مُشَابَهَةٌ فِیْمُمْكِنُ الْاِسْتِشْهَادُ بِهَذِهِ الْاٰیَةِ فِی هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ بِالْاِعْتِبَارِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ترجمہ

جیسے آیت "سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا" کو اپنے تقدیر کے مسئلہ میں تمثیلاً پڑھا ہے اگرچہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے یہ اعمال کئے اس کو ہم جنت کی اور آسانی و راحت کی راہ دکھائیں گے اور جو ان کے خلاف کامرنگ ہوگا اس پر دوزخ اور عذاب کا دروازہ کھول دیں گے لیکن بطریق اعتبار یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر شخص ایک ایسی حالت کیلئے پیدا کیا گیا ہے جو اس پر طاری ہوتی ہے خواہ وہ واقف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو، اس اعتبار سے اس آیت کو تقدیر کے مسئلہ سے ربط ہو گیا، اسی طرح یہ آیت ہے "اور قسم ہے جی کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا" اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا نے ہر شخص کو نیکی اور بدی پر مطلع فرمادیا، لیکن نیکی اور بدی کی صورتِ علمیہ کے پیدا کرنے کو بوقتِ نفخ روح اجمالی نیکی اور بدی پیدا کرنے کیساتھ مشابہت ہے اسلئے بطریق اعتبار مسئلہ تقدیر میں اس آیت سے استہداد ہو سکتا ہے:-

تشریح: قولہ بالتمثیل الخ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما منکم من احد الا وقد کُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ، قالوا: یا رسول اللہ! افلا یُکَلِّفُ عَلٰی کِتَابِنَا وَنَدْعُ الْعَمَلُ؟ قال: اَعْمَلُوا فَعَلَّ -
تم میں سے ہر شخص کی جگہ جنت اور دوزخ سے لکھ دی گئی۔
صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے نوشتہ تقدیر پر بھروسہ کر بیٹھیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟ فرمایا: عمل کرو کیونکہ ہر شخص جس چیز کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کیلئے آسان کجاتی ہے، اگر نیک شخصوں میں سے ہو تو نیک نعتی کے اعمال کی توفیق اور بد شخصوں میں سے ہو تو بد نعتی کے اعمال کا موقعہ دیا جاتا ہے پھر اپنے پڑھا "فاما من اعطی اللہ"

باقی برص ۲۹۷

عہ الترجمۃ الصّوۃ: کذا: انہ تعالیٰ اُظْلِعَ عَلٰی الْبَرِّ وَالاِثْمِ وَلٰكِنْ بَیْنَ خَلْقِ الصُّوْرَةِ الْعِلْمِیَّةِ لِلْبَرِّ وَالاِثْمِ مُشَابَهَةٌ بِخَلْقِ ذٰلِكَ الْبَرِّ وَالاِثْمِ الْاَجْمَالِیْنِ فِی وَقْتِ نَفْخِ الرُّوْحِ ۱۲ عَوْنِ عَمِّهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۱۲

فصل غریب القرآن للذی ذکر فی الاحادیث بسزید الاهتمام وخصّص ببيان الفضل انواع

ترجمہ: فصل (سوم) غرائب قرآنی جنکو احادیث میں مزید اہتمام اور فضیلت سے خاص کیا گیا ہے اُن کے چند انواع ہیں: — تشويع:

قولہ غریب القرآن الخ لفظ غریب بمعنی افضل و احسن ہے، اس میں اختلاف ہے کہ آیات قرآن میں کوئی شے دوسری شے کی بہ نسبت افضل ہے یا نہیں؟ امام ابو الحسن اشعری، قاضی ابوبکر باقلانی اور ابن جہان نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ قرآن سب کا سب کلام الہی ہے نیز تفضیل کا قول مفصل علیہ کے نقص کا وہم پیدا کرتا ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ قرآن کے ایک حصّہ کو دوسرے پر فضیلت دینا غلطی ہے، لیکن ابن راہویہ ابوبکر بن العربی، امام غزالی، ابن الخصّار اور شیخ عزالدین بن عبد السلام وغیرہ علما و ظاہر مفسر احادیث کے پیش نظر تفصیل کی طرف گئے ہیں قرطبی نے اس کو علما و متکلمین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے، پھر ان میں سے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ فضیلت غفلت و زیادتی اجر و ثواب سے متعلق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ فضیلت ذات لفظ سے متعلق ہے کیونکہ آیت ”الہکم اللہ واحدہ“ اور آیت الکرسی، سورہ اخلاص اور سورہ حشر کے اخیر میں وحدانیت و صفات باری تعالیٰ پر جو دلائل ملتے ہیں وہ مثلاً ”تبت ید الی ہب و تب“ اور اس کے مثل دوسری آیتوں اور سورتوں میں نہیں ملتے پس تفضیل صرف عجیب معانی اور ان کی کثرت پر منحصر ہے: — (بقیہ ص ۲۹۶)

قولہ و نفس و ما سواہا الخ حضرت عمران بن حصین رضی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ

ان رجلین من مزیّنہ قالّا: یا رسول اللہ! أرأیت ما عمل الناس ویکبرون فیہ شئ قضی علیہم و فیہم من قدر سبق او فیما یستقبلون بہ مما اتانا، ہم بہ نبیہم و ثبتت الحجۃ علیہم؟ فقال: لا! بل شئ قضی علیہم و مضی فیہم و تصدق ذلک فی کتاب اللہ عزوجل و نفس و ما سواہا فالہما فخر بہا و تقواہ (رواہ مسلم)

شاہ صاحب حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں کہ ”یہاں الہام سے مراد نفس میں فخر کی صورت پیدا کرنا ہے پس الہام اصل میں اس صورت علیہ کو پیدا کرنا ہے جس سے وہ عالم ہو جاتا ہے پھر مجازاً اس صورت اجمالیہ کو کہنے لگے جو مبداء آثار ہوتی ہے گو اس سے علم حاصل نہ ہو، فالآیۃ نزلت فی الہام البر والاثم و قرأها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خلق مبداء آثار البر والاثم بطریق التمثیل والاعتبار: —

فَالْغَرِيبُ فِيهِ التَّكْوِيْدُ بِاللَّهِ هِيَ آيَةُ جَامِعَةٌ لِّجَمَلَةِ عَظِيْمَةٍ مِنْ صِفَاتِ الْحَقِّ عَزَّ وَجَلَّ مِثْلُ آيَةِ الْكُرْسِيِّ وَسُورَةِ الْاِخْلَاصِ وَآخِرُ سُورَةِ الْحَشْرِ وَآوَلُ سُورَةِ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: فن تذکرہ بالاء اللہ میں غریب وہ آیت ہے جس میں حق عزوجل کی صفات کا بڑا مجموعہ ہو جیسے آیت الکرسی، سورہ اخلاص، سورہ حشر کی آخری اور سورہ مؤمن کی اول آیتیں :-
تشریح: قولہ آیت الکرسی الخ امام مسلم نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ "کتاب اللہ میں سب بڑے کریم آیت الکرسی ہے"، امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت کی ہے کہ "ہر چیز کا ایک سنام (کنگورہ) ہوا کرتا ہے اور قرآن کا سنام سورہ البقرہ ہے اور اس میں ایک آیت تمام آیات قرآنی کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے"۔

شیخ ابن العربی فرماتے ہیں کہ آیت الکرسی کے اعظم الآیات ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مقصد نہایت عظیم الشان ہے اور کسی چیز کا شرف یا تو اس کے ذاتی کشف پر منحصر ہوتا ہے یا اس کے مقصد اور متعلقات کے شرف کے لحاظ سے ہوتا ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ آیت الکرسی کے تمام کلمات کی سردار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فقط اللہ کی ذات، صفات اور اس کے افعال پر مشتمل ہے اس کے سوا اس میں کوئی اور بات نہیں ہے :-

قولہ وسورۃ الاخلاص الخ امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت کی ہے کہ "قل ہو اللہ احد ثلث قرآن کے مساوی ہے" امام غزالی جو اہل القرآن میں فرماتے ہیں کہ قرآن کے اہم معارف تین ہیں معرفت توحید، معرفت صراط مستقیم اور معرفت آخرت، سورہ اخلاص معرفت توحید پر مشتمل ہے لہذا وہ ایک ثلث ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ قرآن - قصص، شرائع اور صفات پر مشتمل ہے اور سورہ اخلاص تمام تر صفات باری تعالیٰ سے مملو ہے اس اعتبار سے وہ ثلث قرآن کے برابر ہے قولہ و آخر سورۃ الحشر الخ یعنی "ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو" سے آخر سورت تک، حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اسم اعظم کی بابت دریافت کیا: آپ نے فرمایا: وہ سورہ حشر کے آخر میں ہے" حضرت ابو امامہ رحمہم عنہما حضرت اسی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "جس شخص نے رات میں یا دن میں سورہ حشر کی آخری آیتیں پڑھی اور پھر اسی دن میں یا رات میں اس کا انتقال ہو گیا تو اس نے اپنے لئے جنت واجب کر لی"۔

قولہ واول سورۃ المؤمن الخ یعنی "حم تنزیل الكتاب من اللہ العزیز العظیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ہو الیہ المصیر"۔
محمد صلی اللہ علیہ وسلم

والغریب فی فن التذکیر بایام اللہ ہی آیت یُسَبِّحُ فیہا قصۃ "قلیلۃ الذکر" اور قصۃ معلومۃ یُجاءُ فیہا بمزید التفصیل اور قصۃ عظیمۃ الفائدۃ الّتی تكون محلّاً للاعتبارات الکثیرۃ ولہذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قصۃ موسیٰ وخضر علیہما السلام "وَدَدْنَا اَنْ موسیٰ کان صبرحتی یَقْصُ اللہ علینا من خبرہما والغریب فی فن التذکیر بالموت وما بعدہ ہی آیت تكون جامعۃ لاحوال القیامۃ مثلاً ولہذا جاء فی الحدیث "من سَمِعَہُ ان ینظر الی یوم القیامۃ کأنّہ رأی عین فلیَقْرَأُ" إذا السَّمْسُ کَوْنَتْ وَاذا السَّمَاءُ الْفَطَرَتْ وَاذا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ " والغریب فی فن الاحکام ہی آیت تكون مشتملۃ علی بیان حدود و تعیین وضع خاص مثل تعیین مائۃ جلدۃ فی حدّ الزنا و تعیین ثلاث حیض او ثلاثۃ اطہار فی عدۃ المطلقۃ و تعیین انصباء الموارث

توضیح المقت

یجاءُ جاہِجی سے مہول ہے، و دنا۔ و دنا محبت کرنا، یقص (ن) قصصاً بیان کرنا، سَمِعَ (ن) سروراً خوش کرنا، رأی میں آنکھوں دیکھی بات، کورت روشنی مضاعف کر دیا گئی، انفطرت انظاراً پھٹنا، انشقت انشقاقاً شکاف پڑنا، جلدہ کوراً، حیض جمع حیض، اطہار جمع طہر پاک، انصباء جمع نصیب حصہ، موارث جمع میراث میت کا ترکہ۔ ترجمہ:

فن تذکیر بایام اللہ میں غریب وہ آیت ہے جس میں کوئی قلیل الذکر قصہ بیان کیا جائے یا کسی معلوم قصہ میں مزید تفصیل لائی جائے یا ایسے نہایت مفید واقعہ کو ذکر کیا جائے جس میں حصول عبرت کے متعدد پہلو ہوں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ و خضر کے قصہ کی بابت فرمایا: ہماری آرزو تھی کہ حضرت موسیٰ صبر کرتے تاکہ خدا تعالیٰ ان کا قصہ اور زیادہ ذکر کرتا، تذکیر بالموت و ما بعد الموت کے فن میں غریب وہ آیت ہے جو مثلاً احوال قیامت کی جامع ہو اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ "جو شخص قیامت کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کا آرزو مند ہو اسے "اذا الشمس کورت ام" پڑھنی چاہیے، اور فن احکام میں غریب وہ آیت ہے جو بیان حدود اور وضع خاص کی تعیین پر مشتمل ہو جیسے حدّ زنا میں سو درے کی تعیین اور مطلقہ کی عدت میں تین حیض یا تین طہر کی تعیین اور میراث کے حصوں کی تعیین:

محمّد حنیف غفرلہ مکتوبی

عہ الحدیث فی صحیح البخاری فی کتاب التفسیر فی تفسیر سورۃ الکہف و فی کتاب الانبیاء ۱۲ عون
عہ الحدیث فی سنن الترمذی فی تفسیر سورۃ التکویر ۱۲ عون

والغریب فی فن المخاصمة هی ایه یقع فیها سوق الجواب بفتح غریب یقطع الشبهة بابلغ وجهه او یقرن بیان حال هذا الفريق بمثل واضح " کمثل الذی استوقد نارا " وهكذا بیان شناعة عبادة الأصنام والفرق بین مرتبة الخالق والمخلوق والمالك والمملوك بامثلة عجیبة او بیان احباط اعمال اهل الریا والسبعة بابلغ وجهه وغرائب القرآن لیست بمحصورة فی الالواب المذكورة فاحیاناً یكون غریباً من جهة بلاغة القرآن وایضاً أسلوبه مثل سورة الرحمن ولهذا سُمیت فی الحدیث بعروس القرآن واحیاناً یكون غریباً من جهة تصویر صورته سعید وشتی توضیح اللغة

بفتح واضح طریق، یقرن (ض) قرناً طناً، استوقد استیقاداً روشن کرنا، شناعة برائی، اصنام جمع صنم بُت، احباط برباد کرنا، سمعته دکھلاوا، شهرت، عروس دہن، سعید نیک بخت، شتی بدبخت :- ترجمہ :-
اور فن مخاصمہ میں غریب وہ آیت ہے جس میں جواب ایسے عجیب و غریب اسلوب پر واقع جو شبہ کو کامل طریقہ پر اٹھا دے یا ایک فرقہ کے حال کو واضح مثال کیساتھ بیان کرے جیسے " اس کی سی مثال ہے جس نے اُگ جلائی " اسی طرح بُت پرستی کی قباحت، خالق و مخلوق اور مالک و مملوک کے مراتب کا فرق عجیب امثلہ کیساتھ بیان کرنا یا ریاکاروں اور طالبانِ شہرت کے اعمال کی بربادی کو بلیغ اسلوب میں بیان کرنا، اور غرائب قرآنی انھیں ابواب مذکورہ میں محصور نہیں بلکہ بسا اوقات غرابت بلاغت قرآن اور اسلوب کی شیرینی کی جہت سے بھی ہوتی ہے جیسے سورہ رحمن اسی لئے حدیث میں اس کا نام عروس القرآن رکھا گیا ہے اور کبھی غرابت سعید و شتی کے باہمی فرق کی تصویر کھینچنے کی جہت سے ہوتی ہے :-

تشریح :-

قوله بیان شناعة الخ جیسے سورہ حج کے آخری رکوع کے شروع میں ہے

یا ایہا الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذاباً ولوا جمیعوا له وان یتلہم الذباب شیئاً لایستفقدوا منه ضعف الطالب والمطلوب

لوگو! ایک مثل کہی ہے سو اس پر کان رکھو، جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہو جائیں اور اگر کچھ چھین لے اُن سے مکھی چھڑا دے گی وہ اس سے بودا ہے چاہنے والا اور حق کو چاہتا ہے۔
قوله بعروس القرآن الخ حافظ بہتی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی عنہ سے مروی روایت کی ہے کہ " ہر شئی کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت سورہ رحمن ہے :-

وجاء في الحديث " لكل آية ظهري و لكل حد مطلق " فليعلم أن ظهر هذه العلوم الخمسة شيء يكون مدلول الكلام و منطوقه و البطن في التذكير بالآلاء الله التفكير في الآلاء و مراقبة الحق و في التذكير بأيام الله معرفة مناسبات المدرج و الذم و الثواب و العذاب من تلك القصص و قبول النصيحة و في التذكير بالجنة و النار ظهور الخوف و الرجاء و جعل تلك الأمور رأي العين و في آيات الأحكام استنباط الأحكام الخفية بالفحوى و الایماءات و في حاجة الفرق الضالة معرفة أصل تلك القبائح و الحاق مثلها بها

توضيح اللغة

ظہری، مراد ظاہری معنی، بطن پیٹ، اندرونی حصہ، مطلق اونچے سے جھانکنے کی جگہ، آلاء جمع الیٰ بمعنی نعمت، مراقبہ نگہبانی، رجاء امید، خفیہ پوشیدہ، فحوی جمع فحوی۔ مضمون، محتاجہ جھگڑا، فرق جمع فرقہ، جماعت ضالہ گمراہ، قبائح جمع قبیحہ برائی۔ ترجمہ :

حدیث شریف میں آیا ہے کہ " ہر آیت کا ظاہر اور باطن ہے اور ہر حد کیلئے شرف یعنی جھانکنے کی جگہ ہے " پس معلوم ہونا چاہیے کہ ان علوم پنجگانہ کا ظہر وہ چیز ہے جو کہ کلام کا مدلول اور مفہوم ہے اور بطن تذکیر بالآلاء اللہ میں نعمتائے خداوندی میں غور و فکر اور مراقبہ حق ہے اور تذکیر بأيام اللہ میں اُن قصوں سے مدح و ذم اور ثواب و عذاب کے موقوف علیہ کی پہچان اور نصیحت حاصل کرنا ہے اور تذکیر بالجنۃ و النار میں امید و بیم کا ظہور اور اُن امور کو چشم دید درجہ میں کرنا ہے اور آیات احکام میں ان کے فحوی سے خفی احکام کا استنباط ہے اور گمراہ فرقوں سے مباحثہ میں ان قباحتوں کی اصل پہچان اور ان جیسی چیزوں کو ان کے ساتھ لاق کرنا ہے ۔ تشبیح :

قولہ لكل آية ظهري و لكل حد مطلق نے بتحدیث سفیان بواسطہ یونس بن عبید حضرت حسن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے " لكل آية ظهري و بطن و لكل حرف حد و لكل حد مطلق " اس میں لكل آية ظهري سے کیا مراد ہے ؟ اس کی تاویل میں چند قول ہیں ۔

(۱) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جب تم اس کے باطن سے بحث کرو گے اور اُسے ظاہر قرآن پر قیاس کرو گے تو اس وقت تمہیں باطن قرآن کے معنی کی واقفیت حاصل ہوگی (۲) حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ قوموں کے جس قدر قصے بیان فرمائے ہیں اُن کا ظاہر تو یہ ہے کہ بچھلے لوگوں کے ہلاک ہونے کی خبر دی گئی ہے اور ان کا باطن یہ ہے کہ دوسرے آنے والوں کو نصیحت ہوگی (۳) ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی عنہ سے روایت کیا ہے کہ " قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس پر کسی قوم نے عمل نہ کر لیا ہو اور پھر اسی آیت کیلئے ایک قوم ایسی بھی (آنے والی) ہے جو آئندہ ۔۔۔ (باقی بر ص ۳۰۲) ۔۔۔

وَمُطْلَعُ الظَّهْرِ مَعْرِفَةُ لِسَانِ الْعَرَبِ وَمَعْرِفَةُ الْأَثَارِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِغِنَى التَّفْسِيرِ وَ
مُطْلَعُ الْبَاطِنِ لَطْفُ الذَّهْنِ وَاسْتِقَامَةُ الْفَهْمِ بِخُورِ الْبَاطِنِ وَحَالَةِ الْمُسْكِينَةِ
تَوْجِيهِ

اور مطلع الظہر زبان عرب اور ان آثار کی معرفت ہے جن کا تعلق فن تفسیر سے ہے اور مطلع البطن ذہن کی
لطافت اور فہم کی استقامت ہے نور باطن اور حالت سکینہ سے :- تشریح :

(بقیہ ص ۳۱)

اس پر عمل کرے گی (۴) بعض متاخرین کا قول ہے کہ ظاہر قرآن اس کے الفاظ ہیں اور باطن قرآن اس کی تاویل
(۵) ابن النقیب نے نقل کیا ہے کہ ظاہر قرآن وہ ہے جو بظاہر اس کے معانی سے اپنی علم پر آشکارا ہو گیا ہے اور
باطن قرآن وہ اسرار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حقیقت ہی کو مطلع فرمایا ہے (۶) شاہ صاحب کا قول ہے جو
ترجمہ سے ظاہر ہے تو صحیح کیلئے حجتہ الشریبہ کی عبارت ملاحظہ ہو

اکثر مافی القرآن بیان صفات اللہ تعالیٰ و
آیاتہ و الاحکام و القصص و الاحتجاج
على الکفار و الموعظة و النار فالظہر
الاحاطة بنفس ماسبق الکلام له و البطن
فی آیات الصفات التفکر فی آلالہ اللہ
والمراقبة و فی آیات الاحکام الاستنباط
بالایاء و الاشارة و النحوی و الاقتضار
لاستنباط علی رضی اللہ عنہ من قوله تعالیٰ "و جملة
وفضاله ثلثون شهراً" ان مدة الحمل قد تكون
سنة أشهر بقوله "حولین کاملین" و فی القصص
معرفه مناصب الثواب و المذبح و العذاب
و الذم و فی العنقة رقة القلب و
ظہور الخوف و الرجاء و امثال ذلك
اور آپ کے ارشاد "لکل حرف حد" کی دو تاویلیں ہیں اول یہ کہ ہر حرف کا ایک منتہی ہے ان معانی میں سے
جو کہ حق تعالیٰ نے مراد لئے ہیں (و ہذا اقربہما)

دوم یہ کہ ہر حکم کیلئے ثواب و عقاب کی ایک مقدار ہے :-
محمد حنیف غفرلہ لکھو ہی

قولہ و مطلع الظہر الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ”لکل حد مطلع“ سے کیا مراد ہے؟ اس میں بھی چند اقوال ہیں:

(۱) معانی و احکام میں سے ہر غامض معنی و حکم کیلئے ایک مطلع (مقام) ہے جس کے ذریعہ سے اُس غامض حکم اور معنی تک رسائی ہوتی اور اُس کی مراد پر آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

(۲) ہر وہ ثواب و عقاب جس کا بندہ مستحق ہوتا ہے اس پر اطلاع پانے کا ایک مطلع (وقت) ہے کہ آخرت میں جزا و سزا پانے کا موقع ہوگا۔

(۳) قرآن کا ظہر اس کی تلاوت ہے اور اس کا بطن - فہم، اور حد - حلال و حرام کے احکام ہیں، اور مطلع - وعد و وعید میں غور کرنیوالا شخص ہے۔

(۴) مطلع الظاہر - فنون عربیہ میں بھارت اور اسباب نزول و ناسخ و منسوخ وغیرہ کا تتبع ہے اور مطلع الباطن - تصفیہ نفس، ریاضت اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا ہے۔

(۵) حضرت شاہ صاحب حجۃ اللہ الباقیہ میں فرماتے ہیں کہ:

و مطلع کل حد الاستعداد الذی بہ یحصل ہر حد کا مطلع وہ استعداد ہے جس سے وہ حد حاصل کفرۃ اللسان و الآثار و کلف الذہن و ہوتی ہے جیسے زبان اور اشارے واقف ہونا اور استقامۃ الفہم جیسے ذہن کی صفائی اور سمجھ کی پختگی کا ہونا۔

(۶) ہر حد کا مطلع اس کی علت ہے کیونکہ ہر امر و نہی کی کوئی نہ کوئی علت ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ مطلع جھروکے اور جھانکنے کی جگہ کو کہتے ہیں سو جیسے جھروکوں اور جھانکنے کی جگہوں سے تمام وہ چیزیں نظر آیا کرتی ہیں جو ان کے مقابل ہوتی ہیں اور ان کے وسیلے سے معلوم ہو جاتی ہیں ایسے ہی علت کے مقابل جس قدر معلول ہوتے ہیں ان کے وسیلے سے معلوم ہو جاتے ہیں اور اہل نظر صائب کو گویا انھیں میں سے نظر آتے ہیں۔

لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مطلع سے علت قریبہ ہی مراد ہیں، عجب نہیں کہ علل بعیدہ یعنی صفات خداوندی جو علل اصلی ہیں مراد ہوں کیونکہ ثبوت حقوق اللہ یا حقوق العباد کی اصل مقتضی یہ صفات ہی ہیں مثلاً خدا کی ربوبیت اور عظمت عبادت اور تعظیم کی خواستگار ہے اور خدا کا بصیر ہونا بندہ سے حیا اور ترک فحشاء کو مقتضی ہے :-

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

فصل "من العلوم الوهبیة فی علم التفسیر التي اشرنا اليها تاویل قصص الانبياء عليهم السلام والفقير في هذا الفن رسالة "سماء" بتاویل الاحادیث والمراد من التاویل هو ان يكون لكل قصة وقعت مبدأ من استعداد الرسول وقومه من التدبير الذي اراد الله سبحانه وتعالى في ذلك الوقت وكأنه اشار الى هذا المعنى في آية "وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْاَحَادِيثِ" ومن العلوم الوهبیة تنقیح العلوم الخمسة التي هي منطوق القرآن العظيم ومزمن ذلك الباب جملة في اول الرسالة فراجعه ومن العلوم الوهبیة ترجمته باللسان الفارسی علی وجه مشابه للعربی فی قدر الكلام والتخصیص والتعمیم وغيرها اثبتناها فی "فتح الرحمن فی ترجمة القرآن" وان كنا تركنا هذا الشرط فی بعض المواضع بسبب خوف عدم فهم الناظرین بدون التفصیل

ترجمہ: فصل (چہارم) علم تفسیر کے ان وہی علوم میں سے جنگی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا انبیاء علیہم السلام کے قصوں کی تاویل ہے اس فن میں فقیر کا ایک رسالہ تاویل الاحادیث کے نام سے ہے، تاویل سے مراد یہ ہے کہ ہر ایسے قصے کیلئے جو اس وقت واقع ہوا ہے پیغمبر اور اس کی قوم کی استعداد سے ایک مبدأ ہو حق تعالیٰ کی اس تدبیر سے جو اس نے اس وقت چاہی ہے اور گویا اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے اس آیت میں "اور سکھلائگا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا" اور علوم وہبیہ میں سے ہے ان علوم پنجگانہ کی تفسیر جو منطوق قرآن ہیں، اس باب کا مفصل بیان رسالہ کے شروع میں گذر چکا اس کی طرف رجوع کرو، اور علوم وہبیہ میں سے قرآن کا ترجمہ ہے فارسی زبان میں اس طور پر کہ وہ مقدار کلام اور تخصیص و تعمیم وغیرہ میں عربی کے مشابہ ہے اسکو ہم نے فتح الرحمن فی ترجمة القرآن میں جگہ دی ہے اگرچہ بعض مقامات میں ہم نے اس شرط کو ترک کر دیا ہے تفصیل کے بغیر ناظرین کے عدم فہم کے خوف سے :- تشریح :

قولہ رسالہ الخ اس میں حضرت آدم سے لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ان تمام انبیاء کے قصے تحریر فرمائے ہیں جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور ساتھ ہی ان حوادث کے رموز بھی بیان فرمائے ہیں جو انبیاء کو پیش آئے :- قولہ وکانہ اشار الخ یعنی آیت کا منطوق کو بغیر رویا یعنی خواب سن کر اس کے اجزاء کو ذہانت و فہم سے ٹھکانے پر لگا دینا ہے لیکن اقوام و ائمہ کے قصص اور ان کی تاویلات بھی "تاویل الاحادیث" کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں :-

قولہ فتح الرحمن الخ یہ فارسی زبان میں قرآن پاک کا وہ ترجمہ ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں ہوا، اسکو موجودہ تراجم کا اصل اصول کہنا چاہیئے نہایت جامع مانع اور مطلب خیز ہے اس کے ساتھ ہی بالا ختمہارا ایسے تشریحی فوائد لکھے ہیں جو تفسیر کی بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں :-

ومن العلوم الوهبیة علم خواص القرآن وقد تكلم جماعة في خواص القرآن على وجهين وجه كالدعاء ووجه كالسحر استغفر الله منه ولهذا الفقير فتحم الله باباً خارجاً من المنقول ووضع في حجرى مرة واحدة جميع الاسماء الحسنى والآيات العظمى والأدعية المباركة وقال خذ هذه عطيتنا للتصريف، ولكن كل آية واسم ودعاء مشروط بشروط لا تدخل في القاعدة بل قاعدتها انتظار عالم الغيب كما يكون في حالة الاستخارة فينظر الى آية او اسم يشار اليه من عالم الغيب ويقرأ تلك الآية والاسم على طريقة من طرق مقررّة عند اهل هذا الفن توضيح اللغة :-

خواص جمع خاصہ، سحر جادو، حجر گود، ادعیہ جمع دعا، استخارہ طلب خیر کرنا :-

ترجمہ :- اور وہی علوم میں سے خواص قرآنی کا علم ہے اور ایک جماعت نے خواص قرآن میں دو طرح پر کلام کیا ہے ایک تو دعا کے مشابہ اور دوسرے سحر کے مشابہ استغفر اللہ منہ، فقر پر اللہ نے خواص منقول کے علاوہ ایک جدید دروازہ کھولا ہے اور ایک مرتبہ میری گود میں تمام اسماء حسنی، آیات عظمیٰ اور ادعیہ متبرکہ کو رکھ کر فرمایا زلے یہ ہمارا عطیہ ہے تصرف عام کیلئے، لیکن ہر آیت واسم اور دعا ایسی شرطوں کیساتھ مشروط ہے جو کسی قاعدہ میں سما نہیں سکتیں بلکہ اس کا قاعدہ عالم غیب کی طرف سے اشارہ کا انتظار ہوتا ہے جیسا کہ حالت استخارہ میں ہوتا ہے پس دیکھنا چاہیے کہ کس آیت یا اسم کا اشارہ کیا جاتا ہے عالم غیب کی طرف سے پھر اس آیت یا اسم کو اسی طور پر تلاوت کرنا چاہیے جیسا کہ اس فن والوں کے یہاں مقرر ہے :- تشریح :-

قولہ علم خواص القرآن الخ خواص قرآن کا ثبوت متعدد احادیث میں موجود ہے، ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ”تم کو دو شفا میں اپنے اوپر لازم کرنی چاہئیں غسل یعنی شہد اور قرآن“ ابن ماجہ نے حضرت علی رضی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ”بہترین دوا قرآن ہے“ بیہقی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن جابر رضی عنہ سے روایت کیا ہے کہ فاتحہ الکتاب میں ہر بیماری کی شفا ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ”جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا“ الی غیر ذلک من الاحادیث :-

قولہ وقد تكلم جماعة الخ علماء کی ایک جماعت نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں جن میں سے شیخ نعیمی، حجة الاسلام غزالی اور یافعی وغیرہ بھی ہیں :-
محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

فصل من العلوم التي أنعم الله بها على هذا العبد الضعيف انكشف به الغطاء
عن المقطعات القرآنية ولا بُدَّ في بيانه من تمهيد مقدمة

ترجمہ

فصل (پنجم) اُن علوم میں سے جو اللہ نے اس ضعیف بندہ کو عطا فرمائے ہیں ایک علم وہ ہے جس کے ذریعہ
مقطعات قرآنیہ سے پردہ اٹھ گیا ہے اور اس کے بیان میں ایک مقدمہ کی تمہید ضروری ہے:-

تشیہ ۳: قوله عن المقطعات الخ مقطعات قرآنية چودہ کلمات ہیں اور وہ یہ ہیں ^(۱۳) عسق، ق، ن، ان
الم، المقص، الر، المرأ، كبيعص، طه، طسم، قلص، لیس، ص، حم، حم، عسق، ق، ن، ان
چودہ کلمات کیساتھ انتیس ^(۱۹) سورتوں کا آغاز ہے، ان میں سے مکررات ساقط کر دینے کے بعد حروف
مقطعات چودہ رہتے ہیں یعنی ا، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ہ، ی، جو عبارت
"صراط علیٰ حق تمسک" اور "طرق تمسک الیقینہ" میں منضبط ہیں، حروف مقطعات کی یہ تعداد
مجموعی حروف ہجاء کی نصف (آدھی) ہے۔

مقطعات قرآنیہ کی مراد کے متعلق ایک مختار قول یہ ہے کہ وہ ایسے اسرار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
اور نہیں جانتا ولذا یقال "التخاطب بالحروف المفردة سنة الاجاب فان سر الجیب مع الجیب یجب ان
لا یطلع علیہ الرقیب" اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے آپؓ نے
فرمایا: "فی کل کتاب سر و سر القرآن ادائس السور" کہ ہر کتاب کا کوئی نہ کوئی راز ہوتا ہے اور قرآن کا
راز سورتوں کے فرائع ہیں، ابن المنذر وغیرہ نے امام شعبی سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے،
حضرت علیؓ سے مروی ہے "لکل کتاب صفة وصفة هذا الكتاب حروف التبی"۔

لیکن امام رازی فرماتے ہیں کہ متکلمین نے اس قول کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بات جائز نہیں کہ کتاب اللہ
میں ایسے الفاظ وارد ہوں جن کو خلق خدا نہ سمجھ سکے کیونکہ خداوند عالم نے مخلوق کو قرآن پاک میں غوامد اور
تدبر کا حکم فرمایا ہے اور یہ فہم معانی کے بغیر ناممکن ہے۔

اب مقطعات قرآنیہ کے معانی اور ان کی مراد کیا ہے؟ اس کی بابت متعدد اقوال ہیں:

(۱) حروف مقطعات اسماء الہی ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم نے سیدی کے طریق پر حضرت ابن عباسؓ سے
روایت کیا ہے کہ "الم سر خدا تعالیٰ کے ناموں میں سے اسم اعظم ہے، ابن ماجہ نے نافع کے طریق پر
حضرت فاطمہؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے سنا وہ دعائیں فرماتے
تھے "یا کبیر، یا کبیر، یا کبیر"۔

(۲) حروف مقطعات اسماء قرآن ہیں۔ کلبی، سیدی اور قتادہ کا یہی مذہب ہے اور اس قول کو عبد الرزاق
نے فتاویٰ سے نقل کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بھی لکھا ہے مگر ان الفاظ کے ساتھ "کل ہجاؤ فی القرآن"

فہو اسم من اسماء القرآن

(۳) حروف مقطعات میں سے ہر حرف اسماء الہی میں سے کسی اسم کی طرف مُشرع ہے مثلاً اَلَمْ میں الف احد، اول، آخر، ازلی، ابدی کی طرف اور لام لطیف کی طرف اور مِم ملک، مجید، مَنان کی طرف اشارہ ہے حاکم وغیرہ نے سعید بن جبیر کے طریق پر ”تہتِ مِص“ کے بارے میں ابن عباس رض سے نقل کیا ہے کہ ”کاف کریم سے باد بادی سے یا حکیم سے عین علیم سے اور صاد صادق سے لیا گیا ہے، بعض صحابہ نے ان حروف سے صفات مرکبہ بھی مستنبط کی ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم نے ابوالضحیٰ کے طریق پر حضرت ابن عباس سے ”اَلَمْ کی بابت روایت کیا ہے اَنَا الشَّرُّ اَعْلَمُ“ اور المِص کے بارے میں ”اَنَا الشَّرُّ اَفْصَلُ“ اور اَلْک کے بارے میں ”اَنَا الشَّرُّ اَرَى“

(۴) قطرب نحوی کا قول ہے کہ کفار قرآن کو سُننے کے بجائے غل جاتے تھے حق تعالیٰ نے مقطعات کو نازل فرمایا تاکہ وہ اُن کو عجیب جان کر حیرت میں آئیں اور کان لگا کر سُنیں۔

(۵) مبرد نحوی کا قول ہے کہ حروف مقطعه لانے کا مقصد اہل عرب کو یہ بتانا ہے کہ قرآن بھی انہی حروف سے بھیجی کے ساتھ نازل ہوا ہے جن کو وہ جانتے اور اپنے کلام میں برتتے ہیں پھر بھی وہ قرآن پاک کا تحدی کو قبول کرنے سے عاجز ہیں۔

(۶) حروف مقطعات بحساب ابجد انقلابات امت اور انکی مدتوں کی طرف اشارہ ہے چنانچہ امام بخاری نے تاریخ میں اور ابن جریر نے تفسیر میں بسند ضعیف حضرت ابن عباس رض سے انھوں حضرت جابر سے اور حضرت جابر نے عبد الشمر بن ربیع سے روایت کی ہے جس میں یہ ہے کہ خُتبی بن اخطب کئی بڑے یہودیوں کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور دریافت کیا: آپ پر ”اَلَمْ ذَلِکَ الْکِتَابُ“ نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے کہا کسی نبی کو اسکے ملک کی مدت نہیں بتائی گئی مگر آپ کو بتادی گئی کیونکہ اَلَمْ کے مجموعی اعداد اکہتر ہیں تو کیا ہم ایسے نبی کے دین میں داخل ہوں جس کے ملک اور اس کی امت کا زمانہ صرف اکہتر سال ہے؟ پھر پوچھا: اس کلمہ کے علاوہ اور بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہے المِص، جی سنے کہا: یہ اس سے طویل ہے کہ اس کے اعداد (۱۶۱) ہیں، کوئی اور بھی ہے؟ فرمایا: ہاں ہے اَلْک، اس نے کہا: یہ دونوں سے طویل تر ہے کہ اس کے اعداد (۲۷۱) ہیں پھر بولا کہ آپ کے معاملہ نے ہمیں الجھن میں ڈال دیا۔ کیونکہ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کو تھوڑی مدت دی گئی ہے یا زیادہ،

(۷) حق تعالیٰ نے ان حروف کیساتھ قسم کھائی ہے اور حرف قسم محذوف ہے۔ ابن جریر وغیرہ نے علی بن ابی طلحہ کے طریق پر حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ اَلَمْ ہر قسم، ص اور ان کے مشابہ الفاظ کی اللہ نے قسم کھائی ہے اور یہ سب خدا کے نام ہیں، انھوں قول ہم شاذ صاحب کے قول ”فَاعْلَمْ اَنَّ الْمَقْطَعَاتِ الْقُرْآنِیَّةَ اَعْلَامُ سُوْرَةٍ“ کے ذیل میں ذکر کیوں گے۔

فَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ حُرُوفِ التَّهَجِّيِّ الَّتِي هِيَ أَصُولُ كَلِمَاتِ الْعَرَبِ مَعْنًى بَسِيطًا لَا يُمْكِنُ التَّعْبِيرُ عَنْهُ إِلَّا بِأَشَارَةٍ لَطِيفَةٍ غَامُضَةٍ

ترجمہ

سو جان لے کہ حروفِ تہجی جو کلماتِ عرب کے اصول ہیں ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک بسیط معنی ہیں جس کی تعبیر لطیف رمزِ اجمالی کے بغیر ناممکن ہے۔۔۔ تشریح :

قولہ معنی بسیطاً الخ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ براہین قاسمہ میں فرماتے ہیں کہ ”اردو فارسی میں تو اسماء اور افعال میں حروفِ ہجا کے مقابل کچھ معلوم نہیں ہوتا، البتہ حروف میں جہاں کوئی حرف منجملہ حروفِ ہجا ایک حرف مفرد ہے جیسے ”باء“ یا ”آء“ میں باء مرکب نہیں جیسے از و وغیرہ میں وہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حرف کے مقابلہ میں فلاں حقیقت ہے، اور بظاہر اور زبانوں کا بھی یہی حال معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ حروفِ ہجا کے حقائق سے کسی اور زبان میں تعرضِ مسموع نہیں ہوا، البتہ عربی میں حروفِ ہجا کے مقابل حقائقِ بسیطہ اضافات معلوم ہوتی ہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اسماء و افعال مجرّدہ عربیہ کم سے کم ثلاثی یعنی سہ حرفی ہوتے ہیں اس پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ فاء اور عین میں یعنی اول اور دوم حرف میں مثلاً اشتراک ہے اور لام یعنی حرفِ آخر میں اختلاف ہے تو معانی میں اشتراک اور اختلاف ہوتا ہے مثلاً شرف، شرر، شرر، شرع کو جو دیکھا جاتا ہے تو سب میں بلندی حرکت کا مضمون ملحوظ ہے اور بائیں ہمہ ہر ایک ایک جُذے مضمون پر بھی دال ہے، شرف کو سب جانتے ہیں کہ بلندی مراتب پر پہنچ جانے کو کہتے ہیں اور شرر شعلہ کا نام ہے جس کا کام یہی ہے کہ اوپر کو کر دیا نیچے کو، اوپر ہی کو رہتا ہے، اور شار د اُس کو کہتے ہیں جو اچھلتا ہوا بھاگ جائے اور شرع اُس اونچی سرکٹ یعنی راہِ سیر و سفر کو کہتے ہیں جو دُور سے نظر آئے۔

غرض جیسے حروف میں اشتراکِ شین و راء تھا ویسے ہی معانی میں بھی دو اضافتیں ہیں ایک تو بلندی دوسری حرکت جو درحقیقت ایک سے انفصال اور بُعد اور دوسرے سے انفصال اور قرب ہے جو بالبدت از قسم اضافات ہیں کیونکہ بے اطراف نہ انکا تحقق ممکن نہ بے اطراف اُن کا تعقل متصور، اور جیسے حرفِ آخر میں اختلاف ہے ویسے ہی مدلولاتِ خاصہ میں تباین اور تغایر ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیشک زبانِ عربی میں حروفِ ہجا بمقابلہ حقائقِ بسیطہ اضافات ہیں اور اس وجہ سے اس زبان کو اور زبانوں پر شرف ہے۔۔۔

محمد حنیف غفرلہ نگار ہی

والحاصلُ أَنَّ ما قلناه له شواهدُ لا تُحصى وما أَرَدْنَا ههنا إلا التنبیه و هذا كله لغةٌ عربيةٌ وإن لم یبلغ العربُ العربیاءُ الى تهذیبها وتنقیحها ولم تدرك النحاةُ کُنْهَها کما أنك اذا سألت العربَ العربیاءَ عن المفهوم والتعریف والجنسِ وخواص التراكیب لم یتمکنوا من بیان حقیقتها مع کونهم مستعملین لها والناطقین بها ثم إن المدققین فی کلام العرب لیسوا کأَسنانِ المُشطِ بل بعضهم أذکی والطف ذهنا من بعض فترکی جمعا أو ضحوا معنی کثیرا ولم یبلغ الأخرى الى ذکرها وهذا العلمُ ایضا من لغتهم العربیة و لكن تقاصرت أفهامُ کثیر من المُفَلِّقین عن تنقیح تلك المفاهیم

توضیح اللغة: شواہد جمع شواہد مؤنث شاہد، عرباً خالص عربی لوگ، نحاة جمع ناجی۔ نحو کا جاننے والا، کتہ حقیقت شئی، مدققین جمع مدقق باریک بینی سے کام لینے والا، اَسنان جمع سن کنگھی وغیرہ کے دندنے، مُشط کنگھی، دُرک کسی چیز کی انتہائی گہرائی، افہام جمع فہم، مُفَلِّقین جمع مُفَلِّق، فَلَق۔ الشئی سے ہے بمعنی بھاڑنا، مفاہیم جمع مفہوم:۔ ترجمہ:

حاصل یہ کہ ہمارے اس قول کے بے شمار شواہد موجود ہیں اور یہاں ہمارا مقصد صرف تنبیہ کرنا ہے، اور یہ سب عربی لغت ہے اگرچہ خلص عرب اس کی تہذیب و تنقیح تک نہ پہنچیں اور نحوی لوگ بھی اس کی حقیقت معلوم نہ کر سکیں جیسے اگر تو خلص عرب سے مفہوم، تعریف، جنس اور خواص تراكیب کی بابت سوال کرے تو وہ اس کی حقیقت بیان کرنے پر قادر نہ ہوں گے حالانکہ وہ ان کو استعمال کرتے اور بولتے ہیں۔

پھر کلام عرب میں باریک بینی سے کام لینے والے کنگھی کے دندانوں کی طرح ایک وضع پر نہیں ہیں بلکہ ان میں بعض لوگ بعض دیگر اشخاص کی بہ نسبت زیادہ تیز فہم اور لطیف الذہن ہیں چنانچہ تو ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ انہوں نے بہت سے معانی کی وضاحت کی ہے اور دوسرے لوگ اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے، اور یہ علم بھی ان کی عربی لغت سے ہے لیکن اکثر موشگافانِ لغت کی عقلیں ان مفہومات کی تنقیح سے قاصر ہیں:۔

فَاعْلَمْ أَنَّ الْمُقْطَعَاتِ الْقُرْآنِيَّةِ أَعْلَامٌ تُؤَيِّرُ بَدَلُ بِمَعَانِيهَا الْمُجْمَلَةِ عَلَى مَا اسْتَمَلَّتْ عَلَيْهِ السُّورَةُ مُفَصَّلَةً كَتَسْمِيَةِ الْمُصَنَّفَاتِ بِشَيْءٍ يُوضِّحُ حَقِيقَةَ الْكِتَابِ لِلنَّاضِرِ كَمَا أَنَّ الْبُخَارِيَّ سَمَّى جَامِعَهُ بِالْجَامِعِ الصَّحِيحِ الْمُسْنَدِ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُنَنِهِ وَأَيَّامِهِ فَمَعْنَى أَلَمْ الْغَيْبِ الْغَيْرُ الْمُتَعَيَّنُ صَارَ مُعَيَّنًا بِالنَّسْبَةِ إِلَى عَالَمِ الشَّهَادَةِ الْمَتَدَفِّسَةِ فَإِنَّ الْهَمْزَةَ وَالْهَاءَ كَلِمَتُهُمَا تَدُلُّانِ عَلَى الْغَيْبِ إِلَّا أَنَّ الْهَاءَ غَيْبٌ هَذَا الْعَالَمِ وَالْهَمْزَةُ غَيْبُ الْعَالَمِ الْمَجْرُودِ

تو ترجمہ

سو جان لے کہ مقطعات قرآنیہ سورتوں کے اسماء میں جو اپنے معانی مجملہ کیساتھ ان مضامین پر دال ہیں جن پر سورت تفصیلی طور پر مشتمل ہے، جیسے کسی کتاب کا کوئی ایسا نام رکھنا جو ناظر کتاب کیلئے کتاب کی حقیقت واضح کر دے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نام "الجامع الصحیح المسند فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ" رکھا ہے، پس اَلَمْ کے معنی یہ ہیں کہ غیب غیر متعین متعین ہو گیا نسبت عالم شہادت کے جو متدنیس اور آلودگیوں میں بھرا ہوا ہے، اس واسطے کہ ہمزہ اور مار دونوں غیب پر دال ہیں بجز آنکہ ہا غیب ہے اس عالم کی اور ہمزہ غیب ہے عالم مجرد کی :- لکھنا شروع :-

قولہ اعلام سور الخ معانی مقطعات کی بابت یہ آٹھواں قول ہے کہ حروف مقطعات سورتوں کے اسماء میں، ماوردی وغیرہ نے اس کو زید ابن اسلم کا قول بتایا ہے، صاحب کشاف علامہ زمرخشی اور امام مازنی نے اس کی نسبت اکثر متکلمین کی طرف کی ہے، سیبویہ نے اپنی کتاب میں اس کو نصاً ذکر کیا ہے اور خلیل نحوی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، پس جس طرح اسماء ذوات و اشخاص بغرض تمیز موضوع ہوتے ہیں اسی طرح سورتوں کے باہمی امتیاز کیلئے مقطعات ہیں، ممکن ہے کوئی یہ اعتراض کرے کہ بعض مقطعات مثلاً اَلَمْ سے متعدد سورتوں کا آغاز ہے تو پھر امتیاز کہاں رہا؟ جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک ہی نام متعدد اشخاص کا ہوتا ہے اور ان میں امتیاز کیلئے کوئی صفت بڑھا دی جاتی ہے جیسے زید الفقیر، زید النحوی، زید التاجر، اسی طرح جب قاری نے "اَلَمْ" ذلک الكتاب " پڑھا تو اس نے اس کو "اَلَمْ السُّرُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ" سے ممتاز کر دیا۔

بہر کیف آٹھواں قول یہ ہے کہ مقطعات سورتوں کے اسماء میں حضرت شاہ صاحب نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن فرماتے ہیں کہ مقطعات اعلام ذاتیہ نہیں بلکہ اعلام صفاتیہ ہیں جو بالا جمال ان تفصیلات پر دال ہیں جن پر سورتیں مشتمل ہیں، فی الخیر الكثير "واعلم ان هذه المقطعات اسماء کلیة للسور بحسب مضامینہا و عسی ان یتم فہرمان فی امرہ تغایران بالاعتبار قصۃ الانبیاء و تدخل تارۃ فی الاعظ و تارۃ فی مقاماتہم و تارۃ فی الآیات و کذلک المعاد وغیرہ" :-

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

ولهذا يُصَلِّقُونَ "أ" و "ام" وقت الاستفهام و "او" وقت العطف فإن الامر
المُسْتَفْهَم عنه امر منتشر وهو غيب بالنسبة الى المتعین وكذا المتروك فيه ايضاً
غيب والهزة تُزاد في اول الامر لتدل على معنى تخيل في ذهن المتكلم وتفصيله
مُؤَكَّد الى مادته واختاروا في الصناعات الهاء فانه غيب هذا العالم وحصل
للمتعين اجمال في الجملة واللام تدل على معنى التعین ولهذا يزيدون اللام
وقت التعريف والميم من حيث اجتماع الشفتين عند التكلم بهما تدل على الهبوط
المُتَدَنَسَةِ التي اجتمعت فيها حقائق شتى وتقيدت وَاَلَتْ من الفضاء المجرد
الى محبس التقيد والتحيز فالحاصل ان الهم كناية عن الفيض المجرد الذي
تقيدت في عالم التميز والتحيز وتعين بحسب عاداتهم وعلومهم وصادم قسوة قلوبهم
بالتذكير وصادم اقوالهم الفاسدة واعمالهم الكاسدة بالمحاجة وتحديد البرز
الاثم والسورة بتمامها تفصيل هذا الاجمال وایضاح هذا الابهام

توضيح اللغة

شفتین شَفَقَ کاشنہ سے ہونٹ، ہبوطی مادہ اُولی، مُتَدَنَسَةِ میلانچیل، حقائق جمع حقیقہ، اَلَتْ (ن) اُولاً
لوٹنا، فضاء میدان، مُبْس قیدخانہ، صادم مُضَادَمَ مارنا، قسوة سخت ودرشت ہونا، کاسدة کھوٹے :-

ترجمہ:

اسی لئے "أ" اور "ام" استفہام کے وقت بولتے ہیں اور "او" عطف کے وقت اس واسطے کہ شئی مُسْتَفْهَم عنه
ایک امر منتشر ہے اور وہ غیب ہے بہ نسبت متعین کے اسی طرح امر متروک دنیہ بھی غیب ہے، اور ہمزہ فعل امر
کے شروع میں زیادہ کیجاتی ہے تاکہ اس معنی پر دلالت کرے جو محکم کے ذہن میں آئے ہیں اور اس کی تفصیل
مادہ امر کے سپرد ہے، اور ضمیروں میں ہاء کو اختیار کیا ہے کیونکہ وہ غیب ہے اس عالم کی اور متعین کو
فی الجملہ اجمال حاصل ہوا ہے، اور لام معنی تعین پر دلالت کرتی ہے اسی لئے تعریف کے وقت لام زیادہ
کرتے ہیں، اور میم بایں جہت کہ بوقت تکلم دونوں لب مل جاتے ہیں ہبوطی مُتَدَنَسَةِ پر دال ہے جس میں
حقائق مختلفہ جمع اور مقید ہو گئی ہیں اور میدان تجرّد سے قید تجرّز میں پڑی ہیں، پس حاصل یہ کہ الہ فیض
مجرد سے کناہ ہے جو عالم تميز و تجرّز میں مقید اور لوگوں کے عادات و علوم کے موافق متعین ہوا ہے جس
نے لوگوں کے دلوں کی سیاہی کو دینی نصیحت کے ذریعہ دور اور بری باتوں اور کھوٹے کاموں کو محکم
دلیلوں اور نیکی بُدی کی تحدید کے ذریعہ سے توڑا ہے اور پوری سورت اسی اجمال کی تفصیل اور اسی
ابہام کا بیان ہے :-

محمد حنیف غفرلہ لکھوئی

وَالرَّسْمُ مِثْلُ الْآلَةِ الرَّاءِ تَدُلُّ عَلَى التَّرْدَادِ الْغَيْبِ الَّذِي تَعَيَّنَ وَتَدْنَسُ
مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى وَكَذَلِكَ الْمِيمُ مَعَ الرَّاءِ وَهَذَا كُنَايَةٌ عَنِ الْعِلْمِ الَّتِي صَادَقَتْ
قَبْلَئِهَا بَنَى آدَمُ مُصَادَمَةً بَعْدَ مُصَادَمَةٍ وَذَلِكَ صَادِقٌ بِتَقْصِصِ الْأَنْبِيَاءِ
وَمَقَالَتِهِمْ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى وَبِالْأَسْئَلَةِ وَالْإِجَابَةِ الْمُتَكَرِّرَةِ وَالطَّاءُ وَالصَّادُ
تَدُلُّانِ عَلَى حُرُوكَةِ الْأَسْرَفَاعِ مِنَ الْعَالَمِ الْمُتَدَنِّسِ إِلَى الْعَالَمِ الْمُتَعَالَى إِلَّا أَنَّ الطَّاءَ
تَدُلُّ عَلَى عِظَمِ ذَلِكَ الْمُتَحَرِّكِ وَفَخَامَتِهِ مَعَ تَلَوُّنِهِ وَتَدْنِسِهِ وَالصَّادُ تَدُلُّ
عَلَى صِفَائِهِ وَلَطَافَتِهِ وَالسَّيْنُ تَدُلُّ عَلَى السَّرِّيَّانِ وَالْإِسْلَاسِ وَانْتِشَارِهِ فِي
الْأَفْئَاقِ كُلِّهَا فَظَلَّ مَقَامَاتُ الْأَنْبِيَاءِ الَّتِي هِيَ أَثَارُ تَوَجُّهِهِمْ إِلَى الْعَالَمِ الْعُلَوِيِّ
بَحِثَ تَعْلُوكُنْ فِي هَذَا الْعَالَمِ صُورَةً غَيْبِيَّةً بِالْبَيَانِ الْإِجْمَالِيِّ وَذَكَرَهُمْ فِي الْكُتُبِ وَمِثْلَهُ
وَلَطَّسَ مَقَامَاتُ الْأَنْبِيَاءِ الَّتِي هِيَ أَثَارُ حُرُوكَاتِهِمْ الْفَوْقَانِيَّةِ الَّتِي سَرَتْ فِي الْعَالَمِ
الْمُتَدَنِّسِ وَانْتَثَرَتْ فِي الْأَفْئَاقِ

توضیح اللغة

قَبْلَئِهَا جَمْعُ قَبِيحَةٍ بِرَأْسِ، مُصَادَمَةٌ مَارِنَا، قَصَصَ جَمْعُ قِصَّةٍ، اسْئَلَةٌ جَمْعُ سَوَالٍ، اِجَابَةٌ جَمْعُ جَوَابٍ، عِظَمٌ بَرَّائٍ،
تَخَامَتُ مَوَالِی، تَلَوُّنٌ آئُودُهُ هَوْنًا، سَرِّيَّانٌ سَرَّیْتُ كَرْنًا، جَارِی هَوْنًا، تَلَاسَی اِضْمَالًا :- تَوْجِیہ :-
اور اَلرَّسْمُ اَلْمَرَّسُ مِثْلُ ہے مگر یہ کہ راء تَرَدُّد پر دال ہے یعنی وہ غیب جو بار بار متعین و مُتَدَنِّس ہوا اور یہ
اِن علوم کے کنایہ ہے جو بنی آدم کی قباحتوں سے یکے بعد دیگرے متصدا دم ہوئے ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام
کے قصص و فرامین اور ان کے مکرر سوالات و جوابات پر صادق ہے، اور طاء و صاد دونوں اس حرکت
پر دال ہیں جو عالم ناپاک سے عالم پاک کی طرف صعود کرے مگر یہ کہ طاء اس متحرک کی بزرگی اور بڑائی
پر دلالت کرتی ہے اس کی آلودگی اور ناپاکی کے ساتھ، اور صاد اس کی صفائی اور لطافت پر دلالت
کرتا ہے، اور سین ساری و متلاشی ہونے اور تمام عالم میں پھیل جانے پر دال ہے،
پس ظہ انبیاء علیہم السلام کے وہ مقامات ہیں جو اُن کے عالم اعلیٰ کی طرف متوجہ ہونے کے آثار ہیں
جنہوں نے اس عالم میں صورت غیبی پیدا کی ہے بیان اجمالی اور اُن کے مذکور فی الکتاب
ہونے کے ساتھ،

اور لَطَّسَ انبیاء علیہم السلام کے وہ مقامات ہیں جو اُن کی فوقانی حرکات کے آثار ہیں جو اس عالم ناپاک
میں ساری اور پورے جہان میں پراگندہ شدہ ہیں :-

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

والحاءُ معناها ما ذکرنا من معنی الہاءِ اِلَّا اَنَّهُ اِذَا اسْتَضْحَبَ الشَّعْشَعُ وَالظُّهُورُ
وَالْمُتَدَلِّسُ فَيُعَبَّرُ بِالْحَاءِ فَمَعْنَى حَمِّ اَجْمَالُ نُورَانِي مُتَشَعِّعٌ اِتَّصَلَ بِخَصَائِصِ الْعَالَمِ
الْمُتَدَلِّسِ مِنَ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَالْاَعْمَالِ الْفَاسِدَةِ وَهَذَا كُنْيَاةٌ عَنْ رَدِّ اقْوَالِهِمْ
وظُهُورِ الْحَقِّ فِي شَبْهَاتِهِمْ وَمَنَاظِرِهِمْ وَعَادَاتِهِمْ وَالْعَيْنُ تَدُلُّ عَلَى الظُّهُورِ -
الْمُتَشَعِّعُ وَالتَّعَيُّنُ وَالْقَافُ مِثْلُ الْحَمِيمِ تَدُلُّ عَلَى هَذَا الْعَالَمِ لَكِنْ مِنْ جِهَةِ الْقُوَّةِ
وَالشَّدَّةِ وَالْحَمِيمُ مِنْ جِهَةِ اجْتِمَاعِ الصُّوَرِ فِيهِ وَتَوَاقُفِهَا فَمَعْنَى عَسَقٍ حَقٌّ مُتَشَعِّعٌ
سَعَى فِي الْعَالَمِ الْمُتَدَلِّسِ وَالنُّونُ عِبَارَةٌ عَنْ نُورٍ يَسْعَى وَيَنْتَشِرُ فِي الظُّلْمَةِ كَالْحَالَةِ
عِنْدَ الْفَجْرِ الصَّادِقِ اَوْ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَالْيَاءُ كَذَلِكَ اِلَّا اَنَّ النُّورَ الَّذِي تَدُلُّ
عَلَيْهِ الْيَاءُ اَقْلُ مَا تَدُلُّ عَلَيْهِ النُّونُ وَكَذَلِكَ التَّعَيُّنُ الَّذِي تَدُلُّ عَلَيْهِ الْيَاءُ اَقْلُ
مَا تَدُلُّ عَلَيْهِ الْهَاءُ فَلَيْسَ كُنْيَاةٌ عَنْ مَعَانٍ مُنْتَشِرَةٍ فِي الْعَالَمِ وَمَعْنَى صَ هَيَاةٌ
حَدَّثَتْ جِبِلَّةً اَوْ كَسْبًا عِنْدَ تَوَجُّهِ الْاَنْبِيَاءِ اِلَى رَبِّهِمْ

توضیح اللغة

اِسْتَضْحَبَ اِسْتَضْحَبًا سَاطِعًا مُجَانًا، شَعَّعَ الشَّرَابَ پانی ملا نا، خَصَائِصُ جَمْعُ خَاصِيَّةٍ، جِبِلَّةٌ فطرت طبعیت
کُتِبَ کَمَا، حَاصِلُ کَرْنَا: - تَوْجِہ: -
اور حاء کے معنی وہی ہیں جو ہم نے ماہ کے ذکر کے ہیں بجز آنکہ جو چیز روشنی و ظہور اور تمیز رکھتی اس
کو حاء سے تعبیر کرتے ہیں،

پس حَمِّ کے معنی ایک اجمال ہے نورانی و روشن جو اس عالمِ ناپاک کے خِصائِص یعنی عقائدِ باطلہ و اعمالِ
فاسدہ کے ساتھ مل گیا اور یہ اُن کے اقوال کو رد کرنے اور اُن کے شبہات و مناظرات اور عادات
میں حق کے ظاہر ہونے سے کنایہ ہے، اور عینِ روشن ظہور اور متعین ہونے پر دلالت کرتا ہے،
اور قاف مثلِ میم کے اس عالم پر دال ہے لیکن قوت و شدت کی جہت سے اور میم اس جہت
سے کہ اس میں صورتیں مجتمع اور اکٹھی ہوتی ہیں۔

پس عَسَقٍ سے مراد حق ہے جو روشن اور عالمِ کدر میں پھیلا ہوا ہے، اور نون اس نور سے عبارت ہے
جو تاریکی میں ساری و پراگندہ ہو اس حالت کے مثل جو صبح صادق یا غروب آفتاب کے وقت ہوتی ہے
اور یاء بھی ایسی ہی ہے بجز آنکہ جس نور پر یاء دلالت کرتی ہے وہ اُس نور سے کتر ہے جس پر نون دلالت
کرتا ہے اسی طرح جس تعین پر یاء دال ہے وہ اُس تعین سے کتر ہوتا ہے جس پر یاء دلالت کرتی ہے۔

پس لیس اُن معانی سے کنایہ ہے جو عالم میں پھیلے ہوئے ہیں، اور ص کے معنی ایک ہیئت ہے جو پیدا ہو
انبیاء علیہم السلام کے متوجہ ہونے کے وقت اپنے پروردگار کی طرف جہلی ہو یا کسی:۔

و معنی ق قوۃ و شدۃ و کثرت تعین فی هذا العالم كما یقال "مَرْمِی قَصْدِی هِیَاةٌ
 حَدَّثْتُ فِی هَذَا الْعَالَمِ مِنْ حَيْثُ الْکَثَرِ وَالْمُصَادَمَةِ" وَالْکَافُ مِثْلُ الْقَافِ إِلَّا أَنَّ الْقَوَّةَ
 الَّتِی تَدُلُّ عَلَيْهِ الْکَافُ أَقْلٌ مِمَّا تَدُلُّ عَلَيْهِ الْقَافُ فَمَعْنٰی کَلِمَتِ الْعَصِّ عَالَمٌ مُنْذَرٌ لِّسُوءِ
 ظُلْمَانٍ تَعِیَّنَ فِیهِ بَعْضُ الْعُلُومِ الْمُتَشَعُّعَةِ وَغَیْرِهَا عِنْدَ الرَّجُوعِ إِلَى رَبِّهِمْ
 الْأَعْلٰی وَبِالْجُمْلَةِ الْقِیَّتُ فِی رُؤْیِ مَعَانِی هَذِهِ الْکَلِمَاتِ عَلَى طَرِیقِ ذَوْقِی وَلَا یُمْکِنُ
 أَنْ تُوضَحَ هَذِهِ الْمَعَانِی الْإِجْمَالِیَّةُ بِتَقْرِیرٍ أَوْضَحَ مِمَّا حَوَّسْنَا وَهَذِهِ الْکَلِمَاتُ غَیْرُ
 وَافِیَّةٍ کُنْهًا مَا أَرَدْنَا بِلِیَانِهِ بَلْ هِیَ مُتَبَايِنَةٌ مِنْ وَجْهِ دُونَ وَجْهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

توضیح اللغہ

کثر توڑنا، مرمی مصدر می ہے تیر پھینکنے کی جگہ، روع دل کا سیاہ نقطہ، اور بقول بعض دل میں
 ڈر کی جگہ، کثہ حقیقت، گہرائی :- ترجیحہ
 اور قاف کے معنی قوت و شدت اور شکستہ می ہے جو اس عالم میں متعین ہوئی جیسے "کوئی کہے کہ میرا
 نہتہائے مقصود وہ ہیئت و حالت ہے جو توڑ پھوڑ اور ٹکراؤ کی حیثیت سے اس عالم میں پیدا ہوئی ہے،
 اور کاف مثل قاف کے ہے بجز آنکہ وہ قوت جس پر کاف دلالت کرتا ہے اس قوت سے کمتر ہوئی ہے جبیر
 قاف دلالت کرتا ہے،
 پس کلمت عص کے معنی عالم متدیس ظلمانی ہے جس میں بعض نورانی اور غیر نورانی علوم متعین ہونگے پروردگار
 اعلیٰ کی طرف رجوع کرنے کے وقت، بالجملہ ان کلمات کے معانی میرے دل میں ذوقی طریق پر القاء ہوئے
 ہیں اور ان اجمالی معانی کی وضاحت اس تقریر سے زیادہ واضح ممکن نہیں جو ہم نے تحریر کی ہے، اور یہ
 کلمات اس مقصد کی کثہ تک رسائی کیلئے ناکافی ہیں جس کو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں بلکہ بعض وجوہ سے
 متبائن ہیں واللہ اعلم بالصواب :-

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسولہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین
 الہی حسن قبول روزگار

احقر محمد حنیف غفرلہ گنگوہی ۴۲ رذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی